

پشاور میں ایک یادگار مناظرہ

خورشید خاور

ترجمہ

شہزادے پشاور

جلد اول و دوم

مؤلف:

حجۃ الاسلام و سلطان الواعظین آقائے سید محمد شیرازی

مترجم:

الحاج مولانا سید محمد باقر صاحب باقری

رئیس جوارن ضلع بارہ نکی

پشاور میں ایک یادگار مناظرہ

خو رشید خاں و برجستہ شہداء پشاور

مُصَنَّف
حجۃ الاسلام و سلطان الواعظین آقائے سید محمد شیرازی

مُتَرَجِم

الحاج مولانا سید محمد باقر صاباقری رئیس جواہر ضلع بارہنکی

تجدید نظر

Presented by: <https://afrilibrary.com/>

سید اعجاز محمد (فاضل)

SHAHEED ARIF HUSSAIN
AL - HUSSAINI LIBRARY
Sadat Colony Latifabad No. 9, Hyd.

ہدیہ: تین سو روپے

مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهَ

ہم ان سطور میں صحت و میل مذہب، مروج شیعیت، ناشر حقائق دین اسلام، ناصر آل بیت طاہرین علیہم السلام، فخر الحقین، تید المدققین، علامہ تید محمد باقر صاحب نقوی مد اللہ ظلہ عسی رووس الموال بدوام الایام والعلیال کے اہماق قلب سے شکر گزار ہیں کہ آپ نے اپنے طبع اصلاح کجوا کی مطبوعات قیمہ و تصنیفات قیمہ بے مہاجا ہر و ثالی میں سے حقیقت مذہب شیعہ میں نادر و نادرہ عظیم الشان تحقیقی شاہکار کتاب مستطاب محمد شہید خاور ترجمہ شہسائے پشاور کی جلد اول کی نشر و اشاعت اور طباعت کے جلد حقوق مکتبۃ الہدائی سرگودھا کو مرحمت فرما کر ہم پر احسان عظیم فرمایا جس کے لیے ہم ہمیشہ آپ کے ممنون احسان رہیں گے۔ بے شک جو شخص کسی من کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ منعم حقیقی کے شکر کی سعادت سے بھی محروم رہتا ہے۔ اس کتاب میں ایران کے عالم متبحر آقائے سلطان الاعظمین اور ہندوستان دہلی کے جلیل القدر علماء کی شہر پشاور میں مذہب شیعہ سے متعلق دلچسپ اور دوستانہ گفتگو جس کا سلسلہ دس راتوں تک رہا اور جس میں مذہب شیعہ کے تمام اصول و فروع پر محققانہ بحثیں ہوئیں مسئلہ پر سلطان الاعظمین نے مذہب شیعہ کی حقیقت ایسے و لائل ساطعہ و براہین قاطعہ سے ثابت کی کہ علماء اسلام بھی اعتراف پر مجبور ہو گئے۔

ابنی مباحثوں کو سلطان الاعظمین نے شہسائے پشاور کے نام سے مرتب فرمایا جس کا اردو میں ترجمہ فخر المجاہد والرائزین جناب مولانا الحاج تید محمد باقر صاحب رئیس ہزارس علی بارہ نیکی نے کیا اور ادارہ اصلاح کجوانے بڑے اہتمام سے شائع کیا۔

چونکہ پاکستان کے اکثر لوگ اس کتاب کی افادیت، انفرادیت، اہمیت و ندرت سے ناواقف تھے اس لیے ہم نے مکرم و مہتمم جناب علامہ تید محمد باقر صاحب مد اللہ ظلہ و فقہ سے اس کی نشر و اشاعت و طباعت کے لیے اجازت حاصل کی۔

چنانچہ علامہ موصوف مدظلہ نے بڑی دسمت قلبی کیا اور اجازت مرحمت فرمائی۔ جیسا کہ حقائق مذہبیہ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ان کا شعار و معارف دینیہ کا زیادہ سے زیادہ پرچاران کا و تار ہے۔
مہتمم مکتبۃ الہدائی سرگودھا۔

صفحہ	مندرجات	نمبر شمار
	تیسری نشست	
۵۶	سوال : کیا شیعوں کے مختلف طبقے ہیں۔ اور وہ کون کون سے ہیں۔	۳۵
۵۷	جواب : شیعہ، خدا و رسول کے فرمانبردار بندے اور آنحضرت کے حکم سے خاندان رسالت کے پیرو، وہ ایک طبقے سے زیادہ نہیں ہیں۔ البتہ تاریخ میں چند شعبہ باز فرقوں کو لفظ شیعہ سے ان کو موسوم کیا گیا ہے۔	۳۶
۵۷	عقائد زیدیہ -	۳۷
۵۸	عقائد کیسانیہ -	۳۸
۵۹	عقائد قداحیہ -	۳۹
۵۹	عقائد غلات -	۴۰
۶۰	عقائد شیعہ امامیہ اثنا عشریہ -	۴۱
۶۱	سوال : شیعوں کی یہ حدیث کہ "معرفت الہی یہ ہے کہ ہر زمانے والوں کا اپنے امام زمانہ کو پہچاننا اور اس کی اطاعت کرنا فرض ہے" شیعوں کا کفر اور الحاد ثابت کرتا ہے	۴۲
۶۲	جواب : اعتراض کا جواب -	۴۳
۶۲	سوال : اعتراض کے جواب پر اعتراض کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سب حدیثیں درست ہیں اور کوئی حدیث وضعی نہیں ہے -	۴۴
۶۵	جواب : صحیحین بخاری و مسلم میں خلاف عقل روایتیں -	۴۵
۶۶	رویت باری تعالیٰ کے بارے میں اہل سنت کی چند روایتیں -	۴۶
۶۸	سوال : کیا یہ مولا علی کرم اللہ وجہہ سے منقول نہیں ہے کہ "میں ایسے خدا کی عبادت نہیں کرتا جس کو دیکھنا نہ ہو" معلوم ہوا کہ خدا دیکھنے کے قابل ہے -	۴۷
۶۸	جواب : اللہ تعالیٰ کے عدم رویت پر دلائل و اخبار -	۴۸
۶۹	خرافات صحیحین کی طرف اشارہ -	۴۹
۷۰	فریقین میں سوال و جواب -	۵۰
۷۱	ملک الموت کے چہرے پر موسیٰ کا تھپیڑ مارنا -	۵۱
۷۲	انصاف موجب معرفت اور سبب سعادت ہے -	۵۲
۷۳	سوال : شیعوں کی کتابوں میں ایسے نمونے ملتے ہیں کہ وہ بغیر ذات پروردگار عالم کی	۵۳

نمبر شمارہ	مندرجات	صفحہ
	طرف توجہ کیے ہوئے اماموں سے حاجتیں طلب کرتے ہیں جو کہ شرک کی مکمل دلیل ہے۔	
۵۳	جواب : پہلے شرک اور مشرک کے معنی بیان فرمائیے۔	۷۵
۵۵	سوال : شیعوں کی طرف شرک کی نسبت دینا اور مشرک کے معنی (مخالطہ دے کر) بتانا۔	۷۵
۵۶	جواب : اقسام مشرک کے بیان میں۔	۷۶
۵۷	مشرک جلی۔	۷۷
۵۸	عقائد نصاریٰ کے۔	۷۷
۶۹	مشرک در صفات۔	۷۸
۶۰	مشرک در افعال۔	۷۸
۶۱	مشرک در عبادت۔	۷۹
۶۲	سوال : شیعہ ہمیشہ امام اور امام زادے کے لئے نذر کرتے ہیں اور غیر خدا سے نذر کرنا یقیناً شرک ہے۔	۸۰
۶۳	جواب : نذر کے بارے میں۔	۸۰
۶۴	شرک خفی۔	۸۲
۶۵	مشرک در اسباب۔	۸۳
۶۶	شیعہ کسی پہلو سے مشرک نہیں ہیں۔	۸۳
۶۷	سوال : آپ کی ساری باتیں صحیح مگر اماموں سے حاجت طلب کرنا اور ان کا وسیلہ اختیار کرنا شرک ہے۔ خطا کی طرف براہ راست توجہ کریں۔	۸۴
۶۸	جواب : آصف بن برخیا کا سلیمانؑ کے پاس تخت بلقیس لانا۔	۸۵
۶۹	سوال : مستقل طور پر خدا ہی سے کیوں حاجت طلب نہیں کرتے کہ وسیلہ اور واسطہ کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔	۸۶
۷۰	جواب : آل محمدؑ فیض الہی کے ذریعے ہیں۔	۸۶
۷۱	سوال : کس مقام پر رسول مکرمؐ نے ان سے توسل اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور کہاں سے معلوم ہوا کہ وسیلے سے مراد آل محمدؑ ہیں۔	۸۷
۷۲	جواب : حدیث ثقلین۔	۸۷

صفحہ	مندرجات	نمبر شمار
۸۷	سوال : صحیح محمد بن اسماعیل بخاری میں حدیث ثقلین بیان نہیں کی گئی ہے، اس لئے یہ صحیح الاسناد اور متواتر نہیں ہے۔	۷۳
۸۸	جواب : بغیر تعصب کے باریک بینی سعادت کا سبب ہے۔	۷۴
۸۹	سوال : امام بخاری نے مصلحت کی بنا پر کوئی حدیث نہیں چھوڑی بلکہ وہ محتاط بہت تھے اور جانچ پڑتال کے بعد حدیث نقل کرتے تھے۔	۷۵
۸۹	جواب : امام بخاری کے سلسلہ اسناد میں بکثرت مردود، منقور، کذاب اور جمال اشخاص موجود ہیں۔	۷۶
۸۹	سوال : آپ نے بخاری کے مرتبہ علم و دانش کی توہین کی ہے۔	۷۷
۸۹	جواب : میں نے نہیں کی آپ کے تمام بڑے بڑے علماء نے یہی کہا ہے۔	۷۸
۹۰	بخاری اور مسلم نے مردود اور جعل ساز رجال سے روایتیں نقل کی ہیں۔	۷۹
۹۱	صحیحین بخاری و مسلم میں مضحک روایت اور رسول کی اہانت۔	۸۰
۹۲	حدیث ثقلین کے اسناد۔	۸۱
۹۳	حدیث سفینہ۔	۸۲
۹۵	سوال : ہرگز خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ نے واسطے کے ساتھ کوئی عمل انجام نہیں دیا۔	۸۳
۹۵	گزارش ہے کہ اس کا محل بیان فرمائیے۔	
۹۵	جواب : دو موقعوں کے بیان پر اکتفا۔	۸۴
۹۷	سوال : آپ کے یہ بیانات ہماری سنی ہوئی باتوں کے خلاف ہیں۔	۸۵
۹۷	جواب / سوال : سنی سنائی باتوں کو چھوڑ دیتے۔ کیا آپ نے ہمارے بڑے علماء کی کچھ معتبر کتب ادعیہ کا مطالعہ کیا ہے ؟	۸۶
۹۷	جواب : نہیں مجھ کو موقع نہیں ملا۔	۸۷
۹۹	دُعائے توسل کا پڑھنے کے لئے دنیا۔ پڑھنے کے بعد شیعہ عالم کا افسوس کے ساتھ شکایت کرتا کہ متعصب سنی علماء، شیعوں کو غالی، مشرک اور کافر کا فتویٰ دے کر قتل کرواتے ہیں۔	۸۸
۹۹	سوال : آپ زیادتی کر رہے ہیں۔ کون سا صاحب علم و تقویٰ شیعہ ہمارے علماء کے فتوے سے قتل ہوا۔	۸۹
۱۰۰	جواب : اس جماعت کے فتوے سے شہید اول کی شہادت۔	۹۰

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ
۹۱	قاضی صیدا کی بدگوئی سے شہید ثنائی کی شہادت -	۱۰۲
۹۲	انصاف پسند لوگوں کی توجہ کے لئے عمدہ بحث -	۱۰۳
۹۳	ایرانیوں کے ساتھ ترکیوں، خوارزمیوں، ازبکوں اور افغانوں کا شرمناک رویہ -	۱۰۴
۹۴	ایران میں خان خیوہ کے مظالم اور شیعوں کے قتل و غارت کے لئے علماء اہل سنت کے فتوے -	۱۰۵
۹۵	شیعوں کے قتل و غارت پر علمائے اہل سنت کے فتوے اور خراسان پر عبداللہ غلام ازبک کے حملے -	۱۰۶
۹۶	افغانستان کے شیعوں سے افغانی امیروں کا سلوک -	۱۰۶
۹۷	شہید ثالث کی شہادت -	۱۰۷
۹۸	شیخ کا اقدام، شبہ کی ایجاد، حملے کے لئے وسیلے کی تیاری اور اس کا دفاع -	۱۰۸
۹۹	سوال : شہید مردوں کی قبروں کے سامنے چہرہ خاک پر رکھ کر اور سجدہ کر کے مژدہ پرستی کرتے ہیں -	۱۰۸
۱۰۰	۲۔ مولوی عبدالسلام نے کتاب ہدیتہ الزائرین دکھائی کہ شیعہ زائرین امام کی قبر کے پاس دو رکعت نماز پڑھتے ہیں۔ کیا یہ ان کے شرک کا ثبوت نہیں؟	۱۰۸
۱۰۰	جواب : کتاب سے زیارت پڑھ کر سنائی گئی کہ اول سے آخر تک زیارت نامے میں صرف اللہ کا ذکر ہے -	۱۱۰
۱۰۱	زیارت کے آداب -	۱۱۰
۱۰۲	نماز زیارت اور دعائے بعد از نماز -	۱۱۰
۱۰۳	سوال : زائرین، آستانہ کو بوسہ دیتے ہیں، سجدہ کرتے ہیں، کیا یہ سجدہ علی کے لئے نہیں؟	۱۱۲
۱۰۴	جواب : آئمہ کے روضوں پر آستانہ بوسہ شرک نہیں ہے -	۱۱۲
۱۰۵	سوال : یہ کیونکر ممکن ہے کہ خاک پر گریں اور پیشانی زمین پر رکھیں، پھر بھی سجدہ نہ ہو؟	۱۱۳
۱۰۶	جواب : سجدے کا تعلق نیت سے ہے اور نیت ایک قلبی چیز ہے -	۱۱۳
۱۰۷	بھائیوں کا بوسہ کے لئے خاک پر گرنا اور سجدہ کرنا -	۱۱۴
۱۰۸	جسم کی فنا کے بعد روح کی بقا -	۱۱۵
۱۰۹	سوال : ایک انگریزی دان نوجوان نے کہا کہ موجودہ تحقیق کے مطابق روح کا وجود یا	۱۱۶

صفحہ	مندرجات	نمبر شمار
	اس کی بقا کا اعتقاد رکھنا باطل ہو چکا ہے۔	
۱۱۶	جواب : اہل مادہ و طبیعت کا ظہور اور حکیم سقراط سے دیمقراطیس کا مقابلہ۔	۱۱۰
۱۱۷	یوروپین علمائے الہی کے اقوال۔	۱۱۱
۱۱۹	معاویہ و یزید کی خلافت اور ان کے کفر کی طرف سے مخالفین کا دفاع اور اس کا جواب۔	۱۱۲
۱۱۹	سوال : آپ نے خلیفۃ المسلمین یزید بن معاویہ کو کافر اور فاسد العقیدہ کہہ معاویہ اور خلفاء کی بھی توہین کی ہے۔	۱۱۳
۱۲۰	جواب : یزید کے کفر اور ارتداد پر دلائل۔	۱۱۴
۱۲۳	یزید پلید کی لعن پر علمائے اہل سنت کی اجازت۔	۱۱۵
۱۲۳	سوال : یزید کے حکم سے مدینے کے قتل عام کا کیا معاملہ تھا؟	۱۱۶
۱۲۳	جواب : یزید کی بیعت توڑنے کے جرم میں اہل مدینہ کا قتل عام۔	۱۱۷
۱۲۵	سوال : یزید نے توبہ کرنی تھی اور خدا بھی غفار ہے۔	۱۱۸
۱۲۵	جواب : توبہ کی روایت کو درایت پر جانچئے، غلط ثابت ہوگی۔ آپ کے بزرگ علماء کے منقولات سے صرف دو حدیثوں پر اکتفا کافی ہے۔	۱۱۹
۱۲۷	گنہگار جاں نثار	۱۲۰
۱۲۹	آل محمدؐ شہدائے راہ خدا اور زندہ ہیں۔	۱۲۱
۱۳۰	سوال : آپ کے اماموں اور دوسرے شہیدوں میں کیا فرق ہے۔	۱۲۲
۱۳۰	جواب : شیعوں اعتقاد کے لحاظ سے منصب امامت اور آپ کے عقائد کے مطابق امامت کے درمیان واضح فرق ہے۔ رات زیادہ گز چکی ہے لہذا اس کی نشست میں گفتگو کا پورا وقت دوں گا۔	۱۲۳
	چوتھی نشست	
۱۳۱	سامعین : آپ نے حقیقت کا انکشاف کر کے ہم پر احسان کیا۔	۱۲۴
۱۳۲	سوال : نواب : گزشتہ رات طے پایا تھا کہ آج کی شب امامت چغتو ہوگی	۱۲۵
۱۳۲	جواب : امامت کے بارے میں بحث۔	۱۲۶
۱۳۲	اہل سنت کے مذاہب اربعہ پر بحث اور کشف حقیقت۔	۱۲۷
۱۳۴	حافظ صاحب پر اعتراض کہ، مذاہب اربعہ کی پیروی پر کوئی دلیل نہیں ہے۔	۱۲۸

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ
۱۶۹	حافظ صاحب کا جواب -	۱۳۲
۱۳۰	یہ عجیب معاملہ صاحبان عقل و انصاف کے لئے قابل غور ہے -	۱۳۲
۱۳۱	سوال : آپ بہت زیادتی کرتے ہیں کہ ہمارے فقہاء ائمہ اماموں پر تہمت لگاتے ہیں -	۱۳۶
۱۳۲	جواب : آپ کے خود چاروں اماموں نے ایک دوسرے کو فاسق و کافر بنایا ہے -	۱۳۶
۱۳۳	سوال : فرمائیے ! وہ علماء کون ہیں اور ان کی کتابوں کے اندراجات کیا ہیں -	۱۳۷
۱۳۴	جواب : اہل تسنن کے علماء اور اماموں کا ابو حنیفہ کو رد کرنا -	۱۳۷
۱۳۵	امامت شیعوں کے عقیدے میں ریاست عالیہ الہیہ ہے -	۱۳۹
۱۳۶	سوال : امامت اصول دین میں سے نہیں بلکہ وہ تو فروعات میں سے ہے -	۱۳۹
۱۳۷	جواب : امامت کے اصول دین ہونے پر حدیثیں -	۱۴۰
۱۳۸	سوال : آپ امام کے بارے میں غلو کرتے ہیں اور یہ کہ انبیاء سے بالاتر سمجھتے ہیں -	۱۴۰
۱۳۹	جواب : مقام امامت، نبوت عامہ سے بالاتر ہے -	۱۴۱
۱۴۰	سوال : پھر تو آپ کے قول کی بنا پر جب کہ علی کرم اللہ وجہہ کو امام مانتے ہیں انکی منزل پیغمبر کی منزل سے بالاتر ہونا چاہیے	۱۴۱
۱۴۱	جواب : نبوت خاصہ اور نبوت عامہ کے درمیان فرق ہے -	۱۴۱
۱۴۲	مراتب انبیاء کے اختلاف ہیں -	۱۴۲
۱۴۳	سوال : نبوت خاصہ بھی مختصر طریقے سے بیان فرما دیجئے -	۱۴۳
۱۴۴	جواب : خصوصیت نبوت خاصہ -	۱۴۴
۱۴۵	سوال : آپ نے اپنے بیان میں فرمایا کہ علی کرم اللہ وجہہ مقام نبوت کے حامل تھے۔ دوسرے یہ کہ پیغمبر کے ساتھ اتحاد نفسانی رکھتے تھے۔ تیسرے انبیائے کرام پر افضلیت۔ اگر کوئی دلیل ہے تو بیان فرمائیے۔	۱۴۵
۱۴۶	جواب : حدیث منزلت سے حضرت علی کے لئے مقام نبوت کے اثبات میں دلائل -	۱۴۵
۱۴۷	سوال : اس حدیث کی صحت ثابت نہیں ہے -	۱۴۵
۱۴۸	جواب : حدیث منزلت کے اسناد طرق عامہ سے -	۱۴۶
۱۴۹	سوال : ہیں بے ایمان اور ضدی آدمی نہیں ہوں مگر عالم فقیہ ابو الحسن آدمی نے اس حدیث کو رد کیا ہے	۱۴۸
۱۵۰	جواب : آدمی ایک شریر و بد عقیدہ اور تارک الصلوٰۃ شخص تھا -	۱۴۸
۱۵۱	سوال : آپ منطقی جواب کے بدلے بدگامی کے ساتھ ایک فقیہ عالم کو متہم کر رہے ہیں -	۱۴۸

- ۱۵۲ جواب : آمدی کی مفصل کیفیت - ۱۴۹
- ۱۵۳ سوال : آپ نے فرمایا کہ حدیث منزلت کے راویوں میں سے ایک خلیفہ عمر ابن الخطابؓ بھی تھے اس کی سند بیان فرمائیے - ۱۵۰
- ۱۵۴ جواب : حدیث منزلت کی سند عمر ابن خطاب سے - ۱۵۰
- ۱۵۵ سنی مذہب میں خبر واحد کا حکم - ۱۵۰
- ۱۵۶ سوال : مجھ کو آپ کی خوش بیانی اور ہماری کتابوں کے وسیع مطالعے سے بہت خوش ہوئی۔ میں نے سنا تھا کہ شیعہ ہماری کتابوں کو دست پناہ یا کپڑے سے اٹھاتے ہیں ! ۱۵۱
- ۱۵۷ جواب : ایسی باتیں جھگڑا کرانے والے گھڑتے ہیں - ۱۵۱
- ۱۵۸ سوال : ہم مطلب سے دور جا پڑے۔ یہ فرمائیے کہ حدیث منزلت کی دلالت کس صورت سے ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ شان نبوت کے حامل تھے - ۱۵۲
- ۱۵۹ جواب : اس لئے کہ رسول خدا نے حضرت علیؓ کو بمنزلہ بارون بیان فرمایا اور حضرت بارون منزل نبوت اور حضرت موسیٰ کی خلافت پر فائز تھے - ۱۵۲
- ۱۶۰ سوال : پھر تو آپ کے اس قاعدے کی رو سے محمدؐ و علیؓ دونوں پیغمبر تھے - ۱۵۳
- ۱۶۱ جواب : جس قسم کی تقریر آپ نے فرمائی ہے، میں نے یہ نہیں کہا۔ حضرت محمدؐ مقام خاتمیت پر فائز تھے - ۱۵۳
- ۱۶۱ منازل بارونی کا اثبات حضرت علیؓ کے لئے - ۱۵۳
- ۱۶۱ سوال : میرا خیال ہے کہ یہ استثنیٰ عدم نبوت کا ہے نہ کہ اصل نبوت کا۔ ۱۵۵
- ۱۶۲ جواب : شافعی کے بیان پر توجہ - ۱۵۵
- ۱۶۳ سوال : آپ کا یہ دعویٰ کہ اگر پیغمبر خاتم الانبیاء نہ ہوتے تو ان کے بعد علیؓ اس منصب پر ہوتے - ۱۵۵
- ۱۶۴ جواب : آپ کے بڑے بڑے علماء بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں - ۱۵۵
- ۱۶۴ سوال : جب حضرت بارون، حضرت موسیٰؑ کے ساتھ امر نبوت میں شریک تھے اور کسی انسان کے شریک کی منزل اس سے بلند ہے کہ اس کا خلیفہ بنے، اور اگر شریک کو خلیفہ قرار دے دیں تو گویا اس کے مرتبے سے گرا دیا کیونکہ مقام نبوت، مقام خلافت سے بالاتر ہے - ۱۵۶

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ
۱۴۸	جواب : حضرت موسیٰ کی نبوت اصالت اور حضرت ہارون کی نبوت ان کی تابعی تھی، گویا یہ ان کے خلیفہ تھے۔	۱۵۶
۱۴۹	سوال : میرا تعجب بابر بڑھتا جا رہا ہے جب آپ کہتے ہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ پیغمبر کے تمام صفات و خصوصیات کے حامل تھے۔	۱۵۷
۱۵۰	جواب : خود آپ کے بڑے بڑے علماء نے اپنی معجزاتوں میں اس عقیدے کا اقرار کیا ہے۔	۱۵۷
۱۵۱	علی تمام صفات میں پیغمبر کے شریک و مماثل تھے اور مسجد میں علی کا دروازہ بھی کھلا رکھا گیا تھا۔	۱۵۷
۱۵۲	برادران اہل سنت میں ہمہ پیدا ہونا کہ جناب حافظ صاحب نے جمعے کے خطبے میں مسجد کا دروازہ کھلا رکھنے کی فضیلت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لئے مخصوص بتائی (	
۱۵۳	سوال : شیعہ عالم نے پوچھا کیا آپ نے ایسی کوئی تقریر فرمائی ہے۔	۱۵۹
۱۵۴	جواب : ہاں، ابو ہریرہؓ سے یہ حدیث منقول ہے اور نیز یہ کہ "ابو بکر مجھ سے اوہیں ابو بکر سے ہوں"	۱۵۹
۱۵۵	جواب : شیعہ عالم نے جواب دیا کہ بنی اُمیہ نے ایسی حدیثیں گھڑوائی تھیں۔	۱۵۹
۱۵۶	حکم رسولؐ سے مسجد میں تمام گھروں کے دروازے بند کر دیئے گئے سوا خانہ علی کے دروازے علیؑ کو اپنا وزیر بنانے کے لئے پیغمبر کا سوال۔	۱۶۳
۱۵۸	سوال : قرعہ بن سوید سے منقول ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، ابو بکر و عمرؓ بمنزلہ ہارون بن موسیٰ۔	۱۶۵
۱۵۹	جواب : اگر آپ رجال کی طرف رجوع کرتے تو کبھی انتہائی جھوٹے اور جعل ساز قرعہ بن سوید کے قول سے استفادہ لال نہ کرتے۔	۱۶۵
	پانچویں نشست	
۱۶۰	سوال : آپؐ ماشاء اللہ بہت زبان آدھیں اور بات کا بنگلہ بنا کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حدیث منزلت میں رسولؐ نے علیؑ کی خلافت بلا فصل کا اعلان فرمایا ہے حالانکہ یہ حدیث غزوہ تبوک کے سفر میں ارشاد ہوئی ہے جس کی عمومیت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔	۱۶۶
۱۶۱	جواب : منزلت کا لفظ عموم کا فائدہ دیتا ہے۔	۱۶۶
۱۶۲	سوال : انہ کا بھی بعد ہی جملہ خبریہ ہے اور اس کو منزل ہاونی سے مستثنیٰ نہیں کیا جاسکتا	۱۶۷
۱۶۳	جواب : آپؐ خود بہتر جانتے ہیں اور صحابہ اہل عارفانہ کر رہے ہیں کیونکہ۔	۱۶۷

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ
۱۸۳	سوال : آپ تھوڑا غور فرمائیں، یہ صرف غزوہ تبوک سے مخصوص ہے جبکہ ایک معین مدت کے لئے رسولؐ نے علیؑ کو اپنا خلیفہ نامزد فرمایا تھا۔	۱۶۸
۱۸۵	جواب : حدیث منزلت تبوک کے علاوہ بھی کئی مرتبہ وارد ہوئی ہے۔	۱۶۹
۱۸۶	سوال : یہ کیونکر ممکن ہے کہ اصحاب رسولؐ نے اس حدیث کو عمومی حیثیت سے سنا ہو اور علیؑ کو خلافت کے عنوان سے پہچان لیا ہو، اس کے باوجود مخالفت کر کے دوسرے کی خلافت کو قبول کیا اور اس کی بیعت کی۔	۱۶۹
۱۸۷	جواب : حضرت موسیٰ کا اپنے بھائی ہارون کو خلیفہ بنانا اور سامری کا بنی اسرائیل کو گوزالہ پرستی پر فریب دینا۔	۱۷۰
۱۸۸	امیر المومنینؑ کے حالات کی مطابقت ہارون کے ساتھ۔	۱۷۱
۱۸۹	سوال : پھر رسولؐ علیؑ کی خلافت کو کنایات کے ساتھ کس لئے فرماتے تھے۔ صاف صاف اعلان کیوں نہیں کر دیا۔	۱۷۱
۱۹۰	جواب : امیر المومنینؑ کی خلافت پر کھلی ہوئی حدیثیں آپ کی معتبر کتابوں میں بہت ہیں۔	۱۷۲
۱۹۱	حدیث الدار یوم الازار اور پیغمبرؐ کا علیؑ کو خلافت پر معین فرمانا۔	۱۷۲
۱۹۲	خلافت علیؑ کے بارے میں واضح حدیثیں۔	۱۷۳
۱۹۳	سوال : شیخ صاحب پھر بھی بولتے ہیں۔	۱۷۳
۱۹۴	خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک صاحب فضائل تھا اور سب کے سب آپس میں بڑے بڑے	۱۷۴
۱۹۵	جواب : یہاں فضیلت صحابہ سے انکار نہیں لیکن افضل کا انتخاب ہونا چاہیے۔	۱۷۴
۱۹۶	سوال : یہ تو آپ خواہ مخواہ کی قید لگا رہے ہیں کیونکہ آپ کی کتابوں میں تو ایک حدیث بھی خلفائے فضائل میں موجود نہیں ہے۔ لہذا ہم متفق علیہ احادیث کہاں سے پیش کر سکتے ہیں	۱۷۵
۱۹۷	جواب : اچھا! ایک طرف صحیح حدیثیں جو گھڑی ہوئی نہ ہوں پیش کیجئے۔	۱۷۶
۱۹۸	فضیلت ابو بکرؓ میں نقل حدیث اور اس کا جواب کہ یہ وضعی ہے۔	۱۷۷
۱۹۹	سوال : کس طرح (یہ حدیث) مردود ہے۔	۱۷۸
۲۰۰	جواب : خود آپ کے بڑے بڑے علمائے زمانہ نے رد کیا ہے۔	۱۷۹
۲۰۱	سوال : ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جبریلؑ پیغمبرؐ پر نازل ہوئے اور عرض کیا کہ خدا آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں ابو بکرؓ سے راضی ہوں ان سے پوچھو کہ آیا وہ بھی مجھ سے راضی	۱۸۱

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ
	ہیں یا نہیں ؟	
۲۰۲	جواب : آپ کے اکابر علماء کی کتابوں میں وارد ہے کہ رسول اللہ کی زبانی حدیثیں گھڑنے والوں میں بھی ابو ہریرہ مردود بھی تھے ۔	۱۸۱
۲۰۳	سوال : آپ ایسے عالم و اولاد رسول سے یہ اُمید نہیں تھی کہ اصحاب پیغمبر کو طعن کیجئے گا۔	۱۸۱
۲۰۴	جواب : ابو ہریرہ کی کیفیت اودان کی مذمت ۔	۱۸۲
۲۰۵	علیٰ حق اور قرآن سے جدا نہیں ہیں ۔	۱۸۲
۲۰۶	سوال : آیا یہ عقل میں آتا ہے کہ ایک پاک دل صحابی حدیثیں وضع کر کے لوگوں کو علی پر لعنت کے لئے مجبور کرے ۔	۱۸۳
۲۰۷	جواب : یقیناً پاک دل صحابی ایسا نہیں کرے گا۔ اور اگر کسی صحابی نے ایسا کیا ہے تو وہ منافق اور مردود ہو گا۔	۱۸۳
۲۰۸	سوال : آپ شیعوں کو لوگوں کی ہر مذہبی بزرگوں کو الزام اور تہمت اور گالی دینا ہے ۔	۱۸۳
۲۰۹	جواب : چودہ سو برسوں کی اسلامی تاریخیں آپ کے خلاف گواہی دے رہی ہیں ۔	۱۸۳
۲۱۰	مخالفین کے مقابلے میں شیعوں کی مظلومیت ۔	۱۸۳
۲۱۱	سوال : کس سنی عالم نے اپنی کتاب میں شیعوں پر تہمت لگائی ؟	۱۸۴
۲۱۲	جواب : شیعوں پر سنی علماء کی جھوٹی نسبتیں اور تہمتیں ۔	۱۸۵
۲۱۳	شیعوں پر ابن عبد ربہ کی تہمتیں ۔	۱۸۵
۲۱۴	ابن حزم کی تہمتیں ۔	۱۸۷
۲۱۵	ابن تیمیہ کی تہمتیں ۔	۱۸۸
۲۱۶	شہرستانی کی غلط کاریاں ۔	۱۹۱
۲۱۷	ابو ہریرہ کی مذمت میں روایات اودان کے حالات ۔	۱۹۲
۲۱۸	سوال : شیعوں کے پاس ان کے بلحون ہونے پر کیا دلیل ہے ۔	۱۹۳
۲۱۹	جواب : مسلمانوں پر ظلم اور ان کے قتل عام میں بسر بن ارمطاط کے ساتھ ابو ہریرہ کی شرکت ۔	۱۹۳
۲۲۰	سوال : آپ بے لطفی کرتے ہیں کہ پیغمبر کے موثق صحابی کو بے دین اور جھل ساز کہتے ہیں ۔	۱۹۵
۲۲۱	جواب : ابو ہریرہ کا مردود ہونا اہل شرک ان کو تازیانہ مارنا ۔	۱۹۵

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ
۲۲۲	اس فرضی حدیث کا جواب کہ خدا نے فرمایا میں ابوبکر سے راضی ہوں، وہ بھی مجھ سے راضی ہیں یا نہیں	۱۹۷
۲۲۳	ابوبکر اور عمر کی فضیلت میں احادیث اور ان کا رد -	۱۹۸
۲۲۴	اس حدیث کا جواب کہ ابوبکر و عمر دونوں جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں -	۲۰۰
۲۲۵	اس حدیث کا ذکر کہ حسن و حسین دونوں جوانانِ اہل جنت کے سردار ہیں -	۲۰۱
۲۲۶	اس حدیث کا جواب کہ ابوبکر اور عائشہ پیغمبر کے محبوب تھے -	۲۰۳
۲۲۷	فاطمہ زنانِ عالم میں سب سے بہتر ہیں -	۲۰۳
۲۲۸	محبتِ اہل بیت کے وجوب میں شافعی کا اقرار -	۲۰۵
۲۲۹	پیغمبر کے نزدیک علیؑ تمام مردوں سے زیادہ محبوب تھے -	۲۰۶
۲۳۰	حدیثِ طیر -	۲۰۸
۲۳۱	سوال : میرا خیال ہے، آپ نے یہ طے کر لیا ہے کہ جو کچھ ہم کہیں گے اس کو نہ مانیں گے اور کافی اصرار کے ساتھ اس کو رد کیجئے گا -	۲۱۰
۲۳۲	جواب : بیانِ حقیقت -	۲۱۰
۲۳۳	سوال : اگر آپ خلیفہ ابوبکر کی فضیلت اور خلفائے راشدین کے طریقہ خلافت میں احادیث کو مشتبہ سمجھتے ہیں تو کیا قرآن کریم کے دلائل میں بھی شک کیجئے گا -	۲۱۱
۲۳۴	جواب : قرآن مجید کے آیات ذومعانی ہیں لہذا رسولؐ نے قرآن کو تنہا نہیں چھوڑا بلکہ عترت سے متمسک فرمایا ہے۔ اور خدا نے فرمایا ہے کہ اہل ذکر سے پوچھو -	۲۱۱
۲۳۵	اہل ذکر آلِ محمد ہیں -	۲۱۱
۲۳۶	خلفائے اربعہ کے طریقہ خلافت میں نقلِ آیت اور اس کا جواب -	۲۱۲
۲۳۷	سوال : والذین معہ والی آیت ابوبکر کے فضل و شرف کو ثابت کر رہی ہے -	۲۱۲
۲۳۸	جواب : وضاحت کیجئے کہ یہ آیت کس طرح دلالت کرتی ہے -	۲۱۲
۲۳۹	سوال : دلالت یہ ہے کہ آپ لیلۃ الغار میں پیغمبر کے ساتھ تھے -	۲۱۳
۲۴۰	جواب : اگر ایسا تھا تو سقیفہ میں فرضی شاخ و برگ پیدا کرنے کی ضرورت نہ ہوتی -	۲۱۳
۲۴۱	سوال : اگر آپ اس آیت میں کوئی ایراد حقیقت کے برخلاف رکھتے ہیں تو بیان کیجئے -	۲۱۳
۲۴۲	جواب : اگر آپ خود اپنی جگہ پر اس کے نحوی ترکیبات پر توجہ کر لیتے تو معلوم ہو جاتا -	۲۱۴

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ
۲۴۲	سوال : آپ ہی مختار و ترکیبات کو بیان کیجئے۔	۲۱۲
۲۴۳	جواب : ترکیبی جہت یہ ہے کہ۔	۲۱۳
۲۴۵	آیہ غاد سے استدلال اور اس کا جواب۔	۲۱۴
۲۴۶	سوال : آیہ غار ابو بکر کے لئے تقدم خلافت کا حق ثابت کر رہی ہے۔	۲۱۵
۲۴۷	جواب : جو نتیجہ آپ کے پیش نظر ہے وہ اس آیت سے حاصل نہیں ہوتا۔	۲۱۵
۲۴۸	سوال : اگر مقصد کے خلاف کچھ منطقی دلائل ہیں تو بیان فرمائیے۔	۲۱۵
۲۴۹	جواب : اس موقع سے چشم پوشی فرمائیے کیونکہ بات سے بات پیدا ہوتی ہے۔	۲۱۵
۲۵۰	سوال : بغلیں نہ جھاگئے، منطقی دلائل رجحان پیدا نہیں کرتے۔	۲۱۵
۲۵۱	جواب : مناسب تھا کہ آپ آیت میں عمل استشہاد اور وجہ فضیلت بیان کرتے کہ رسول خدا کے ہمراہ سفر کرنا اثبات خلافت پر کیا دلیل قائم کرتا ہے۔	۲۱۶
۲۵۲	سوال : استشہاد یہ کہ خدا ان کو رسول کا مصاحب کہتا ہے جو ان کے لئے تقدم خلافت کے حق کو ثابت کر رہا ہے۔	۲۱۷
۲۵۳	جواب : کہتے زیادہ کفار ہیں جو مسلمانوں کے مصاحب تھے اور ہیں۔ یہ حقائق مسافرت میں پیش آتے ہی رہتے ہیں۔	۲۱۷
۲۵۴	شواہد اور مثالیں۔	۲۱۷
۲۵۵	سوال : خدا کے ساتھ ہونے سے مراد یہ تھی کہ لطف خداوندی ہمارے ساتھ ہے۔	۲۱۸
۲۵۶	جواب : اظہار حقیقت۔ ایسا خطاب ابدی سعادت پر دلیل نہیں بن سکتا۔	۲۱۸
۲۵۷	بلعم بن باعوراء (کا قصہ)۔	۲۱۹
۲۵۸	برصیمائے ہابد (کا قصہ)۔	۲۱۹
۲۵۹	سوال : آپ جیسے انسان کے لئے مناسب نہیں تھا کہ اس عمل پر ابلیس بلعم باعوراء اور برصیماء کی مثل پیش کریں۔	۲۲۰
۲۶۰	جواب : مثل میں کوئی بُرائی نہیں ہے	۲۲۰
۲۶۱	سوال : اس آیت میں اثبات فضیلت کی دلیل سبکین کا لفظ ہے جو ابو بکر کے لئے ہے۔	۲۲۰
۲۶۲	جواب : سبکین کی ضمیر رسول کی طرف پھرتی ہے۔	۲۲۰
۲۶۳	سوال : یہ درست ہے لیکن ابو بکر بھی آنحضرت کی مصاحبت میں بے بہرہ نہ تھے۔	۲۲۱

صفحہ	مندرجات	نمبر شمار
۲۲۱	جواب : نزول سکینہ رسول خدا پر ہوا۔ ورنہ آیت میں تشبیہ کی ضمیریں ہونا لازمی تھا۔	۲۶۴
۲۲۱	سوال : رسول خدا نزول سکینہ سے مستغنی تھے پس نزول سکینہ ابو بکر پر ہوا۔	۲۶۵
۲۲۲	جواب : افراد خلافت میں سے پیغمبر و امت، امام اور ماموم کوئی شخص بھی حق تعالیٰ کے الطاف سے مستغنی نہیں ہے۔ کیا آپ سورہ توبہ کی آیت کو بھول گئے۔	۲۶۶
	چھٹی نشست	
	مندرجہ بالا آیت کے صفات کے حامل صرف امیر المومنین تھے۔	۲۶۷
۲۲۳	سوال : کیا یہ ساری آیتیں جو آپ نے علیؑ کے بارے میں نقل کیں، کافی نہیں بقیں فرمائیے دیکھیں کیونکہ یہ خلفائے راشدین کی خلافت سے مطابقت نہیں کرتی۔	۲۶۸
۲۲۴	جواب : علیؑ کی شان میں تین سو آیتیں۔	۲۶۹
۲۲۵	رسول اللہؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے علیؑ تھے۔	۲۷۰
۲۲۶	علیؑ بچپن ہی سے پیغمبرؐ کی تربیت میں۔	۲۷۱
۲۲۷	اسلام میں علیؑ کی سبقت۔	۲۷۲
۲۳۰	علیؑ کے ایمان طفلی میں اشکال اور اس کا جواب۔	۲۷۳
۲۳۰	سوال : علیؑ بچپن میں ایمان لائے اور خلفائے معظم ابو بکر و عمر و عثمان سن رسیدہ اور کامل العقل عمر میں ایمان لائے اس لئے ان کا ایمان علیؑ کے ایمان سے افضل ہے۔	۲۷۴
۲۳۰	جواب : کیا بچپن میں علیؑ کا ایمان اپنی خواہش سے تھا یا رسول اللہؐ کی دعوت پر؟	۲۷۵
۲۳۰	سوال : کا جواب دیا گیا کہ علیؑ رسول خداؐ کی دعوت پر ایمان لائے۔	۲۷۶
۲۳۰	جواب : کیا رسولؐ جانتے نہ تھے کہ نابالغ بچے پر شرعی تکلیف نہیں ہے۔	۲۷۷
۲۳۱	بچپن میں علیؑ کا ایمان ان کی عقل و فضل کی زیادتی کی دلیل ہے۔	۲۷۸
۲۳۳	علیؑ کا ایمان کفر سے نہیں تھا، فطری تھا۔	۲۷۹
۲۳۵	علیؑ تمام صحابہ اور امت سے افضل تھے۔	۲۸۰
۲۳۸	شب ہجرت بستر رسولؐ پر سونے سے علیؑ کی شان میں نزول آیت۔	۲۸۱
۲۳۹	سنتی علماء کا اعتراف کہ فارہیں مصاحبت ابو بکر سے علیؑ کا بستر رسولؐ پر سونا بہتر تھا۔	۲۸۲

صفحہ	مندرجات	نمبر شمار
۲۴۱	علمی مباحث اور دینی مناظروں میں عمر کے اندر کوئی تیزی نہیں تھی۔	۲۸۳
۲۴۱	عمر کا انزار کہ علی مجاہد سے علم و عمل میں بہتر ہیں۔	۲۸۴
۲۴۲	سوال : کیا یہ موضوع ہماری معتبر کتابوں میں موجود ہیں ؟	۲۸۵
۲۴۲	جواب : جی ہاں ۔	۲۸۶
۲۴۲	قول عمر لولا علی لہلک عمر کے اسناد ۔	۲۸۷
۲۴۲	بعض وہ مواقع جہاں علیؑ نے خلیفہ کو نجات دلائی اور انہوں نے اقرار کیا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے ۔	۲۸۸
۲۴۵	کسی میدان جنگ میں خلیفہ عمرؓ کی کوئی شجاعت و پامردی نہیں دیکھی گئی ۔	۲۸۹
۲۴۵	سوال : آپ نے خلیفہ عمرؓ کی اہانت کی ہے ۔ ہم کیسے چپکے رہیں ۔	۲۹۰
۲۴۵	جواب : میں مذہبات کی بنا پر کسی کی تعریف یا مذمت نہیں کرتا بلکہ مومنین نے لکھا ہے ۔	۲۹۱
۲۴۶	دوبارہ اظہار حقیقت ۔	۲۹۲
۲۴۷	سوال : یہ اہانت نہیں کہ خلیفہ عمرؓ میدان جنگ سے بھاگے ؟	۲۹۳
۲۴۷	جواب : اگر تاریخی واقعات کا نقل کرنا اہانت ہے تو آپ ہی کے علمائے لکھا ہے ۔	۲۹۴
۲۴۷	سوال : کس جگہ لکھا ہے ۔	۲۹۵
۲۴۷	جواب : خیبر میں ابو بکر و عمرؓ کی شکست ۔	۲۹۶
۲۴۷	سوال : آپ کے یہ بیانات محض شیعوں کے گھڑے ہوئے ہیں ۔	۲۹۷
۲۴۷	جواب : فریقین کے تمام علماء و مومنین نے لکھا ہے ۔	۲۹۸
۲۴۹	سوال : یہ آیت تو تمام مومنین کی شان میں ہے نہ کہ علیؑ کی ۔	۲۹۹
۲۴۹	جواب : اگر یہ آیت تمام مومنین کی شان میں ہوتی تو میدان جنگ سے ہرگز فرار نہ کرتے	۳۰۰
۲۴۹	سوال : آپ مومنین اور اصحاب کو اہانت آمیز انداز میں فرار کہہ رہے ہیں ۔	۳۰۱
۲۴۹	جواب : اہانت نہیں بلکہ تاریخی کیفیت بیان کر رہا ہوں ۔	۳۰۲

صفحہ	مندرجات	نمبر شمار
۲۵۰	سوال: خلیفہ ابو بکر و عمر تو پروانہ دار رسول کے گرد پھرتے تھے۔	۳۰۳
۲۵۰	جواب: مورخین نے لکھا ہے کہ احد و خیبر میں تمام صحابہ بھاگ گئے تھے۔	۳۰۴
۲۵۱	علی خدا و رسول کے محبوب تھے۔	۳۰۵
۲۵۱	فتح خیبر میں حدیثِ رایت۔	۳۰۶
۲۵۲	سوال: حماد بن عمار نے عثمان کی شان میں کیسے نہیں۔ دلیلیں بیان فرمائیے۔	۳۰۷
۲۵۵	جواب: ابو بکر و عمر کے برخلاف عثمان کا طرزِ عمل۔	۳۰۸
۲۵۵	سوال: عثمان نے کیونکر سنتِ رسول اور سیرۃ ابو بکر و عمر کے خلاف عمل کیا۔	۳۰۹
۲۵۵	جواب: عالیشان مکان بنوایا۔ کثیر مال جمع کیا۔ بنی امیہ پر بخششیں کیں۔	۳۱۰
۲۵۶	عثمان کا بنی امیہ کے بدکاروں کو ترقی دینا۔	۳۱۱
۲۵۶	سوال: حکم ابن عاص اور مروان کے مردود ہونے پر کیا دلیل ہے؟	۳۱۲
۲۵۶	جواب: بنی امیہ، حکم بن ابی العاص اور مروان خدا و رسول کے ملعون تھے۔	۳۱۳
۲۵۸	سوال: نواب صاحب نے پوچھا۔ حکم بن ابی العاص کون تھا۔	۳۱۴
۲۵۸	جواب: حکم بن ابی العاص۔	۳۱۵
۲۵۹	ولید فاسق نے نشے کی حالت میں نماز پڑھائی۔	۳۱۶
۲۵۹	عثمان کی غلط کاریاں ان کے قتل کا باعث ہوئیں۔	۳۱۷
۲۶۰	لوگوں میں غم و غصہ پھیلنا قتلِ عثمان تک منجر ہوا۔	۳۱۸
۲۶۱	صحاب رسول پر عثمان کی زد و کوب۔	۳۱۹
۲۶۱	ابن مسعود کی زد و کوب اور ان کی موت۔	۳۲۰
۲۶۲	عثمان کے حکم سے عمار کی زد و کوب۔	۳۲۱
۲۶۳	ابو ذر کی ایذا اور بلا وطنی اور صحرائے ربذہ میں ان کی وفات۔	۳۲۲
۲۶۳	سوال: ابو ذر کو نا اہل غلطوں سے تکلیف پہنچی نہ کہ عثمان سے۔	۳۲۳
۲۶۳	جواب: آپ کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ تکلیفیں خلیفہ کے حکم سے پہنچیں۔	۳۲۴

صفحہ	منذرجات	نمبر شمار
۲۶۵	ابوذر محبوب خدا اور رسولؐ اور امت کے سب سے سچے انسان تھے۔	۳۲۵
۲۶۵	سوال: مورخین نے لکھا ہے کہ ابوذر ایک ہنگامہ پسند انسان تھے؟	۳۲۶
۲۶۵	جواب: کیا حق بات کہنے والے شخص کو جلا وطن کر دینا چاہیے۔	۳۲۷
۲۶۶	سوال: یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ ابوذر سچ کہتے تھے اور حدیث نہیں گھڑتے تھے۔	۳۲۸
۲۶۶	جواب: انصاف سے فیصلہ کرنا چاہیے تاکہ جہالت کے پردے چاک ہوں۔	۳۲۹
۲۶۷	رنبدہ کی طرف ابوذر کا زبردستی اخراج۔	۳۳۰
۲۶۸	علی ابن ابی طالبؑ کا رحم و کرم۔	۳۳۱
۲۶۹	زیادہ املا دمانگنے پر عقیل کی تنبیہ۔	۳۳۲
۲۷۰	مروان، عبداللہ بن زبیر اور عائشہ کے ساتھ حضرت کی عنایتیں۔	۳۳۳
۲۷۱	معاویہ کا پانی روکنا اور علیؑ کا ان پر غریبی کرنا۔	۳۳۴
۲۷۲	سوال: والذین معہ جمع ہے لہذا ایک شخص کے بارے میں نازل نہیں ہوئی۔	۳۳۵
۲۷۲	جواب: آیت میں جمع کی لفظ تعظیم و تکریم کے لئے ہے۔	۳۳۶
۲۷۲	باتفاق جمہور آیہ ولایت کا نزول علیؑ کی شان میں۔	۳۳۷
۲۷۳	سوال: اس آیت کی شان میں بعض کہتے ہیں کہ انصار کی شان میں نازل ہوئی۔	۳۳۸
۲۷۴	جواب: آپ کے جمہور مفسرین نے علیؑ کی شان میں کہا ہے۔ چند اوصاف و خوارج کا سہارا نہ ڈھونڈئے۔	۳۳۹
۲۷۴	آیہ ولایت میں شبہات و شکالات اور ان کے جوابات۔	۳۴۰
۲۷۴	سوال: ولی کا لفظ دوست دار کے معنی میں ہے نہ کہ خلیفہ بلا فصل کے معنی میں۔	۳۴۱
۲۷۵	جواب: فریقین کے تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔	۳۴۲
۲۷۵	سوال: اگر ولی کے معنی اولیٰ یا تصوف ہوتے جو امامت کی منزل ہے تو یہ عہدہ رسولؐ کی زندگی میں بھی ہوتا۔	۳۴۳
۲۷۵	جواب: غزوہ تبوک میں ایسا ہو چکا ہے اور دیگر موقعوں پر بھی۔	۳۴۴
۲۷۵	سوال: یہ آیت ان جناب کی شان میں نازل نہیں ہوئی کیونکہ علیؑ کی منزل اس سے بلند ہے۔	۳۴۵
۲۷۶	بلکہ یہ ایک پہلو سے ان جناب کے فضائل پر ضرب بھی لگاتی ہے۔	۳۴۶

صفحہ	مندرجات	نمبر شمار
۲۷۶	جواب : خوب نکتہ نکالا۔ کس طرح ضرب لگاتی ہے۔	۲۴۶
۲۷۶	سوال : علیؑ کو تو نماز میں تیز نکلانے کا بھی پتہ نہیں لگتا تھا تو پھر نماز میں سائل کی آواز کیسے سُنی۔	۳۴۷
۲۷۶	جواب : یہ تو علیؑ کی کمال عبادت ہے کہ عبادت جسمانی دروہانی کو عبادت مالی میں اتفاق کے ساتھ جمع کر دیا۔	۳۴۸
۲۷۸	سوال : آپؐ نے فرمایا کہ علیؑ کے ایمان میں آخر تک شک اور ارتداد پیدا نہیں ہوا۔ تو کیا دوسروں کے ایمان میں ہوا ؟	۳۴۹
۲۷۸	جواب : آپؐ کے علماء و مورخین نے لکھا ہے کہ اکثر صحابہؓ کبھی شک و ارتداد میں گرفتار ہوئے۔	۳۵۰
۲۷۹	سوال : یعنی آپؐ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خلفاء راشدینؓ شک کرنے والوں میں سے تھے۔	۳۵۱
۲۷۹	جواب : خود آپؐ کے بڑے بڑے علماء نے لکھا ہے۔	۳۵۲
۲۷۹	سوال : کس موقع پر لکھا ہے۔ کہاں شک ہوا۔ کن اشخاص نے شک کیا۔	۳۵۳
۲۷۹	جواب : حدیبیہ میں عمر کا نبوت پیغمبرؐ میں شک کرنا۔	۳۵۴
۲۷۹	سوال : حدیبیہ میں کیا ہوا تھا ؟	۳۵۵
۲۷۹	جواب : واقعہ حدیبیہ۔	۳۵۶
۲۸۱	خلافت امید باقیں۔	۳۵۷
۲۸۱	حافظ صاحب کا ذاتی اور قومی کاموں کا بہانہ بنا کر وطن جانے کے لئے کہنا اور نواب صاحب کا روکنا۔	۳۵۸
	سانچیں نشست	
۲۸۳	سوال : آپؐ سے جن باتوں پر دلیل مانگی تھی آپؐ نے جیلہ سازی سے کام لے کر ہم کو مغالطے میں ڈال دیا۔	۳۵۹
۲۸۳	جواب : فرمائیے ! آپؐ کا کون سا سوال بغیر جواب کے رہ گیا۔	۳۶۰
۲۸۳	سوال : یہ کہ علیؑ رسولؐ کے ساتھ اتحاد و نفسانیت رکھتے تھے اور تمام انبیاءؑ سے افضل تھے۔	۳۶۱
۲۸۳	جواب : صحیح ہے۔ میرا بیان اور عقیدہ یہی ہے۔	۳۶۲
۲۸۳	سوال : پھر آپؐ نے ہمارے اشکال کا جواب کیوں نہیں دیا۔	۳۶۳

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ
۳۶۴	جواب : آپ ہی نے تو درمیان میں دوسری باتیں دریافت کی تھیں جن کا جواب دینا میرا فرض تھا۔	۲۸۳
۳۶۵	سوال : ہم یہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ دو ذاتوں کا آپس میں متحد ہونا کیونکر ممکن ہے۔	۲۸۴
۳۶۶	جواب : اتحاد مجازی و حقیقی میں فرق۔	۲۸۴
۳۶۷	پیغمبرؐ اور علیؑ کا اتحاد نفسانی۔	۲۸۵
۳۶۸	سوال : اس قاعدے کی رو سے محمد و علیؑ دونوں کو پیغمبر ہونا چاہئے۔	۲۸۵
۳۶۹	جواب : آپ نے یہ کھلا ہوا مغالطہ دیا ہے۔	۲۸۵
۳۷۰	سوال : جب آپ جملہ فضائل میں شرکت کے قابل ہو گئے تو نبوت میں بھی مساوات ہونا چاہئے۔	۲۸۶
۳۷۱	جواب : مطلب اس کے علاوہ ہے۔	۲۸۶
۳۷۲	آئیہ مباہلہ سے استدلال	۲۸۶
۳۷۳	نصارائے نجران سے پیغمبرؐ کا مباہلہ۔	۲۸۷
۳۷۴	مباہلے کے لئے نصاریٰ کی تیاری۔	۲۸۷
۳۷۵	سوال : ان باتوں کو کیا ربط ہے کہ علیؑ رسولِ خدا کے ساتھ اتحاد و نفسانی رکھتے تھے۔	۲۸۸
۳۷۶	جواب : اس آیت میں ہمارا استدلال جملہ انفسا سے ہے۔	۲۸۸
۳۷۷	سوال : یہ کیسے کہ اپنے نفس کو مجازاً دعوت دینا مراد نہیں ہے۔	۲۸۹
۳۷۸	جواب : میری درخواست ہے کہ خواہ مخواہ کٹ جھٹی کر کے وقت ضائع نہ کیجئے۔	۲۸۹
۳۷۹	اتحاد پیغمبرؐ و علیؑ پر اخبار و احادیث کے شواہد۔	۲۹۰
۳۸۰	چونکہ پیغمبرؐ انبیاء پر افضل ہیں لہذا علیؑ بھی ان سے افضل ہیں۔	۲۹۲
۳۸۱	انبیاء سے افضل ہونے کے سبب میں منصوص کے سوالات اور حضرت علیؑ کے جوابات۔	۲۹۲
۳۸۲	علیؑ تمام انبیاء کے آئینہ تھے۔	۲۹۵
۳۸۳	حدیث تشبیہ کے بارے میں گنجی شافعی کا بیان۔	۲۹۶
۳۸۴	سوال : کون سی دلیل ابوبکر کی خلافت، اجماع کی دلیل سے بالاتر ہوگی ؟	۲۹۸
۳۸۵	جواب : خلافت کس دلیل سے ثابت ہوتی ہے۔	۲۹۸

صفحہ	مندرجات	نمبر شمار
۲۹۸	سوال: جواب یہ ہے کہ علیؑ عمر میں چھوٹے تھے۔	۳۸۶
۲۹۹	جواب: اس طرح کے دلائل مبہل اور تنکے کا سپہارا ہیں۔	۳۸۷
۳۰۰	اجماع کے رد میں دلائل۔	۳۸۸
۳۰۱	سوال: ابوبکرؓ کی خلافت پر مسلمانوں نے ان کی اطاعت کا اظہار کیا اور یہی اجماع کے معنی ہیں۔	۳۸۹
۳۰۱	جواب: سقیفہ میں چند اشخاص کا جمع ہونا، کیا اجماع کے معنی دیتا ہے؟	۳۹۰
۳۰۱	سوال: جواب یہ ہے کہ صحابہ چند نفر تھے لیکن بعد کو رفتہ رفتہ اجماع واقع ہو گیا؟	۳۹۱
۳۰۱	جواب: کیا اجماع یہ ہے کہ چند افراد سیاسی گٹھیں چلیں اور ان میں سے ایک دوسرے کی بیعت کرے۔	۳۹۲
۳۰۲	سوال: جواب یہ ہے کہ اجماع سے مراد صاحبان عقل اور بزرگان صحابہ کا اجماع تھا۔	۳۹۳
۳۰۲	جواب: کیا صاحبان عقل اور بزرگان صحابہ صرف وہی گئے جنہ افراد تھے اور دوسرے شہروں میں نہ تھے؟	۳۹۴
۳۰۲	سوال: چونکہ فتنہ اٹھ کھڑا ہونے کا وقت تھا اس لئے جلدی کی اور دوسرے مقامات کے مسلمانوں کو اطلاع نہ دے سکے۔	۳۹۵
۳۰۲	جواب: آپ نے تصدیق کر دی کہ سقیفہ کی کارروائی میں کوئی اجماع واقع نہیں ہوا۔	۳۹۶
۳۰۳	باز گیروں سے اسامہ کی گفتگو۔	۳۹۷
۳۰۴	سوال: صورت حال ایسی خطرناک تھی کہ غفلت اور سقیفہ سے باہر آنے کا موقع نہیں تھا۔	۳۹۸
۳۰۴	جواب: موقع تھا اگر انھوں نے جان بوجھ کر اطلاع کرنا مناسب نہیں سمجھا۔	۳۹۹
۳۰۴	سوال: ان کے عہد ایسا کرنے پر آپ کی دلیل کیا ہے۔	۴۰۰
۳۰۴	جواب: خلیفہ عمرؓ رسولؐ کے دروازے تک آئے تھے لیکن اندر نہیں گئے۔	۴۰۱
۳۰۴	سوال: یہ بات قطعاً غلطیوں کی گھڑی ہوئی ہے۔	۴۰۲
۳۰۴	جواب: طبری کی شہور تاریخ جلد دوم ص ۲۵۶ کا معاملہ فرمائیے۔	۴۰۳
۳۰۵	بالتفاق فریقین اجماع کا واقع نہ ہونا۔	۴۰۴
۳۰۶	کبار صحابہ کی بیعت: ابوبکرؓ سے علیہدگی۔	۴۰۵
۳۰۷	حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ۔	۴۰۶

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ
۴۰۷	اس کی تردید کہ ابو بکر سن رسیدہ ہونے کی وجہ سے خلیفہ ہوئے۔	۳۱۰
۴۰۸	سوال: ابو بکر کا بڑھا پایا وقت کے ساتھ تھا۔	۳۱۰
۴۰۹	جواب: بوڑھے اصحاب کی موجودگی میں پیغمبرؐ جو ان علیؑ کو ترجیح دیتے تھے۔	۳۱۰
۴۱۰	غزوہ تبوک میں کسے اپنی بانشینی عنایت فرمائی تھی؟	۳۱۰
۴۱۱	سوال: جواب یہ کہ علیؑ کو م الشد وجہ کو اپنا خلیفہ اور قائم مقام بنایا تھا۔	۳۱۰
۴۱۲	جواب: علیؑ حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔	۳۱۱
۴۱۳	سوال: یہ حدیث جو آپؐ نے نقل کی ہے، خبر واحد ہے۔	۳۱۲
۴۱۴	جواب: علمائے اہل سنت خبر واحد کو حجت مانتے ہیں تاہم دوسری مذہبیں بھی پیش ہیں۔	۳۱۲
۴۱۵	سوال: یہ بات تو یقینی ہے کہ کوئی سازش نہیں چل رہی تھی۔	۳۱۴
۴۱۶	جواب: اگر بنی ہاشم وغیرہ کو بھی بلا لیتے تو آج ہم میں اختلاف نہ ہوتا۔	۳۱۵
۴۱۷	سوال: قبلہ صاحب آخر جلدی کرنے کا سبب کیا تھا؟	۳۱۵
۴۱۸	جواب: اگر دوسرے مسلمانوں کے آنے کا انتظار کرتے تو خدشہ تھا کہ انھیں خلافت نہ ملتی۔	۳۱۵
۴۱۹	عمرؓ کے اس قول کی تردید کہ نبوت و سلطنت ایک جگہ جمع نہ ہوگی۔	۳۱۶
۴۲۰	سوال: صرف علیؑ کی پیروی کے صحابہ اور اجماع کو کیوں بالائے طاقت رکھ دینا چاہئے تھا؟	۳۱۷
۴۲۱	جواب: تعین خلافت میں پھر اظہار حقیقت۔	۳۱۷
۴۲۲	سوال: ہم اس روز موجود نہیں تھے لہذا ہم کو سر جھکائے ان کے راستے پر چلنا چاہئے۔	۳۱۸
۴۲۳	جواب: خوب خوب۔ مرحبا آپ کے استبدال پر۔	۳۱۸
۴۲۴	سوال: ابو عبیدہ کو گورکن کہاں لکھا ہے؟ علیؑ نے بیعت کر لی تھی؟	۳۲۰
۴۲۵	جواب: کتاب الہدایہ و النہایہ میں لکھا ہے۔	۳۲۰
۴۲۶	چھ ماہ کے بعد زبردستی علیؑ اور بنی ہاشم کی بیعت۔	۳۲۰
۴۲۷	سوال: یہ کہاں ہے کہ علیؑ کو جبراً کھینچا، مگر میں آگ لگائی اور جناب فاطمہؑ کا حمل	۳۲۱
	ساقط کیا۔	

صفحہ	مندرجات	نمبر شمار
۳۲۲	جواب : بارہ دلیلیں اس پر کہ علیؑ کو بزورِ شمشیر مسجد میں لے گئے ۔	۴۲۸
۳۲۵	بے لاگ فیصلہ کرنا چاہیے ۔	۴۲۹
۳۲۸	سوال : آگ ڈرانے کے لئے لائے تھے شیعوں نے گھڑا ہے کہ آگ لگا دی ۔	۴۳۰
۳۲۸	جواب : جناب فاطمہؑ کے اسقاطِ حمل کی روایتیں ۔	۴۳۱
۳۳۰	سوال : اس قسم کی روایتیں نقل کرنے سے سوائے باہمی نفاق کے کوئی فائدہ نہیں ۔	۴۳۲
۳۳۰	جواب : نصرتِ حق اور اثباتِ مظلومیت ضروری ہے ۔	۴۳۳
۳۳۱	سوال : شیعہ علماء کی کتابوں میں ایسی روایتیں موجود ہیں جو کتاب و سنت کے خلاف ہیں ۔	۴۳۴
۳۳۱	جواب : جو روایتیں ایسی ہیں ان کو بیان فرمائیے تاکہ مطلب واضح ہو ۔	۴۳۵
۳۳۲	سوال : حدیث حب علی حسنة و من بکی علی الحسين ۔	۴۳۶
۳۳۲	جواب : بلاد اہل تسنن میں گناہوں کی گرم بازاری ۔	۴۳۷
۳۳۳	سوال : ان جھوٹے الزامات پر آپ کے پاس دلیل کیا ہے ؟	۴۳۸
۳۳۳	جواب : اہل تسنن میں سے زعمشتری کا اعتراض اور تنقید ۔	۴۳۹
۳۳۴	کتب اہل تسنن سے حدیث حب علی حسنة کے اسناد اور اس کے معنی ۔	۴۴۰
۳۳۶	سوال : مگر خدا فرماتا ہے کہ جس وقت بندہ نادام ہو تو خدا اس کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے ۔ پھر کبیرہ اور صغیرہ کے درمیان کوئی فرق تو نہ ہوا ؟	۴۴۱
۳۳۶	جواب : انکشافِ حقیقت ۔	۴۴۲
۳۳۸	سوال : آپ کے بیان میں، کس اور ناکس میں کیا فرق ہے ؟	۴۴۳
۳۳۸	جواب : کس اور ناکس میں فرق ۔	۴۴۴
۳۳۹	سوال : اگر کوئی شخص احکام شرعیہ پر عامل ہو تو خود ہی نجات یافتہ ہے ۔ پھر گریہ سے کیا فائدہ ؟ اور مجالسِ عزاء پر کیوں فوراً کثیر خرچ کیا جاتا ہے ۔	۴۴۵
۳۳۹	جواب : گریہ اور مجالسِ عزاء کا اثر اور نتیجہ ۔	۴۴۶

صفحہ	مندرجات	نمبر شمار
۳۴۱	سوال : کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امام حسینؑ کو حکومت و خلافت کی خواہش کو فے ے گئی۔	۴۴۷
۳۴۲	جواب : امام حسینؑ جاہ و منصب کے خواہاں نہیں تھے۔	۴۴۸
۳۴۲	خمسہ نجباء ہر گندے ٹکل سے متراء تھے۔	۴۴۹
۳۴۳	امام حسینؑ کا قیام ریاست اور خلافت ظاہری کے لئے نہیں تھا۔	۴۵۰
۳۴۴	امام حسینؑ کا قیام شجرہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی حفاظت کے لئے تھا۔	۴۵۱
۳۵۲	امام حسینؑ کی مظلومیت پر انگلینڈ کی خاتون کا مقالہ۔	۴۵۲
۳۵۳	نتیجہ مطلوب اور انکشاف حقیقت۔	۴۵۳
۳۵۴	زیارت کا ثواب اور اس کے فوائد۔	۴۵۴
۳۵۵	زیارت قبور آئمہ طاہرین علیہم السلام کے اثرات	۴۵۵



اشارہ

بسم الله والحمد لله على نواله والصلوة والسلام على محمد وآله

میں اپنے حبیب حبیب جناب مولانا سید محمد باقر صاحب قبلہ مدیر اصلاح اور مکرمی جناب سید محمد صاحب کنز روٹیر فار لیٹ پٹنہ کی فرمائش کی بنا پر برادران ایمانی کی خدمت میں زیر نظر ترجمہ پیش کرتے ہوئے بحالہ پر فخر محسوس کر رہا ہوں کیونکہ اس کا تعلق شب ہائے پشاور ایسی مبسوط اور جامع و مانع کتاب سے ہے اور جو آقائے سلطان الواعظین و امم ظہیم کے اُن بے نظیر اور ایمان افروز مذاکرات علیہ کا مجموعہ ہے جن کو نگاہ حق و انصاف سے مطالعہ کر لینے کے بعد کوئی شخص مذہب حق کی تلاش میں مگر اسی اور دھوکے کا شکار نہیں ہو سکتا۔
نچھ کو یقین ہے کہ یہ کتاب باطل کی تاریکی کو دور کرنے اور منزل حقیقت کو روشن کرنے میں نشاء اللہ آفتاب نصف النہار کا کام کرے گی چنانچہ اسی خیال کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے اس ترجمہ کا نام "خورشید خاؤڑ تجویز کیا ہے۔"

متھوڑے سے افسوس کیسا تھوڑی سی بھی عرض کر دوں کہ اختصار کا لحاظ رکھتے ہوئے مجبوراً آقائے موصوف کے مقدمات و بیجاچہ اور درمیان کتاب سے کچھ مضامین مفید ہونے کے باوجود حذف کر دینا پڑے ہیں۔ پھر بھی اس بات کا پورا خیال رکھا گیا ہے کہ اصل کتاب کا کوئی ایسا جز کم نہ کیا جائے جس سے مباحثے کی افادیت و جامعیت پر کوئی مضر اثر پڑے۔ امید ہے کہ ناظرین اس قہری کوتاہی کو نگاہ درگزر سے دیکھتے ہوئے خاکسار مترجم محترم مدیر اصلاح اور مکرمی جناب سید محمد صاحب نیز سلطان الواعظین و امم ظہیم کے ایسے دعائے خیر میں بخل نہ فرمائیں گے۔ والسلام

ماصی

محمد باقر الباستری الجولانی علیہ عنہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اعجاز سفر

ماہ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ ہجری میں جب میں اپنی زندگی کی تیسویں منزل طے کر رہا تھا زیارات عبات عالیات سے مشرف ہو کر ہندوستان کے راستے سے ضامن ثامن حضرت امام رضا علیہ السلام کی مقبرہ بوسہ کے لیے روانہ ہوا کراچی ادیشی پینے کے بعد علات ایتد خاص خاص جانیہ اور اخبارات نے میری آمد کی خبر شائع کی۔ میرے پرانے دوستوں اور غیور احباب ایمانی نے مطلع ہو کر اطراف ملک سے دعوت نامے بھیجنا شروع کیے مجبوراً تعمیل حکم کرتے ہوئے دہلی، آگرہ، لاہور، سیالکوٹ، کشمیر، حیدرآباد، بہاولپور، کوئٹہ اور دوسرے شہروں میں حاضر ہوا اور جہاں بھی وارد ہوا۔ بلا تفریق قوم و ملت پوری تعظیم و تکریم کیساتھ استقبال ہوا اور ان کے ہونے کے بعد دوسرے مذاہب کے علماء کی طرف سے باب منظرہ باز رہا مخصوص جلسوں میں سے ایک وہ مناظرہ تھا۔ جو ہندوستان کے قومی پیشوا گاندھی جی کے سامنے علما اہل ہندو اور یہودیوں سے منعقد ہوا۔ اور اخبارات و رسائل میں اس کی تفصیل شائع ہوئی۔ چنانچہ توفیق الہی اور حضرت خاتم الانبیاء کی تائید خاص سے میں نے کامیابی کیساتھ مقدس دین اسلام اور مذہب حق جعفریہ کی حقانیت ثابت کر دی۔ پھر زیر صدر جناب ابوالشریہ عنایت علی شاہ نقوی مدیر محترم اخبار مقتدر وار اکر و نجف، انجمن اثنا عشریہ، شہر سیالکوٹ کی طرف سے دعوت نامہ موصول ہوا اور میں اس طرف روانہ ہو گیا۔ سخن اتفاق سے میرے قدیم و صمیم دوست جناب سردار محمد سرحد خاں رسالدار فرزند رسالدار محمد اکرم خاں مرحوم و برادر کرنل محمد افضل خاں نے جو پنجاب میں ہندوستان کے خاندان قزلباش کے نامی سرداروں میں سے تھے ۱۳۳۷ھ ہجری میں کوئٹہ کا علیین اور بغداد میں افسر رہ چکے تھے۔ خاندان قزلباش کے شریعت و مشہور مومن و خوش عقیدہ اور پاکدامن افراد میں سے تھے اور شہر سیالکوٹ میں رئیس ادارہ عالیہ اور عام طلبہ پاحترام و بندگی کے مالک تھے مختلف طبقوں کے کثیر مجمع کیساتھ میزبان نذر استقبال کیا اور میں ان کے دو لکڑے پر نہان ہوا جب اخبارات کے ذریعہ پنجاب میں میرے آنے کی خبر پھیل تو باوجودیکہ میں ایران کی طرف روانہ ہونے کے لیے کوشش اور امر کر رہا تھا۔ چاروں طرف سے مسلسل دعوت نامے

پہنچے گئے۔ بالخصوص جتہ الاسلام جناب مولانا تیدعل الحائری صاحب تفسیر رابع التفسیر ہاشم لہوری کی طرف سے جو جناب کے نامور علمائے شیعہ میں سے تھے عبورائیں برابر سفر اور زیارت بردارانِ ایمانی میں مصروف رہا۔ منجملہ مومنین و بردارانِ خاندانِ قربا شس کے جو جناب کے مخصوص شیعہ رؤسا میں سے ہیں انکافِ تانج کے قریب آخری بڑے سرحدی شہر اپشا در میں بھی مدعو ہوا۔ چنانچہ جناب محمد سرور دغاں کے اصرار سے اس کو منظور کر کے چودھویں جب کو ادرعہ روانہ ہوا۔ وہاں پہنچنے پر انتہائی اکرام و احترام کے بعد وعظ و تقریر کا اتفاق کیا گیا۔ جو مکہ میں ہندوستانی زبان سے بخوبی واقف انہیں ہوں۔ لہذا ہندوستان کے کسی شہر میں منبر پر نہیں گیا۔ لیکن اہل پشا در علو مانا داری زبان اچھی طرح سے جانتے ہیں اس لیے ہمیں نے قبل کر لیا اور ایک مدت تک مرحوم عادل بیگ رسالہ کے لکھنؤ سے میں خصوصی طور پر مجالس کی تشکیل ہوتی رہی اور میں مختلف ادیان و مذاہب والوں کے کثیر مجمع کے سامنے اپنا فریضہ ادا کرتا رہا۔ چنانچہ ان لوگوں کے محترم علامہ نے جو تبلیغی مجالس میں شریک ہوتے تھے خصوصی نشست کی فراہم کی کئی راتوں تک وہ حضرات میری قیام گاہ پر تشریف لاتے رہے اور گفتگوں بحث و مباحثہ ہوتا رہا۔ ایک روز جب میں منبر سے اتر تو معلوم ہوا کہ اکابر علمائے کابل میں سے دو عالم حافظ محمد رشید اور شیخ عبدالسلام ضلع ملتان سے تشریف لاتے ہیں اور ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے وقت دیا اور وہ حضرات پے درپے دس راتوں تک نماز مغرب کے بعد تشریف لاتے رہے، ہر شب کافی دیر تک جو غالباً چھ اور سات گھنٹہ کی مدت ہوتی تھی اور بعض راتوں میں طلوع صبح کے قریب تک، ہمارا وقت مباحثوں اور مناظروں میں گذرتا تھا، یہاں تک کہ آخری شب کے خاتمے پر اہلسنت کے بزرگان درو سا اور احاف محترم میں سے چھ افراد نے مذہب حقہ شیعہ اختیار فرمایا۔

چونکہ اخبارات و رسائل کے نامہ نگاروں میں سے چار اشخاص، فریقین (شیعہ و سنی) کی تقریباً دو سو نمایاں شخصیتوں کے سامنے طریقین کے مناظرات اور مقالات کو لکھتے تھے اور دوسرے دن اخبارات و رسائل میں شائع کرتے تھے۔ میں ان اشاعتوں سے ہر شب کے مقالات اور بحثیں جمع کرتا رہا اور اب اسی مجموعے کو تارین کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ اس وجہ سے اس کتاب کا نام مشہائے پشا درہ رکھا جو کچھ صاحبانِ علم و ادب کے سامنے پیش ہو رہا ہے اس میں اس غیر انشائیہ پر خروہ گیری نہ فرمائیں کیونکہ منافقوں کے موقع پر کوئی شخص الفاظ اور زیبائش کلام کی طرف توجہ نہیں رکھتا بلکہ ساری توجہ مطالبات اور حقائق کی طرف رہتی ہے جس طرح سے رسائل میں چھپ چکا ہے اس میں کوئی ترمیم نہیں کی گئی ہے۔ بلکہ بعینہ وہ جاری ہیں آپ کے سامنے پیش کی جا رہی ہیں۔ ان مناظروں میں جن مطالب پر بحث و گفتگو ہے وہ آیات قرآن مجید، معتبر عادیث و اخبار معتقین و اسانہ کلام و علماء بزرگ اور مشہورایان دین کے بیانات اور تائیدات غیبی سے مستنبط ہیں۔

من بسر منزل عقائد بخود ہم راہ قطع ایں مرحلہ با مرغ سیماں کوڑم

مجلس مناظرہ

پیشاور کے سربراہ اور دہریہ رئیس میرزا علی بنیاب مرزا یعقوب علی خاں قزلباش کا دولت خانہ چونکہ وسیع تھا اور اس میں ایک جگہ سے مجمع کے لحاظ سے ہر طرح کی سہولتیں ہتھیائیں لہذا مجلس مناظرہ کے لیے اس کا تجویز کیا گیا جہاں پوری دس لاکھ تک جلسہ منعقد رہا اور انہوں نے انتہائی خلوص کیا تھا اس پورے مجمع کی خاطر تواضع کی۔

پہلی نشست

شب جمعہ ۲۳ رجب ۱۳۲۵ھ

مولانا حافظ محمد رشید رشید شیخ عبدالکام، سید عبدالقادر مختلف طبقوں میں سے ان کے چند دوسرے ملا و بزرگان ملت رات کی پہلی ساعت میں وارد ہوئے وہیں ان حضرات سے انتہائی گرم چاشنی اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملا، اگرچہ وہ لوگ بہت دل گرفتہ اور ناخوش تھے لیکن چونکہ میں جاہلانہ تعصب و عناد کی نظر نہیں رکھتا تھا لہذا اپنے اخلاقی فریضے پر عمل کرتا رہا۔ فریقین کے محترم افراد کی کثیر جماعت کے سامنے ہنگامات مشروح ہوئے۔ رسمی طور پر فریق صحبت جناب حافظ محمد رشید تھے لیکن کبھی دوسرے بھی اجازت لے کر داخل گفتگو ہو جاتے تھے۔ رسائل اور اخباروں میں محمد کو قبلہ و کعبہ کے نام سے تعبیر کیا ہے جو ہندوستان کے اندر کدھانیت کے اہم مروجہ القاب میں سے ہے لیکن یادداشت کے ان صفحات میں میں اس کلمے کو بدل کر اپنے لیے "خیر طلب" اور حافظ محمد رشید صاحب کے لیے "حافظ" کا لفظ استعمال کرتا ہوں۔

حافظ: بعد صاحب! آپ کے پیشاور تشریف لانے کے وقت سے اور برسرِ تقریریں کرنے سے اب تک بحث و مناظرہ اور اختلاف کے کافی بجے ہو چکے ہیں۔ چونکہ ہم لوگوں پر ملازم ہے کہ دفع اختلاف کے لیے کھڑے ہوں..... لہذا شبہات کو دفع کرنے کے لیے مسافت طے کر کے پیشاور آئے اور آج امام باڑے میں آپ کے کلمات و بیانات پورے طور سے سنے آپ کا سہریان جیسا سنا تھا۔ اس سے زیادہ پایا۔ آج کی رات میں ہم آپ کی کلمات سے فیض حاصل کرنے آئے ہیں چنانچہ اگر آپ کی مرضی ہو تو شامل صحبت ہو کر آپ کے ساتھ کچھ بنیادی گفتگو کریں۔

خیر طلب : میں بہت خوشی کیا تھا آپ کے کلمات و ارشادات سنتے کے لئے حاضر ہوں۔ لیکن ایک شرط کیساتھ کہ براہ کرم دیدہ تعصب و عداوت کو بند رکھیں ہم لوگ ذہن بھائیوں کی طرح انصاف اور علم و منطق کی نگاہ سے شبہات کو حل کرنے کے لئے گفتگو کریں اور محاولات و تعصبات قومی کو الگ رکھ دیں۔

حافظ : آپ کا ارشاد بالکل سچا ہے۔ میں بھی ایک شرط رکھتا ہوں، امید ہے کہ آپ قبول کیجئے گا۔ اور وہ یہ کہ باہمی بات چیت میں ہم قرآنی دلائل سے جواب دہ کریں۔

خیر طلب : آپ کا یہ تقاضا عقلاً اور علماء کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے یعنی علمی اور عقلی حیثیت سے غلط ہے کیوں کہ قرآن مجید ایک ایسی عقل و محققہ مقدس کتاب ہے جس کے بھند مطالب معشر کی تشریح کے محتاج ہیں۔ اور ہم مجتہدین کہ قرآنی کلیات کے ذیل میں معتبر اخبار و احادیث کے ذریعے ثبوت پیش کریں۔

حافظ : درست ہے یہ ایک، کچھ بھی ہوئی قرمائش ہے لیکن میرا تقاضا ہے کہ جب الیا کر حاضر ہوں تو ہم متفق علیہ اخبار و احادیث سے ہی استدلال کریں اور عوام کے کلمات اور سنی سنائی باتوں سے پرہیز کریں اور غصہ اور تعصب سے الگ رہیں تاکہ دوسروں کے لئے مضحکہ نہ بن جائیں۔

خیر طلب : بس و چشم، آپ نے بہت صحیح فرمایا۔ صاحبان علم و عقل اور بالخصوص میرے لیے جس کو یاد دات اور رسول اللہ سے انتساب کا فخر حاصل ہے قطعی مناسب نہیں کہ اپنے جدِ بزرگوار رسول خدا کی سیرت اور سنت سے انحراف کرے جو پورے حسن اخلاق پر فائز اور آیہ مبارکہ و انک لعلى خلق عظیمہ کے منطبق اور قرآنی ہدایات کے خلاف عمل کرے جیسا کہ ارشاد ہے۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجاؤا لہم بالحق ہی احسن سہ

حافظ : دعائے فرمائیے گا چونکہ آپ نے اپنی تقریر کے ضمن میں رسول اللہ کے ساتھ اپنی نسبت ظاہر کی ہے اور اسی طرح سے مشہور بھی ہے، کیا یہ ممکن ہے کہ میری گزارش قبول کرتے ہوئے ہماری مزید واقفیت کے لئے اپنا شجرہ نسب بیان فرمائیے تاکہ ہم دیکھیں کہ آپ کا نسب کس سلسلے سے پیغمبر تک پہنچتا ہے۔

خاندانی نسبت کی تعیین

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

خیر طلب : میرے خاندان کا نسب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ذریعہ اس سلسلے سے رسول

صلی یعنی یقیناً تم صاحب خلق عظیم ہو سکتے ہیں لائے میرے ربی، خلق کو حکمت برسان اور اچھے موئے کیا تدارہ خدا کی طرف دعوت و ہدایت سے بہترین طریقے اور اچھے انداز سے ہمارے کردار (آیہ ۱۲۶ سورہ ۱۶ نمل)

[illegible]

ہے کہ جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ہیں۔
حافظ، تمہارے آپ کے اڈپر کہ اہل علم وغیرہ کو کہیں ایسی بات منہ سے نکالتے ہیں حالانکہ خود جانتے
ہیں کہ اوی کا سلسلہ نسب اور نسل اولاد و زکوٰۃ کی طرف سے ہے نہ کہ ان کی طرف سے اور حضرت رسول خدا کا
بیٹوں سے کوئی سلسلہ نہیں لہذا آپ رسول اللہ کے نواسے اور دختر زادے ہیں نہ کہ آپ حضرت کی والدہ۔
خیبر طلب، مجھ کو یہ خیال نہیں تھا کہ آپ حضرات اس بات میں اتنی ضد کر لی گے ورنہ میں جواب ہی نہ
دیتا۔

چنانچہ سارے صحابہؓ

بنو ناصبوا ابنائنا وبنائنا بنو من ابناء الرجال الاباعد

اگر آپ اس کے بغضات اس بات پر کوئی دلیل رکھتے ہوں کہ رسول کی بیٹی کی اولاد اس حضرتؐ ہی کی اولاد شہد ہوتی ہے تو بیان کیجئے۔ اگر آپ کا استدلال مکمل ہو گا تو یقیناً ہم لوگ مانیں گے۔ بلکہ ممنون بھی ہوں گے۔

خیر طلب، قرآن مجید اور فریقین کے اخبار معتبرہ سے بہت قوی دلیلیں موجود ہیں۔

حافظہ میں متنی ہوں، بیان کیجئے تاکہ ہم متعین ہوں۔

خیر طلب: آپ کی گفتگو کے ضمن میں مجھ کو وہ مناظرہ یاد آیا جو اسی موضوع پر مارون رشید خلیفہ عباسی اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے درمیان واقع ہوا تھا۔ اور حضرت نے مارون رشید کو ایسا کافی جواب دیا تھا کہ خود اُس نے بھی اُس تصدیق کی تھی۔

حافظہ: وہ مناظرہ کیونکر ہوا ہے! بیان کیجئے میں مشتاق ہوں۔

ذریعہ رسول کے بارے میں مارون رشید اور امام موسیٰ کاظم کا سوال و جواب

خیر طلب: ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابوی قمی طعنے پر صدق نے جو چوتھی صدی ہجری میں اکابر علماء فقہائے شیعہ میں سے تھے، علم حدیث کے نقاد اور حالات رجال کے ماہر تھے علمائے قم و خراسان کے درمیان حافظ اور کثرت علم میں کوئی اُن کا مثل پیدا نہیں ہوا۔ تین سو تصانیف کے مالک تھے جن میں سے ایک کتاب "تہذیب الاحیاء" الفقیہ "شیعوں کی ان چار کتابوں میں سے ہے جن پر ہر مذہب کو انحصار ہے۔ ۳۸۱ھ میں ایران کے موجودہ پایہ تخت طہران کے قریب رہے میں وفات پائی اور آپ کی قبر شریف اب تک اہل طہران اور باہر سے آنے والوں کی زیارت گاہ ہے۔ اپنی معتبر کتاب "عیون اخبار الرضا" میں اور ابو منصور احمد بن علی طبرسی کے کتاب "احتجاج" میں مناظرے کی مفصل کیفیت لکھی ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ایک روز مارون رشید کے دربار میں تشریف لے گئے، اُس نے آپ سے چند سوالات کیے اور اُن کے جوابات سننے لگے۔ من جلد اُس کے سوالوں کے یہ سوال بھی تھا کہ اُس نے کہا۔

کیف قلتم ان اذریۃ النبی والبنی لم یعقب وانما العقب للذکول لانثی وانتم ولد البنات ولا یسکون لہ عقب ۛ

حضرت نے اس کے جواب میں سورۃ ۶ (انعام) کی یہ آیت مزبور تلاوت فرمائی

ومن ذریۃ داؤد و سلیمان و ایوب و یوسف و موسیٰ و ہرون و کذا لک انجی
المحسنین و ذکرنا و جیحی و عیسیٰ و الیاس کل من الصالحین ۛ

ملاحظہ فرمائیے کہ ہم اولاد رسول نہیں، حالانکہ پیغمبر کوئی نسل نہیں رکھتے تھے اور یہ مسلم ہے کہ نسل نوح سے چلتی ہے۔ نوح سے نہیں تم ہی کی اولاد ہو اور اُن حضرت نے کوئی نسل نہیں چھوڑی (یعنی اولاد ذکر دے)۔

ۛ ہم نے دوج نوح یا ابراہیم سے (باختلاف تفاسیر) داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، مارون، ذکر کیا۔ کیوں، موسیٰ اور ایاس کو ہدایت کی جو سب کے سب صالحین میں سے تھے۔

اور اس سے استدلال فرماتے ہوئے ہارون سے کہا کہ میں ابو حنیسہ یعنی بیٹے کا باپ کون ہے ہارون رشید نے جواب دیا کہ بیس لعلی اب یعنی بیٹے کا کوئی باپ نہیں تھا۔ حضرت سفیان ثمالی فرماتے ہیں: انما الحقہ اللہ بذی وادی الاشیاء علیہم السلام من طریق منولیم ولذا لک الحق بذی وادی النبیین من قبل امنافاطمہ۔

بین سراسر کے اور کوئی بات نہیں کہ خدائے تعالیٰ نے اُن کو مریم کے سلسلے سے انبیاء کی لدیت میں داخل فرمایا اور اسی طرح سے ہم کو ہماری ماں جناب فاطمہ کی طرف سے رسول خدا کی لدیت میں قرار دیا۔ امام فخر الدین رازی بھی تفسیر کبیر علیہ چہارم سطح میں اسی آیت مبارکہ کے تحت منہجیم میں کہتے ہیں کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سب وصیت رسول اللہ کی لدیت میں کیونکہ خدائے اس آیت میں ہمیں کو جناب ابراہیم کی لدیت سے قرار دیا ہے لہذا سب کا کوئی باپ نہ تھا مگر یہ انتساب ماں کی طرف سے ہے چنانچہ حسینؑ بھی اسی طرح سے ماں کی جانب سے لدیت رسولؐ ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت باقرؑ علوم الامامؑ چم ہونے کی حجاج کے سلسلے اس آیت سے استدلال فرمایا ہے پھر حضرت نے فرمایا کہ کیا تمہارے لیے کوئی اور دلیل بیان کرنا ہارون رشید نے عرض کیا کہ بیان کیجئے تو آپ نے کثرت مبالغہ پڑھی جو سورہ اعراف کی آیت ۴۰ ہے۔

فن حبلک فیہ من بعد ما جاک من العلم فقل تعالوا نذبح ابنائنا وابنائکم
ولنسانا ونساکم وانفساوانفسکم ثم تبہل ففعل لعنة اللہ علی الکاذبین

اور فرمایا کہ کسی شخص نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ مہدیؑ کے موقع پر پیغمبرؐ نے انصاری کے مقابل میں حکم خدا سے سرائی ابن ابی طالبؑ فاطمہؑ من اور حسینؑ علیہم السلام کے کسی اور کو کٹ کے نیچے داخل کیا ہو لہذا مطلب یہی نکلتا ہے کہ ائمہ سے علی ابن ابی طالبؑ و فاطمہؑ سے فاطمہ زہراؑ اور ابنائے من حسینؑ مراد ہیں جن کو خدا نے اپنے رسولؐ کے فرزند فرمایا ہے۔ چونکہ کفاروں نے یہ واقعہ دلیل سستی بے اختیار بول اٹھا احسنست یا ابالحسن چنانچہ ہارون کے مقابل میں امام موحی کاظم علیہ السلام کے اس استدلال سے کہ حسینؑ علیہما السلام فرزند ان رسولؐ خدا میں ثابت ہو تا ہے کہ قیامت تک سارے سادات علیہما السلام جلیل سے مراد نہیں اور سب کے سب ذریت اولاد رسولؐ ہیں۔

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

۱۔ جو شخص تم سے پیشہ کے بارے میں تمہارے پاس وحی کے ذریعہ ان کے حالات جاننے کے واسطے جاتا ہے تو اس سے بچو کہ وہ تمہارے اپنے جوش و خروش اور ان لوگوں کو جو تمہارے نفس کی جگہ پر ہیں ساقط کر دے اور کسی سے مباہلہ نہ کرے اور نہ کسی کے حق میں غریبی کریں اور باگاہی میں نہ جاؤ اور نہ امر اور نہ کرنا کہ جو لوگوں اور کافروں کو غاب خدا میں گرفتار کریں۔

اس بات پر کافی دلائل کہ اولاد فاطمہؑ اولاد رسولؐ ہے

چنانچہ ابن ابی الحدید معتزلی جو آپ کے سر پر آورہ علماء میں سے ہیں شرح، تنبیح البلاغہ میں اور ابو بکر رازی اپنی تفسیر میں اسی آیت اور جملہ انباء سے استدلال کرتے ہیں کہ حسن اور حسینؑ ماں کی طرف سے رسول خدا کے بیٹے ہیں جیسا کہ خدا نے قرآن مجید میں علیؑ کو ان کی ماں مریم کی طرف سے اولاد جناب ابراہیمؑ میں داخل فرمایا۔

محمد بن یوسف کھنکی شافعی کفایت الطالب میں، ابن حجر مکی صواعق محرقہ ص ۹۳ میں طبرانی سے اور وہ جابر ابن عبد اللہ انصاری سے اور خطیب خوارزمی مناقب میں ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَ ذُرِّيَّةَ كُلِّ بَنِي فِي صُلْبِهِ وَجَعَلَ ذُرِّيَّتِي فِي صُلْبِ عَلِيِّ بْنِ ابِي طَالِبٍ یعنی خدا نے عزوجل نے ہر پیغمبر کی ذریت خود اس کے صلب میں قرار دی اور میری ذریت صلب علیؑ ابن ابی طالب میں رکھی۔

خطیب خوارزمی مناقب میں میر سید علی سہدانی شافعی مودۃ القربیٰ میں امام احمد بن حنبلؒ جو آپ کے کبار علماء میں سے ہیں مسند میں اور سلیمان حنفیؒ یعنی یابیغ المودۃ میں نقل کرتے ہیں لفظ طہ کی معنوی کی ہمیش کے ساتھ کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: ابناي هذاں ريجانتي من الدنیا ابناي لهذاں امامان قاما و قعدا یعنی میرے یہ دونوں فرزند (حسن و حسین) دنیا میں میرے دو پھول ہیں اور میرے یہ دونوں فرزند امام ہیں خواہ امر امامت پر قائم ہوں یا خاموش و قاعدہ اور شیخ سلیمان حنفیؒ نے یابیغ المودۃ کا باب ۱۱ اسی موضوع کے لئے مخصوص قرار دیا ہے اور مختلف طریقوں سے بکثرت حدیث اپنے جلیل القدر علماء جیسے طبرانی حافظ عبد العزیز ابن ابی شیبہ، خطیب بغدادی، حاکم، بیہقی، بغوی اور طبری وغیرہ سے مختلف الفاظ و عبارات کے ساتھ نقل کی ہیں کہ جمع و حسین رسول خدا کے فرزند ہیں۔ اسی باب کے آخر میں ابو صالح، حافظ عبد العزیز بن ابی نعیم اور طبری سے لارا ابن حجر مکی صواعق محرقہ ص ۱۱۱ میں محمد بن یوسف کھنکی شافعی نے کفایت الطالب کے تذکرہ بابوں کے بعد فضل اول کے آخر میں اور طبری نے ترجمہ حالات حضرت امام حسنؑ میں، خلیفہ ثانی عمر ابن خطابؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ يَقُولُ كُلُّ حَسَبٍ وَنَسَبٍ فَنَقُطُّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا خَلَا حَسَبًا وَنَسَبًا وَكُلُّ بَنِي اَتْنِي حَصْبَتُهُمْ كَمَا يَهْجُمُ مَا جَلَا بَنِي فَاَطْمَعُ فَاِنَا اَنَا اَبُوهُمْ وَاَنَا عَصَبَتُهُمْ یعنی میں نے رسول خدا سے سنا کہ آں حضرت نے فرمایا ہر حسب و نسب قیامت کے روز منقطع ہو جائے گا سوا میرے حسب و نسب کے اور ہر دختر و اولاد کا سلسلہ نسب باپ کی طرف سے ہے سوا اولاد فاطمہؑ کے کہ

میں اُن کا باپ اور نسب ہوں شیخ عبداللہ بن محمد عامر شبیر ادری شافعی نے کتاب الاحکام بحسب الاشرف
میں اس حدیث کو پہنچتی ہے اور حدیث تھیں نے عبداللہ بن عمر سے اور انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے
جلال الدین سیوطی کتاب احیاء البیوت لفضل اہل البیت میں اوسط طبرانی سے نقل کرتے ہیں خلیفہ عمر
سے نقل کرتے ہیں اور سید ابوبکر شہاب الدین طبری نے مشقۃ العادی من بحر فضائل النبی الاموی رطلوہ مبیع اللہ
مصر ۱۳۳۳ء کے ص ۱۲۱ باب میں ص ۱۲۱ تک نقل واستشہاد کیا ہے کہ اولاد فاطمہ اولاد رسول ہے لہذا شرف
کا جو شر آپ نے پیش کیا ہے وہ تمام معضوط دلائل کے سامنے چلی ہو جاتا ہے جیسا کہ محمد بن یوسف کبھی شافعی
نے کفایت الطالب کے سواب کے بعد فضل ازل کو اسی شعر کے جواب میں اس مطلب سے مخصوص کیا ہے
کہ پیغمبر کے دختر زادے اہل حضرت کے فرزند ہیں اور یہ شعر زمانہ کفر کے شاعر کا ہے جس نے اس کا سلام
سے قبل نظم کیا ہے جیسا کہ صاحب جامع الشواہد نے نقل کیا ہے ایسی قبیل سے کثرت کے ساتھ ایسی دلیلیں
ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ فرزند ان طہ صدیقہ سلام اللہ علیہا فرزند ان رسول اللہ ہیں لہذا جب ہمارا
سلسلہ نسب حضرت امام حسین علیہ السلام تک ثابت ہو گیا تو جیسا کہ ہم بیان کر چکے معجزہ دلائل کی بنا پر ثابت
ہے کہ ہم لوگ فرزند ان وارث رسول خدا ہیں اور ہمارا نسب سے بڑا اور اسی بات پر ہے اور کسی شخص کو
سوانہ تبت رسول کے ایہ افتخار حاصل نہیں ہے کیا خوب کہا ہے فرزدق شاعر نے۔
اولئک ابائی فجئنی بمثلہم اذا جمعتنا یا جبریل العاجل

خلاصہ یہ کہ انہوں نے زمانہ اور اہل دنیا میں سے کوئی شخص اپنے اجداد کی بزرگی پر فخر و مباہات نہیں کر سکتا
ہے سوا آخر زمانہ و مبادات کے جن کی نسبت خاتم الانبیاء اور علی مرتضیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہما تک منہی
ہوتی ہے۔

حافظہ آپ کے دلائل بہت مستحکم ہیں لیکن بخش اور مکمل تھے جن سے سوانہ دی اور منصب شخاص
کے قطعاً کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا میں بہت ممنون ہوں کہ آپ نے حقیقت کو بے نقاب کر کے ہم لوگوں کو
مستفیض فرمایا جس سے یہ بڑا شرف و رفیع ہو گیا۔

اتنے میں مسجد سے نماز قضا کے لیے موزن کی آذان کی آواز بلند ہوئی کیونکہ ہمارا زمانہ اہل سنت بصورت
نماز فجر و عصر اور مغرب و عشاء کو ایک دوسرے سے الگ اور اس کے وقت فضیلت پر پجارتے ہیں بر خلاف
شیعوں کے جو رسول خدا اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی پیروی جمع اور تفریق کے درمیان مختار ہیں مادہ حرمت

لے یہ میں میرے اجداد و جدوں کے ساتھ ان کا مثل جو وقت معذور اور انجمنوں میں ہم لوگ اکٹھے ہوں۔

مسجد جاتے اور فریضہ ادا کرنے کے لیے آمادہ ہوئے لیکن بعض صاحبان نے کہا کہ اگر واپس آنے اور باحشر جاری رکھے کا قصد ہے تو مسجد جانے اور آنے میں نشست کا کافی وقت نکل جائیگا۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ جب تک اس صحبت کا سلسلہ ہے نماز عشا اسی جگہ ادا کی جائے فقط مولوی سید عبدالحی، امام جماعت مسجد چلچلیاں اور مسجد میں لوگوں کو نماز پڑھا کر واپس آئیں۔ یہ رائے سب حضرات نے قبول کی (لہذا ساری مدت مناظرہ میں یعنی دس راتوں تک اسی مقام پر نماز عشا ہوتی رہی) چنانچہ وہ حضرات ایک دوسرے بڑے ٹال میں چلے گئے اور نماز پڑھ کر مناظرے والے کمرے میں واپس آئے۔

غلاب عبدالقیوم خان نے جواہل تسنن کے شرنا اور روسا میں سے اور بال کی کھال نکلنے اور جستجو کرنے والے انسان تھے کہ ہاں قبلہ صاحب اگر آپ اجازت دیں تو جب تک حضرات چلے نوش فرمائیں میرے دل میں موصوع بحث سے خارج ایک سوال ہے اُس کو عرض کروں۔

خیر طلب: فرمائیے میں سننے کے لیے حاضر ہوں۔

نواب: میرا سوال بہت مختصر ہے چونکہ مدتوں سے میرے دل میں متنازعہ باخبر شیعہ حضرات سے پوچھوں گا لیکن کوئی موقع نہ آیا ادا اب اس کا مناسب عمل آگیا ہے لہذا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضرات شیعہ سنت رسول خدا کے خلاف نماز ظہر و عصر اور مغرب و عشا کو ملا کر کس لئے پڑھتے ہیں؟

بیغمبر نماز ظہرین و مغربین جمع و تفریق دونوں طرح سے پڑھتے تھے

خیر طلب: اول یہ کہ آپ حضرات علماء جسد کی طرف اشارہ جانتے ہیں کہ فروعی مسائل میں علماء کے درمیان بہت اختلاف ہے جیسا کہ آپ کے چاروں امام بھی آپس میں بہت زیادہ اختلاف رکھتے ہیں دوسرے یہ کہ آپ نے فرمایا شیعوں کا عمل سنت رسول کے خلاف ہے تو اس امر میں آپ کو اشتباہ ہوا ہے کیونکہ اُن حضرات نمازیں کبھی یکجا اور کبھی الگ الگ ادا فرماتے تھے۔

نواب: داپنے علماء کی طرف رخ کر کے، کہ یہ صحیح ہے کہ رسول خدا جمع اور تفریق دونوں طرح سے نماز پجالاتے تھے!

Presented by: <https://jafrilibrary.ocni/>

حافظ: فقط سفراء و عند کے مواقع جیسے بارش وغیرہ میں اس طرح سے عمل فرماتے تھے تاکہ انتہا نصیب اور مشقت میں مبتلا نہ ہو، ورنہ ہرگز میں ہمیشہ الگ الگ پڑھتے تھے میرا خیال ہے کہ قبلہ صاحب نے غلطی سے سفر کو حضور سمجھ لیا۔

خیر طلب: یہ نہیں مجھ کو مناظرہ نہیں ہوا بلکہ یقین رکھتے ہوں، یہاں تک کہ آپ حضرات کی روایتوں میں

میں موجود ہے کہیں حضرت میں اور بنی کسی حد کے بھی بصورت جمع اور فرماتے تھے۔

حافظ: میں خیال کرتا ہوں کہ آپ نے غلط فہمی سے شیخہ روایات کو ہماری روایتیں سمجھ لیا ہے۔
خیر طلب: شیخہ راوی قواس متعدد پر متفق ہی ہیں، گفتگو برہم ہے آپ کے راویوں پر اس بارے

میں متعدد جمع روایتیں صحاح اربعہ آپ کی معتبر کتابوں میں وارد ہیں۔

حافظ: ممکن ہے آپ کی نظر میں ہوں تو ان کا حوالہ بیان کیجئے۔

خیر طلب: مسلم ابن حجاج نے اپنی صحیح کے اندر باب الطبع بنی القنوتین فی الحضرمین راویوں کا سلسلہ نقل کرتے ہوئے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: صلی رسول اللہ الظہر والعصر

جمعاً والمغرب والعشاء جمعاً فی حبیب خوت وکما سفیر یعنی رسول خدا نماز ظہر وعصر اور مغرب و

عشاء کو بغیر خوت اور سفر کے ملا کر ادا فرماتے تھے، اور پھر ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اصلیت

مع الدین ثمانیاً جمعاً وسبعاً (یعنی ہم رسول خدا کے ساتھ آٹھ رکعت نماز ظہر وعصر اور سات رکعت

نماز مغرب وعشاء کو ملا کر پڑھتے تھے) اور اسی حدیث کو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند کے جلد اول صفحہ ۲۱۱ میں نقل کیا

ہے۔ علاوہ اس دوسری حدیث کے کہ ابن عباس نے کہا: صلی رسول اللہ فی المدینۃ صقیماً بغیر مسافر

سبعاً وثمانیاً یعنی رسول خدا نے مدینہ کے اندر حالت اقامت میں بغیر مسافرت کے سات رکعت اور آٹھ

رکعت یعنی مغرب وعشاء اور ظہر وعصر کو ملا کر نماز پڑھا۔

امام مسلم اس طرح کی کئی حدیثیں نقل کرتے ہیں یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن شفیق نے کہا ایک

روز عبداللہ ابن عباس عصر کے بعد ہمارے سامنے خطبہ پڑھ رہے تھے اور شریک صحبت تھے یہاں تک کہ انقباب

نے غروب کیا تاہم ظاہر ہو گئے لوگوں نے الصلوۃ الصلوۃ کی آواز دینا شروع کی لیکن ابن عباس نے

اعتناء نہ کیا، اسی وقت بنی تمیم میں سے ایک شخص نے بآواز بلند کہا: الصلوۃ الصلوۃ۔ ابن عباس نے کہا

العلمی بالسنۃ ام لا؟ روایت رسول اللہ صلی علیہ وسلم بین الظہر والعصر والمغرب والعشاء ۶

وہی۔۔۔ تو پھر کو سنت یاد دلاتا ہے حالانکہ میں نے خود دیکھا ہے کہ رسول اللہ نے نماز ظہر وعصر اور مغرب وعشاء

کو جمع فرمایا) عبداللہ کہتا ہے کہ اس کلام سے میرے دل میں خدشہ پیدا ہوا اور میں نے جبکہ ابو ہریرہ سے حرافت

کیا تو انہوں نے بھی تصدیق کی اور کہا کہ حقیقت وہی ہے جو ابن عباس نے بیان کی۔

اور دوسرے طریقے سے بھی عبداللہ بن شفیق حقیقت سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ منیر بن عبداللہ ابن عباس

کی تقریر نے طول کہیں یہاں تک کہ اندھا بھول گیا، ایک شخص نے پے درپے تین بار الصلوۃ کی آواز دی۔

ابن عباس سمجھ گئے اور کہا ام لا؟ العلمنا بالصلوۃ وکنا یجمع بین الصلوۃین علی عهد رسول اللہ

(یعنی مجھ کو نماز کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ ہم زمانہ رسول خدا میں دو نمازوں کو ملا کر پڑھا کرتے تھے یعنی ظہر کو عصر کے ساتھ اور مغرب کو عشاء کے ساتھ۔

نزد قاتی بھی جو آپ کے اکابر علماء میں سے ہیں۔ بشرح موطا مالک کے جزء اول باب جمع بین الصلواتین میں ص ۳۶۲ پر نائی سے بطریق عمرو بن ہرم ابی شعواء سے نقل کرتے ہیں کہ ابن عباس بعمرہ میں نماز ظہر و عصر کو مغرب و عشاء پڑھتے تھے جیسے اس کے کہ ان کے درمیان کوئی فاصلہ یا کوئی چیز حائل ہوتی ہو اور کہتے تھے کہ رسول خدا اسی طرح نماز ادا فرماتے تھے۔ (یعنی ظہر کو عصر کیا تھا اور مغرب کو عشاء کے ساتھ جمع فرماتے تھے۔)

نیز مسلم نے صحیح میں مالک نے موطا باب جمع بین الصلواتین میں اور امام احمد بن حنبل نے مسند سلسلہ روایات کو نقل کرتے ہوئے سید ابن جبیر کے ذریعے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا صلی رسول اللہ الظہر والعصر جمعاً بالمدينة فی غیر خوف وکامطر یعنی رسول اللہ نے مدینہ میں نماز ظہر و عصر کو ملا کے پڑھا بغیر خوف اور بارش کے، ابو زبیر کہتا ہے کہ میں نے ابوسعید سے سوال کیا کہ پیغمبر کس وجہ سے نماز کو جمع فرماتے تھے؟ تو سعید نے کہا کہ یہی سوال میں نے ابن عباس سے کیا تھا تو انہوں نے جواب دیا کہ اراد ان لا یخرج احدا من امتہ یعنی اس لیے جمع فرماتے تھے کہ اس حضرت کی امت میں سے کوئی شخص سختی اور مشقت میں نہ پڑے اور چند دوسری روایتوں میں بھی نقل کرتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا جمع رسول اللہ بین الظہر والعصر والمغرب والعشاء فی غیر خوف وکامطر،

(یعنی رسول خدا نے ظہر اور عصر اور مغرب و عشاء کے درمیان جمع فرمایا بغیر اس کے کہ کوئی خوف ہو یا بارش ہو) بقیہ اس بارے میں روایتیں کثرت سے نقل کی ہیں لیکن جمع بین الصلواتین کے جواز پر سب سے واضح دلیل یہی جمع بین الصلواتین کے نام کیا تھا ابواب کی تعلیم اور اسی باب میں احادیث جمع کا نقل کرنا ہے تاکہ مطلقاً جمع کے جائز ہونے کی دلیل بنیں۔ ورنہ ایک مخصوص باب حضرت میں اور ایک باب سفر میں نمازوں کو جمع کرنے پر قائم کرتے۔ چنانچہ یہ منقولہ روایتیں صحاح اور آپ کی دوسری معتبر کتابوں میں سفر و حضر دونوں میں اس کے جائز ہونے سے تعلق رکھتی ہیں۔

حافظ، ایسا کوئی باب یا نقل روایات میں بخاری میں موجود نہیں ہے۔

خیر طلب: اولاً جب سارے ارباب صحاح جیسے مسلم، نائی، احمد ابن حنبل، صحیحین مسلم و بخاری کے شارحین اور آپ کے دوسرے بڑے علماء نے نقل کیا ہے تو یہی ہمارے مطلب اور مقصد کے لیے کافی ہے دوسرے امام بخاری نے بھی انہیں روایات کو جنہیں دوسروں نے نقل کیا ہے اپنی میم میں درج کیا ہے لیکن لوہری چالاکی کے ساتھ ان کے محل یعنی جمع بین الصلواتین سے دوسرے محل پر منتقل کر دیا ہے چنانچہ

باب "تاخیر الظہر الی العصر" کتاب مواقیت الصلوٰۃ "باب "ذکر العشاء والعمرۃ" اور باب "وقت المغرب" کا مطلق
 دیکھتے اور ان کا جائزہ لیجئے تو یہ مجمع بین الصلواتین کی ساری حدیثیں نظر آجائیں گی نتیجہ یہ کہ مجمع بین الصلواتین کی اجازت
 اور رخصت کے عنوان کیساتھ ان احادیث کا تعلق کرتا جتنا ہے کہ یہ مہر ملائے فریقین کا عقیدہ ہے۔ ایسی
 صورت میں کہ اپنے صحابہ کے اہل حدیثوں کی صحت کا اقترا بھی کیا ہے چنانچہ علامہ نووی نے شرح
 مجمع مسلم میں عقول و تسلط اور کثرت ازنی سے ان شرحوں میں جہاں انہوں نے مجمع بخاری کی کھلی ہیں، زرقا نے شرح
 موطا مالک میں اور آپ کے دوسرے اہل علم و علمائے یہ احادیث اور خصوصاً حدیث ابن عباس کو نقل کرنے کے
 بعد ان کی صحت اور اس کا اعتراف کیا ہے کہ یہ حدیثیں حضرت مجمع بین الصلواتین کی اجازت و رخصت کی دلیل ہیں
 تاکہ امت والے صحیح اور حقیقت میں مبتلا نہ ہوں۔

نواب: یہ کیونکر ممکن ہے کہ زمانہ رسول خدا سے یہ حدیثیں مجمع کے عمل پر مروجی ہوں لیکن علماء حکم اور عمل
 میں ان کے خلاف راستہ اختیار کریں۔

خیر طلب: یہ بات صرف اسی موضوع سے مخصوص نہیں ہے بعد کو آپ کی سمجھ میں آئے گا کہ اس کی مثالیں
 بہت ہیں۔ خاص اس موضوع میں بھی حضرات فقہاء و اہل سنن نے یا تو غور و فکر کے تصور سے یا کسی اور سبب
 سے جو مجھ کو معلوم نہیں ہے ان معتبر حدیثوں کی ان کے ظاہر کی خلاف ہمہ سنی تاویل کی ہیں، جیسا کہ تجھے میں شاید
 یہ حدیثیں مذکر کے موقع سے تعلق رکھتی ہوں مثلاً خوف و بیم، ہرکس اور آندھی وغیرہ چنانچہ آپ کے اہل تقدیر میں
 میں سے ایک جماعت جیسے امام مالک امام شافعی اور مدینے کے چند فقیہوں نے اسی تاویل کے ساتھ فتویٰ
 دیے ہیں حالانکہ اس عقیدے کو ان علماء کی حدیث رد کر رہی ہے جو صاف صاف کہتے ہیں کہ من عندہ
 خوف و کامطو یعنی بغیر خوف اور زبردل باران کے نماز کو حسمع پڑھتے تھے۔

بعض دوسروں نے یہ خیال آرائی کی ہے کہ غالباً اگر ہوا تھا اس وجہ سے وقت کو نہیں پہچانا اور جیسے
 ہی نماز ظہر تمام کی ابرحیث گی تو دیکھا کہ عصر کا وقت ہے کہنا نماز عصر بھی پڑھ لی اور اس طرح سے ظہر و عصر باہم
 جمع ہو گئیں۔

میں نہیں سوچ سکتا کہ اس سے زیادہ کمزور تاویل بھی ٹھہری جاسکتی ہے گویا تاویل کرنے والوں نے غور ہی
 نہیں کیا کہ نماز پڑھنے والے رسول اللہ ﷺ اور رسول خدا کے لیے اگر کا ہونا نہ ہونا کوئی فرق نہیں رکھتا تھا۔ کیوں کہ
 آپ حضرت کا علم اسباب ظاہری کا محتاج نہیں تھا۔ بلکہ تمام اسباب و آثار پر حاوی تھا۔ اس سے قطع نظر کہ
 یہ کم فہم جماعت ایسی صورت حال پیدا ہونے پر کوئی دلیل اپنے پاس نہیں رکھتی اور علاوہ اس کے کہ یہ بات
 احادیث کے کھلے ہوئے مطالب کے خلاف ہے اس تاویل کا باطل ہونا نماز مغرب و عشاء کو جمع کرنے سے

بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ اُس رقت ابر کے موجود ہونے اور برطرف ہونے سے کوئی اثر نہیں پڑتا جیسا کہ میں نے عرض کیا حدیث ابن عباس (خیر امت) میں اس کی صراحت موجود ہے کہ اُن کے خطبے نے اتنا طول کہیں کیا کہ سامعین نے کئی مرتبہ الصلوٰۃ کی آواز بند کی یعنی یاد دلایا کہ سستا سے ظاہر ہو گئے ہیں اور نماز کا وقت ہو گیا ہے اس کے باوجود وہ نماز مغرب میں عداً تاخیر کرتے رہے یہاں تک کہ نماز عشاء کا وقت آگیا اور دونوں کو ملا کے اٹھایا اور ابو ہریرہ نے بھی اس کی تصدیق کی کہ رسول اللہ اسی طرح عمل فرماتے تھے۔ یقیناً اس طرح کی تاویلیں ہمارے نزدیک باطل ہیں۔ بلکہ آپ کے بڑے بڑے علماء نے بھی ان کو رد کیا ہے اور تاویلات کو ظواہر احادیث کے برخلاف جانا ہے جیسا کہ آپ کے اکابر علماء میں سے شیخ الاسلام النصارى نے "مختصرہ الباری فی شرح صحیح البخاری" باب الصلوٰۃ الفطر مع العصر والمغرب مع العشاء آخر ص ۲۹۱ جزو دوم میں اسی طرح علامہ قسطلانی نے "ارشاد الساری فی شرح صحیح البخاری" ص ۲۹۳ جزو دوم میں اور ص ۲۹۴ کے دوسرے شمارہ میں اور آپ کے علماء حقیقین کے ایک جم غفیر نے لکھا ہے کہ اس قسم کی تاویلیں ظواہر احادیث کی خلاف ہیں اور اس بات کی نید لگانا کہ ہر نماز حتمی طور پر الگ الگ پڑھنا چاہیے ترجیح بلامرجح اور تخصیص بلا مخصص ہے۔

نواب: پھر یہ اختلاف کہاں سے آیا کہ مسلمان بھائیوں کے دو گروہ آپس میں ایک دوسرے کی جان کے درپے ہو گئے باہم عداوت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اعمال کی مذمت اور تہذیب کو تہذیب کہتے ہیں؟

خیر طلب: اولاً یہ کہ آپ نے فرمایا ہے مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں ایک دوسرے کو عداوت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو میں مجبور ہوں کہ شیعیان اہل بیت طہارت و خاندان رسالت کی طرف سے دفاع کروں کہ ہم شیعوں کی جماعت برادران اہل تسنن کے علماء اور علماء میں کسی ایک کو بلی حقارت یا عداوت کی نگاہ سے نہیں دیکھتی ہے بلکہ ان کو اپنے مسلمان بھائی سمجھتی ہے البتہ ہم کو بہت افسوس ہے کہ غیر دین خارجیوں، ناصبیوں اور امویوں کے غلط پروپیگنڈے اور شیطانی جن دانس کی تحریکیں برادران اہل سنت کے دلوں میں کس لیے گھر کر رہی ہیں یہاں تک کہ اپنے شیعہ بھائیوں کو جو قبلہ کتاب، بنوت، تمام احکام اور واجبات و مستحبات پر عمل اور بکارد معاصی کے ترک میں اُن کے ساتھ شریک ہیں رافضی، مشرک اور کافر جانتے ہیں۔ اپنے سے جدا قرار دیتے ہیں اور بعض عداوت کی نظر سے اُن کو نظر دیکھتے ہیں۔

ثانیاً آپ نے فرمایا ہے کہ "یہ اختلاف کہاں سے آیا" تو میں سوز دل کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ

آتش بجاں شمع منت کہیں بنا ہوا

ابھی یہ عرض کرنے کا وقت نہیں ہے کہ اس قسم کے اختلافات کا چہرہ کہاں سے پھوٹا۔ شاید اللہ آئندہ راتوں میں موقع ملے گی مناسبت سے اس کی نقاب کشائی ہو جائے اور آپ خود اس حقیقت کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

ثالثاً نماز جمع و تفریق کے بارے میں حضرات فقہاء اہل سنن نے مذکورہ روایتوں کو جو مطلقاً نماز ظہر و عصر و مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھنے کی اجازت اور جواز پر دلالت کرتی ہیں، اُمت کی سہولت و راحت اور سختی و مشقت و حرج سے بچانے کے لیے نقل کیا ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ کس وجہ سے فضول تاویلیں کرتے ہیں اور بغیر عند کے نازوں کو اکٹھا کر دینے کو جائز نہیں جانتے بلکہ ان میں سے بعض جیسے ابو حنیفہ اور ان کے تابعین مطلقاً جمع کرنے کو منع کرتے ہیں یا جبے عند کیا تو ہو یا بغیر عند کے، سفر میں ہو یا حضر میں لیکن دوسرے شافعی، مالکی اور حنبلی علماء نے باوجود سارے اصول و فروع میں باہمی اختلافات کے سفر و سہاج کے اندر جیسے و نحو عمرہ اور جنگ و غیرہ میں اس کی اجازت دی ہے۔

البتہ شیعہ فقہاء آئمہ اعلیٰ علیہم السلام کی پیروی میں جو ارشاد رسول کی بنا پر حق و باطل کے درمیان فرق کر نیوالے اور عدل قرآن میں مطلقاً اس کے جواز کا حکم دیتے ہیں۔ خواہ سفر میں یا حضر میں، عند کے ساتھ یا بغیر عند کے، چاہے تقدیم کے ساتھ جمع کرے یا تاخیر کیا تو آرد جواز اختیار مصلی کے ساتھ چاہے یعنی نماز گذار اگر چاہے تو نماز ظہر و عصر اور مغرب و عشاء چاروں کو سہولت و آرم کے لیے ایک نشست میں پڑھے یا ظہر و مغرب کو اول وقت غنیمت میں پڑھے اور عند و عصر و عشاء کو دوسری نشست کے اول وقت غنیمت میں اور اگر سے اس کو اختیار ہے ہاں ہر ایک کو الگ الگ اور اپنے اپنے وقت غنیمت میں یہ لاند جمع کرنے سے افضل ضرور ہے جیسا کہ فقہاء شیعہ کی استدلالی کتابوں اور علمی رسالوں میں اس کا مکمل ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ لوگ اکثر مشاغل و بہت سی پریشانیوں میں گرفتار رہتے ہیں اور ممکن ہے کہ محدود سی غفلت میں نماز ان سے فوت ہو جائے لہذا سہولت اور رفع زحمت و حرج کے لیے جو شارع مقدس کا مقصد ہے، شیعہ تقدیم یا تاخیر کے ساتھ جمع پڑھتے ہیں میرا خیال ہے کہ حضرات محترم کا ذہن روشن ہونے اور دوسرے بار دہن اہل سنت کے لیے جو ہم کو حقین و غضب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اسی قدر جواب کافی ہو گا جو ہم دوسرے اہم بنیادی مطالب پیش نظر ہیں۔ لہذا بہتر ہے کہ ہم لوگ سابق اہل مذاکرات کی طرف واپس ہوں کیوں کہ جب خاص خاص اصولی مطالب حل ہو جائیں گے تو ان کے ساتھ فروعات و نحو و مانع ہو جائیں گے۔

حافظہ چھ کو بہت محنت ہے کہ میں نے پہلی ہی نشست میں جلد صاحب کے معلومات کا پتہ لگایا اور یہ جان لیا کہ میری غرض محبت وہ شخص ہے جو زیادہ محدود بینیں اور بیماری کتابوں سے لپدی طرح باخبر ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا یا مکمل سچا ہے کہ ہم اسی پہلی گفتگو کی طرف رجوع کریں۔ آپ کی اجازت سے میں یہ سمجھنا چاہتا ہوں کہ جب آپ نے فیض و بلیغ بیان سے ثابت کر دیا کہ آپ حجازی و ہاشمی اور ایسے پاک نسب کے حامل ہیں تو یہ کیونکر ہوا کہ اہل سنیوں کے مرکز ایران میں آپ سے چنانچہ اس ہجرت کا سبب اور تاریخ بیان فرمائیے۔

ہم لوگ بہت مسرور ہوں گے۔

(اس عمل پر قبہ سلطان الواعظین نے اپنے اجداد کی ہجرت کا سبب اور منقل تارتخ بیان فرمایا ہے۔ جو اختصار کا نفاذ کرتے ہوئے حذف کی جاتی ہے، لیکن اسی سلسلے میں صفتاً ظہور قبر امیر المومنین کا بھی ذکر آچکا ہے جس کے بارے میں گفتگو کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ ۱۲ مترجم)

حافظ: لیکن امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی قبر اُس زمانہ تک کس حال میں تھی کہ ڈیڑھ سو سال کے بعد ظاہر ہوئی۔

خیبر طلب: چونکہ امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت خلافت معاویہ اور بنی امیہ کی فتنہ انگیزی کے زمانے میں واقع ہوئی لہذا حضرت نے وصیت فرمادی تھی کہ آپ کا جسد مبارک رات کے وقت پوشیدہ طریقہ پر دفن کیا جائے یہاں تک کہ کوئی علامت بھی قبر پر باقی نہ رہے۔ صرف چند اصحاب خاص اور اُن حضرت کے فرزند دفن کے موقع پر حاضر تھے اور اکیسویں رمضان کی صبح کو اس لیے کہ دشمنوں پر معاملہ مشتبہ ہو جائے اور وہ قبر مبارک کی جگہ معلوم نہ کر سکیں دو مجلس تیار کی گئیں۔ ایک کو مدینہ کی طرف اور ایک کو مکہ کی جانب روانہ کیا گیا اسی وجہ سے اُن حضرت کی قبر مبارک برسوں پوشیدہ رہی اور سوا حضرت کے فرزندوں اور خاص خاص اصحاب کے کوئی شخص اُن جناب کے مدفن اور قبر سے واقف نہ تھا۔

حافظ: اس وصیت اور قبر کو پوشیدہ رکھنے کی کیا وجہ تھی؟

خیبر طلب: غالباً بنی امیہ بے دین کے خوف سے ایسا ہوا چونکہ یہ لوگ ظالم و باغی اور مخصوص طور پر آل محمد علیہم السلام کے شدید دشمن تھے لہذا ممکن تھا کہ قبر مبارک کے ساتھ بے ادبی کریں اور یہ ظلم سارے مظالم سے سخت ہوتا۔

حافظ: یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ کیا ایسا ممکن ہے کہ مرنے اور میت کے قبر میں دفن ہونے کے بعد کوئی مسلمان چاہے وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو ایسا قبیح عمل انجام دے؟

بنی امیہ کے دلدور حرکات

خیبر طلب: غالباً آپ نے بنی امیہ کی رسوائی کے زمانہ تارتخ اور اُن کے شرمناک اور دلدور حرکات کا مطالعہ نہیں فرمایا ہے کہ اس شجرہ ملعونہ اور جب امت نجیہ نے جس روز سے خلافت اور امارت مسلمین کی تمام ہاتھ میں لی۔ اُس دن سے مسلمانوں کے اندر ظلم و تعدی اور فساد کا دروازہ کھل گیا کیا کیا ظلم انہوں نے بھی کیے

کہتے کتنے خون نہیں بہائے کیسی عزتیں برباد نہیں کیں؛ یہ رسوا ہے وقعت قوم کی چیز کی پابند نہیں
تھا چنانچہ ان کی بد اعمالیوں کو آپ کے بڑے بڑے ملاو اور مدد خشین انتہائی خیالات کے ساتھ ضبط و تحریک
میں لائے ہیں۔

واقعہ شہادتِ زید بن علی علیہ السلام

خصوصیت کیلئے علامہ مقرر بنی ابوالعباس احمد بن علی شافعی نے جو آپ کے اکابر ملاو میں سے ہیں۔
اپنی کتاب "المنزاع" میں تمام بنیائین بنی ہاشم و بنی اُمیہ میں ان کی حل سوز حرکتوں اور بد اعمالیوں کو تفصیل کے
ساتھ مدح کیلئے کردہ زندہ اور مردوں میں فرق نہیں کرتے غور سے لے اس بدنام زمانہ قوم (بنی اُمیہ)
کے دل دوز اعمال کی نشانیوں اور تمام تاریکیاں دلتے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں تاکہ آپ حضرات تعجب نہ
کریں۔ اور یہ سمجھ لیں کہ جو کچھ میں عرض کر رہا ہوں سند اور بنیاد کے ساتھ ہے وہ اہم واقعے حضرت زید بن علی بن
الحسن علیہما السلام اور ان کے فرزند یحییٰ کی شہادتیں ہیں جن کو فریقین کے جملہ مؤرخین نے لکھا ہے، کہ جب
ہشام بن عبدالملک امیر مروان شہید میں تخت خلافت پر بیٹھا ہے اور یہ بہت قبیح القلب اور مغلوب
الغضب شخص تھا تا کہ اس نے ظلم و تعدی شروع کی اور مخصوص طور پر بنی ہاشم کے حق میں تو خود اس نے احساس
کے پیروں نے تکلیف دی اور ایسا بیاداری کی انتہا کر دی آخر کار یکتائے زمانہ بنی شریف عالم عابد زہد فقیہ اور
مستحق جناب زید بن علی علیہ السلام کے پاس فریاد کے لئے تشریف لے گئے اور زہاد بنی شام سے ملاقات کی۔
قبل اس کے کہ آپ اپنے اپنے کے مصلحت بیان قراء میں وہ بھائے اس کے کہ اپنے تازہ وارو مہمان اور وہ علی رسول
اللہ کے پادشاهان کی اعداؤ اور کسی اور خاطر جاری کرتا ہے یہی سمت تو بنی شام کے ساتھ پیش آیا اور ایسی نعمت
گالیوں کیساتھ کہ بنی ابی زبان پر جاری نہیں کر سکتا۔ آپ کو دربار خلافت سے نکال دیا چنانچہ ہمارے اور
آپ کے بڑے بڑے مدد خشین جیسے امام سودی مرویہ الذہب جلد دوم ص ۱۱۱ میں علامہ مقرر بنی ابوالعباس
و انصار بنی ہاشم و بنی اُمیہ بنی ہاشم و بنی اُمیہ بنی ابی الحدیہ مقرر بنی شریح بنی ابی الحدیہ میں اور دوسرے لوگ تفصیل کے
ساتھ لکھتے ہیں کہ شدید گالیاں اور شدید عجز میں لکھائے اور حلیف کے پاس سے نکالے جانے کے بعد آپ مجبوراً
شام سے کوہ تشریف لے گئے اور دفع ظلم کے لئے ہولیوں کی خلافت ایک پارٹی تیار کی حاکم کو زبردست بن عمر
ثقفی ایک لشکر کے ساتھ مقابلہ پر آیا، وہ جناب ہاشمی شجاعت اور دلیری کے ساتھ جگ کدہ تھے۔
اور جزیر میں یہ استعمار پڑتے تھے۔

ادل الحیات و عز المات و کلا اراط عامنا و بیلا !!

فان کان لا بد من واحد فیروالی الموت سیراج میلہ

یعنی زلت کی زندگی اور عزت کی موت۔ دونوں نفع بہت تلخ معلوم ہوتے ہیں لیکن اگر دونوں سے ایک لازمی ہو جائے تو اسے نفس خوشی کے ساتھ موت کی طرف بڑھو۔ مترجم اچانک دشمن کا ایک تیریشیا مبارک پر پڑا اور آپ نے شربت شہادت نوش فرمایا۔ آپ کے فرزند جناب یحییٰ شیعوں کے ہمراہ اس ہنگامے میں اپنے پد بزرگوار کا جہد مبارک غنیہ طریقہ پر اٹھائے گئے، شہر کے کنارے پانی کی نہر کے درمیان قبر کھود کر دفن کیا اور محلہ بند کرنے کے بعد اوپر سے پانی جاری کر دیا تاکہ دشمنوں کو تپہ نہ چلے کہ قبر مبارک کہاں پر ہے لیکن شہر پسند معتمدوں نے یوسف کو خبر دی اُس نے چند آدمی بھیجے جو اُن جناب کی قبر کھود کر میت کو باہر لائے اور میراقدس کاٹ کر مشام کے پاس شام کی طرف روانہ کیا۔ اُس کینے اور بداصل ملعون نے یوسف حاکم کو نہ کو لکھا کہ جناب زید کے جسم کو عریاں کر کے سولی پر لٹکا دیا جائے ان ملائین نے اسی پر عمل درآمد کیا اور ماہ صفر ۱۲۱۶ھ میں ذریت رسول کا بدن بربتہ کر کے دار پر آویزاں کیا اور پے چار سال تک اسی عالم وزاہد اور رسول اللہ کے پارہ تن کا جسم مبارک سولی پر رہا یہاں تک کہ ۱۲۶۰ھ میں جب ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان خلیفہ ہوا تو اس کے حکم سے ان بندگانے استخوان دار سے اُتار کر آگ میں جلائے گئے اس کے بعد ان کی خاکستر ہوا میں اڑا دی گئی۔

شہادت جناب یحییٰ

اور یہی سلوک اس ملعون نے جناب یحییٰ بن زید کے جسم کی ہاتھ جہاں میں کیا جو ملاذ خراسان میں سے ہے۔ اور اب گرگان کہا جاتا ہے) کیونکہ ان بزرگوار نے بھی نبی اُمّیہ کے ظلم و جور کے خلاف مقاومت کی جس کی مفصل تاریخ موجود ہے) اور میدان جنگ میں شہید ہوئے۔ آپ کے سر کو بدن سے جدا کر کے شام بھیجا گیا اور پد بزرگوار کا طرح آپ کا جسم ہی دار پر لٹکا دیا گیا جو چھ سال تک اسی طرح آویزاں رہا۔ اور دوست دشمن یہ حال دیکھ کر دوتے تھے۔ یہاں تک کہ ولید واصل جہنم ہوا۔ اور ابو مسلم خراسانی نے جو نبی عباس کی خیر خواہی میں نبی اُمّیہ کے مقابلہ پر کھڑا تھا۔ اس کو دار سولی کے جسم کو دار ظلم کے سجات دے کر بزرگان (گرگان) میں دفن کیا۔ آپ کی قبر اب تک عام طور پر زیارت گاہ اور مسلمانوں کے لئے محل احترام ہے۔

(سارے اہل جلد یہ واقعات سن کر متاثر ہوئے بلکہ روئے لگے اور بے اختیار اُن معاین پر لعنت کی)

ملے ابو الفرج، صفحہ ۱ اور بعض مدرسوں کے نزدیک یحییٰ کی قبر جو زنگان میں ہے جو کو زنگان کا مغرب ہے۔

لہذا اس خبیث و لعین منافقان کے ایسے اقدامات کے پیش نظر جن کو ایک نو ذکر کیا گیا ہے۔ کوئی تعجب نہیں تھا۔ کہ اگر ان لوگوں کو موقع ملتا تو امام مہم جن حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے جسم ٹھہر کیا تھا بھی اسی قسم کا براؤ کرتے چنانچہ حسب وجہیت ان حضرت کا جنازہ رات کے وقت دفن و تدفین کوئی علامت تک بھی نہیں چوڑی گئی یہ قبر مبارک زمانہ مارون رشید تک عام طور پر نگاہوں سے مخفی رہی یہ عباسی خلیفہ ایک روز صحرائے نجف میں جو ایک نستان اور ہرنوں کی قیام گاہ تھا اس کا کیسے آیا تازی کتوں اور چیتوں نے ہرنوں کا پیچھا کیا۔ انہوں نے قلی نجف کے اوپر پناہ لی، لیکن کتے اور چیتے ٹیلے کے اوپر نہیں گئے کئی مرتبہ اہی الحاقی ہمارے حیب کتے واپس آجاتے تو ہرن نیچے اتر آتے تھے اور جیسے ہی حملہ کرتا تھا وہ پھر ٹیلے پر پناہ لیتے تھے خلیفہ نے سوچا کہ اس مقام پر کوئی دیا راز ہو چاہیے جس کو جسے کتے اور چیتے نہیں چڑھتے۔ چنانچہ آدمیوں کو بھیجا جو رماں کے باشندوں میں سے ایک بوڑھے شخص کو خلیفہ کے پاس بلا لائے اُس نے پوچھا کہ اس ٹیلے میں کیا راز ہے کو کتے ہرنوں کے تعاقب میں اوپر نہیں جاتے !

قبر علی علیہ السلام کا ظہور

بوڑھے نے کہا کہ میں اس کا راز جانتا ہوں لیکن کہتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ خلیفہ نے اس کو احاطہ دی تو اس نے بتایا کہ میں ایک مرتبہ اپنے باپ کے جہاز آیا اُس نے اس ٹیلے پر زیارت اور نماز ادا کی میں نے پوچھا کہ یہاں کی چیز ہے تو اس نے کہا کہ ہم لوگ اس جگہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ زیارت کو آئے تھے اور اُن حضرت نے فرمایا تھا کہ اس مقام پر ہمارے جد حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی قبر ہے جو مغرب ملک ہر ہوگی۔

خلیفہ کے حکم سے وہ جگہ کھودی گئی یہاں تک کہ ایک قبر کی علامت ملے اور میں پر ایک لوح نظر آئی جس پر شریانی خط میں وہ سطرین تھیں ترجمہ کیا گیا تو یہ مضمون ظاہر ہوا۔

بسم الله الرحمن الرحيم هذا ما حضرت نوح النبي لعلي وصي محمد صلى الله عليه وآله قبل الطوفان بسبع مائة عام

یہ نجف منت میں اُس پتے اور جگہ کے معنی میں ہے جس پر پانی نہ پہنچے اور پشت کو فرمایا کہ پانچ کے زندگانام ہے جو اس کے گھروں اور قبروں تک سیلاب کے پہنچنے میں حائل ہے اس کی ہند کے قریب حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی قبر مبارک ہے جیسا کہ قرآن باری نے قافوس کے اندر لخت نجف کے متن میں ذکر کیا ہے۔

یہ وہ قبر ہے جسے لوحی پتھر نے حضرت محمد مصطفیٰ کے رمی قلم کے پتے عمان سے سات سو برس قبل تیار کی۔

مارون نے اس کا احترام کیا اور حکم دیا کہ مٹی اپنی جگہ پر ڈال دی جائے پیادہ ہوا، ورنہ کیا دور کعت نماز پر بھی کافی گریہ کیا اور اپنے کو قبر مطہر کی خاک پر غلط کیا۔ پھر اس کے حکم سے یہ کیفیت مدینہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں مکمل گئی۔ اور معاملہ کی حقیقت دریافت کی گئی حضرت نے جواب میں لکھا کہ ہاں اُسی مقام پر میرے جدِ بزرگوار امیر المومنین علیہ السلام کی قبر ہے، چنانچہ مارون کے حکم سے اُن حضرت کی قبر مطہر پر ایک پتھر کی عمارت بنی جو بحجر مارونی کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ خبر چاروں طرف مشہور ہو گئی اور مومنین سامان سفر ہتیا کر کے حضرت کی زیارت کے لئے پہنچنے لگے لہذا جناب تید ابولہیم جناب وجہ سلطان اور غلبین بھی موقع ملتے ہی شہر از سے عازم زیارت ہوئے اور زیارت سے فارغ ہونے کے بعد کہلائے معلیٰ میں داعی اجل کو لبیک کہی۔ اپنے جدِ بزرگوار حضرت ابوجعفر الاحمیں کے جوار میں دفن ہوئے ان کی قبر شریف رواق حضرت کے شمالی مغربی گوشہ میں دو ستوں کی زیارت گاہ ہے

مدفن امیر المومنین میں اختلاف

حافظ میرا خیال ہے کہ جو فیصد آپ نے فرمایا ہے اُس کے باوجود مولانا علی کرم اللہ وجہ کی قبر نجف میں نہیں ہے۔ کیونکہ علماء کو اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ کوفہ کے دارالامارہ میں بعض نے کہا ہے قبلہ مسجد جامع کوفہ میں بعض نے لکھا ہے مسجد کوفہ کے باب کندہ میں بعض کا قول ہے رجبہ کوفہ میں اور بعض دوسروں کا بیان ہے کہ قبرستان بقیع کے اندر غلامی کے پہلو میں ہے۔ ہمارے اختلاف تین میں کابل کے نزدیک بھی ایک مقام ہزارگل کے نام سے موسوم ہے مشہور ہے کہ مولانا علی کرم اللہ وجہ لوگوں نے ایک صندوق میں رکھ کر اور اُونٹ کی پشت پر باندھ کر مدینہ کی طرف روانہ کیا، ایک جماعت اس خیال سے کہ صندوق کے اندر قیمتی چیزیں ہوں گی اس کو چھین لے گئے۔ جب کہولا اور اُن حضرت کا جسد مبارک دیکھا تو کابل میں لاکر اسی مقام پر دفن کر دیا اور اس وجہ سے عام طور پر لوگ اس بقعہ کا احترام کرتے ہیں۔

نجف طلب یہ سارے اختلافات اُن حضرت کی وصیت کے نتیجہ میں پیدا ہوئے کیونکہ آپ نے پوشیدہ رکھنے کا حکم فرمایا تھا۔ اللہ جس کی تفصیل میں نے ضروری نہیں لکھی تھی، چنانچہ امام ابنِ ہانی حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت امیر المومنین نے اپنی رحلت کے وقت اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام سے فرمایا کہ تجھ کو نجف میں دفن کر دینے کے بعد میرے لئے چار مقامات پر چار قبریں تیار کرنا، اول مسجد کوفہ میں، دوم رجبہ میں، سوم خانہ جعہ بمیرہ میں، و غری میں تاکہ کوئی شخص میری قبر سے آگاہ نہ ہو سکے۔

اور دراصل یہ اختلاف آپ کے علماء کے درمیان ہے جو دوسرے اشخاص کی باتوں سے متاثر پذیر ہوتے ہیں مدفنہ علماء شیعہ کی جماعت اس قول پر متفق ہیں کہ اُن حضرت کی قبر مبارک نجف اشرف میں ہے کیونکہ انہوں نے جو

کچھ اہلبیت ہمارے سے حاصل کیا ہے وہ یقینی چیز ہے۔ اہل البیت ادنیٰ بمعانی البیت (یعنی گھروں سے) سب سے زیادہ گھر کی چیزوں سے واقف ہوتے ہیں۔

لیکن جو آپ نے یہ فرمایا کہ حضرت علی کا مزار کابل کے قریب ہے تو یہ بہت ممکنہ چیز بات ہے اور یہ شہرت مکمل طور پر غلط ہے یہ قضیہ ایک بگ خیر کے مقابلہ میں اتنا ہے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

مگر کہ تعجب تو آپ کے علاوہ ہوتا ہے جنہوں نے ہر محل پر قدرت ظاہر اور ان کے اقوال سے جدا کی اختیار کی ہے۔ یہاں تک کہ اس پر مبنی آمادہ نہ ہوئے کہ باپ کی قبر کی جگہ اس کے فرزندوں سے دریافت کریں تاکہ اختلاف نہ پیدا ہو کیونکہ اہل البیت ادنیٰ بمعانی البیت۔ یقینی بات ہے کہ دوسروں کے مقابلے میں اولاد باپ کی قبر اور مدفن سے زیادہ آگاہ ہوتی ہے اگر ان شہرتوں میں سے کوئی نہیں درست ہوتی تو یقیناً کلمۃ ظاہرین علیہم السلام اپنے شیعوں کو اس کی اطلاع دیتے مگر ان کے برعکس نجف اشرف کے لیے تقویت فرمائی ہے۔ بلکہ خود تشریف لے گئے ہیں۔ اور شیعوں کو جس نجف اشرف میں ان حضرت کی زیارت کی ترغیب دے کر بھیجیں کی ہے سید ابن جوزی نے تذکرہ صفا میں اختلاف اقوال کا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ کہتے ہیں۔

والسوا من انہ علی النجف فی المكان المشہور الذی یزاد فیہ و هو الظاہر وقد استقام فی اللہ۔
یعنی چھ قول یہ ہے قبر علی ابن ابی طالب علیہ السلام نجف اشرف میں ہی مقام پر ہے جس کی آج کل عام طور سے زیارت کی جاتی ہے اور بنا ہر اس میں کوئی غلطی نہیں ہے اور یہی زبان زوغلانی ہے اسی طرف آپ کے دوسرے علماء جیسے خطیب غماندہ نے مناتب میں خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں، محمد بن طلوحانی نے مطالب السؤل میں، ابن ابی الحداد نے شریعۃ الایمان میں اور زبیری نے قاسم میں لغت نجف کے تحت میں اور دوسروں نے نقل کیا ہے کہ ان حضرت کا مدفن نجف اشرف ہے۔

اسی سے قبل سلطان الحافظین نے پیر پٹنہ اجداد کی ہجرت اور تاریخ کی طرف رجوع کیا ہے جس کو بنظر اختصار حذف کیا جاتا ہے۔ مترجم

حبیب مذاکرات یہاں تک پہنچے تو روضۃ شہداء علی نے گھڑی دیکھ کر فرمایا کہ رات کافی گزر چکی ہے لہذا اب اجازت دیکھئے، بقیہ گفتگو ان کو ملے شب میں ہوگی ہم لوگ جلد ہی آجائیں گے تاکہ بات حیات کے سنے زیادہ وقت مل سکے۔ میں نے جہنم اور خندہ پیشانی کے ساتھ تا ئید کی وہ حضرات چلے دیفرہ کے بعد حضرت ہوئے اور ہم نے خلوص و محبت کے ساتھ کچھ دور چل کر واپس کیا۔

دوسری نشست

شب شنبہ ۲۴، رجب ۱۴۲۵ھ

مغرب کے بعد سب حضرات تشریف لے آئے وہی کل رات دالامجمع تھا سوا چند محترم افراد کے جن کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ حجاز اور اردو میں سے تھے صاحب سلامت کے بعد جناب عاقل صاحب نے سلسلہ کلام شروع کیا۔

حافظ: قبلہ صاحب بغیر کسی چیلہ کسی کے میں سچ کہتا ہوں کہ کل رات ہم شیریں خیالات اپنے ساتھ لے گئے جب آپ کی خدمت سے رخصت ہوئے تو راستے بھر ہلٹوں کیساتھ آپ کی صحبت کا تذکرہ رہا۔ اتفاقاً آپ کی جاذبیت اتنی قوی ہے کہ ہم سب کو آپ نے اپنی صورت و سیرت میں جذب کر لیا ہے۔ بہت کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ کسی شخص میں حسن صورت اور حسن سیرت دونوں یک جا ہو جائیں۔

اشہد انک ابن رسول اللہ حقاً دین گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً آپ اولاد رسولؐ ہیں۔ خصوصیت کیساتھ آج صبح جب میں کتب خانہ گیا تو انساب و تاریخ کی کئی کتابیں بالخصوص ہزار مزار اور آثار عجم کو سادات جلیل اللہ کے انساب میں مطالعہ کیا اور آپ کے کل ارشادات کے بارے میں غور کیا۔ راضی ہیں نے حظ اُٹھایا۔ اور لذت حاصل کی بلکہ حقیقتاً اس نسب شریف پر مجھ کو غبطہ ہوا اور کالی دیر تک سوچتا رہا اس غور و فکر کے بعد میں بہت متاثر اور رنجیدہ ہوا کہ جناب عالی کا ایسا شریف اور صیح النسل انسان اس حسن صورت و سیرت کے باوجود کیونکر اسلاف کی ذلیل اور احمقانہ عادتوں کا سفکار ہو سکا اور اپنے بزرگوار اجداد کے مضبوط طریقہ سے مغرت ہو کر مجوسی ایرانیوں کے رویہ کو قبول کر لیا۔

خمیسر طلب: پہلے تو میں جناب عالی کے حسن ظن اور نگاہ نطفہ کامنوں و متشکر ہوں اور بغیر کچھ کے کہتا ہوں کہ واقعتاً میں وہ ذرہ ہوں جس کا کوئی شمار نہ ہو، دوسرے یہ کہ آپ نے چند آپس میں غلط اور مبہم جملے ارشاد فرمائے ہیں جن کو ناگوار نہیں ہو سکتا۔ آپ کا مطلب و مقصد کیا ہے؟ متمنی ہوں کہ مجھوں کو الگ الگ بیان فرمائیے تاکہ اصل حقیقت ظاہر ہو۔

گذشتہ لوگوں کی احمقانہ اور ذلیل عادتیں کون سی ہیں؟ میرے بزرگوار اجداد کا مضبوط طریقہ کی چیز ہے، جس سے مغرت ہو گیا ہوں؟ اور ایرانیوں کا سیاسی رویہ کیا ہے جس کی میں نے پیروی کی؟

حفاظہ اسلاف کی ذیل اور احقاق عادات سے میری مراد وہ اصول و عقائد اور بدعتیں ہیں جو پروردگار تعالیٰ کے ہاتھوں دین حنیف اسلام میں داخل ہو گئی ہیں
 خیر طلب و مصلح ہے مہربانی فرما کر مزید وضاحت فرمائیے تاکہ معلوم ہو کہ وہ کونسی بدعتیں ہیں جن کی میں نے پیروی کی ہے۔

مذہب شیعہ پر اشکال پیدا کرنا

حافظہ یقیناً آپ کا دل تاریخ کی شہادت کے بعد بخوبی قائل ہو گا کہ انبیائے بزرگ میں سے ہر ایک کی رحلت کے بعد دشمنوں نے اس دین کی اصل میں جو ان کی کتاب، عقل، جیسے تواریت و انجیل مداخلت کی اور کثرت تحریریں کر کے اس دین کو غلط اور درجہ اعتبار سے سافط کر دیا۔ لیکن قرآن حکیم کے علم ہونے کی وجہ سے چونکہ اس پر تدارک نہیں ہو سکے لہذا یہودیوں کے ایک گروہ نے جو ہمیشہ سے حید ساز اور مکر رہے ہیں اور ان کی تاریخ زندگی فریب و تزویر سے ماحظورہ چمکی ہے۔ جیسے عبد اللہ ابن سبا صنفی، کعب الاخبار اور وہب ابن منبہ وغیرہ نے اسلام قبول کر کے زہر جیلا شرب کیا اور جو باطل عقائد ان کی رائے اور حید سے کے موافق تھے ان کی رشا و پیروی کے نام سے مسلمانوں کے درمیان شائع کیا۔ خلیفہ سوم عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو ایچا کیا۔ وہ لوگ خلیفہ کے خوف سے جاک کھڑے ہوئے اور مکر کو اپنا بیڑہ بنا دیا۔ آہستہ آہستہ عوام کی ایک جماعت کو فریب دیکھ کر پیر و پیدائیں، شیعہ کے نام سے ایک پارٹی کی تشکیل کی خلیفہ عثمان کے مقابل میں ملکی کولمانت و خلافت کا پر و پگند کیا اور اپنے مصنوعی مقصد کے مطابق اس مفہوم کی چند حدیثیں وضع کیں کہ پیغمبر نے علی کو خلیفہ اور امام قرار دیا ہے۔

اس فرقت کے قائم ہونے کے نتیجے میں کثرت سے خون بہانے گئے یہاں تک کہ انعام خلیفہ عثمان مغلوم کے قتل اور سند خلافت پر علی کے تقرر تک فتح جوا۔ ایک جماعت نے علی جو عثمان سے کہ وہ تیس رکعت تہی ملکی کی جنبہ داری اختیار کی۔ چنانچہ اسی زمانہ سے گروہ شیعہ نے اپنی شکل و صورت قائم کی لیکن خلافت بنی امیہ اور حضرت علی کی اولاد و اصحاب کے قتل عام کے دور میں یہ گروہ بظاہر روپوش ہو گیا، البتہ چند افراد جیسے سلمان فارسی ابوذر غفاری اور عمار یا ستر علی کرم اللہ وجہ کی موافقت میں اپنی کوشش سے تبلیغیں کرتے رہے جب کہ علی کا مدعہ اس قسم کے تبلیغات سے قطعاً بیزار تھی۔ یہاں تک کہ اردن الرشید اور بالخصوص اس کے فرزند مامون الرشید عباسی کے زمانہ خلافت میں جو ایہائیوں کی مدد سے اپنے عباسی محمد امین پر غالب آیا اور اس کا تخت خلافت مضبوط

ہو ان لوگوں نے علی ابن ابی طالب کو ناحق خلفائے راشدین پر فضیلت دینے سے اس طریقے کی تقویت کرنا شروع کی۔ ایرانی بھی چونکہ عربوں سے بدظن تھے کیوں کہ ان کی سلطنت عربوں کے دستِ اقتدار کے تصرف میں آچکی تھی اور ان کی آزادی سلب ہو چکی تھی۔ لہذا وہ اس کا بہانہ تلاش کر رہے تھے کہ دین کے نام پر ایک ایسا راستہ ڈھونڈ کر نکالیں جس کے ذریعہ عربوں کے مقابلہ پر کھڑے ہو سکیں چنانچہ اس باطل رویے کو پسند کر کے اس کی پیروی کی بلکہ چاروں طرف اس (شیعہ) فرقے نے ایک ہنگامہ برپا کر دیا یہاں تک کہ دینا لہ کے درمیں ان کو تقویت حاصل ہوئی با اقتدار صفوی سلطنت میں انہوں نے رسمیت پیدا کی یعنی فرقہ شیعہ ایک باقاعدہ مذہب کے نام سے مشہور ہو گیا اور محومی ایرانی بھی اب تک از روئے سیاست اپنے مذہب کو شیعہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں نتیجہ یہ کہ مذہب شیعہ ایک سیاسی اور نوزائیدہ مذہب ہے جس کی ایجاد عبداللہ ابن سلبہ یہودی کے ہاتھوں ہوئی ورنہ پیٹلے اسلام کے اندر شیعہ مذہب کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ آپ کے جبریز گوارہ بنی اکرم صلعم قطعاً اس نام سے بیزار ہیں کیونکہ ان کی منشا کے خلاف اس راہ میں قدم اٹھایا گیا ہے اور فی الحقیقت کہا جاسکتا ہے کہ شیعہ فرقہ یہودیوں کے مذہب اور ان کے عقائد کی ایک شاخ ہے۔ اسی وجہ سے میں تعجب کرتا ہوں کہ آپ کا ایسا شریف انسان ایسے پاک نسب کے ساتھ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ از روئے عادت اور اسلاف کی تقلید میں بغیر دلیل و برہان کے اپنے جبریز گوارہ کے طریقے یعنی اسلام کے پاک دین کو چھوڑ دے اور یہودیوں کے بدعتی رسمیت کی پیروی کرے وہ حالکہ آپ اس کے بڑے سب سے زیادہ اولیٰ اور احق ہیں کہ پوری سعی کے ساتھ قرآن اور اپنے جبریز گوارہ کی سنت کے پیرو رہیں میں نے دیکھا کہ اہل جلسہ اندوئی مشرف ہندی مومنین خصوصاً پرچوش اور غیرت مند قرباش حضرات جو ہندوستان کے با اثر شیعوں میں سے ہیں جناب حافظ صاحب کے بیانات سے بہت متحیر ہوئے ہیں اور ان کے چہروں کا رنگ متغیر ہو گیا ہے۔ چنانچہ میں نے ان کو تھوڑے عرصے کی اور صبر و حوصلہ اور تحمل کی تلقین کرتے ہوئے کہا کہ ایران میں یہ مثل مشہور ہے کہ شانہ سے کا آخ اچھلے۔ لہذا صبر کرو۔

الصبر محتاج الفرح (صبر خوشحالی کی کنجی ہے)۔ اس کے بعد جناب حافظ صاحب کے جواب میں کہا:

مخالفین کی اشکال و تیشوں کا جواب

خیر طلب: آپ کے ایسے ذی علم انسان سے یہ بعید تھا کہ گھڑی بولی مہل موموم اور بے اسل باتوں سے استدلال کرتے جو سوامنا فقین و خوارج اور ناجسی اور اموی شغصب دشمنوں کے اور کسی کے بیٹے نہیں۔

لے عبداللہ بن سبا کے متعلق مکمل تحقیقات و فترا اصلاح کے کتاب عبداللہ بن سبا میں ملاحظہ کریں۔

اب اگر اجازت ہو تو مطلب واضح کرنے کے لئے دقت عبد کا لانا کرتے ہوئے مختصر طور پر آپ کے بے بنیاد بیانات کا جواب پیش کر دوں گا کہ یہ سراسر جعلی ہوا اور حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔

حافظہ فرمائیے۔ میں آپ کی باتیں سننے کے لیے حاضر اور جہتیں گوش ہوں۔

خیر مطلب، اول یہ کہ آپ نے وہ بالکل بے ربط چیزیں کو باہم ایک دوسرے سے مخلوط کر دیا ہے اگر مباحثہ ملعون عبداللہ بن سبا یہودی جس کی شیعہ حدیثوں میں شدید مذمت کی گئی ہے اور علی الاعلان منافقین و ملامین میں شمار کیا گیا ہے نے چند روز تک حضرت علی علیہ السلام کی دوستی کا سہارا لیا جو عام طور پر لوگوں کو محبوب تھے۔ تو اس کو شیعہ امامیہ سے کیا ربط ہے۔ بالآخر کوئی عیڑ یا کجی کی کھال اور ٹھوکے یا کوئی چمچہ روحانیت اور اہل علم کا لباس پہننے کے منبر اور محراب میں چڑھ کر ہر اور اس کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کو کچھ نقصانات پہنیں تو کیا آپ کا یہی فرض ہے کہ اصل علم اور روحانیت بدخلیٰ برجائیں اور سارے اہل علم کو چھوڑا دیا جائے گی۔ ہوا تو ہے آپ نے بے انصافی کی ہر کشیوں کے پاک مذہب کو ملعون عبداللہ ابن سبا سے وابستہ کر دیا۔ بہت تعجب کی بات ہے کہ آپ نے برحق شیعہ مذہب کو سبک کر کے یہاں گدھے کا نام دیا اور اس کو ملعون عبداللہ ابن سبا کے آثار میں سے اور زمانہ عثمان کی ایسی یاد قرار دیا۔

حقیقتاً آپ نے سخت غلطی کی کیونکہ شیعہ کوئی گروہ نہیں تھا بلکہ مذہب و طریقہ حق تھا۔ یہ خلافت عثمان کے زمانہ میں پیدا نہیں ہوا بلکہ خود خاتم الانبیاء کے عہد میں اور ان حضرات کے فرمان و ارشادات سے پیدا۔ اگرچہ آپ خوارج مارا اور ان صاحب کی گھڑی ہوئی باتوں سے استدلال کرتے ہیں لیکن میں قرآن مجید کا آیت اور آپ کی معتبر روایات سے ثبوت پیش کرتا ہوں تاکہ حق و باطل میں امتیاز ہو جائے میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں کہ ہمیشہ گنہگاروں کو دار میں خود مسئلہ سے کہہ لیجئے تاکہ حقیقت ظاہر ہونے کے بعد کشر مذہب کا بائٹ نہ ہو۔

چنانچہ اگر اس دعا گو کے بیانات ناگوار خاطر نہ ہوں تو اجازت دیجئے کہ آپ کی باتوں کا جواب دیا جائے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے حقیقت اس کے خلاف ہے۔

حافظہ، ضرور فرمائیے۔ اس مسئلہ کا انعقاد اور ہمساموں کے حاضر ہونے کا مقصد ہی یہی ہے حقیقت حق واضح ہوں اور شہادت رافع ہوں۔ ہم لوگ آپ کے استدلالی بیانات سے قطعاً رنجیدہ اور متفرد ہوں گے۔

شیعہ اور حقیقت شیعہ کے معنی

نجیر طلب: آپ حضرات یہ تو جانتے ہی ہیں کہ لغت شیعہ کے معنی پیرو کے ہیں اور شیعۃ الرجل مرد کے پیرو اور مرد گارہمہ نیز آزادی جو آپ کے اکابر علماء میں سے ہیں۔ تاہم اس اللغات میں کہتے ہیں۔ وقد غلب هذا الاسم على من يتولى عليا واهل بيته حتى صار اسما للشيعة خاصا۔ ملہ اور بعینہ میں معنی ابن اثیر نے نہایتہ العقبین لکھے ہیں۔

لیکن آپ کو جو اشتباہ براہے معنی عمداً یا سہوئاً یا تفاسیر و اخبار پر پوری اطلاع نہ ہونے اور اسلاف کی گنجگوئے متاثر ہونے کی وجہ سے پیغمبر دلیل و برہان کے فرما دیا کہ لفظ شیعہ اس کا اطلاق حضرت علیؑ اور اہل بیتہ رسالت علیہم السلام کے پیروں پر عثمان کے زمانے سے شروع ہوا اور اس کا موجب عبد اللہ ابن سلویہ ہدی تھا حالانکہ کیا نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی کتب تفاسیر میں مندرج معتبر روایتوں کی مطابقت شیعہ اصطلاحی علیؑ ابن ابی طالبؑ کے پیرو کے معنی میں حضرت خاتم الانبیاءؐ کے زمانہ سے تھے اور پیردان علیؑ کے لیے لفظ شیعہ کے موجب آپ کے ارشاد کے خلاف خود حضرت رسالت مآبؐ کی ذات اقدس علیؑ یہ کلمہ خود صاحب وحیؑ کی زبان پر جاری ہوا۔ انہیں پیغمبر نے جن کے بارے میں خدا نے سورہ ۵۳ (النجم) کی آیت ۳ میں فرمایا۔ وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحىؑ یوحىؑ اے حضرت علیؑ علیہ السلام کے اتباع اور پیروں کو نجات یافتہ اور جنتی فرمایا ہے۔ حافظہ ایسی چیز کس مقام پر ہے جس کو ہم لوگوں نے اب تک نہیں دیکھا ہے؛

نجیر طلب: آپ لوگوں نے دیکھا نہیں ہے یا دیکھا نہیں چاہا ہے۔ یاد دیکھا ہے اور حقیقت کا اعتراف اپنی مصلحت وقت کی غفلت سمجھتے ہیں۔ یا پھر اپنے مقلدین اور مریدوں کا لحاظ کر رہے ہیں۔ لیکن میں نے دیکھا ہے اور حق کو چھپانا اپنی دین دنیا کی مصلحت کے خلاف جانتا ہوں کیونکہ خدا نے قرآن مجید کی دو آیتوں میں صریحاً امر پر حق کے چھپانے والوں کو ملعون اور جہنمی فرمایا ہے۔ اول سورہ ۲ (البقرہ) کی آیت ۱۵ میں فرمایا ہے۔

اے پیغمبر خدا کے تابعین یہ ہو گئے کہ وہ شخص جو علیؑ اور ان کے اہل بیت کو درست رکھے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں کا نام ہی شیعہ ہو گیا۔

اے پیغمبرؐ اپنی خواہش نفس سے کوئی بات نہیں کہتے ان کا کلام سوا وحی خدا کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنْ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ اُولٰٓئِكَ

يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ الْمَلَائِكَةُ

اور دوسرے اُس سرے کی آیت ۱۶۹ میں فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنْ اللّٰهِ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتُرُوْنَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۚ اُولٰٓئِكَ مَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ

اِلَّا السَّارَ وَلَا يَكَلِمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزِيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ

الْبِیِّن۔ ۱۷۰

حافظ: آیات شریفہ حق ہیں اور یقیناً اگر کوئی شخص ان آیات کو چھپائے تو ان آیات کے تحت آجائے گا لیکن ہم نے اب تک کسی ایسے حق کو نہیں پہچا جسے جس کو چھپا رہے ہوں۔ البتہ کسی جلی حق کو پہچان لینے کے بعد اگر پھر سفیدہ کریں تو ہم بھی انہیں آیات کے حکم میں ہوں گے۔ اور ہماری تمنا ہے کہ کسی وقت بھی ان آیات کے ذریعہ میں آئیں۔

خیر طلب سب خداوند عالم کے لطف و عنایت اور حضرت خاتم الانبیاء کے خاص توجہات سے جہاں تک مجھ سے ممکن ہے اُس حق کو بے نقاب کرتا ہوں۔ جو اظہار من الشمس ہے اور برداران عزیز پر دعا فرمیں جلسہ اہل تسنن کی طرف اشارہ کیا کرتا ہوں کہ غالباً دونوں مذکورہ آیتیں برابر ہماری نگاہوں کے سامنے رہیں گی تاکہ خدا انکو وہ ایانہ ہو کہ عادت اور تعصب غالب آجائے اور کسی اس حق پر پردہ ڈال دیا جائے۔

حافظ: میں خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ جس وقت کوئی حق بات مجھ پر ظاہر ہو جاتی ہے تو میں بے جا حجت نہیں کرتا۔ چونکہ آپ کو میرے ساتھ رہنے کا اتفاق نہیں ہوا اور میرے اخلاق سے واقف نہیں کہ میں کیسا عزم رکھتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ خواہش نفس پر غالب آؤں جب آپ دیکھیے کہ میں کسی بیان کے مقابلہ میں خاموش ہو گیا تو سمجھ لیجئے کہ میں اس موضوع میں فوری طرح سے مطمئن ہو گیا ہوں اگر میرے پاس بے جا حجت، مغالطہ دینے اور مطالبہ میں غالب رہنے کا کوئی جید ہوجی جب مجھ میں مجاہدہ نہیں کرتا ہوں۔ اور اگر ایسا کروں تو قطعاً ان دونوں آیتوں کی زد میں

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

ملے جو لوگ ان واضح آیتوں کو جو ہم نے باریت خلق کے لیے نازل کیا ہیں۔ چھپاتے ہیں اور بعد میں اس کے کہ ہم نے ان لوگوں کی باریت کے لیے کتاب میں جو کچھ بیان کیا ہے۔ پوشیدہ کرتے ہیں خدا اور تمام جن دانی اور محاکمہ اعلیٰ پر لعنت کرتے ہیں۔

ملے جو لوگ ان آیات کو چھپاتے ہیں۔ اور ان پر پردہ ڈالتے ہیں جن کو ہم نے آسمانی کتاب سے نازل کیا ہے اور ان کو تقریبی سچی حقیقت پر بیچ ڈالتے ہیں تو سوائے آتش جہنم کے ان کی کوئی نجات نہیں اور روز قیامت غیظ و غضب کی درجہ سے خدا ان سے بات نہیں کرے گا۔ ان کو بجااست معصیت سے پاک نہیں کریگا اعداں کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

آجاؤں گا۔ اب میں آپ کے بیانات حقہ سننے کے لئے حاضر ہوں اور امید کرتا ہوں کہ خدا ہم کو اور آپ کو حق کی طرف رہنمائی کرے گا۔

خیر طلب: حافظ ابو نعیم اسعنانی احمد بن عبد اللہ جو آپ کے اجتہاد علمائے عظام محدثین فہام اور محققین کرام میں سے ہیں۔ اور ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں اُن کی تعریف کی ہے کہ اکابر حفظ ثقات میں سے ہیں اور عالم محدثین ہیں اور اُن کی کتاب "حلیۃ الاولیاء" کی دس جلدیں بہترین کتابوں میں سے ہیں۔

اور صلاح الدین خلیل بن ابیک الصدی دانی بالوفیات میں اُن کے بارے میں کہتے ہیں کہ تاج الحمدین حافظ ابو نعیم علم دوز ہار و دیانت میں امام تھے روایات کے نقل و فہم اور حفظ دروایات میں بلند و بالا منزلت کے مالک تھے اور اُن کی بہترین تصنیفات میں سے حلیۃ الاولیاء کی دس جلدیں ہیں جو صحیحین سے مستخرج ہیں اور احادیث بخاری و مسلم کے علاوہ بہت سی ایسی حدیثیں نقل کی ہیں کہ گویا ان کو اپنے کانوں سے سنا ہے۔

اور محمد بن عبد اللہ الخطیب رجال مشکوٰۃ المعانیج میں اُن کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہومن مشائخ الحدیث الشقاۃ المعمول بحدیثہم المرجوع الی قولہم کیبر القدر و ولی من العصر ست وتسعون ستۃ۔

خلاصہ یہ کہ ایک ایسے چھپا توڑے سال کے عالم حافظ اور محدث جو آپ کے علاوہ کے نزدیک محل وثوق اور مایہ ناز ہیں اپنی معتبر کتاب "حلیۃ الاولیاء" میں اپنے اسناد کے ساتھ خیر امت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ:

مقام تشیع کی تشریح میں آیات و روایات

جب سورہ ۹۸ لایقینہ کی آیت ملا ان الذین امنوا و عملوا الصالحات اولئک ہم خیر السیرۃ جو آیت میں جنات عدن میں تھے تھا کہ انہا رخا الدین فیہا ابدا رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ دین جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیکو کار ہیں وہ یقیناً بہترین ہیں، ان کی جزا خدا کے نزدیک بہشت عدن کے باغ ہیں جن کے درختوں کے نیچے بہریں جاری ہیں وہ لوگ اُس بہشت میں ہمیشہ نجات سے بہرہ اندوز ہوں گے۔ خدا ان سے راضی ہے۔ اور وہ خدا سے خوش ہیں، نازل ہوئی تو رسول اللہ نے علی ابن ابی طالب سے خطاب کیا اور فرمایا کہ:

یا علی ہوا انت وشیعتک تا قیامت وشیعتک یوم القیامة راضین مرضین (یعنی یا علیؑ آیت مبارکہ میں خیرا بریہ سے تم اور تمہارے شیعوں کو مراد میں روز قیامت تم اور تمہارے شیعوں کی حالت میں آئیں گے کہ خاتم سے لاشیٰ ہو گا اور تم علیؑ خدا سے لاشیٰ خوشنود ہو گے،

ابوالموید موفی بن احمد خوافی نے مناقب کی سترھویں فصل میں حاکم ابو القاسم عبید اللہ الحکامی نے جو آپ کے معززین بزرگ کے قول اعلام میں سے ہیں کتاب شواہد التنزیل فی تفسیر القرآن میں محمد بن یوسف گنجی ثانی نے کفایت الطالب کے ص ۱۱۱ میں، سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامہ فی معرفۃ الائمہ کے صفحہ ۳۱ میں رجعت آیت، اور منذر بن محمد منذر نے اور مخصوص طرہ پر حاکم نے روایت کی ہے کہ حاکم ابو عبد اللہ حافظ نے جو آپ کے اکابر علماء میں سے ہیں، ہم کو خبر دی ایسے اسناد کیساتھ جو مرفوع ہیں یزید بن خلیل انصاری کا تب حضرت امیر المومنین علیؑ کرم اللہ وجہہ کی طرف کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ان حضرات سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا حضرت خاتم الانبیاءؑ کی رحلت کے وقت اُن حضرت کی پشت مبارک میرے سینے پر تھی۔ اُس وقت فرمایا۔ یا علی المرتضیٰ قول اللہ تعالیٰ ان الذین امنوا و عملوا الصالحات اولئک هم خیر البریۃ یا علی وشیعتک و معدی و معدہ الحوض اذا اجتمعوا الامم للحساب تدعون خیراً محجبین، (یعنی یا علیؑ تم نے یہ آیت شریفہ نہیں سنی ہے۔ اے صاحبان ایمان و اعمال صالحہ اور خیر البریہ، وہ تمہارے شیعوں میں اور میری اور تمہاری وعدہ گاہ حوض کوثر کے کنارے ہو گی جس وقت کل مخلوق حساب کے لیے جمع ہو گی تو تم غر محجبین کے پیکار سے جاؤ گے یعنی خوشی اور سفید چہرے والی)۔

جلال الدین سیوطی جو آپ کے مایہ ناز علماء میں سے ہیں اور نویں صدی ہجری میں اُن کو طایفہ دشت و جماعت کا مجدد مانا گیا ہے، رعبیہ صاحب نسخ القال نے لکھا ہے، اپنی تفسیر و التفسیر فی کتاب اللہ بالاثار میں ابو القاسم علی بن الحسن معروف براء بن مساکر مشقی سے جو خلافت کے زمانہ میں سے اور آپ کے خاص علماء کے محل وثوق ہیں رعبیہ کہ ابن خلکان نے دنیا و ایمان میں ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں بخاری نے رجال مسند ابی حنیفہ اور طبقات شافعی میں اور حافظ ابو سعید نے اپنی تاریخ میں اُن کی تعریف و توثیق کی ہے کہ ابن مساکر فخر شافعیہ اور اپنے زمانہ میں امام اہل حدیث تھے۔ کثیر المزمع عزیر الفضل ثقہ، صاحب تقوئے اور شہرہ میں علماء اہل سنت و جماعت کے درمیان مشہور تھے، روایت جابر بن عبد اللہ انصاری جو حضرت رسول خداؐ کے کبار صحابہ میں سے تھے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں خدمت رسول اکرمؐ میں حاضر تھا کہ اسنے میں علی بن ابی طالبؑ وارو ہوئے پیغمبرؐ نے فرمایا۔ والذی نقی بیدہ ان هذا وشیعتہ لہم العاشر یوم القیامة فتنزل ان الذین امنوا و عملوا الصالحات اولئک هم خیر البریۃ۔

(یعنی قسم اُس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ مرد اور اشارہ علی کی طرف) اور اُس کے شیعہ قیامت کے روز نجات یافتہ ہیں اس وقت آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

اور اسی تفسیر میں ابن عدی سے بروایت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں خدمت رسول میں تھا کہ آیت مذکورہ نازل ہوئی، رسول اللہ نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے فرمایا۔ تاتی انت وشیعتک یوم القیامۃ لراضیین مرضیین۔ (یعنی تم اور تمہارے شیعہ قیامت کے روز اس صورت سے آئیں گے کہ خدا سے راضی ہوں گے اور خدا تم لوگوں سے راضی ہوگا)

مناقب غار زمی فصل نہم میں پسند جا بر بن عبد اللہ انصاری نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں رسول اللہ کی خدمت میں تھا۔ علی علیہ السلام ہم لوگوں کے پاس آئے تو اس حضرت نے فرمایا۔ قد اتاکم انا یعنی تمہاری طرف آیا ہے میرا بھائی و علی اس کے بعد کعبہ کی طرف رخ کیا اور علی کا ہاتھ بچکھڑکے فرمایا۔ والذی نفسی بید الا ان هذا وشیعته هذا الغائون یوم القیامۃ (یعنی قسم اُس خدا کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ علی اور اُس کے شیعہ قیامت کے روز نجات یافتہ ہیں)۔

پھر فرمایا کہ یہ علی تم سب سے پہلے ایمان لائے، عہد خدا میں تم سب سے زیادہ با وفا ہیں رعایا کے درمیان تم سب سے زیادہ انصاف کرنے والے اور تم سب سے زیادہ عادلانہ تقسیم کرنے والے ہیں اور پروردگار کے نزدیک تم سب سے زیادہ اُن کا مرتبہ بلند ہے اُسی وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی اس کے بعد علی کسی مجمع کے اندر آتے تھے تو اصحاب پیغمبر کہتے تھے۔ جاء خیر البریۃ یعنی تمام لوگوں سے بہتر انسان آگیا۔ نیز ابن حجر نے صواعق میں اور ابن اثیر نے نہایہ جلد ۳ میں اس آیت شریفہ کی شان نزول میں یہی روایت

نقل کی ہے۔

جب اس کے علاوہ ابن حجر نے صواعق کے باب میں حافظ جمال الدین محمد بن یوسف زرنندی مدنی سے جو آپ کے قول فقہاء علماء میں سے ہیں نقل کیا ہے کہ جب آیت مذکورہ نازل ہوئی تو رسول اکرم نے علی سے فرمایا۔ یا علی انت وشیعتک خیر البریۃ تاتی یوم القیامۃ انت وشیعتک راضیین مرضیین و یا قی عدوک غضباناً مفسدین فقال من عدوکی قال من لبؤ منک ولعنک (یعنی یا علی تم اور تمہارے شیعہ کل مخلوقات سے بہتر ہیں تم اور تمہارے شیعہ قیامت کے روز اس حالت سے آئیں گے کہ خدا بھی تم سب سے راضی ہوگا۔ تمہارے دشمن غصے میں بھرے ہوئے آئیں گے اور ان کے ہاتھ گردنوں سے بندھے ہوں گے پھر امیر المؤمنین نے عرض کیا کہ میرا دشمن کون ہے! فرمایا جو شخص تم سے بیزاری اختیار کرے اور تمہارے اوپر لعن کرے۔

علامہ سمودی جو اہل عقیدہ میں حلقہ جمال الدین زرنندی مدنی اور نور الدین علی بن محمد بن احمد مالکی کی مشہور بہ ابن صباغ سے جو آپ کے اکابر علماء اور فحول فقہاء میں سے ہیں فضولی المہمہ ص ۱۲۲ میں ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ آیت مذکورہ نازل ہوئی تو رسول اکرمؐ نے علیؑ سے فرمایا ہوا انت و شیعتک تا قیوم القیامۃ انت و ہمد راضین مرضین یا قی اعداؤک خطبانا ص ۱۲۲ میں وہ بہترین مرویہ ہے اور تمہارے شیعیہ ہیں تم اور وہ لوگ روز قیامت سے اس طرح اٹھ گئے کہ خدا سے راضی ہوں گے اور خدا اُن سے راضی ہوگا اور تمہارے میں اس صورت سے آئیں گے کہ غرض سے میرے ہونے اور اُن کے ہونے اُن کی طرف سے منہ سے ہوں گے۔

میر تقی علی ہمدانی شافعی جو آپ کے معتمد علماء میں سے ہیں کتاب مودۃ القرابی میں اور ابن حجر منصف صواعق محرقة میں رسول اللہ کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین ام سلمہ سے نقل کرتے ہیں کہ اُن حضرتؐ نے فرمایا: یا علی انت و اصحابک فی الجنۃ انت و شیعتک فی الجنۃ یعنی یا علی تم اور تمہارے اصحاب و شیعیہ جنت میں رہو گے۔ خواہم کے اخطب الخباہد موفق بن احمد مناقب کی ایسی ہی فصل میں منہ کے ہاتھ حضرت رسولؐ خدا سے نقل کرتے ہیں کہ علیؑ سے فرمایا مثلک فی امتی مثل المسیح علیہ سلی و سلم یعنی تمہاری مثل امت میں حضرت مسیحؑ میں علیؑ کے مثل ہے جن کی قوم کے جن فرقے ہو گئے ایک فرقہ مومنین کا جو حواریہ میں تھے۔ ایک فرقہ اُن کے دشمنوں کا جو یہود تھے اور ایک فرقہ غلات کا جنہوں نے ان جناب کے بارے میں غلو کیا یعنی اُن کو خدا اور خدا کا شریک قرار دیا اور میری امت بھی تمہارے بارے میں فرقوں پر منقسم ہو جائے گی۔ فرقۃ شیعتک و ہمد المؤمنون یعنی ایک فرقہ تمہارے شیعوں کا ہے اور وہی مومنین ہیں۔ ایک فرقہ تمہارے دشمنوں کا ہے۔ اور وہ ناکین اور تمہارے عہد اور بیعت کو توڑنے والے ہیں اور ایک فرقہ تمہارے بارے میں غلو کرنے والوں کا ہے جو حکو حق اور گمراہ ہیں۔ تا انت یا علی و شیعتک فی الجنۃ و محبتو شیعتک فی الجنۃ و عدوک و العداۃ فیک فی النار یعنی تم یا علی اور تمہارے شیعیوں کے دوست بہشت میں ہوں گے۔ اور تمہارے دشمن اور تمہارے بارے میں غلو کرنے والے آتش جہنم میں جلیں گے۔

اس موقع پر نماز عشا کے لیے مؤذن کی آواز آئی اور سب حضرات نماز کے لیے اُٹھے نماز سے فراغت اور چائے نوشی کے بعد مولوی سید عبدالحمید صاحب جو نذر جانت کے لیے مسجد گئے تھے واپس ہوئے اور فرمایا کہ چونکہ میرا مکان قریب تھا لہذا یہ چند کلمات اپنے ساتھ لیتا آیا ہوں جو تفسیر سیوطی مودۃ القرابی، مسند امام احمد بن حنبل اور مناقب غوارزی میں دیکھتا ہوں جسوں کی آخری شب تک میرے پاس رہیں لگتا ہیں کھول کر وہ حدیثیں اور ان کے علاوہ چند دوسری حدیثیں جو اس مسئلہ کی تائید میں تھیں پڑھی گئیں۔ مولوی صاحبان کے چہروں کا رنگ متغیر ہوتا تھا۔ اور میں خاص طور سے دیکھ رہا تھا کہ اپنے پیروؤں کے سامنے کس قدر منہ ہوسے ہیں، جن وقت مودۃ القرابی

میں حدیث بالا کو پڑھا تو اس کے علاوہ ایک دوسری حدیث بھی نظر آئی۔ انہوں نے پڑھا کہ اہل مونیۃ رسول اکرم سے معاہدہ کرتے ہیں کہ ان حضرات نے فرمایا یا علی مستقدم علی اللہ انت وشیعتک راضین موصیین ولیقہ علیہ عدل و غضبانہ مقصحین (یعنی یا علی عنقریب تم اور تمہارے شیعہ اس صورت سے خدا کے سامنے آئیں گے کہ خدا سے راضی ہوں گے۔ اور خدا ان سے راضی ہو گا اور تمہارے دشمن خدا پر غصے میں ممبرے ہوئے دار و دہوں گے اس حالت سے کہ ان کے ہاتھ ان کی گردنوں پر بندھے ہوں گے۔)

خیر طلب: یہ تھا ایک مختصر نمونہ ان حکم دلائل میں سے جن کو کتاب خدا اور معتبر اخبار و احادیث کی تائید حاصل ہے جو آپ کے اکابر علماء کی کتابوں میں موجود ہے علاوہ ان روایات کے جو علمائے شیعہ کی تمام کتابوں اور تفسیروں میں منقول ہیں۔ اگر میں چاہوں تو پروردگار کی تائید تو فوق سے صرف اپنی یادداشت پر اپنی کتابوں کے ذریعہ سے جو آپ کے سامنے رکھی ہوئی ہیں، صبح تک برابر اس مقصد پر دلیلیں پیش کر سکتا ہوں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ نمونے اور رخ اشتباہ کے لیے اسی قدر روایات کا نقل کرنا کافی ہو گا۔ تاکہ آپ حضرات اس کے بعد معاندین کی بے سر دیا باتیں زبان پر نہ لائیں اور خارجیوں، ناصبیوں اور امویوں کے گھڑے ہوئے جملوں سے بے خبر عوام کو یہ دھوکا نہ دیں کہ لفظ شیعہ کا موجد ملعون یہودی عبداللہ ابن سبا تھا۔

حضرات محترم اہم شیعہ یہودی نہیں ہیں بلکہ محمدی ہیں اور پیروان علی کے لیے لفظ شیعہ کا موجد بھی ملعون عبداللہ ابن سبا نہیں تھا۔ بلکہ رسول اکرم کی ذات مبارک علی نیز ہم لوگ عبداللہ کو ایک منافق اور ملعون شخص سمجھتے ہیں۔ اور کی فردیا جماعت کی تقلید بغیر دلیل و برہان کے نہیں کہتے جیسا آپ نے فرمایا ہے کہ زمانہ عثمان کے بعد سے پیروان علی پر لفظ شیعہ کا اطلاق کیا گیا ہے بلکہ خود پیغمبر کے زمانہ میں اسی حضرت کے خاص خاص صحابہ کو شیعہ کہا جاتا تھا، جیسا کہ حافظ ابو حاتم رازی کتاب "الترغیۃ" میں جو انہوں نے صاحبان علوم کے درمیان درجہ العالی کی تشریح میں لکھی ہے۔ لکھتے ہیں کہ پہلا نام جو زمانہ رسول خدا میں اسلام کے اندر وجود میں آیا وہ شیعہ تھا اور صحابہ میں سے چار افراد اس لقب کے حامل تھے۔ ابوذر غفاری۔ سلمان فارسی۔ مقداد ابن ابی کندی اور عمار یا سہاب۔ حضرات غور فرمائیں کہ عیسیٰ کیونکر ممکن ہے، کہ پیغمبر کے زمانہ میں جن خاص بلکہ خدا درگاہوں کے محبوب صحابہ میں چار افراد لقب شیعہ کے ساتھ یاد کیے جائیں اور اور پیغمبر سمجھتے ہوں کہ شیعہ بدعت ہے۔ پھر بھی لوگوں کو منع نہ فرمائیں چنانچہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان لوگوں نے خود پیغمبر سے سنا تھا کہ علی کے شیعہ نجات یافتہ ہیں لہذا اس کو ذریعہ افتخار سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ ان حضرات کو کلمہ کلاشیعہ کہتے تھے۔

سلمان والوزر اور مقداد و عسار کی منزل

اس بیان سے قطع نظر آپ حضرات محل اصحاب کو حجت سمجھتے ہیں اور اس خبر سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ فرمایا۔ ان اصحاب کا انجوم باہم ماقتلہ تیمم اہتدایم ربیعہ بن یحییٰ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے تو کیا ابوالخضاع نے اپنی تاریخ میں نہیں لکھا ہے کہ یہ چار نفر جو اصحاب پیغمبر میں سے تھے۔ سقیفہ بنی سادہ کے روز علی کی پہلا ہی میں ابوبکر کی بیعت پر تیار نہیں ہوئے۔ پھر آپ حضرات کسی وجہ سے ان کے محل اور بیعت سے انحراف کو حجت نہیں سمجھتے ہیں! باوجودیکہ خود آپ کے علاوہ لکھا ہے کہ یہ حضرات خدا اور رسول کے محبوب تھے۔ چنانچہ ہم لوگ بھی انہیں کی پیروی کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ حضرت علی کے پیرو تھے۔ لہذا خود آپ ہی کی منقولہ حدیث کے ماتحت ہم ہدایت کے راستے پر ہیں۔

آپ حضرات کی ہوا سے وقت کو لٹا کر تے ہوئے آپ کے بیٹے چہرہ دانیس نقل کرتا ہوں عاقل ابولیم اصعبانی نے علیہ السلام جلد اول ص ۱۴۱ میں اور جوہر کی نے ان چالیس حدیثوں میں سے جو انہوں نے موافق عمرہ کے اندر حضرت علی کے فضائل میں لکھی ہیں۔ پانچویں حدیث میں ترمذی اور حاکم نے بریدہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم نے فرمایا۔ ان اللہ احسنی بحب اربعۃ و احسن فی انہ یحبہم۔ یعنی خدا نے مجھ کو چار شخصوں کی دوستی کا حکم دیا ہے اور مجھ کو خبر دی ہے کہ وہ مجھ ہی ان کو دوست رکھتا ہے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ چار نفر کون ہیں؟ تو فرمایا۔ علی بن ابی طالب والوزر و مقداد و سلمان۔

ابن جریر نے حدیث علی بن ترمذی سے اور حاکم نے انس بن مالک سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔ الجنة تشاق الی ثلاثۃ علی و عمار و سلمان ربیعہ بن یحییٰ تین شخصوں کی مشتاق ہے۔ اور وہ تینوں علی و عمار و سلمان ہیں۔

تو کیا رسول اللہ کے اہل اصحاب خاص کا طریقہ اور طریق جو محبوب خدا اور رسول اور جنت میں سید ہے اور حال قابل افتخار ہے تاکہ مسلمانوں کے لئے قابل قبول اور لائق تقلید بن سکے! کیا یہ ایک خرمناک بات نہیں ہے کہ آپ کی نظر میں اصحاب میں تو ہی لوگ ہیں جنہوں نے سقیفہ کے کفیل سے موافقت کی اور بقیہ رسول اللہ کے پاک صحابہ جنہوں نے اہل سقیفہ کے مقصد سے مخالفت کا رجحان اختیار سے ساقط اور بے اثر بن کر رہ گئے! ایسی صورت میں تو بہتر یہ تھا کہ جو حدیث آپ حضرات نے نقل کی ہے اس کو عمومیت کی نظر سے نہ دیکھتے بلکہ جتنے کہ

اَنْ بعض اصحابی کے انجھوم۔ تاکہ اس مصیبت میں گرفتار نہ ہوتے اور ہم لوگوں کو بھی دائرۂ ہدایت سے خارج نہ ہوتے۔

خلفاء دیالمہ اور غا زال خال و رشاہ خدا بندہ کے زمانہ میں ایرانیوں کی توجہ اور تشیع کا سبب

لیکن آپ نے جو یہ فرمایا کہ شیعہ مذہب ایک سیاسی مذہب ہے اور جو بس ایرانیوں نے عربوں کی سلطنت اور اقتدار سے جان بچانے کے لیے اس کو سیاست کے نظریہ سے قبول کیا ہے تو آپ نے بڑا ظلم کیا کہ بغیر توجہ اور غور و فکر کے اسلاف کی پیروی میں ایسا فرما دیا اس لیے کہ میں اس سے قبل ثابت کر چکا ہوں کہ شیعہ ایک اسلامی مذہب ہے اس کا ایک ایسا طریقہ ہے جس کو خاتم الانبیاء نے خدا کے حکم سے امت کے سامنے رکھا۔ ہم لوگ اُس حضرت ہی کے حکم سے امیر المؤمنین حضرت علیؑ اور ان کی اولاد طاہرین علیہم السلام کی پیروی کرتے ہیں اور حق کی امید میں اُن ہدایت کے مطابق جو ان حضرات نے ہم کو دیئے ہیں، ہم اُن پر عمل کرتے ہیں آپ نے کو نجات کا حق سمجھتے ہیں بلکہ جن لوگوں نے بغیر رسول اللہؐ کی کسی چھوٹی سی چھوٹی ہدایت کے سیقے کی بنیاد قائم کی وہ البتہ سیاسی تھے نہ کہ بغیر کے ارشاد سے عترت طاہرہ کی پیروی کرنے والے کیونکہ عترت و اہل بیت رسالت کی پیروی کے بیٹے تو اُن حضرات سے ہدایت مل چکی ہے اور آپ کی معتبر کتابوں میں کثرت سے اس کا ذکر موجود ہے لیکن سیقیفہ اور اہل سیقیفہ کی پیروی میں خلیفہ سازی کے عنوان سے کبھی کوئی فرمان صادر نہیں ہوا ہے اس کے علاوہ منزل ولایت امیر المؤمنین و اہل بیت طاہرین علیہم السلام کی طرف ایرانیوں کی توجہ کے بارے میں حضرات اہل تسنن نے غنا و تعصب کے تحت یا عادت کی مطابق خلفاء عن سلف بغیر غور و تحقیق کے فیصلہ کیا ہے اور اسی طرح دوسرے مصنفین کو جو اہل تسنن کیساتھ رہنے پہنے اور ان کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کی وجہ سے دھوکے میں مبتلا ہو گئے ہیں، تنہا پیش قاضی ردی راضی آئی کی مشہور مثل کے موافق یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ایرانیوں نے از روئے سیاست مذہب حق تشیع اختیار کیا ہے۔

درحقیقت یا تو جاہل نہیں ہے یا ممکن نہیں ہو سکا کہ غور کریں اور عادت و تعصب سے الگ ہو کر امیر المؤمنینؑ اور ان کے اہل بیت کی طرف ایرانیوں کی توجہ اور ان کے ساتھ وابستگی کی اصل وجہ دریافت کریں ورنہ اگر غور سے وقت اور غور و تامل سے کام لیتے تو حقیقت تک رسائی ہو جاتی اور سمجھ لینے کہ کوئی بھی فرد یا قوم اگر کوئی عمل سیاست کے نظریہ سے انجام دیتی ہے تو وہ وقتی ہوتا ہے۔ اور نتیجہ برآمد ہو جانے اور مطلب و مقصد حاصل کر لینے کے بعد

جس راستے سے اُنی تھی اسی راہ پر چلنا چاہیے۔ یہ کہ ہزاروں سال اس عقیدہ حق پر قائم رہیں، اس راہ میں جان باریاں دکھائیں۔ یہاں تک کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے بعد اپنے خون سے کلمہ علی ولی اللہ کی حفاظت کریں اور اس پر فخر کریں۔

لہذا ہمیں تاریخ کو روشن کرنے کے لئے آپ حضرات کی اجازت سے اصدقت کا لحاظ کرتے ہوئے فقہ شافعی کے ساتھ دوسرے مذاہب اقسام کے درمیان اُن حضرت اور اُن کے اہل بیت طاہرین کیساتھ ایرانیوں کی مابستکی کا حقیقی سبب عرض کرتا ہوں تاکہ آپ یہ سمجھ لیں کہ ان لوگوں نے سیاست کے نقطہ نظر سے تشیع کا اظہار نہیں کیا بلکہ حقیقت و بران اور قلبی نگاہ کی جہالت سے تشیع کا حق مذہب اختیار کیا۔

اولاً ایرانیوں کی عقل و فطرت کا یہ تقاضا ہے کہ اگر جہالت اور عادت و تعصب مانع نہ ہو تو حق اور حقیقت کو جلد سمجھ لیتے ہیں اور دل و جان سے قبول کر لیتے ہیں چنانچہ جب عرب مسلمانوں نے ایرانیوں کو فتح کیا تو باوجودیکہ ان لوگوں کو کامل آزادی دے رکھی تھی اور مقدس دین اسلام کو قبول کرنے کے لئے کوئی جبر و تشدد نہیں کرتے تھے پھر بھی مسلمانوں کیساتھ معاشرت اور وقت نظر کیساتھ تحقیق کرنے کے تیو میں جیسے ہی حقیقت اسلام کا سراغ لگایا فوراً کئی ہزار سال کے دین جبریت اور آتش پرستی کو باطل قرار دے دیا اور انتہائی شوق و رجحان اور قلبی تعلق کے ساتھ خداؤں و پیران ویزواں کے عقیدے سے منہ موڑ کے دین زہدایت کو اختیار کر لیا اور اسی طرح جس وقت مذہب شیعہ یعنی حضرت علی علیہ السلام کی پیروی کے برحق ہونے پر شوس و لیلیں نظر آئیں تو عقل و دانش کے حکم سے اس کے اعتبار اور پیروی کو فرض سمجھا۔

نیز آپ کے بہت سے کم فہم مصنفین کے قول کے برخلاف مقام ولایت پر ایرانیوں کی توجہ اور امیر المومنین سے اُن کا رابطہ خلافت اور ان و مامون کے زمانے میں پیدا نہیں ہوا بلکہ خود رسول اللہ کے عہد سے نقل مودت نے ایرانیوں کے دل میں اپنی جڑیں پھیلائی۔

کیونکہ جب کوئی ایرانی مدعیے آقا تھا، اور مسلمان ہوتا تھا تو خصوصاً ایرانی ذکاوت اور ہوشمندی کی بنا پر حضرت علیؑ میں حق اور حقیقت کا سامنا کرتا تھا، لہذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم اور اسٹائی سے ولایت علیؑ کی جمل مین اور ریسماں حکم سے متک ہوجاتا تھا۔ اس سلسلے کی پہلی کڑی سلطان خداسی تھے جو ایمان کے سارے درجہ اور مراتب پر فائز ہوئے یہاں تک کہ قائم الانبیاء نے جیسا کہ فریغین کے علاوہ نے لکھا ہے اُن کے بارے میں فرمایا۔
سلمان منا اہلبیت۔ یعنی سلمان ہم اہل بیت سے ہیں۔ اور وہ اسی زمانے سے سلمان محمدی مشہور ہوئے یہ سلمان خاص شیعوں میں سے ولایت امیر المومنین سے متک اور سقیفہ کے شدید مخالفین میں سے تھے جن کی پیروی آپ کی کتابوں میں منقول حدیث کے حکم سے شاہراہ ہایت ہے۔ اسی لئے کہ حضرت علیؑ کے بارے میں انہوں

نئے قرآن مجید کی آیات اور رسول اللہ کے بیانات سننے سے حق اور عین الیقین کے ساتھ سمجھ لیا تھا کہ علیؑ کی اطاعت
خدا و رسولؐ کی اطاعت ہے کیونکہ رسول برحق کو بار بار یہ فرماتے ہوئے سنتے تھے کہ من اطاع علیا فقد اطاعنی ومن اطاع
فقد اطاع اللہ ومن خالف علیا فقد خالفنی ومن خالفنی فقد خالف اللہ یعنی جس نے علیؑ کی اطاعت
کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے میری اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی اور جس شخص نے علیؑ کی مخالفت
کی اُس نے میری مخالفت کی اور جس نے میری مخالفت کی اُس نے خدا کی مخالفت کی اُس کے علاوہ جو ایرانی، عجمی
مدینے پہنچا اور مسلمان ہوا خواہ پیغمبرؐ کے زمانے میں ہو یا بعد کے عہد و دہائیوں میں وہ ان حضرات کے سلسلے میں اطاعت
میں داخل ہو جاتا تھا اسی وجہ سے خلیفہ ثانی کو سخت تعصب پیدا ہوا اور ان لوگوں پر پابندیاں لگانے کا ہتھیار کیا۔
چنانچہ انہیں پابندیوں اور سختیوں سے اُن کے دلوں میں کینہ اور عداوت پیدا کر دی اور وہ لوگ بہت متاثر ہوئے
کہ رسول اللہ کی میرٹ اور ہدایات کی خلاف گیری نے ہم کو کس لیے راندہ و گماہ اور حقوق اسلام سے محروم بنا دیا ہے ان
باتوں کے علاوہ جس چیز نے سب سے زیادہ ایرانیوں کو حضرت علیؑ کی بلند منزلت اور اُن کی عترت طاہرہ کی طرف متوجہ کیا
کہ انہوں نے اُس حضرت کے بارے میں پوری تحقیقات کی اور آپ کی محبت اُن کے دلوں میں جا گریں ہو گئی وہ مقصد
ایرانی شاہزادوں کے لیے امیر المومنین علیہ السلام کی مکمل طرفداری تھی کیونکہ جس وقت مدائن (میسوق) کے قیدی معینہ
لائے گئے تو خلیفہ ثانی نے حکم دیا کہ ساری مقیدہ عورتوں کو مسلمانوں کی کینزری میں دیدیا جائے امیر المومنین نے منع کیا اور
فرمایا کہ بادشاہوں کی اولاد مستحق اور لائق احترام ہے۔ یہ وجہ و شہنشاہ ایران کی دولہائیاں بھی امیروں میں ہیں، ان
کو کینزری میں نہیں دیا جاسکتا خلیفہ نے کہا پھر کیا کرنا چاہیے؟ حضرت نے فرمایا کہ ان کو حکم دیجئے کہ ابلیس اور مسلمانوں
میں سے جس شخص کو چاہیں آزاد کر کے ساتھ اپنی شوہری کے لیے منتخب کر لیں چنانچہ اُس حضرت کے ارشاد کی مطابقت
ان دونوں لڑکیوں نے اٹھ کر اصحاب کے درمیان ایک نظر ڈال، شاہ زماناں نے محمد بن ابی بکر کو درجہ حضرت
کے پروردہ اور ربیب تھے، اور شہر بانو نے سبط رسولؐ حضرت امام حسینؑ کو انتخاب کیا اور عقد شری کے ساتھ
اُن کے گھروں میں گئیں۔ شاہ زماناں سے خدا نے محمد کو ایک فرزند عطا فرمایا جن کا نام قاسم نقیہ تھا اور یہ امام ششم حضرت
صادق آل محمد علیہ السلام کی مادر گرامی ام فروہ کے پد بنگوار ہیں۔ اور شہر بانو سے امام چہارم حضرت زین العابدین علیہ السلام
متولد ہوئے جس وقت یہ خبر ایرانی شاہزادوں کے لیے حضرت کی طرفداری کی اطلاع ایمان والوں کو پہنچی تو اُن کو
آپ کی ذات مبارک سے ایک خاص ربط پیدا ہو گیا اور یہی معاملہ اور حضرت کے ساتھ تعلق خاطر اس کا سبب
بنا کہ وہ آپ کے بارے میں گہری جانچ پڑتال کریں۔ خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کے ہاتھوں ایران کے فتح ہونے
کے بعد جب اُن سے قریب ہوئے تو دلائل حق کے ساتھ اُن حضرت کی ولایت و امامت اور خلافت بلا فصل پر
ایمان لائے اور پوری قلبی توجہ حاصل کی اور جیسے ہی مانع بظرف ہوا اور موقع ملتا آیا اپنے عقائد اور قلبی تعلق کا اعلان

مغلوں کے دور میں تشیع کا ظہور

قاضی القضاۃ کے ساتھ علامہ حلی کا مناظرہ

ان مہاتموں اور فاضلوں کے نتیجہ میں جو دوبار شاہی میں بادشاہ کے سامنے ممتاز زمانہ اور اس دور کے حایہ
عالم شیعہ عالم جاہل المقتدہ والدین حکام کبیر حسن بن یوسف بن علی بن مظہر علی اور اس زمانہ کے علماء اہل سنت میں
افضل داعی خواجہ نظام الدین عبد الملک مرعی القضاۃ شافعی کے درمیان واقع ہوئے اور اس سلسلے میں امامت
کا بیعت موضوع گفتگو قرار پایا۔ جس میں جناب علامہ نے حکم اور قاطع دلائل و دلائل اور ایسی وضاحت کے
ساتھ امیر المومنین علیہ السلام کی امامت و خلافت بلا فصل کو ثابت اور دوسروں کے دعوے کو رد فرمایا کہ ہرگز
دوبار سے کسی کو شک و شبہ کا گنجائش نہیں رہی۔ یہاں تک کہ خواجہ نظام الدین نے کہا کہ جناب علامہ کی دلیلیں
بہت روشن اور قوی ہیں لیکن چونکہ ہمارے اسلاف ایک راستے پر گامزن رہے ہیں۔ لہذا ہم کو بھی چاہیے کہ ہم
کو خاموش کر کے اور کلام اسلام میں تفرقہ اندازی سے بچنے کے لیے اُسی راہ پر چلتے رہیں اور پردہ فاشی ذکر میں جو کہ
اس موقع پر بادشاہ کے دل میں تصعب نہیں تھا اور گوش تحقیق سے دونوں طرف کی دلیلیں سن رہا تھا۔ لہذا اس کا

کے خاتمے پر مذہب شیعہ کی حقیقت اس پر ظاہر اور روشن ہو گئی اور اُس نے مذہب حقہ امامیہ اختیار کر لیا۔ اور تمام بلاد ایران میں شیعہ مذہب کی آزادی کا اعلان نافذ کر دیا۔ اور اسی وقت سے سارے حکام اور ولایتوں کے گورنروں کو اطلاع دے دی۔ کہ ساری مسجدوں اور محجوں میں امیر المومنینؑ اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے نام کا خطبہ پڑھیں اور حکم دیا کہ دیناروں پر تین متوازی سطروں میں کلمہ طیبہ کا اللہ الا محمد رسول اللہ علی ولی اللہ کا سکہ نقش کیا جائے۔

بناب علامہ حلی کو جنہیں ایک اختلافی مسئلہ حل کرنے کے لئے جلد سے بلوایا تھا اور اسی کی بنا پر اُس جلسے میں مناظرہ کا دروازہ کھل گیا۔ اور تشیع کی حقیقت ظاہر ہوئی، اپنے پاس ٹھہرایا آپ کے لئے مدرسہ ستیاء تعمیر کیا اور طالبانِ مسلم آپ کے گرد جمع ہو گئے چونکہ آپ بلا تقبیہ اور کھلم کھلا حقائق کو بیان فرماتے تھے لہذا بے خبر لوگوں نے بھی طریقہ حقہ امامیہ کا پتہ لگا لیا، ولایت کا آفتاب درخشاں ابرِ خفا سے باہر آ گیا اور اسی زمانے سے مذہب حقہ، شیعہ کی روشنی جہالت و نادانی کا پردہ چاک کر کے ظاہر فرمایاں ہوئی۔

تقریباً سات سو سال کے بعد با اقتدار صفوی بادشاہوں کی حمایت اور اُس زمانے کی مکمل تبلیغات کے اثر سے باطل تیرہ دتار بادل بالکل چھٹ گئے اور ولایت و امامت کا آفتاب عالمگیر ضیاء پاشی کرنے لگا۔ چنانچہ ایرانی اگرچہ ایک روز جو سنی اور دو خداؤں (ریزواں و اہرن) کے معتقد تھے لیکن جس وقت سے انہوں نے اہل اسلام کے عقلی دلائل و براہین کو سنا ان کو دل جہان سے قبول کیا اور اب تک پورے غلوں کے ساتھ اپنے اسلامی عقیدے پر ثابت قدم ہیں۔

اگر ایرانیوں میں چند افراد ایسے پیدا ہو جائیں جو جو سنی ہوں یا کسی طریقے کے پابند نہ ہوں۔ یا غلات کے سلسلے میں شامل ہو کر حضرت علیؑ کو ان کی منزل سے بلند کر کے الوہیت کے درجے پر پہنچا دیں اور ان کو بندوں کا خالق و رازق سمجھنے لگیں۔ یا حلول و اتحاد اور وحدت وجود کے قائل ہوں تو اس کو پاک نفس ایرانیوں کی اصل جماعت اور اکثریت سے کوئی ربط نہیں ہے۔

اس طرح کے غیر مناسب اور بے عقل و خرد افراد ہر قوم و ملت میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن شریف و عقلمند ایرانی قوم کی اکثریت وحدانیت حق تعالیٰ اور نبوت خاتم الانبیاءؑ پر معین و عقیدے ایمان کی حامل ہے۔ اور رسول اللہ کے حب الکلم سب امیر المومنینؑ اور ان حضرت کے گیارہ فرزندان کے پیرو ہیں۔

حافظہ آپ کے لیے حمازی، مکی اور مدنی بزرگ سے تعجب ہے کہ چند روز کے لیے ایران میں قیام کو کیا تو ایرانیوں کی اس قدر طرفداری کر رہے ہیں۔ اور ان کو علی کرم اللہ وجہہ کا پیرو سمجھتے ہیں باوجودیکہ علیؑ خود خدا سے تھائی کے مطیع و فرمانبردار بندے تھے لیکن ایرانی شیعہ سب کے سب آپ کو خدا سمجھتے ہیں اور

خدا سے جدا نہیں جانتے اور اپنے اشعار میں آپ کو نمبر لا حق بلکہ میں حق قرار دیتے ہیں۔
 چنانچہ ان کے دلیالوں اور مکتوبات میں اس طرح کی کفریات واضح طور پر موجود ہیں کیا اس قسم کے
 اشعار ایرانی شیعہ علما میں سے صادر ہوئیں ہیں جنہیں علی کم ازہ جبکہ وہ ان سے نظم کرتے ہیں مدجالا کو علی قطعاً
 اس قسم کے عقیدے سے بیزار ہیں)

من علیہم عیب و کفر لا ستم چوں بہ کفر لا رس الا ستم
 یعنی از اللہ و لا بلا ستم نقطہ و اسم بالاد باد گویا ستم
 کثرت تاقرات پندارت کند
 منظر کل مجائب کیمت من منظر ستر عرا ب کیمت من
 صاحب جہان فراس کیمت در حقیقت ذات محبوب کیمت من
 ایک دوسرے شخص نے کہا ہے۔

وہ مذہب مارغان (گاہ گرگم) اللہ علی علی اصمت اللہ

خیر مطلب: آپ سے تعجب ہے کہ بغیر تحقیق کے تمام ایرانی شیعوں کو غالی اور علی پرست سمجھتے ہیں اور
 اس قسم کی باتوں سے بے خبر تہنی بھائیوں کے سامنے معاملے کو شتبہ کہہ کے برادر کشی کا ہروازہ کھولتے ہیں چنانچہ
 افغانستان، ہندوستان، ازبکستان اور تاجیکستان وغیرہ میں اس قدر شیعہ مسلمانوں کو قتل کیا گیا کہ خون کے
 دھارے بہ گئے۔

ازبکستان اور ترکستان کے مسلمان اپنے علماء کے بیڑگانے سے بگتے تھے کہ شیعہ علی پرست، مشرک
 اور کافر ہیں اور ان کا قتل واجب ہے۔ ان سبوں نے ایرانی مسلمانوں کا اس کثرت سے خون بہا یا کہ تاریخ کے صفحات
 کو افسوس بھرا دیا۔

یہ جیسے نئی تمام آپ کے ایسے بزرگ عساکر رہنمائی میں ایرانی مسلمانوں کو نگاہ کینہہ کفر و شرک اور ازہاد
 کے خیال سے دیکھتے ہیں۔

گذشتہ ذہانوں میں ترکمان، ترک خراسان کے راستے میں سر راہ ایرانی قاتلوں کو گرفتار کر کے قتل و غارت
 میں مشغول ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ ہر شخص سات عدد درافضیوں (شیعوں) کو قتل کر دے اُس پر بہشت واجب
 ہو سہاتی ہے۔

تھیں طور پر جان لیوے کہ اس طرح کے افعال اور قتل عام کی جواب دی آپ ہی جیسے حضرات کے فہم ہے
 جہان کے قانون شہداء ات ڈالتے ہیں کہ شیعہ علی پرست، مشرک اور کافر ہیں اور بے خبر عقیدت مند مسیحی عوام

یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذررۃ و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکنوکم عند اللہ التکبر لہ اس نے فضل و شرف اور بزرگی تقویٰ میں قرار دی ہے۔

نیز اسی سورہ کی آیت نمبر میں فرمایا ہے۔ انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم۔ یعنی سوا اس کے نہیں ہے کہ سب مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں لہذا ہمیشہ اپنے ایمانی بھائیوں کے درمیان اگر کوئی نزاع پیدا ہو تو صلح کرادیا کرو چنانچہ ایشیائی، افریقی، یورپی اور امریکی سفید و سیاہ، سرخ و دھواں شہرستانی اور کوہستانی نسلوں کے جدا فرادلائے اسلام اور کلمہ طیب بکواللہ اللہ محمد رسول اللہ کے ماتحت آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ایک دوسرے پر کون فخر و مبالغہات نہیں رکھتے۔

اسلام کے عظیم المرتبت قائد حضرت خاتم الانبیاء نے علیٰ طور پر بھی اس کا ثبوت دیا ہے ہم سے سلمان فارسی کو روم سے حبیب رومی کو اور حبش سے بلال سیاہ کو اپنے آغوش محبت میں قبول فرمایا لیکن اپنے شریف النسل چچا ابولہب کو جو عرب کی بہترین نسل سے تھا اپنے سے و در فرما دیا اور اس کی مذمت میں ایک سورہ نازل ہو جس میں قرآن کریم پر اشارہ ہے۔ ثبت ید الابی لہب یعنی ابولہب کے دونوں ہاتھ قطع ہو جائیں و جد رسول اللہ کے دیرپے آثار رکھتے۔

سارے فسادات اور لڑائیاں نسلی تفاخرات کی بنا پر ہوتی ہیں

انسانوں کے تمام فتنہ و مناوہ جنگ و جدال انہیں نسل تفاخرات اور جاہلانہ تعصبات کی بنا پر ہیں۔ جرمنی کے باشندے کہتے ہیں کہ آریں اور جرمنی نسل سب سے بگڑے ہوئے ہیں کہ سرداری کا حق ان کی زرد نسل کو حاصل ہے اور لیرپ ولسے کہتے ہیں کہ سفید نام لوگ حاکم اور سب کے اوپر فخر ہیں۔ امریکہ کے متمدن مالک میں اب تک سیاہ غلام لوگ اجتماعی حقوق سے محروم ہیں۔ یہاں تک کہ سفید غلاموں کے کیفے سینا اور مہمان خانوں میں داخل ہونے کا حق نہیں رکھتے اور سیاہ غلام عیسائی کو سفید غلاموں کے کلیسا میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ قلعہ خیمرات یہ ہے کہ عمارت گاہ میں بھی ایک دوسرے کے برابر نہیں سمجھتے کہ حد اربعہ میں سیاہ کھال کے غلام اور داخل اگر سفید کھال کے دانشمندوں کے جلسوں میں جاتے ہیں تو ان کا فرض ہے کہ جمتے اتارنے کی جگہ

شعائے انسانیوں نے سب کو برابر عدالت سے پیدا کیا ہے۔ اور ان میں مختلف صفات ہیں اور تقیہ قرار دیتے۔ تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکیں اور کلمہ کو اصل و نسب اور نسل سر مایہ اختیار نہیں جہاں جگہ خدا کے نزدیک تم سب میں زیادہ بزرگی ہے۔ جو تم لوگوں میں سب سے زیادہ پر بیزگور ہے۔

بھیجیں ان کو سفید فاموں کے سامنے علم و ہنر کا اظہار نہ کرنا چاہیے ایک بوڑھے سیاہ فام کو چاہیے کہ سفید فام جوان کے سامنے تعظیم بجالائے اور میطیع و فرمانبردار رہے۔ سفید فام اساتذہ سیاہ فاموں کو اپنے مدرسہ میں داخل نہیں کرتے، بیان تک کہ ریلوے اسٹیشنوں پر اگر کوئی سیاہ فام چھوٹ گیا ہو تو اس کو سفید فاموں کے مسافر خانوں میں گھسنے کا اختیار نہیں۔ خلاصہ یہ کہ امریکہ میں سیاہ فام لوگ باوجود ان کوششوں کے جو ان لوگوں کی آزادی کے لیے عمل میں لائی جاتی ہیں، حیرانات میں شمار ہوتے ہیں اور سفید فاموں کی طرح وسائل مدت سے ناکام نہیں اٹھا سکتے۔ لیکن مقدس دین اسلام نے سارے یہود اور مسیحیوں کو تیرہ سو سال پہلے ہی درمیان سے اٹھا دیا تھا۔ اس کا اعلان ہے کہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں چاہے جس نسل اور قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں۔ یورپ ایشیا، امریکہ اور افریقہ کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ ایک دوسرے کے لیے خلوص و محبت کا آغوش کھلا رکھیں اور دنیا کے جس مقام پر بھی ہوں ہمیشہ ایک دوسرے کے بار و غلگزار رہیں۔ اسلام حجازی، مکی اور مدنی مسلمانوں اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں کرتا۔ چنانچہ اگر میری نسل حجازی، قریشی، ہاشمی اور مدنی ہے تو جائز نہیں ہے کہ سچی بات کو چھپاؤں اور مہمل خیالات کی بنا پر حق کو پس پشت ڈال دوں۔ میں قطعی طور پر حجازی گمراہوں سے متنفر اور ایرانی شیعوں کا دوستدار ہوں۔

مادروں را بسنگیم و حال را / نے دروں را بسنگیم و قال را

دوسری چیز یہ ہے کہ آپ نے ایرانی غالیوں کو بغیر کسی مناسبت اور دلیل و برہان کے پاک باز متحد اور خالص شیعوں کے ساتھ مخلوط کر دیا ہے۔

غالیوں کے عقائد ان کی مذمت اور لعن بعد اللہ ابن سبا

امیر المومنین علی علیہ السلام کے شیعہ سب کے سب حق تعالیٰ کے خالص بندے ہیں۔ خدا اور اس کے بندے و رسول محمد کے میطیع و فرمانبردار ہیں اور علی ابن ابی طالب کے بارے میں پیغمبر نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کے علاوہ نہ اور کچھ کہتے ہیں نہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ ہم لوگ حضرت علی کو پروردگار کا عبد صالح اور رسول اللہ کا ولی اور خلیفہ منصوص سمجھتے ہیں۔ اور کچھ شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہوا اس کو مروجہ اور اپنے سے الگ جانتے ہیں۔

انہی کے قائد اور پیشوا مسولین نے حکم دیا تھا کہ اس کا نامیدہ ادارہ مجلس اقوام سے نکال دے۔ اسکا مذہب عاکر میرے لیے باعث تک ہے کہ میرا مذہب ایسے مجمع میں بیٹھے جہاں جتنی سیاہ فاموں کا نام نہ بیٹھا ہو جو۔ لیکن اسلام کے عظیم المرتبت پیغمبر نے جوہ سو برس پہلے، بلاں سیاہ و صبر کو اپنے آغوش محبت میں لے لیا۔ اور فرماتے تھے کہ اگر حنا یا بلال بیچے یا لالہ لالہ قرآن پڑھو اور مجھ کو شاد و مسرور کرو اب تاخرین محترم الصفات کریں اور دیکھیں کہ تفاوت راہ کہاں تک ہے۔

جیسے مسلمانوں میں سے خلافت از قبیل سایہ، خطابہ، غزابتہ، علیا دیہ غمستہ و بزیغیہ اور انہیں کے امثال جیسے نصیریہ جو ایران کے بعض شہروں اور قریوں میں اور دوسرے بلاد میں مثل موصل اور شام کے اہل حق کے نام سے متفرق طور پر آباد ہیں۔

شیعہ بالعموم ان سے علیحدہ اور ان کو کافرو مرتد اور کفر سمجھتے ہیں۔ فقہ کی ساری کتابوں اور تفسیر و رسالوں میں نقبائے امامیہ نے غلات کو کافروں میں شمار کیا ہے کیونکہ وہ لوگ بے شمار فاسد عقیدوں کے حامل ہیں جن میں سے کچھ کہتے ہیں کہ چونکہ ہم کے قالب میں روح کا ظہور محال نہیں ہے۔ جیسے کہ جبرائیل و جبرائیل کی صورت میں پیغمبر کے سامنے ظاہر ہوئے تھے۔ لہذا خدا کی حکیمانہ مصلحت کا تقاضا ہوا کہ اس کلمات اقدس الہی قالب میں ظاہر ہو چنانچہ علی کی صورت اور جسم میں نمایاں ہوا، اسی سبب سے علی کی منزل کو رسول خدا کی مقدس منزل سے بلند تر سمجھتے ہیں اور خود انہیں حضرت کے زمانے میں شیاطین جن و انس کے پہکانے سے ایک جماعت اس عقیدے کی قیادت کی۔ ہندو سورتوں کے باشندوں کی ایک جماعت آئی اور اس نے آپ کی الوہیت کا اقرار کیا۔ حضرت نے ہر چندان لوگوں کو نصیحت کی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ آخر کا دوسری طریقے سے کہ کتب اخبار میں درج ہے آپ کے حکم سے دھویں کے کنوؤں میں ہلاک کر دیے گئے چنانچہ اسی قبیلے کی مفصل تشریح علامہ جلیل علامہ باقر مجلسی علیہ الرحمۃ کی تالیف بھار الانوار جلد ہفتم میں لکھی ہوئی ہے۔

حضرت امیر المومنین اور آئمہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے اور ان سے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ مثلاً جو ہماری معتبر کتابوں میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے نقل ہوا ہے۔ کہ فرمایا: **اللہم انی بروئک من الغلاة** کی روایت عیسیٰ بن مریم من النصارى اللہم اخذ لہم ابدل اولا تنصحنہم ابن ابی العلی یعنی خداوند! میں گروہ غلات سے بری ہوں۔ جیسے عیسیٰ بن مریم نصاریٰ سے بیزار تھے۔ خداوند! ان کو ہمیشہ ذلیل و خوار رکھ۔ اور ان میں سے کسی کی مدد نہ فرما۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: **یجعلن فی اثنان ولا ذنب لی محب مفرط و مبغض مفرط** انا لندبر االی اللہ صحن یعلمو فیما افرق حدنا **کی روایت عیسیٰ بن مریم من النصارى** (یعنی میرے بارے میں دو گروہ ہلاک ہونگے، ان اور میرے دے کوئی گناہ نہیں ہے یعنی جو لوگ میں ان کے عمل سے راضی نہیں لہذا گنہگار نہیں ہوں) ایک گروہ ان لوگوں کا ہے جو میری محبت میں حد سے بڑھ جاتے ہیں اور مسئلہ کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو بلا سبب مجھ سے متنہض و عداوت رکھتے ہیں یقیناً میں ان لوگوں سے خدا کی طرف بیزار ہوں اختیار کرتا ہوں جو ہمارے بارے میں غلو کرتے ہیں لہذا ہم کو ہماری حد سے بڑھ جاتے ہیں جس طرح سے عیسیٰ ابن مریم نے نصاریٰ سے بیزار ہوا اختیار کیا۔

نیز فرمایا ہے۔ یہ ہلاکت فی اثنان محب غالی و مبغض قال دینی میرے بارے میں دو طرح کے لوگ ہلاک ہوتے ہیں، ایک ایسے دوست جو محبت میں غلو کرتے ہیں اور دوسرے دشمن جو کجھ کو میری منزل سے گھٹاتے ہیں،

اسی وجہ سے شیعہ امامیہ اثنا عشریہ ہر اس شخص سے بیزاری اختیار کرتے ہیں جو نظم و منتر میں امیر المومنین اور ان کے اہل بیت اچھار کے لئے غلو کرے اور مقام تعریف میں ان کو منزل سے بلند قرار دے جو خدا رسول نے ان کے لئے معین فرمائی ہے اور بندگی سے خدائی پر پہنچا دے جو لوگ اس قسم کا فقیہ رکھتے ہوں وہ ہم میں سے نہیں ہیں بلکہ غالی اور ملعون ہیں۔ آپ اثنا عشریہ شیعہ امامیہ جماعت کا معاملہ ان سے الگ سمجھئے کیونکہ غالی فرقوں کے کفر و نجات پر غلطی امامیہ کا اجماع ہے اور اگر آپ فقہائے شیعہ کی استدلالی کتابوں جیسے جواہر الکلام اور مسالک وغیرہ اور علمیہ رسالوں جیسے مرحوم آیت اللہ یزدی قدس سرہ کی عروۃ الوثقی اور آیت اللہ اصفہانی علی اللہ مقامہ کی وسیلۃ النجات کے باب طہارت، باب زکوٰۃ، باب ازدواج اور باب ارث کی طرف رجوع کریں تو ہمارے فقہاء کے فتوے ان لوگوں کے کفر و نجات پر ملیں گے اور آپ دیکھیں گے کہ سب نے یہی فتویٰ دیا ہے کہ ان کے مثل و فن میں شرکت جائز نہیں ہے۔ ان کے ساتھ نکاح حرام ہے (باوجودیکہ متعہ کی صورت سے اہل کتاب کیساتھ تہذیب و توحش کو جائز جانتے ہیں) اور مسلمانوں کا حق وراثت ان کو نہیں دیا جاتا ہے یہاں تک کہ ان کو صدقات و زکوٰۃ کا دینا بھی ممنوع ہے۔

فرقہ ناجیہ شیعہ کی فن کلام اور عقائد کی کتابوں میں تفصیل اور استدلالی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے کہ یہ فرقہ فاسد اور کافر ہے بہر مسلمان پر اور خاص طور سے خالص العقیدہ شیعوں پر ان سے تبرا اور بیزاری واجب و لازم ہے۔ غلات کی مخالفت اور روہن آیات و اخبار سے کافی مضبوط اور مکمل دلیلیں وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض کی طرف میں نے اشارہ کر دیا ہے۔ سورہ رنہ، آیت فیرام میں کھلا ہوا ارشاد ہے۔ قل یا اهل الکتاب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق ولا تتبعوا اھواء قوم قد ضلوا کثیرا و ضلوا عن سواء السبیل یعنی کہہ دو اسے رسول کہ اسے اہل کتاب غلو مت کہو اپنے دین میں کہو جو حق نہیں ہے اور اس قوم کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو خود گمراہ ہوئے بہتوں کو گمراہ کر دیا اور لادلائیات سے دور چاہئے۔

مرحوم علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار جلد سوم میں (جو شیعہ امامیہ فرقے کا دائرۃ المعارف و انسائیکلو پیڈیا) ہے، ان کی مذمت اور ان لوگوں کے مدعے خاندان رسالت کے دور ہونے میں بہت سی روایتیں نقل کی ہیں، من جملہ ان کے امام بحق مطلق حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا و ما نحن الا عبیدانی خلقنا و الله مالنا علی الله من حجة و لا معنا من الله برائۃ و ان اللہ یوتون و یوفون و

مَسْكُونُونَ مِنَ الْجَلَّةِ فَقَدْ ابْغَضْنَا وَمَنِ ابْغَضَهُمْ فَقَدْ ابْغَضْنَا الْغُلَّةَ كَفَّارًا وَالْمَقْضُوتَةَ مَشْرُوكَةً
 لعن الله الغلّة (خلاصہ مطلب یہ کہ ہم اس خدا کے بندے ہیں جس نے ہم کو پیدا کیا اور
 مخلوقات میں سے منتخب کیا۔ درحقیقت ہم کو موت آئے گی ہم دروگاہ کے سامنے کھڑے ہوں گے اور ہم سے
 سوال کیا جائے گا۔ جو شخص غایبوں کو دوست رکھے وہ ہمارا دشمن ہے اور جو شخص ان کو دشمن رکھے وہ ہمارا دوست
 ہے غلات لاقر اور مقوضہ مشرک ہیں۔ خدا کی لعنت جو غلات پر نیز انہیں حضرت سے شیعوں کے ایک بڑے
 پیشوائے نقل کیا ہے کہ فرمایا لعن الله عبد الله بن سبا الله ادعى الربوبية في امير المؤمنين
 وكان والله امير المؤمنين عبد الله طائفا الويل لعن كذاب علينا وان قومنا يقولون فينا
 ما لا نقول في انفسنا تبارك الله منهم منبر ائمة الله منهم

(یعنی لعنت خدا کی، عبداللہ ابن سبا پر جس نے امیر المؤمنین کے لیے ربوبیت اور خدائی کا دعویٰ کیا۔ خدا کی قسم
 وہ حضرت خدا کے مطیع بندے تھے، وائے ہوائ لوگوں پر جنہوں نے ہم پر افترا کیا، ایک گروہ ہمارے بارے میں وہ باتیں
 کہتا ہے جو ہم خود اپنے بارے میں نہیں کہتے ہم بیزاری اختیار کرتے ہیں، ان سے خدا کی طرف، ہم بیزاری اختیار کرتے
 ہیں ان سے خدا کی طرف۔

صدوق ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی قدس سرہ نے جو جلیل القدر فقہائے امامیہ میں سے
 ہیں کتاب عقائد میں ایک روایت زرارہ بن ابیہن سے جو موثق شیعہ راوی، حافظ علم اہل بیت اور حضرت
 باقر العلوم و صادق آل محمد علیہم السلام کے اصحاب میں سے تھے نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت صادق
 علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ عبداللہ ابن سبا کی اولاد میں سے ایک شخص تغلبین کا قاتل ہے فرمایا تغلبین کیا؟
 میں نے عرض کیا وہ کہتا ہے۔ ان الله عز وجل خلق محمداً وعلياً ثم فوض الامور اليهما فخلقوا وخلقوا
 واحياءوا واماتوا دینیں خدا نے محمد و علی کو پیدا کیں پھر بندوں کے امور ان کے سپرد کر دیئے چنانچہ وہی خالق
 ہیں وہی رازق ہیں وہی زندہ کرتے ہیں۔ وہی مارتے ہیں، حضرت نے فرمایا الحمد للہ بھوٹ کہتا ہے دشمن خدا۔
 جب تم بیٹ کر اس کے پاس جاتو سجدہ رکھ کر یہ آیت پڑھو امام جعلوا الله شس كما خلقوا خلقه فلتسابه
 الحق عليه بعد قتل الله خالق بني وعنه الواحد القهار سورة مريم آیت ۱۷، یعنی کیا مشرکین
 نے خدا سے تمہارے لئے کے کچھ شریک قرار دیئے کہ انہوں نے بھی خدا کی طرح کچھ خلق کیا ہے اور ان پر خدا کی مخلوق
 مشتبہ ہو گئی ہے اور وہ نہیں جانتے ہیں کہ خدا کا پیدا کیا ہوا کون اور ان شرکاء کا پیدا کیا ہوا کون ہے۔ کہہ دو یہ معنی کہ ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ
 صرف خدا نے انسانے ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی الوہیت میں یکتا ہے جس کا ارادہ ساری کائنات پر غالب ہے
 یہ آیت خود توحید باری تعالیٰ کی تصریح کر رہی ہے۔ خدا کہتے ہیں کہ جس وقت میں اس کے پاس گیا اور یہ آیت صید

ارشاد امامؑ میں نے اس کے سامنے پڑھی تو گویا میں نے اس کے منہ پر پتھر مار دیا وہ مبہوت ہو کر رہ گیا۔ اس طرح کی روایتیں ہماری معتبر کتابوں میں آئمہ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین اور شیعوں کے برحق پیشواؤں کی طرف سے گروہ غلات کے لیے لعن و طعن اور برا کہنے میں کثرت سے وارد ہوئی ہیں۔ بہترین یہ ہے کہ جس طرح ہم آپ کے علاؤ کی کتابیں پڑھتے ہیں آپ بھی علمائے شیعہ کی معتبر کتابیں پڑھا کیجئے تاکہ ایسے الفاظ زبان سے نہ نکلیجئے جو بے چارے عوام کو بہکاتے والے ہوں۔ اور آپ بھی خدا کے دربار عدالت میں گرفتار ہوں۔

حضرات عظماء میں آپ سے انصاف چاہتا ہوں۔ آیا ایسی صورت میں جب کہ ہمارے آئمہ نے اپنے شیعوں کی رہنمائی کے لیے ایسے بیانات ارشاد فرمائے ہیں اور سچے شیعہ یعنی علی و اولاد علیؑ کے پیرو اپنے مقتداؤں سے ان روایتوں کو سننے ہوئے ہیں اس کے بعد بھی ان کو خدا یا خدائی کی جگہ پر قرار دیں گے، غالیوں کا گروہ ہم سے بالکل الگ اور ہم ان لوگوں سے بیزار اور علیحدہ ہیں۔ چاہے وہ بظاہر تشیع کا دعویٰ کریں۔ لیکن خدا اور رسولؐ علی و اولاد علیؑ علیہم السلام سب کے سب ان سے بیزار اور سارے شیعہ بھی ان سے بیزار اور الگ ہیں۔

چنانچہ ہمارے مولا امیر المومنین علیہ السلام نے رئیس غلات عبداللہ ابن سبا ملعون کو تین روز تک مقید رکھا اور توبہ کا حکم دیا۔ جب اس نے قبول نہ کیا تو عیور اس کو آگ میں جلوا دیا۔ آپ کو خدا کے سامنے اس سے شرم آنا چاہیے کہ آپ کے علاؤ تعصب و عادات اور اسلاف کی پیروی میں یہ لکھیں کہ تشیع کی بنیاد قائم کرنے والا یہی عبداللہ ملعون تھا جو حضرت علیؑ کے حکم سے جلادیا گیا۔ حالانکہ علمائے شیعہ نے ساری متعلقہ کتابوں میں اپنے آئمہ کی پیروی کرتے ہوئے عبداللہ کو ملعون بتایا ہے۔ لہذا عبداللہ کے پیرو بھی ملعون ہیں کیونکہ وہ غلات میں سے ہیں نہ کہ آل محمدؐ اور عزت ظاہرہ پیغمبرؐ کے محبت خالص شیعوں میں سے اس لیے کہ وہ اس خاندان حلیل کے بارے میں غلو کی وجہ سے دور اور مطرود ہیں۔

اگر تشیع کی بنیاد قائم کرنے والا عبداللہ ملعون ہوتا اور شیعہ اس کے پیرو ہوتے جیسا کہ آپ کے متعصب علما نے لکھا ہے اور دوسرے ان کی اندھی تقلید کر کے حلیوں میں اس کو نقل کرتے ہیں تو کم سے کم شیعوں کی کسی ایک ہی کتاب میں اس کی کچھ تعریف درج ہونا چاہیے تھی۔ اگر آپ علماء شیعہ امامیہ کی کسی ایک ایسی کتاب کا پتہ دے دیجئے جس میں عبداللہ ملعون کی کوئی تعریف کی گئی ہو تو میں آپ کی ساری باتیں ملنے کے لیے تیار ہوں اور اگر یہ پتہ نہ دیں۔ زائد یہ کہ نہیں دے سکتے ہیں، تو روز حساب اور محکمہ عدل الہی سے ڈریئے، پاک و موجد شیعوں کو عبداللہ ملعون کا پیر نہ بھیجئے اور حقیقت کو پیغمبر عوام کی نگاہوں میں مشتبہ نہ بنائیئے۔

اس کے علاوہ میں آپ سے براہ راست اتنا س کرتا ہوں کہ آپ چونکہ اہل علم ہیں لہذا ہمیشہ قاعدہ علم و منطق اور حقیقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے گفتگو فرمائیں اور غلات عقل و حقیقت بانوں اور بے بنیاد شتمہ توں کا سہارا نہ لیں۔

جن کو دشمنوں نے خدا اور عباد کی وجہ سے شیعوں کی طرف منسوب کیا ہے۔
حافظہ آپ کی برادرانہ نصیحتیں ہر عقلمند کے لئے قابل قبول و توجہ ہیں لیکن اجازت دیجئے کہ میں بھی
فرمائش کے طور پر چند جملے عرض کروں۔

خیبر طلبہ میں بہت ممنون ہوں گا تو فرمائیے!

حافظہ آپ اپنے بیانات میں برابر یہی فرما رہے ہیں کہ ہم اماموں کے بارے میں غلو نہیں کرتے
اور حلالات کو مردود و ملعون اور جہنم جانتے ہیں لیکن ان دو راتوں میں آپ کی زبان سے بار بار اماموں کے
حق میں ایسے الزامات جھڑکتے جا رہے ہیں کہ آپ ہی کے بیان کیے ہوئے قواعد کی رو سے وہ حضرات اس قسم کے
امور پر راضی نہیں ہیں۔ لہذا ممکن ہو تو آپ بھی بات حقیقت کے موقع پر پاس کا لحاظ رکھیں تاکہ ملعون نہ ہوں۔

خیبر طلبہ میں شک و شبہ نظر اور متعصب و جاہل انسان نہیں ہوں، بہت ممنون ہو گا کہ اگر یہی
گفتگو میں کوئی لغزش پائی جاتی ہو تو اس کی یاد دہانی فرما دیجئے چوں کہ انسان سہو و لسان کا مرکب ہے لہذا متن رکھتا
ہوں کہ ان دو راتوں میں جو کچھ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہو کہ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کینلاف مرضی کہا گیا ہے
اور علم و عقل و منطق سے مطابقت نہیں کرتا اس میں کوئی بیان فرمائیے۔

حافظہ میں نے ان دو شبوں میں مکرر آپ سے سنا ہے کہ جس موقع پر اپنے اماموں کا نام لیتے
ہیں تو بجائے اس کے کہ رضی اللہ عنہم کہیں سلام اللہ علیہم اور صلوات اللہ علیہم کہہ رہے۔ ہر آنکھ خود جانتے ہیں کہ
سورہ احزاب کی آیت شریفہ کے حکم سے جس میں ارشاد ہے۔ ان الله وملائكته يصلون على النبي يا ايها الذين
امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما یعنی خدا اور اس کے فرشتے پیغمبر کی روح پاک پر درود بھیجتے ہیں۔ اسے اہل
ایمان تم بھی ان پر درود بھیجو اور سلام کرو (اور ان کے فرمان کو تسلیم کرو) آیت ۵۷ سورہ احزاب، سلام
اور صلوات صرف رسول خدا صلعم سے مخصوص ہے جو کہ آپ اپنے بیانات میں اماموں کے لیے بھی صلوات و سلام
کا ذکر کرتے ہیں۔ لہذا یہ بھی عجیب ہے کہ یہ عمل قرآن مجید کی نص مرتجی کی خلاف ورزی ہے۔

آپ کے اوپر جو احترام کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک موضوع یہ بھی ہے کہ کہتے ہیں یہ امر بدعت
ہے اور اہل بدعت اہل ضلالت ہیں۔

Presented by: <https://jafrilibrary.org>

آل محمد پر صلوات بھیجنے میں شکیال و رائے کا جواب

خیبر طلبہ! جامعہ شیعہ نے ہرگز کوئی مل نص کیمنوت نہ کیا ہے اور نہ کرتے ہیں۔ ہوا کہ گذشتہ

ظاہر و باطن یکساں ہوا دیہ مرتبہ اس حضرت کے وجود مقدس کو حاصل تھا لہذا حرف "س" کیساتھ اس حیثیت کا اظہار فرمایا۔

عام معقول سے قریب تر بیان یہ ہے کہ حروف تہجی کے درمیان حرف "س" ہی ایسا ہے جس کا ظاہر و باطن برابر ہے اس معنی سے کہ اٹھائیس حروف میں سے ہر ایک کے بیٹے علمائے علم اعداد کے نزدیک ایک دہرہ اور ایک بتینہ ہے اور ہر حرف کے لامرود بتینہ کا تقابلی کرنے میں قطعی طور پر یا اس کا زبرد زیادہ ہوتا ہے۔ یا بتینہ جواب: یا قبلہ معارف فرمائیے گا میں جہالت کر رہا ہوں۔ چونکہ میں گہرے مضامین کو سمجھنے سے معذہ ہوں لہذا استدعا ہے کہ ان باتوں میں مطالب کو سادہ اعداد صریح طریقے سے بیان فرمائیے تاکہ ہم سب کے بیٹے لائق توجہ اور قابل قبول ہوں جو محکم ہم لوگوں سے زبرد بتینہ کے معنی نہیں سمجھ لہذا ہمتی میں کہ سادہ بیان کے ساتھ وضاحت فرمائیے تاکہ یہ معاملہ ہر جگہ سے

خیر طلب و سرچشم زبر سے حرف کی صورت مراد ہے جو کاغذ پر لکھی جاتی ہے اور بتینہ وہ زیادتی ہے جو بولنے کے وقت ظاہر ہوتی ہے۔ "س" کا غلظہ کے اوپر ایک حرف ہے لیکن تلفظ کے وقت تین حرف ہو جاتے ہیں۔ س۔ ی۔ ن۔ بولنے میں اس پر ی اور ن کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور اٹھائیس حروف تہجی میں حرف "س" ہی وہ حرف ہے کہ حساب کی مطابقت کرنے میں اس کا زبرد بتینہ برابر رہتا ہے۔ "س" کے عدد ساٹھ ہیں اور اس کا بتینہ بھی جس سے ی اور ن مراد ہیں۔ ساٹھ عدد کا حال ہے۔ "ی" کے (۱۱) اور "ن" کے (۱۰) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یس کہہ کر مخاطب فرماتا ہے۔ یعنی اسے وہ شخص جو ظاہر و باطن دونوں حیثیتوں سے اعتدال پر ہے۔

آل یا سین سے مراد آل محمد ہیں

اب چونکہ حضرت کا نام مبارک "س" سے لہذا اس آیت مبارکہ میں فرماتا ہے۔ سلام علی آل یا سین۔ یعنی سلام آل محمد پر۔

حافظ: یہ ایسے مطالب ہیں جن کو آپ اپنی جادو بیانی سے ثابت کرنا چاہتے ہیں ورنہ علماء کے درمیان اس کو ذکر نہیں آیا ہے کہ آل یا سین پر سلام ہو۔

سبحہ عافیہ ملکہ سیدہ اہل اولیٰ کامل ترین انسان اقم قرآن حکمت بیان کی تم درحقیقت لقیہ خدا کے پیغمبروں سے ہو۔

خیس طلب : میں متنی ہوں کہ انکس کے مواقع پر قطعی طور سے کوئی بات نہ کہہ دیا کیجئے بلکہ تردید کی صورت میں فرمایا کیجئے تاکہ جواب کے وقت آپ کو پچھتانے کی ضرورت نہ ہو۔ اگر آپ اپنے علاء کی کتابوں سے سبب نمبر یاد آتے ہیں لیکن تصدیق کرنے کو خلاف مصلحت سمجھتے ہیں تو میں آپ کی کتابوں سے باخبر ہوں اور حق سے منہ بھی نہیں موڑتا ہوں۔

آپ کے بڑے بڑے علاء کی کتابوں میں کثرت سے اس معنی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے منجملہ ان کے متعصب ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ کے اندر آیات فضائل اہل بیت میں نقل کی ہیں ان میں سے تیسری آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ مفسرین کی ایک جماعت نے (مفسر اور خیبر امت) ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ان العراء بذلک سلام علی آل محمد۔ یعنی ایسا کہ میں سے مراد آل محمد ہیں لہذا آل یاسین پر سلام کا مطلب ہے سلام آل محمد پر ادا رکھتے ہیں کہ امام فخر الدین رازی نے ذکر کیا ہے۔ ان اہل بدعتہ صلی اللہ علیہ وسلم یسأودنہ فی خمسة اشیاء فی السلام قال السلام علیک ایہا النبی وقال السلام علی الیاسین فی الصلوة علیہ وعلیہم فی الشہد و فی الطہارۃ قال تعالیٰ ظہر یاطہر وقل یتھکم تطہیر وادنی تحیر الصدقة و فی الحجۃ قال تعالیٰ قل ان کنتم تعیبون اللہ فانا نعوب فی حبیبکم

اللہ و قال قل لا اسئلكم علیہ اجل الا المودة فی القرخی۔
یعنی رسول کے اہل بیت پانچ چیزوں میں آل حضرت کے برابر ہیں اول سلام میں۔ فرمایا سلام پیغمبر بزرگوار اور یہ بھی فرمایا سلام آل یاسین پر یعنی سلام آل محمد پر دوسرے صلوات میں تشہد نماز میں تیسرے طہارت میں خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے ظہر یعنی اے طاہر داران حضرت کے بارے میں آیت تطہیر نازل فرمائی چوتھے تحریم صدقہ میں کیونکہ پیغمبر اور ان کے اہل بیت پر صدقہ حرام ہے۔ پانچویں محبت میں کیوں کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا (محمد) کہہ دو امت سے میں تم سے کوئی اجر اور مزدوری نہیں چاہتا ہوں سوا میرے ذوی القربے اور اہل بیت سے محبت کے) تبارک بن شہاب الدین علوی کتاب رشفۃ الصادی من بحر فضائل بنی النبی العادع (مطبوعہ مطبعہ اعلامیہ مصر ۱۳۰۲ھ) کے باب اول صفحہ ۲۱ پر مفسرین کی ایک جماعت سے بروایت ابن عباس و نقاش کلبی سے اور باب صفحہ ۲۲ میں بھی نقل کیا ہے کہ آیت میں آل یس سے مراد آل محمد ہیں اور امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ ۱۶۱ میں اسی آیت ستر لفظ کے ماتحت آیت کے معنی میں کئی وجہیں نقل کی ہیں اور وجہ دوم میں کہا ہے کہ ایسا کہ میں سے مراد آل محمد سلام اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ نیز ابن حجر نے صواعق محرقہ میں ذکر کیا ہے کہ مفسرین کی ایک جماعت نے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے کہا۔ سلام علی الیاسین سلام ہے آل محمد پر۔

لیکن اہل بیت پر صلوٰۃ بھیجنا تو یہ ایک ایسا امر ہے جو فرقہ بین کے درمیان مسلم ہے یہاں تک کہ بخاری اور مسلم بھی اپنی صحیحین میں تصدیق کرتے ہیں کہ پیغمبر نے فرمایا، میرے اور میرے اہل بیت کے درمیان صلوٰۃ میں جدائی نہ ڈالو

آل محمد پر صلوٰۃ بھیجنا سنت اور تشہد نماز میں واجب ہے

خصوص کر یہ بخاری اپنی صحیح کی جلد سوم میں مسلم اپنی صحیح کی جلد اول میں اور سلیمان بنی حنفی نیابیع المودۃ میں لکھتے ہیں کہ ابن جریج نے شعبہ صوفی میں اور آپ کے دوسرے بڑے علماء کعب بن عجرہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب آیت ان الله وملكته يصلون على النبي (سورہ النبی ۲۵) نازل ہوئی تو ہم لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ پر سلام کرنے کا طریقہ تو ہم کو معلوم ہوا لیکن کیسے یصلی علیک آپ پر صلوٰۃ کس طرح بھیجیں؟ آل حضرت نے فرمایا صلوٰۃ اس طریقے سے بھیجو۔ اللهم صل على محمد وآل محمد اور دوسری روایتوں میں یہ لکھا ہے کما صلیت علی ابراہیم وآل ابراہیم اناک حمید مجید۔

امام نواز الدین رازی تفسیر کبیر جلد ششم ص ۹۹ میں نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم سے لوگوں نے سوال کیا کہ ہم آپ پر کس طرح سے صلوٰۃ بھیجیں؟ اہل حضرت نے فرمایا کہو۔ اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم۔ وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم۔ انکے حمید مجید۔ اور ابن جریر نے ترمذی سے نقلی اختلاف کے ساتھ یہی روایت حاکم سے نقل کی ہے اس کے چھپنے فقید نے اہل کتب کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ وفيه دليل ظاهر على ان الامر بالصلوٰۃ علیہ الصلوٰۃ علی الہ۔ یعنی حدیث میں اس پر کھلی ہوئی دلیل ہے کہ پیغمبر پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم اہل حضرت کی آل پر بھی صلوٰۃ بھیجنے کے لیے ہے نیز روایت کی ہے کہ فرمایا کہ تصلوٰۃ علی صلوٰۃ ابتر۔ یعنی محمد پر بتر اور دم پر یہ صلوٰۃ نہ بھیجو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلوٰۃ بتر کون ہے؟ فرمایا اگر کہو۔ اللهم صل علی محمد لمذا یوں کہو اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد۔

Presented by: <https://jafrilibrary.org/>

اس کے علاوہ دینی سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم نے فرمایا اللہ صلوٰۃ علی محمد وعلی آل محمد والہ۔ یعنی وہاں پر دے دیا رہتی ہے راہ قبول نہیں ہوتی، جب تک محمد و آل محمد پر درود نہ بھیجیں۔ اور امام شافعی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

یا اهل بیت رسول اللہ جکم فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
کفاکم من عظیمہ القدر انکم من لدیصل علیکم صلوٰۃ لد

یعنی اہل بیت رسول اللہ بھاری دوستی خدا نے قرآن مجید میں واجب کی ہے بھاری بزرگی منزلت اور مرتبے کے لیے یہی کافی ہے کہ جو شخص تم پر صلوٰۃ نہ بھیجے اس کی نماز ہی قبول نہیں ہوتی رشتہ فنی کی مراد تشہد نماز میں صلوٰۃ ہے جس کو اگر عمداً ترک کر دیں تو من زباطل اور غیر مقبول ہے۔

رسول اکرم کے اس ارشاد کے پیش نظر کہ الصلوٰۃ عمود الدین ان قبلت قبل ما سواھا وان ردت ردھا سواھا یعنی نماز دین کا نگہبان اور ستون ہے اگر نماز قبول ہو جائے تو اس کے علاوہ دوسرے اعمال بھی قبول ہو جاتے ہیں۔ اور اگر نماز رد ہو جائے تو دوسرے اعمال جی رد ہو جاتے ہیں، تمام اعمال کی قبولیت نماز سے وابستہ ہے اور جو روایتیں پیش کی گئی ہیں، ان پر نظر کرتے ہوئے نماز کی قبولیت بھی محمد و آل محمد پر صلوٰۃ بھیجنے میں منحصر ہے جیسا کہ شافعی نے خود اقرار کیا ہے۔

سید ابوبکر شہاب الدین علوی نے کتاب رشفۃ الصالحی من بحر فضائل بنی البیہاوی باب میں ۱۷۹ سے ۳۵ تک محمد و آل محمد پر صلوٰۃ بھیجنے کے وجوب میں کئی بیانات درج کیے ہیں اور دلائل نے لٹائی سے واقف بنی، ابن حجر اور بیہقی نے ابوبکر طرطوسی سے انہوں نے ابوالحسن مروزی اور سمہودی سے لکھی نے تریقہ میں اور شیخ سراج الدین قسیمی نے نقل کیا ہے کہ من زکے تشہد میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک کے بعد آل محمد پر صلوٰۃ بھیجنا واجب ہے۔

چونکہ وقت کافی گزر چکا ہے لہذا مفصل بیان سے قطع نظر کرتا ہوں اور فیصلہ آپ حضرات کے پاک ضمیر پر چھوڑتا ہوں۔

چنانچہ آپ حضرات اس کی تصدیق فرمائیں کہ اہل بیت پیغمبر پر درود و سلام بدعت نہیں بلکہ سنت اور ایسی عبادت ہے جس کے لیے خود رسول کی تاکید ہے اور اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا سوا غار ج و صاحب اور حندی کینہ پرور اور دشمن متعصبین خدا ظہم اللہ کے جنہوں نے اصل بات کو برباد ان اہل سنت کا گناہوں پر مشتبہ بنا دیا ہے اور بناتے رہتے ہیں۔

یہ بدیہی بات ہے کہ جو بستیاں اس حکم میں خاتم الانبیاء سے اس قدر قریب ہیں اور ذکر میں غیروں پر مقدم ہیں ان کا دوسروں پر قیاس کرنا اور دوسروں کو ان کے اوپر ترجیح دینا سوا مغاہت و جہالت یا تعصب بے خبری کے اور کیا ہے۔

اس موقع پر چونکہ آدھی سے زیادہ رات گزر چکی تھی۔ اور بعض حاضرین جلسہ کے چہروں پر کسل جھک کے

آثار ظاہر تھے۔ لہذا ہم لوگوں نے نشست کو ختم کر دیا اور چاند نشینی اور اس اقراس کے بعد کہ کل شب میں ذرا سویرے تشریف لائیں گے سب حضرات متفرق ہو گئے۔

تیسری نشست

شب یک شنبہ ۲۵ رجب ۱۳۲۵ھ

ہم لوگ نماز مغرب سے فارغ ہو چکے تو مولوی صاحبان تشریف لے آئے اور مولیٰ صاحب سلامت کے بعد چاند نشینی میں مشغول ہوئے۔ میں بھی نماز و دعا مستم کرنے کے بعد ایمان کے ساتھ ان حضرات کی گفتگو سننے کے لیے حاضر ہوا۔

حافظہ قبلہ صاحب کل شبہ میں جب ہم لوگ اپنے گھروں کو واپس گئے تو میں نے اپنے کو بہت ملامت کی کہ مہم دوسری گھروں کے حقائق میں کسی بیٹے زیادہ غور و فکر نہیں کرتے اور بقول آپ کے صرف بعض متعصب لوگوں کی کتابوں پر انکار لیتے ہیں جس سے حقیقت ہم پر ظاہر نہیں ہوتی۔

غیر طلباء جیسا کہ خدا نے تمہارے سر پر رانام، آیت ۱۵ میں ارشاد فرمایا ہے کہ قل ۱۱ اللہ العزیز الباقی لے کل شبہ کی نشست میں خدائی دلیلوں میں سے ایک دلیل مقلیٰ تاکہ اس کے ذریعے سے آپ حضرات ابتدائے صحبت ہی میں کسی قدر اپنی عادت سے ہٹ کے اور دیدہ انصاف و علم و عقل کے ساتھ میری گزارشوں پر توجہ کر کے یہ جان لیں کہ جو کچھ میں عرض کر رہا ہوں وہ علم و عقل اور منطق و حقیقت کی میزان پر ٹلا ہوا ہے۔ اور جو باتیں پہلے سے آپ حضرات کے سامنے مہارک میں پہنچائی گئی ہیں، اور جنہوں نے آپ کے ذہن کو غلط راستہ پر ڈال دیا ہے وہ خود عرض متعصب لوگوں کے عناد اور خدا کا عیب ہے۔

میں خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ ان جہلوں میں میرا نظریہ قطعی طور پر یہ نہیں ہے کہ گفتگو میں خود غالب رہوں اور آپ حضرات کو مغلوب کر دوں بلکہ ہمیشہ کا طرح میرا مقصد اور نقطہ نظر ہمیشہ کی طرف سے دفاع اور حق و حقیقت کو نمایاں کرنا ہے۔

حافظہ کل شبہ کے بیانات میں آپ کے فقرات سے ظاہر ہوا کہ شیعوں کے مختلف طبقے ہیں، تاہم

شیعوں کے کس طبقے کو برحق اور ان کے اقوال و عقائد کو صحیح سمجھتے ہیں، اگر ممکن ہو تو مطلب واضح ہونے کے لیے ان جماعت کو بیان فرمائیے تاکہ ہم یہ سمجھ سکیں کہ کس گروہ کے بارے میں ہم کو بحث کرنا چاہیے۔

خیر مطلب: میں نے گذشتہ شب میں یہ تو عرض نہیں کیا ہے کہ شیعوں کے مختلف طبقے ہیں بلکہ شیعہ کی جس معنی کے ساتھ میں نے تشریح کی ہے یعنی خدا و رسول کے فرمانبردار بندے اور اس حضرت کے حکم سے خاندان رسالت کے پیروہ ایک طبقے سے زیادہ نہیں ہیں۔ البتہ چند شعبہ باز فرقوں نے تشیع کے نام پر اپنی غمناقی کر کے بے خبر اور جاہل لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا۔ مقدس شیعہ نام سے غلط فائدہ اٹھایا اور باطل عقائد پر لکھ کر دے دیں کہ اس نام سے لوگوں کے درمیان رائج کیا لہذا ناواقف اشخاص کو حیرت و تشویش نہیں کرتے۔ میں تاریخ میں لفظ شیعہ سے ان کو موسوم کیا ہے۔ ان لوگوں کے بنیادی طبقے چار ہیں جن میں صرف دو باقی رہ گئے ہیں اور دو بالکل فنا ہو چکے ہیں۔ اور ان کے ہر طبقے سے اور دوسرے فرقے پیدا ہوئے ان چار فرقوں سے مراد ہیں زید یہ کیسائزہ، تذاہیر اور غلات۔

عقائد زید یہ

پہلا فرقہ زید یہ ہے اور وہ ایسے لوگ ہیں جو زید ابن علی ابن الحسین علیہما السلام کو اپنا میر و سمجھتے ہیں اور امام زین العابدین علیہ السلام کے بعد زید کو امام مانتے ہیں زید یہ فرقے والے فی الحال بین اور اس کے اطراف میں کثرت سے ہیں، ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جو علوی اور فاطمی شخص عالم و زاہد اور شجاع ہو، اس کے علاوہ تلوار کے ساتھ خروج کرے اور لوگوں کو اپنی طرف دعوت دے وہ امام ہے اور چونکہ جناب زید نے ہشام ابن عبد الملک اموی کے زمانہ خلافت میں بنی امیہ کے ظلم اور چیرہ دستی کی وجہ سے کوفہ میں خروج کیا اور شہریت شہادت نوش فرمایا۔ جیسا کہ پرسوں کی شب میں میں نے ایک موقع پر ان بزرگواروں کی مفصل کیفیت عرض کی ہے۔ لہذا ان کو امام سمجھ کر ان کی پیروی اپنے اوپر لازم جانتے ہیں۔ حالانکہ جناب زید کی منزل اس سے ہمیں الگ ہے کہ ان کی طرف ایسی نسبت دیں۔ جناب زید بنی ہاشم کے بزرگ سادات میں سے تھے۔ زہد، علم، فضل، فہم و ینداری پر مینز گاری، عبادت، شجاعت اور سخاوت میں قوم کے اندر نمایاں اور ہمیشہ قائم اللیل اور صائم الہنار تھے۔ رسول اکرمؐ اُن جناب کی خبر شہادت دے چکے تھے جیسا کہ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: وفتح رسول اللہ ﷺ مدینہ صلیبی قال یا حسین سبخرج من صلیبک رجل یقتل شہیداً فاذا کان یوم القیمۃ یتخطی ھو واصلجہ زولب الناس ویدخلہ الجنۃ۔ یعنی رسول اللہؐ نے اپنا دست مبارک میری پشت پر رکھا اور فرمایا کہ اے حسین

غفریب جہادی صلب سے ایک مرد پیدا ہو گا۔ جس کا نام زید ہو گا۔ وہ شہید قتل ہو گا۔ اور جب قیامت کا دن ہو گا تو وہ اساس کے اصحاب لوگوں کی گردنوں پر قدم رکھتے ہوئے بیشت میں داخل ہوں گے اور یہ بدیہی بات ہے کہ احباب سے وہی لوگ مراد ہیں جنہوں نے خروج کے موقع پر حکم بنی امیہ کے مقابلے میں ان جناب کے ہمراہ مقادمت کی لیکن خود جناب زید نے بھی امامت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور یہ ایک ہمت ہے جو ان پر لگائی گئی ہے ورنہ وہ خود اپنے کو اپنے برادر بزرگوار حضرت امام مہدی علیہ السلام کی امامت کا تابع اور مطیع سمجھتے تھے۔ البتہ ان جناب کے بعد چند شعبہ باز اس اصول کے قائل ہو گئے کہ۔ لیس الامام من جلس فی بیتہ وادخا سنتہ من الامام کل ما طعی عا لہ صالح ذوالحجۃ یخرج بالسیف یعنی وہ شخص امام نہیں ہے جو گھر میں بیٹھ رہے اور اپنے کو لوگوں سے پوشیدہ رکھے بلکہ ہر وہ عالم صالح اور صاحب رائے فاطمی امام ہے جو خروج بہ شمشیر کرے (لوگوں کو آپ کی امامت کی طرف دعوت دی اور نئی نئی تشکیلیں ایجاد کر کے اپنے مقاصد حل کرنے کے لئے) ایک دوکان کھول دی یہ لوگ پانچ فرقوں میں تقسیم ہوئے۔ منیریہ۔ جاردیہ۔ ذکر یہ۔ خشیہ اور خلیفہ۔

عقائد کی سانیہ

دوسرا فرقہ کیسانہ ہے۔ یہ لوگ کیسان غلام و آزاد کردہ علی ابن ابی طالب کے اصحاب شمار کیے جاتے ہیں۔ یہ حسین علیہما السلام کے بعد امیر المومنین علیہ السلام کے سب سے بڑے فرزند محمد ابن حنفیہ کی امت کے قائل تھے۔ لیکن جناب محمد خود ایب و موسے نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ ان کو شیعہ القاب عین کہا جاتا تھا اور علم و زور سے واقف تھے اور امر مولا کی اطاعت میں مشہور تھے بعض مازکی گردنوں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ آپ کی مخالفتوں کے عقیدہ کو جیلہ بنایا اور آپ کے دواغے امامت کی دلیل قرار دیا۔ حالانکہ اصل حقیقت یہ نہیں تھی کہ آپ امامت کے مدعی تھے بلکہ ان مخالفتوں سے جناب محمد کا مقصود امام چہام حضرت سید سجاد علیہ السلام کی منزل ظاہر کرنا تھا تاکہ اس طریقت سے اپنے جاہل مریدین اور سادہ لوح معتقدین کو متوجہ فرمادیں کہ میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں چنانچہ اس مسجد الحرام کے اندر حجر اسود کے سامنے ثبوت حق اور حضرت سید سجاد علیہ السلام کی امامت کے بارے میں حجر اسود کے اقرار کے بعد حیا کہ کتب اخبار و مذاہب میں اس کی تفصیل موجود ہے، ابو خالد کابلی نے ان جناب کے معتقدین کا لاس درمیں عقائد حنفیہ کو امام ماننے والوں کی ایک جماعت کے ساتھ ان جناب کی پیروی کرتے ہوئے امامت حضرت سید سجاد علیہ السلام کا اعتراف کیا۔ لیکن جبند مگدال نے بے عقل اور بے خبر عوام کے ایک گروہ کو اسی عقیدے پر باقی رکھا۔ اور

یہاں یہ بنایا کہ جناب محمد نے انکا اسے کام لیا ہے اور بنی اُمیہ کے مقابلہ میں سیاست کا یہی تقاضا تھا اور نہ ان کی امامت مسلم ہے آپ کی وفات کے بعد بھی یہ لوگ اس پر جمے رہے اور کہا کہ جناب محمد سے بنیں بلکہ جیل رضوی کے غار میں پوشیدہ ہو گئے ہیں ایک زمانہ میں ظاہر ہوں گے اور دنیا کو بدل و داد سے بھر دیں گے۔ ان کے چار فرزند تھے۔ مختاریہ، مکریب، اسماعیلہ اور حربیہ۔ لیکن آج اس عقیدے پر کوئی شخص باقی نہیں ہے۔

عمت القدر احیہ

تیسرا گروہ تدریجی ہے ان لوگوں کے مذہب کی بنیاد لبنا ہر تشیع مگر باطلہ محض مقرر ہے۔ اس مذہب کی اصل تشکیلات میمون ابن سالم یا (دلیان) معروف بہ قذاح اور علی جہار لختان کے ہاتھوں مصر میں شروع ہوئی اور انہوں نے قرآن مجید و اخبار میں اپنی خواہش کے مطابق تاویلات کا دروازہ کھولا۔ شریعت کے لئے ایک ظاہر اور ایک باطن قرار دیا اور کہا کہ باطن شریعت کی خدا نے پیغمبر کو پیغمبر نے علی کو انہوں نے اپنے فرزندوں کو اور فالس شیعوں کو تسلیم دی۔ ان کا قول ہے کہ جن لوگوں نے باطن شریعت کو سچا یا وہ ظاہری طاعت و عبادت کی قید سے آزاد اور بے فکر ہو گئے۔

انہوں نے مذہب کی بنیاد سات ستونوں پر قائم کی۔ سات پیغمبروں کے مقتدی ہیں۔ سات امام ملتے ہیں اور ساتویں امام کو غائب جانتے ہیں۔ اور ان کے ظہور کے منتظر ہیں۔ یہ دو جماعتوں پر منقسم تھے۔

ناصریہ۔ نام خسرو علوی کے اصحاب جنہوں نے اپنے اشعار و گفتار اور کتابوں میں شیعہ کے نام پر بہت سے لوگوں کو کفر و الحاد کی طرف کھینچ لیا اور طبرستان میں کافی پھیلے ہوئے تھے۔

صباحیہ۔ یہ دوسری جماعت حسن صباح کے اصحاب تھے جو دراصل مصر کا باشندہ تھا لیکن ایران میں اگر فرزین کے اندواعتہ اسفاک اور الموت کا فتنہ منظم کیا اور بکثرت قتل و خونریزی کا باعث بنا جس کی تفصیل تاریخ میں موجود ہے لیکن اس مختصر مجلس میں اس کے مفصل تاریخی حالات بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔

Presented by: <https://jaanilibrary.com/>

عقائد غلات

چوتھی جماعت غایہ ہے جو تمام قوموں اور فرقوں سے زیادہ پست ہے یہ لوگ تشیع کے نام سے مشہور ہو گئے لیکن یہ سب کے سب کاذب و نجس اور فاسد و مضطرب ہیں ان کے اصل فرزند سات ہیں سبائیہ، منصورئیہ، عزاہیہ

بزیعہ۔ یعقوبیہ۔ اسماعیلیہ اور ازدرشیہ ان کے حالات اور پیدائش کی تشریح کل کاتب میں مقتضائے مجلس کے لحاظ سے مختصر طور پر عرض کر چکا ہوں۔ ہم شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کہیں، مکتبہ کو دنیا کے سارے حکام ان سے امداد ان کے عقائد سے ہزار ہیں ہم ان کو ہر شخص سے زیادہ کسی کا فرقہ ملحد اور بے دین سمجھتے ہیں۔ کفر والہاد کے قاعدے پر جو عقیدہ بھی مراحمہ یا کفارہ شیعوں کے نام سے زبانوں پر شہور اور بعض کتابوں میں عمداً یا سہواً درج ہوئے، وہ زیادہ تر اکیس گروہ سے ہے جو اپنے کو شیعہ امامیہ کہتے ہیں لیکن جماعت شیعہ امامیہ اثنا عشریہ جو دنیا میں دس گروہ سے زیادہ فرقہ کے مالک ہے ان قاعدہ عقائد سے دور ہے بلکہ اصل دین، پاکیزہ مذہب اور حریص کاتب و لکاب جو اب علم رسول امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے حاصل ہوئے انہیں لوگ کس کس مکتبہ سے

عقائد شیعہ امامیہ اثنا عشریہ

پانچواں گروہ شیعوں امامیہ اور اثنا عشریہ ہے جو عقل و نقل کے مطابق شریعت کے لب و لہجہ کا حامل ہے اور دراصل حقیقی شیعہ ہی لوگ ہیں اور وہ چار فرقے فرضی شیعہ ہیں۔ میں ان حقیقی شیعوں کے اعتقاد کا خلاصہ فہرست کے طور پر آپ کے سامنے پیش کیے دیتا ہوں تاکہ بدگوئی ان کا طرف نظر باقی منسوب نہ کیجئے۔

شیعہ امامیہ کی پوری جماعت ذات واجب الوجود خداوند جل و علا کا اعتقاد رکھتی ہے کہ وہ الہ واحد یحییٰ ہے جو اپنا شیعہ و عدیل اور نظیر نہیں رکھتا نہ جسم ہے نہ صورت نہ جبر ہے نہ عرض، جملہ صفات مکانیہ سے متراو معتزلہ ہے بلکہ سارے اعراف و جزا ہر کا خالق ہے اور خلق موجودات اور ان پر فیوض نازل کرنے میں اسی کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بعض عارفین نے پردہ و گار کی صفات سلبیہ کو شیعہ میں اس طرح نظم کیا ہے

نہ مرکب بود و نہ جسم نہ جوہر نہ عرض نہ ترکیب نہ است و نہانی تو فی داں خالق

چونکہ ذات واجب الوجود ہر گز اس قابل نہیں ہے کہ مرکب ہو سکے اور دوسری طرف مخلوقات کی ہدایت و رہنمائی بھی ضروری تھی۔ لہذا قوم اثنا عشریہ سے معیار کے لحاظ سے کامل انبیاء و مرسلین منتخب کر کے ہر زمانہ و ادوار کے حالات و ضروریات کے مطابق دلائل و براہین، معجزات و بیانات اور کافی بنایا ت سپرد کر کے بھیجے جن کی تعداد بہت اور ہے شمار ہے یہ سب کے سب ان پانچوں اولوالعزم پیغمبروں کے احکام کے ماتحت

نوع بشر کے باوی در سہا تھے۔ نوح شیخ الانبیاء ابراہیم خلیل الرحمن، موسیٰ کلیم اللہ، عیسیٰ روح اللہ اور پیغمبر خزانہ حاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کا دین اور شریعت تار و قیامت باقی اور برقرار ہے۔
جماعت شیعہ کا اعتقاد ہے کہ حلال محمد حلال اہل یوم القیۃ و حرام محمد حرام اہل یوم القیۃ
و شریعتہ مستقرۃ اہل یوم القیۃ یعنی حلال محمد حلال ہے روز قیامت تک اور حرام آں حضرت حام
ہے روز قیامت تک اور آپ کی شریعت باقی ہے و قیامت تک،
خدا نے تعالیٰ نے سارے نیک و بد اعمال کے لیے ایک جزا اور سزا معین فرمائی ہے جو بہشت یا دوزخ
میں بندوں کو دسی جائے گی۔

اعمال کی سزا و جزا کے لیے جو دن مقرر ہوا ہے اس کو یوم الجزا کہتے ہیں کیونکہ دنیا کی عمر ختم ہونے کے بعد
خدا اولین و آخرین میں سے تمام نیک و بد مخلوقات کو اسی بدن غفری سہمانی کیا تو زندہ کو کے صحرائے عشرت میں
جمع کرے گا اور حساب و کتاب اور جانچ پڑتال کے بعد ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔

چنانچہ آسمانی کتابوں میں بالعموم اور تورات و انجیل و قرآن مجید میں بالخصوص خبر دی گئی ہے اور ہمارا ثابت
و حکم اور متفق سند ہی قرآن مجید ہے جو بغیر تحریف و تزییم کے زماں رسول سے متواتر سند کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے
ہم اس کے احکام پر عامل ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ عند اللہ ماجور ہوں گے ہم ان تمام احکام و وجہ کے معتقد ہیں جو
اس کتاب مقدس میں درج ہیں جیسے نماز، زکوٰۃ، خمس اور جہاد وغیرہ۔

اسی طرح جو واجبات و فروعات اور مستحبات و ہدایات رسول خدا کے ذریعہ ہم کو پہنچے ہیں، ان کے معترت
ہیں اور توفیقات الہی سے ان پر عمل کرنے کا عزم بالجزم رکھتے ہیں اور جملہ معاصی اور گناہان کبیرہ و صغیرہ سے
جیسے شراب نوشی، تمار بازی، زنا، لواط، سود خوری، قتل اور ظلم وغیرہ جن سے قرآن مجید اور احادیث و اخبار میں
منع کیا گیا ہے پر سیز کرتے ہیں۔

ہم سب شیعہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس طرح خدائی احکام و ہدایات کا ایک لانے والا ہوتا ہے جس کو خدا نے
منتخب کیا ہوا آدمیوں کے درمیان پہنچایا ہو اسی طرح وصی و خلیفہ اور دین کا محافظ بھی خدا کی طرف سے منتخب
جائے جو پیغمبر کے ذریعہ امت میں پہنچایا جائے۔ <http://www.KitaboSunnat.com> <http://www.KitaboSunnat.com>
تعارف کرایا اور پیغمبر خاتم النبیین جو ان سب سے زیادہ اکل و افضل تھے سارے اختلاف سے بچانے کے لیے امت
کو اس حال پر نہیں چھوڑا بلکہ سنت جاریہ کی مطابق پروردگار کے حکم سے امت و اہل کے درمیان اپنے ادھیار کا
اعلان فرما دیا

رسول اکرم کے ان منصوص ادھیار، کی تعداد جو خدا کی طرف سے معین ہوئے، بارہ ہے۔

و باسم سید الادویہ علی ابن ابی طالب فیعد ایسہ حسن ثمر اخوان المحبین ثمر ایسہ
 علی زین العابدین ثمر ایسہ محمد باقر العلوم ثمر ایسہ جعفر الصادق ثمر ایسہ
 علی الرضا ثمر ایسہ محمد تقی ثمر ایسہ حسن العسکری ثمر ایسہ محمد المہدی
 وهو الحجۃ القاسمۃ الذی غاب عن الانظار لامن الامصار یمیداً اللہ الارضی یمیداً
 قسطاً و عدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً - (یعنی ان میں اول سید الادویہ علی ابن ابی طالب دوسرے
 حسن تیسرے حسین چوتھے علی زین العابدین پانچویں محمد باقر چھٹے جعفر صادق ساتویں موسیٰ کاظم آٹھویں علی رضا
 نویں محمد تقی دسویں علی نقی گیارہویں حسن عسکری اور بارہویں محمد بہدیی ہیں جو حجتہ قائم ہیں آپ نگاہوں سے
 غائب ہیں لیکن دنیا میں موجود ہیں اور اللہ ان کے زیرِ زمین کو اس طرح مدد و داد سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم
 جس سے پرہیز کی ہوگی۔ (مترجم)

شیعہ امامیہ کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ بارہ امام برحق خدا کی جانب سے پیغمبر کے ذریعہ ہم کو پہنچائے گئے
 ہیں جن میں سے بارہویں امام نے واضح اور متواتر اخبار کی بنا پر جو آپ کے علاوہ بھی بکثرت منقول ہیں غیبت
 اختیار فرمائی جبکہ دوسرے انبیاء و ادویہ کے زمانوں میں بھی غیبت واقع ہوتی رہی ہے۔ اس مقدس وجود کو
 خدا نے رفع ظلم اور امتدادت مدد کے لیے محفوظ رکھا ہے۔ یہ وہ مصلح کل ہے کہ سارے اہل عالم ایسے مصلح کے
 ظہور کا انتظار کر رہے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ جماعت شیعہ ان جملہ احکام کی جو قرآن مجید میں موجود ہیں اور ان اخبار صحیحہ کی معتقد ہے جو
 معتبر راویوں کے ذریعہ اہل ثبوت طہارت و عزت رسول اور ان حضرات کے نیک سیرت اور ان اصحاب خاص کے
 سلسلے سے اس کو پہنچے ہیں اول باب طہارت سے لے کر آخر باب دیات تک میں خدا نے تعالیٰ لا شکر الاکثر تاہوں
 جس نے مجھ کو اس کی توفیق عطا فرمائی کہ مال باب کی تعلیم میں ہمیں بلکہ تحقیق و متحقق اور مدبران کے ذریعہ
 ان مقدس مقامات کا معتقد ہوں اور اس دین و مذہب پر فخر کرتا ہوں جو شخص اس دین و مذہب میں کلام رکھتا ہو
 شکر و شہادہ فریب میں مبتلا ہو تو میں خدا کی حمد سے شبہات کو دور کرنے اور حقانی کو ثابت کرنے کے لیے
 آستے میں توذن کی آواز بلند فرمائی اور ان کا وقت آگیا۔ ناز سے فراغت اور چاہتے نوشی کے بعد جناب
 حافظ صاحب نے سلسلہ کلام شروع کیا۔

حافظ: قبلہ صاحب میں بہت ممنون ہوں کہ آپ نے شیعہ فرقوں کے حالات کی تشریح فرمائی لیکن آپ
 کی کتب اخبار و ادویہ میں ایسے مطالب درج ہوئے ہیں جو بظاہر آپ کی گفتگو کے برخلاف خاص طور پر
 اثنا عشری شیعہوں کے مفروضات کو ثابت کرتے ہیں۔

خیبر طلب: بہتر ہے کہ وہ اخبارِ روادعیہ اور اشکال کے مواقع بیان فرمائیے تاکہ حق ظاہر ہو جائے۔

حدیث معرفت پر اعتراض

حافظ: میں نے بہت سی حدیثیں دیکھی ہیں لیکن جو اس وقت پیش نظر ہے وہ یہ ہے کہ تفسیر صافی میں جو آپ کے ایک جلیل القدر عالم اور مفسر فیض کاشی کی لکھی ہوئی ہے۔ ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت حسین شہید کربلا اپنے اصحاب کے سامنے کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ ایتھا الناس ان اللہ تعالیٰ اجل ذکرہ ما خلق العباد الا لیبغوا فوا فاذا عرفوہ عبدوہ واذا عبدوہ استغثوا بعبادتہ عن عبادۃ من سواہ قال رجل من اصحابہ باجی انت داعی یا بن رسول اللہ فیما معرفۃ اللہ قال معرفۃ اهل كل زمان اما هم البذی تجب علیہم طاعتہ - (یعنی اے لوگو خداوند عالم جل ذکرہ نے خلق نہیں کیا ہے بندوں کو لیکن اپنی معرفت کے لیے اور جب بندوں نے اس کو پہچان لیا تو اس کی عبادت کی اور جب اس کی عبادت کی تو اس کی عبادت کی وجہ سے اس کے ماسوا کی عبادت سے مستثنی ہو گئے آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے باپ نے آپ پر مذاہبوں اے فرزند رسول معرفت الہی کی حقیقت کیا ہے؟ فرمایا ہر زمانے والوں کا اپنے اس امام کو پہچانا جس کی اطاعت ان پر فرض ہے۔

اعتراض کا جواب

خیبر طلب: سب سے پہلے تو حدیث کے سلسلہ اسناد کی طرف توجہ کرنا چاہیے کہ آیا یہ حدیث صحیح ہے یا موثق و معتبر جن ہے یا ضعیف، قابل توجہ ہے یا مردود؟ اگر فرض کر لیا جائے کہ صحیح ہے تو توحید کے بارے میں آیات قرآن مجید اور آل اہل بیت و ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے سلسلے میں احادیث متواترہ کے نصوص صریحہ کو خبر واحد کی وجہ سے اپنے کھلے ہوئے مطلب سے پھیرا نہیں جاسکتا۔

آپ توحید کے بارے میں ان سارے اخبار و احادیث، ائمہ دین کے ارشادات اور ان مناظروں کو جو ہمارے بزرگان دین اور ائمہ اثنا عشر نے مناسب موقعوں پر مامونین اور دہریہ میں سے فرمائے ہیں اور خالص توحید کو ثابت فرمایا ہے کیوں نہیں دیکھتے اور ان پر توجہ کیوں نہیں فرماتے مدائیکہ شیعوں کی مت م خاص خاص

تغیریں اور کتب اخبار جیسے توحید بفضل و توحید صدوق اور سبارا لا نور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کی کتاب توحید اور دیگر بڑے بڑے علمائے شیعہ امامیہ کی کتب توحید یہ اہل بیت طاہرین کی متواتر حدیثوں سے چھلک رہی ہیں۔

آپ چوتھی صدی ہجری کے مفاخر علمائے شیعہ میں سے ابو عبد اللہ محمد بن نعمان معروف بہ "مفید ستونی سلمہ کار سالہ" النکت الاعتقادیہ" اور ابنیں ہند گوار کی "تالیف" ادائل المقالات فی المذاهب و المختار ان "کامطالو کیوں نہیں فرماتے نیز ہمارے شیخ اجل ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب الطبرسی کی کتاب "احتجاج" کا طرہ کیوں رجوع نہیں کرتے تاکہ آپ کو یہ پتہ چلے کہ امام برحق حضرت امام رضا علیہ السلام نے مخالفین و منکرین توحید کے مقابلے میں کس طرح خاص توحید کو ثابت فرمایا ہے نہ کہ آپ اسی فکر میں پڑے ہوئے ہیں کہ کچھ داور و متشابہ خبریں ڈھونڈ کر نکالیں اور انہیں کا سہارا لے کر شیعوں پر لعن طعن کریں۔

کیا خوب کہتا ہے شاعر عرب سے
ابتصا فی العین منی القذی وفي عینک الجذع لا تبص

یعنی آیا میری آنکھ کا نکلا ٹھوٹھوٹھو ہوا اور اپنی آنکھ کا شہتیرا نہیں دیکھتے؟ کتنا یہ بیہے کو میرا چھوٹا عیب دیکھتے ہوا اور اپنا بڑا عیب نظر نہیں آتا یہ مثل اس لیے پیش کر رہا ہوں کہ آپ اپنی کتابوں پر غور نہیں فرماتے تاکہ ان کے اندر ایسے غرائز و رموزات بلکہ کفریات نظر آئیں۔ بیضحک بہ! اشکلی یعنی جس پر میرا مردہ حور تھی ہنس دے ۱۷ مترجم اور پھر شرم کی وجہ سے سر نہ اٹھائیں یہاں تک کہ آپ کی معجزہ سماج کے اندر بھی جاں قدر مصنفہ شیزہ ریاضتیں مقول میں کہ قتل مبہوت اور حیران ہوجاتی ہے۔

حافظ: مستحکم خیر حاصل آپ کے الفاظ ہیں کہ ایسی کتابوں پر عیب لگا رہے ہیں جو عظمت بزرگی میں اپنا جواب نہیں رکھتی ہیں۔ خصوصیت کیساتھ صحیح بخاری اور صحیح مسلم جن کے بارے میں امام طبرسی سے ہمارے علم کا اتفاق ہے کہ ان کے اندر جتنی حدیثیں درج ہیں وہ سب قطعی طور پر صحیح ہیں۔ اور اگر کوئی شخص ان دونوں کتابوں کا احوال کے اندر مزید اخبار کا انکار کرے اور ان کو غلط بتلے تو وہ حقیقت اس نے اصل مذہب سنت و جماعت کا انکار کیا کیونکہ قرآن مجید کے بعد اہل سنت کے اعتبار کا دار و مدار انہیں دونوں بزرگ کتابوں پر ہے۔ مگر اگر آپ کی نظر سے گزرا ہو تو ان جرم کی نے صراحتی محرمہ کے شروع میں لکھا ہے۔ الفصل فی بیان کیفیتہا رای کیفیت اختلاف ابی یحییٰ روی الشیخان البخاری و مسلم فی صحیحہما اللہ بن ہما اللہ بن علی الکتاب بعد الثبات باجماع من یعتقد بہ بفضل اس کی کیفیت کے بیان میں زمین کیفیت خلافت ابی بکر (تحسین یعنی بخاری و مسلم نے اپنی تصحیح میں جو باجماع امت قرآن کے جہ تمام کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح ہیں کیونکہ امت نے ان کی قبولیت پر اجماع کیا۔

اگر آپ حلول و اتحاد کے کفر آمیز روایات اور خدائے تعالیٰ کی حمایت اور رویت کا عقیدہ کوہ باختلاف عقائد دنیا میں دیکھا جاتا ہے۔ یا آخرت میں دیکھا جائے گا۔ (رحمہ اللہ) جناب اور اشعر علی سینوں کا ایک گروہ اس کا قائل ہے، مطالعہ کرنا چاہیں تو اپنی سبکدوشوں کی طرف رجوع کیجئے خصوصاً صحیح بخاری جلد اول باب فضل السجود من کتاب الاذان متناصح مسلم جلد اول باب اثبات الرویة المؤمنین (بہم فی الاخرہ صلاہ) اور مسند امام احمد بن حنبل جلد دوم ص ۱۰۴ پر آپ کو کافی زخروہ ملے گا میں نوٹس کے طور پر انہیں ابواب میں سے در روایتیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ البہرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان الناس من تزوف و تنقیظ تقيظا شديد ان لا تسكن حتى يصنع الرب فتدمل فيها فتقول قط قط حتى حبي - زمین جہنم کے شعلوں کی آواز اور خوش و خروش بڑھتا جاتا ہے اور اس میں سکون نہ ہوگا یہاں تک کہ خدا اس میں اپنا پاؤں ڈال دے گا۔ تو جہنم بچے گا بس بس میرے لئے کافی ہے۔ میرے لئے کافی ہے۔

نیز ابو ہریرہ نے روایت کی ہے کہ لوگوں کی ایک جماعت نے رسول اللہ سے سوال کیا کہ تیری ربنا
یوم القيمة قال نعم هل تضارون فی رؤية الشمس بالنظھیر صحوا یس معها
سحاب قالوا لا یا رسول اللہ و هل تضارون فی رؤية القمر لیلۃ البدر صحوا یس فیہا سحاب
قالوا لا یا رسول اللہ قال ما تضارون فی رؤية اللہ یوم القيمة الا كما تضارون فی رؤية احدہما
اذا کان یوم القيمة ان مؤمن متبع کل اصلہ ما کان یتبع فیسعد فلا یبقی احدکم
یسعد غیر اللہ من الاصنام الا تصاب الالبسا فظنون فی النار حتی اذا الحییق
الاصن کان یتبع اللہ من یرواھا انھا حمیر رب العلمین فی اذ فی صورۃ من النبی
سواء فیہا فیقول انار یکم فیقولون تعوذ باللہ منک لا نشرب باللہ شیئا ینکم
وبینہ ایتہ فتعرفونہ بها فیقولون نعم فیکشف اللہ عن ساق شمر یرفعون
سأوسہم وقد یخول فی سورۃ التي راوۃ فیہا اول مرۃ فقال انار یکم فیقولون انت
یعنی کیا ہم لوگ قیامت کے دن اپنے پروردگار کو دیکھیں گے۔ فرمایا ہاں کیا ظہر کے وقت جس روز آسمان پر ابر

ہوا آفتاب کو دیکھنے سے تم کو کوئی نقصان پہنچتا ہے، لوگوں نے عرض کیا ہمیں، فرمایا جن راتوں میں آسمان پر بادل نہ ہو کیا ماہ کامل کو دیکھنے سے تمہارا کوئی ضرر ہوتا ہے۔ عرض کیا ہمیں، فرمایا تو قیامت کے دن اللہ کو دیکھنے سے بھی تم کو کوئی فضر نہیں پہنچے گا۔ جیسا کہ ان دونوں کو دیکھنے سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوتا جب قیامت کا دن ہوگا تو خدا کی طرف سے اعلان ہوگا کہ ہر گز وہ اپنے معبود کی پیروی کرے پس اللہ کے سوا بتوں کی پرستش کرنے والا کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے گا جو جہنم میں نہ جھونک دیا جائے، یہاں تک کہ نیک و بد لوگوں میں سے سوال ان افراد کے جنہوں نے اللہ کی پرستش کی ہوگی اور کوئی جہنم سے باہر باقی نہیں رہے گا۔ اس وقت پروردگار عالمین ایک خاص صورت میں ان کے پاس آئے گا کہ وہ سب اس کو دیکھیں پھر فرمائے گا کہ میں تمہارا خدا ہوں۔ مومنین عرض کریں گے کہ ہم تیری خدائی سے خدا کی طرف پناہ چاہتے ہیں ہم وہ لوگ نہیں ہیں جو خدا کے سوا کسی اور کی عبادت کریں۔ خدا کہے گا کہ آیا تمہارے اور خدا کے درمیان کوئی ایسی نشانی ہے جس کو دیکھ کر تم اسے پہچان لو؟ وہ کہیں گے ہاں اس وقت اللہ اپنے پاؤں کی نیڈلی کھول دے گا۔ (یعنی اپنے پاؤں کو عریاں کر کے نشانی ہی کرے گا، اور مومنین اپنے سر اٹھائیں گے تو اللہ کو اس صورت میں دیکھیں گے جس میں پہلی بار دیکھا تھا۔ پھر وہ کہے گا کہ میں تمہارا پروردگار ہوں اور وہ سب بھی اقرار کریں گے کہ تو ہمارا خدا ہو۔

آپ کو خدا کا واسطہ انصاف کیجئے کیا اس طرح کی باتیں کفرانِ کج نہیں ہیں کہ خدا اپنے کو محسوس اور محسوس صورت میں انسان کے سامنے پیش کرے اور اپنی نیڈلی کھولے؟ ہماری گفتگو کے ثبوت میں سب سے بڑا دلیل یہ ہے کہ مسلم ابن حجاج نے اپنی صحیح میں روایت باری تعالیٰ کے اثبات میں ایسے باب کا افتتاح کیا ہے اور ابو ہریرہ، زید بن اسلم اور سعید ابن سعید وغیرہ سے ایسی گھڑی ہوئی روایتیں نقل کی ہیں کہ آپ کے بڑے بڑے علماء جیسے ذہبی نے میزان الاعتدال میں سبوطی نے کتاب التالی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ میں۔ اور سبط ابن جوزی نے الموضوعات میں ان کے وضعی ہونے کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ اگر ان لوگوں کے روایات کو باطل ثابت کرنے والی دلیلیں نہ بھی ہوتیں، تو قرآن مجید کی بکثرت آیتیں صریحی طور پر روایت کی نفی کر چکی ہیں مثلاً سورہ (الانعام) آیت ۱۰۳ میں ارشاد ہے لا تدس کو الالبصاں و هو یدرک الالبصار و هو اللطیف الخفیر (یعنی اس کو کوئی آنکھ درک نہیں کرتی ہے۔ اور وہ سب آنکھوں کا مشاہدہ فرماتا ہے اور وہ لطیف و غیر مرئی اور ہر چیز سے آگاہ ہے) نیز سورہ (الاعراف) آیت ۱۳۰ میں قصہ موسیٰ و بنی اسرائیل کے سلسلے میں نقل فرماتا ہے کہ جس وقت بنی اسرائیل کے دباؤ سے مجبور ہو کر حضرت موسیٰ نے مقام مناجات میں عرض کیا رب ارقی انظر الیک قال لمن توفی (یعنی خدا و خدا اپنے کو میرے سامنے ظاہر فرما دے تاکہ میں تجھ کو متاہدہ کروں۔ تو خدا نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ تم مجھ کو برگزیدہ تک نہیں دیکھو گے۔

سید عبدالحی، امام جماعت اہل تسنن، کیا مولا علی کرم اللہ وجہہ سے منقول نہیں ہے کہ آپ نے فرمایا
 لعبد ربالمدارہ یعنی میں ایسے خدا کی عبادت نہیں کرتا ہوں جس کو دیکھنا نہ ہو، لہذا معلوم ہوتا ہے کہ خدا
 دیکھنے کے قابل ہے، کو علی ایسا فرما رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے عدم رویت پر دلائل و اخبار

خیر طلب: جناب نے حدیث کے صرف ایک جگہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے میں آپ حضرات کی اعانت
 سے فہدی حدیث پڑھ رہا ہوں میں سے آپ کو خوش اپنا جواب معلوم ہو جائے گا اس حدیث کو شیخ بزرگ ثقہ
 الاسلام محمد بن یعقوب کلینی نے بحوالہ کمال کتاب توحید باب البطلان الرویہ میں اور شیخ بزرگوار صدوق ابو جعفر
 محمد بن علی ابن الحسین بن موسیٰ بابویہ قمی نے اپنی کتاب توحید باب البطلان رویت اللہ میں امام محسن ناطق حضرت جعفر صادق
 علیہ السلام سے اس طرح نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جاء حیرانی امیر المؤمنین فقال یا امیر المؤمنین
 هل رأیت ربک حین عبدتہ؟ فقال ما کنت اعبد رباً لہذا۔ فقال وکیف رأیتہ؟
 قال لا ندرکہ العیون فی مشاہدہ الا بصار و لکن رأیتہ الفلوب
 بحقائق الانیسات۔ (یعنی ایک یہودی) عالم نے امیر المؤمنین علیہ السلام کی
 خدمت میں عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین آیا عبادت کے وقت آپ نے خدا کو دیکھا ہے؟ حضرت نے فرمایا میں ایسے
 خدا کی عبادت نہیں کرتا جس کو دیکھنا نہ ہو۔ اس نے عرض کیا آپ نے اس کو کیونکر دیکھا؟ فرمایا اس کو یہ ظاہری اور
 مادی آنکھیں نہیں دیکھتی ہیں بلکہ دل اس کو حقائق ایمان کے نور سے دیکھتے ہیں، چنانچہ حضرت امیر المؤمنین
 کے اس جواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ مغربی اور شمالی آنکھ سے نہیں بلکہ ایمان قلبی کے نور سے دیکھنا مراد ہے اور
 یہی مطلب خود کلمہ "لن" سے ظاہر ہے کیونکہ جیسا آپ کو معلوم ہے "لن" نفس ابد کے لیے استعمال ہوتا ہے
 اور اس آیت شریفہ میں تاکید ہے: "کیونکہ لا تدركہ الا بصار" کے ساتھ یعنی خدا ہر گز دنیا و آخرت میں کسی
 صورت سے دیکھا نہیں جاتا۔

Presented by: <https://jaanlibary.com/>

اس مقصد پر اتنے عقلی اور نقلی دلائل و براہین قائم ہیں کہ ملاوہ علمائے محققین اور مفسرین شیعوں کے خود آپ
 کے اکابر علماء جیسے قاضی بیہادہ دی اور جبار اللہ زعفرانی کے اپنی تفسیر میں ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا محال
 عقلی ہے۔

اور جو شخص کیا دیکھنا کی اظہرت میں خدا کی رویت کا مقصد ہو اس نے قطعاً خدا کو اپنی نظر میں محدود قرار دیا اور

اس کی ذات بابرکات کے لیے جمائیت کا قائل ہوا کیونکہ جب تک جسم عنقری نہ ہو ظاہری اور عنقری آنکھوں سے دیکھا نہیں جاسکتا اور اس طرح کا عقیدہ قطعی کفر ہے جیسا کہ ہمارے اور آپ کے بڑے بڑے علماء نے اپنی تفسیروں اور علمی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ لیکن چونکہ اس وقت یہ ہماری بحث کا موضوع نہیں لہذا بطور ثبوت چند جملے عرض کر دیئے گئے ہیں۔

البتہ ان ڈھیروں خرافات و مہومات کے سلسلے میں جو آپ کی معتبر کتابوں میں درج ہیں۔ میں نمونے کے طور پر دو روایتوں کا خلاصہ نقل کرتا ہوں تاکہ آپ حضرات بعض واحد خبروں کے ذریعہ جو تشریح و تاویل کے قابل ہیں، شیعوں کی کتابوں سے ایراد نہ فرمائیں۔

آپ کا خیال یہ ہے کہ صحاح سنہ اور بالخصوص صحیح بخاری اور صحیح مسلم کتاب دہی کے مانند ہیں لیکن میں اتنا س کرتا ہوں کہ آپ حضرات تھوڑی دیر کے لیے تعصب سے ہٹ کر نگاہ انصاف سے ان کی احادیث و روایات پر غور فرمائیں تاکہ اس قدر غلو کی نوبت نہ آئے۔

خرافات صحیحین کی طرف اشارہ

بخاری نے اپنی صحیح کتاب مثل باب من اقتل عریانا میں مسلم نے اپنی صحیح جزو دوم باب فضائل موسیٰ میں، امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند جزو دوم ص ۳۱۵ میں اور آپ کے دوسرے علماء نے ابوہریرہ سے نقل کیا ہے کہ بنی اسرائیل کے درمیان یہ رسم تھی کہ سب لوگ ل کر برہنہ پانی میں جاتے تھے اور اس حالت سے ہناتے تھے کہ آپس میں ایک دوسرے کی شرمگاہ کی طرف بھی نظر کرتے تھے یہ عمل ان کے یہاں معیوب نہ تھا البتہ ان میں صرف حضرت موسیٰ تنہا پانی میں اترتے تھے تاکہ کوئی شخص ان کی شرمگاہ نہ دیکھے بنی اسرائیل کہتے تھے کہ موسیٰ اس وجہ سے اکیلے ہناتے کے بیٹے جاتے ہیں اور ہم لوگوں سے علیحدہ رہتے ہیں، کہ ان کے اندر نقص ہے اور قطعی وہ نیک کے عارفین میں مبتلا ہیں۔ لہذا یہ نہیں چاہتے کہ ہم لوگ ان کو دیکھیں مگر ایک روز حضرت موسیٰ غسل کرنے کے لیے دریا کے کنارے گئے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے اور پانی میں اتر گئے فطر الحجۃ یثوبہ فیجمع موسیٰ با شرۃ یقول ثوبی حجۃ ثوبی حجۃ حتی نظر بوا اسرائیل الی اسواۃ موسیٰ فقالوا واللہ ما یدوسی من باس فقام الحجۃ بعد حتی نظر فاخذ موسیٰ ثوبہ فطفق بالحجۃ ضریبا فواللہ ان بالحجۃ سدیۃ استۃ او سبعة (یعنی پتھر موسیٰ کے کپڑے لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ موسیٰ اس کے پیچھے بھاگتے جارہے تھے اے پتھر میرے کپڑے، اے پتھر میرے کپڑے (یعنی میرا لباس کہاں لیے بھاگ جاتا ہے) وہ پتھر اتنا بھاگا اور موسیٰ اس قدر بہرہ دور گئے کہ بنی اسرائیل نے ان کی شرمگاہ دیکھی اور بھاگا خدا کی

قسم موسیٰ کے اندر کوئی عیب نہیں ہے یعنی تقی نہیں ہے اس کے بعد پتھر کھڑا ہو گیا۔ اور جناب موسیٰ نے اپنے پٹے سے لیے پتھر کو ٹسے سے اس کو اتار مارا کہ خدا کی قسم وہ چھ یا سات مرتبہ پیچ پیچ کے دیا۔
 آپ کو خدا کی قسم ذوالنضاف کیجئے کہ اگر اسی طرح کا کوئی عمل آپ حضرات میں سے کسی کیا تھا پیش آئے تو کس قدر ذلت کی بات ہے کہ آپ لوگوں کے درمیان اس طرح سے برہنہ اپنے لباس کے پیچھے دوڑیں کہ سب آپ کی شرمگاہ دیکھ لیں۔ فرض کیجئے کہ اگر ایسا اتفاق پیش بھی آجائے تو آدمی کہیں کن رے بیٹھ جاتا ہے تاکہ لوگ جا کر اس کا لباس نہ آئیں نہ یہ کہ میری شرم پوشی کے آدمیوں کے پیچ میں گھس پڑے تاکہ سب اس کی شرمگاہ دیکھیں۔
 آیا مثل باہر کرتی ہے کہ موسیٰ کلیم اللہ ایسے انسان سے ایسی حرکت سرزد ہوئی ہو گی یقیناً آتا ہے کہ بے باں پتھر حرکت کرے اور موسیٰ کے پٹے سے بھاگے۔

سید عبدالحی: آیا پتھر کی حرکت زیادہ اہم ہے یا عصا کا ڈرنا ہو جانا؟ پتھر کی حرکت بڑی چیز ہے یا وہ زہن جو جن کی غذا خبر دے رہا ہے۔

خیر طلب: مثل مشہور ہے خوب دروہی آموختہ اید، ایک سوراخ دھاکم کردہ اید یعنی آپ نے در و خوب سیکھا ہے لیکن دھاک کا سوراخ کھود پاس سے، جناب محترم! میں معجزات انبیاء کا ملکہ نہیں ہوں بلکہ قرآن مجید کے حکم سے معجزات اور فرق عادات پر ایمان رکھتا ہوں لیکن آپ تصدیق کریں گے کہ معجزات اور فرق عادات کا ظہور مقام تمدنی پر ہوتا ہے تاکہ اس مظاہرہ عمل کے مقابلہ میں فرتی مخالفت کو عاجز اور حق کو ظاہر کر دیا جائے تو اس عمل میں کون سی تمدنی گامیابی کا ظہور تھا۔ سہا اس کے گرد سہا کی کامیابی ہو اور خدا کے رسول کی شرمگاہ خلقت کے درمیان عوامی ہوئی۔

سید عبدالحی: اس سے بڑھ کر کون سا حق تھا کہ حضرت موسیٰ کی صفائی پیش کی جائے تاکہ لوگ سمجھیں کہ آپ کو تقی نہیں ہے۔

خیر طلب: فرض کر لیا جائے کہ جناب موسیٰ کو تقی ہی تھا تو اس سے آپ کے منصب نبوت کو کیا نقصان پہنچے راتھا پیغمبروں کے لیے جو چیز عیب ہے وہ ذاتی نقائص ہیں جیسے اندھا، بہرہ، عینک، چوڑا لگیوں والا، چار انگلیوں والا، فتنہ گر، مغلوب یا غار نادر سل ہو نا دھیرہ ورنہ جہاں کی ناقص جو عوارض کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں جیسے کثرت گریہ کے نتیجے میں حضرت یعقوب اور حضرت شیب کا نابینا ہو جانا، حضرت ایوب کے جسم پر زخم، جنگ احد میں حضرت خاتم الانبیاء کے سر و مذاں کی شکستگی اور اسی طرح کی دوسری چیزیں منصب نبوت کو کوئی ضرر نہیں پہنچاتی ہیں

تقی بھی ایک جہاں مرض ہے جو بعد کو عارض ہوتا ہے لہذا اس میں کون سی اہمیت تھی کہ کسی ایسے معجزے

اور خرق عادات کے ذریعہ اس سے برأت ثابیت کی جائے جو پیغمبر کی ہتک حرمت اور کشف عورت تک منہجر ہوتا کہ نبی اسرائیل ان کی شہم گاہ پر نظر کریں۔

آیا ایسی روایت خرافات و دھومومات میں سے ہیں کہ جناب موسیٰ بغیر ساتر عورتین کے لباس کے پیچھے ڈریں، اس قدر غصہ میں بھر جائیں اور پیچھ کر اس طرح سے ماریں کہ وہ پھیر یا سات مرتبہ فریاد کرے؛ کتنے تعجب کی بات ہے کہ پیغمبر خدا کا تنابھی نہ معلوم ہو کہ پیچھ کر کھانا فدا تار کی حس نہیں رکھتا ہے کہ اس کو زور دیکوب کریں اور جادے نالہ بندہ کرائیں۔
نعوذ باللہ من هذه الخرافات۔

ملک الموت کے چہرے موسیٰ کا تھپڑ مارنا

اس خیال سے کہ جناب مولوی سید عبدالحی البوہریرہ یا بخاری اور مسلم کی طرف سے جنہوں نے اس طرح کی گھڑی ہوئی مہل روایتیں نقل کی ہیں، وفاق اور صفائی کی کوشش نہ فرمائیں۔ ایک اس سے زیادہ مستحکم خیز روایت کی طرف اشارہ کرتا ہوں تاکہ آپ حضرات یقین کر لیں کہ صحاح کے بارے میں جس طرح غلو کیا گیا ہے وہ ایسی ہیں نہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح جلد اول ص ۱۵۸ اور جلد دوم ص ۱۶۲ پر ایک تو باب من احب الدفن فی الارض المقدسة من الابواب الجنائز میں اور دوسرے باب وفات موسیٰ جلد دوم میں اپنے عقیدے کی مطابق صحیح اسناد کے ساتھ البوہریرہ سے نیز مسلم نے اپنی صحیح جلد دوم ص ۳۰۹ البوہریرہ سے ایک عجیب مہل خبر نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا جاء ملک الموت الی موسیٰ علیہ السلام فقال له احب ربک، قال ابوہریرہ: فاططم موسیٰ عین ملک الموت ففقاھا، فرجع الملائک الی اللہ تعالیٰ فقال انک امرسلتی الی عبدک لا یرید الموت ففقا عینی، قال فرد اللہ الیہ عینہ وقل امرجع الی عبدی فقل الحیاة ترید فان کنت توبی الخیوة فضع یدک علی صنتن ثور، فماتوا ربید من شعرة فافک تعیش بها سنة۔ (یعنی ملک الموت موسیٰ کے پاس آئے اور کہا کہ اپنے پروردگار کی دعوت قبول کیجئے، اس پر حضرت موسیٰ نے ان کی آنکھ پر ابا تھپڑ لگایا کہ ان کی آنکھ بھوٹ ہی گئی اور وہ کانے ہو گئے۔ چنانچہ ملک الموت خدا کے پاس واپس گئے اور کہا کہ تو نے مجھ کو اپنے ایسے بندے کے پاس بھیجا جو مرنا ہی نہیں چاہتا اور میری آنکھ الگ پھوڑ دی۔ خدا نے ان کی آنکھ پھر ملٹا دی اور فرمایا کہ میرے بندے کے پاس واپس جاؤ اور کہو کہ اگر زندگی چاہتے ہو تو بیل کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ رکھو جتنے بال تمہارے ہاتھ میں آجائیں گے بر بال کے عرض ایک سال زندہ رہو گے۔)

امام احمد بن حنبل نے اپنی مستند جلد دوم ۳۱۵ میں اور محمد بن یحییٰ بن یحییٰ نے اپنی تاریخ کی جلد اول تذکرہ وفات حضرت موسیٰ کے ضمن میں ابو ہریرہ سے یہی روایت اتنی زیادتی کے ساتھ نقل کی ہے کہ زمانہ حضرت موسیٰ ملک ملک الموت بندوں کا روح قبض کرنے کے لئے ظاہر تھا ہر روز حکم کھلا آتے تھے لیکن جب سے موسیٰ نے ان کے چہرے پر تھپڑ مارا ادا ان کی ایک آنکھ پھوٹ گئی اس کے بعد سے پرشیدہ اور عجیب کر کے آنے لگے رقاباً اس خوف سے کہ جاہل لوگ کہیں ان کا روح نہیں آ نکھیں نہ پھوڑیں اس پر مجمع کے اندر بہت سے لوگ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

اب میں آپ حضرات سے انصاف چاہتا ہوں کہ کیا یہ روایت خرافات اور مہموافیت میں سے نہیں ہے جس کو سنی کو آپ نہیں رہے ہیں، مجھ کو تو ایسی خبر کے لکھنے والوں اور نقل کرنے والوں پر تعجب و غرور ہے جنہوں نے بغیر سچے لکے ان بیہودہ اور مہم مطالب کو پیش و نقل کیا ہے۔

انصاف موجب معرفت اور سب سعادتی

ایک صاحب عقل کی عقل یہ قبول کرتی ہے کہ کوئی حکیم اللہ صی کوئی اولوالعزم پیغمبر معاذ اللہ اس قدر بے معرفت اور بے مزاج ہو کہ حکم خدا کی اطاعت کے بدلے اس کے قاصد کو اتنا زور وار پھٹڑ لگائے کہ اس کی آنکھ ہی جاتی رہے! خدا کے لئے بتائے گا کہ کوئی شخص یہ کہے کہ جناب حافظ صاحب کو ایک بزرگ شخص نے مہمانی کی دعوت دی اور انہوں نے یہ دعوت قبول کرنے کے پیغام لانے والے کو پھٹڑ مار کے اس کی آنکھ پھوڑ ڈالی تو کیا آپ کو ہنسی نہیں آئیگی اور حافظ صاحب یہ نہیں فرمائیں گے کہ ایسا کہنا میری توہین ہے کیونکہ تحصیل علم اور تزکیہ نفس میں ایک عمر صرف کر دینے کے بعد کیا میرے اندر اتنا کچھنے کی صلاحیت بھی پیدا نہیں گئی کہ پیغام لانے والے کی کوئی غلطی نہیں ہوئی! بلکہ اس سے تو میرا احترام کتنے ہوئے ایک بزرگ شخصیت کی طرف سے دعوت نامہ پیش کیا۔ جب کسی کیسے جاہل اور مشکل انسان سے بھی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوتی تو اولوالعزم پیغمبر کا حکم لانے جو معرفت الہی میں کہیں اولیٰ و علیٰ تھے کہ کوئی ممکن ہے کہ خدا کے پیغام طلب کو ناقابلِ توجہ سمجھیں بلکہ پیغام لانے والے فرستے کو جس کی سوا اپنا فرض ادا کرنے کے اور کوئی غلط نہ سمجھے پھٹڑ ماریں اور کاٹنا بنائیں۔

پیغمبروں کو مبعوث کرنے کا مقصد قریہ ہے کہ وہ لوگوں کی ہدایت کریں ادا ان کو حیوانی حرکتوں سے باز رکھیں تاکہ وہ نفس نہیں کے قابو میں نہ آجائیں ادا ان سے زندگی کے آثار ظاہر نہ ہوں۔ ظلم و تعدی تو جانوروں پر ایک جاہل اور بیوقوف آدمی کی طرف سے بھی بڑی چیز ہے۔ ذکر اولوالعزم پیغمبر کی طرف سے ایک ملک مغرب پر جو خدا

کا فرستادہ اور پیام لانے والا ہو۔

ہر سنیے والا سمجھ لے گا کہ ایسی روایت سراسر جھوٹ اور بہتان ہے اور علاوہ منصب نبوت کے علم معرفت اور امانت کے باغیا، عظام کو سارے انسانوں کی نفردوں میں حقیر و ذلیل بنانے کے قطعاً اس کے گھر بیٹے والوں کی اور کوئی عرض نہ ملتی۔

میں ابو ہریرہ کے ایسے لوگوں سے تعجب نہیں کرتا ہوں کیونکہ یہ وہ آدمی تھے جن کے متعلق خود آپ کے علمائے لکھا ہے کہ معاویہ کے روغنی اور لذیذ دسترخوان سے اپنا پیٹ پھرنے کے لئے حدیثیں کرتے تھے اور خلیفہ عمر نے اسی طرز عمل پر ان کو یا تا زیا تہ لگایا کہ میٹھ ہو لبان ہو گئی لیکن مجھ کو حیرت تو ان اشخاص پر ہے جو علم و دانش کی بلند منزل پر فائز تھے کہ انہوں نے بغیر سوچے سمجھے کیونکہ اس طرح کی بے بنی روایتیں اپنی کتابوں میں درج کر دیں۔ اور پھر جناب حافظ صاحب کے ایسے دوسرے علمائے ان کتابوں کو کلام خدا کے قدم بہ قدم قرار دیدیا اور بغیر غورو مطالعہ کے کہتے ہیں۔ ہما اصح الکتاب بعد القرآن ربہ و ولوں یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم قرآن کے بعد ساری کتابوں سے زیادہ صحیح ہیں ۱۲ مترجم لہذا جب آپ کی سب سے اونچی کتابوں میں ایسی مہمل روایتیں درج ہیں تو آپ کو شیعوں کی کتابوں اور ان اخبار کے متعلق جو ان میں درج ہیں، اور زیادہ تر توجیہ و تاویل کے قابل ہیں زبان اعتراض کوٹنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

میں مذمت کرتا ہوں کہ معنی ہاتوں میں کافی وقت لگ گیا کیونکہ کلام و احکامات میں بات نہ ملتی ہے ۱۲ مترجم اب پھر اصل مقدمہ کی طرف رجوع کرتا ہوں جو حدیث آپ نے نقل کی ہے۔ اس کے بارے میں بحث کرتا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں کہ آیا یہ خبر قابل حل ہے یا نہیں۔ یہی بات یہ ہے کہ اگر کوئی نیک اور منصف مزاج عالم اس طرح کی دھم دھم حدیثوں کو دیکھتا ہے جو ہماری آپ کی کتابوں میں بکثرت ہیں، تو ہزاروں صحیح السند اور صریح خبروں کے پیش نظر اگر یہ قابل اصلاح ہیں، تو اصلاح کر دیتا ہے۔ ورنہ رد کر دیتا ہے۔ یا کم از کم خاموشی ہی اختیار کر لیتا ہے نہ یہ کہ ان کو تکفیر کا حربہ بنا کر اپنے دینی بھائیوں پر حملہ کرے۔

اب اس حدیث کے بارے میں بھی چونکہ یہاں تفسیر صافی موجود نہیں ہے ہم اس کے سلسلہ اسناد سے بھی واقف نہیں ہیں نہ یہ معلوم ہے کہ مولف نے اس کو کس مقام پر اور کس صورت سے نقل کیا ہے۔ اور آیا خود اس کے اوپر کوئی نوٹ دیا ہے یا نہیں لہذا ہم کو غور کرنا چاہیے کہ قابل اصلاح ہے یا نہیں ہیں تو اپنی کمزور عقل کے مطابق اس حدیث کے لئے یہی سمجھ رہا ہوں کہ ان حضرات کا ارشاد یا تو متکلمین کے درمیان اس مشہور قائلے پر معمول ہے کہ معلول کا پورا علم گویا علت کا پورا علم ہے۔ یعنی حیب امام کو بحیثیت امام پہچان دیا گیا۔ تو یقیناً خدا کو محمد پہچان لیا۔

یا مہلتے پر محمول ہے جیسے کوئی شخص کچھ کہ جو شخص وزیر اعظم کو پہچان لے گویا اس نے بادشاہ کو پہچان لیا۔ اور اس مہلتے کے لئے ایک قرینہ سورۃ توحید و تکیہ قرآنی آیات اور وہ اخبار کثیرہ ہیں جو خود حضرت امام حسینؑ اور دوسرے ائمہ معصومین علیہم السلام سے خالص توحید کے اثبات میں مروی ہیں لہذا کہا جاسکتا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ امام کی معرفت ان جلیل القدر عبادتوں میں سے ہے جو جن دانس کی عرض خلقت ہیں اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے ماوراء کرامت جامعہ میں محال معرفۃ اللہ کے ہی معنی ہیں۔

ہم ایک دوسرے طریقے سے بھی اس کے معنی بیان کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ محققین نے اس طرح کے امور میں مطلب بیان کیا ہے کہ ہر فعل کا فاعل اور ہر بنا کا بانی اپنے فعل اور بنا کے استحکام سے پہچانا جاسکتا ہے چنانچہ اس کی ہر بنا اور ہر اثر کے حالات کے کسی ایک پہلو کے لئے کامل دلیل ہے چونکہ رسول خداؐ اور آپؐ کی آل پاک صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین امکان کے سارے بلند منازل پر فائز تھے لہذا ان سے زیادہ حکم اثر اور ان سے زیادہ جاس خلوق کوئی اور نہیں تھا۔ نتیجہ یہ کہ معرفت الہی کے لئے ان سے زیادہ واضح اور جات راستہ کوئی اور موجود تھا۔ لہذا عمل معرفت خدا یعنی جن سے ہندوں کے لئے معرفت ممکن ہے ان کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اب جس شخص نے انکو پہچانا گویا خدا کو پہچان لیا۔ ان حضرات نے خود فرمایا ہے۔ بنا عرف اللہ و بنا عبد اللہ یعنی ہمارے ذریعہ سے خدا پہچانا گیا ہے اور سارے ہی ذریعہ سے اس کی عبادت کی گئی ہے یعنی حق تعالیٰ کی معرفت و عبادت کا راستہ ہمارے قبضہ میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ خدا نے تعالیٰ کی معرفت کے لئے واحد آخری ذریعہ ہی جلیل القدر خاندان ہے اگر غیر اس خاندان سے کہ رہبر ہی کے انسان کوئی راہ پیدا کرے تو وہی خلافت میں حیران و سرگردان ہو گا اور بہت دشوار ہے یہ بات کہ وہی خلافت و حیرت میں ٹھکا ہوا شخص بغیر ہدایت کے منزل سعادت تک پہنچ جائے یہی وجہ ہے کہ فرقہ نشین کی تحقیق علیہ حدیث میں وارد ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا یا ایہذا الناس افی تزکرت فیکم ما ان اخذتم ربکم المون تفضلوا کتاب اللہ عزوجل و سنننی اہل بیتی یعنی اے لوگو میں تمہارے درمیان وہ چیزیں چھوڑتا ہوں اگر ان دونوں سے حاصل کرو گے (یعنی معرفت کی باتیں) تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک عزوجل کی کتاب ہے اور ایک میری معرفت اور اہل بیت ہیں۔

حافظ کچھ اس حدیث پر انحصار نہیں ہے کہ آپؐ کی اصلاح کی کوشش کریں بلکہ آپؐ کی کتابوں میں وارد تمام دعائوں کے اندر کھردر شرک کے نوسے ملتے ہیں۔ جیسے بغیر ذات پروردگار عالم کی طرف توجہ کیے ہوئے اما مول سے حاجتیں طلب کرنا اور یہ غیر خدا سے حاجت طلب کرنا خود ہی شرک کی ایک شکل دلیل ہے۔

خیر طلب یا آپؐ کی ذات سے یہ بات بہت بعید محسوس کر اپنے اسلاف کی پیروی کرتے ہوئے ایسی فضول اور بے جا بات منہ سے نکالیں۔ واقعی آپؐ بہت بے اضافی کرتے ہیں یا پھر اس پر توجہ نہیں کرتے ہیں کیا فرما رہے

ہیں یا بغیر شرک کے معنی پر غور کیے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ میں متنی ہوں کہ پہلے شرک اور شرک کے معنی بیان فرمائیے تاکہ حقیقت ظاہر ہو۔

شیعوں کی طرف شرک کی نسبت دنیا

حافظ و مطلب اتنا واضح ہے کہ میرے خیال میں تشریح کی ضرورت ہی نہیں۔ بدیہی چیز ہے کہ خدائے بزرگ کا اقرار کرتے ہوئے غیر خدا کی طرف توجہ کرنا شرک ہے اور شرک وہ شخص ہے جو غیر خدا کی طرف رخ کرے اور اس سے حاجت طلب کرے۔

جماعت شیعہ جیسا کہ مشاہدہ ہے کبھی خدا کی طرف توجہ نہیں رکھتی ہے اور بغیر خدا کا نام لیتے ہوئے پستے سارے مقاصد اپنے اعمالوں سے عرض کرتی ہے یہاں تک کہ میں دیکھتا ہوں کہ شیعہ فقہاء رگزار گزراہوں اور دروازوں اور مکانوں پر آتے ہیں، تو کہتے ہیں۔ یا علی، یا امام حسین یا امام رضاؑ غریب یا حضرت عباسؑ اور یہ ایک مرتبہ بھی نہیں سنا گیا کہ یا اللہ کہیں۔ یہ باتیں خود شرک کی دلیل ہیں کیونکہ جماعت شیعہ کبھی خدا کی طرف توجہ نہیں کرتی بلکہ اپنی تمام تر توجہ بغیر خدا سے وابستہ رکھتی ہے۔

نجیر مطلب۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کی اس طرح کی باتوں کا کیا مقصد سمجھوں۔ آیا ان کو ہٹ دھرمی کی دلیل سمجھوں کہ قصداً تجاہل عارفانہ کر رہے ہیں یا حقائق کی طرف توجہ نہ کرنے کا نتیجہ ہے؟ میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ ہٹ دھرمی کرنے والوں میں سے نہ ہوں گے۔

چونکہ ایک عالم باعمل کے شرائط میں سے انصاف بھی ہے لہذا جو شخص حق سے واقف ہو اور اپنی مطلب برآری کے لیے حق کتنی کرے وہ انصاف سے دور ہے اور جس کے پاس انصاف نہیں وہ عالم بلا عمل ہے۔ حدیث رسول میں ارشاد ہے العالم بلا عمل کالشجر بلا ثمر (یعنی عالم بے عمل بغیر میوے کے درخت کی مثل ہے) آپ جو بار بار اپنے جملوں میں شرک اور شرک کے الفاظ زبان پر جاری کر رہے ہیں۔ اور کوشش کر رہے ہیں کہ اپنے لغو اور بے مغز دلائل سے موجد شیعوں کو شرک ثابت کریں تو ممکن ہے کہ آپ کے بیانات سے خبر سنی عوام مایوس انداز ہو جائیں اور وہ شیعوں کو شرک سمجھیں (جیسا کہ اب تک ان پر غلط اثر پڑتا رہا ہے)۔ لیکن یہ محترم حاضرین جملہ شیعہ حضرات آپ کی تقریر سے سخت ناراض اور ناخوش ہیں اور آپ کو ایک مطلب پر مست اور افزا پر واز عالم سمجھ رہے ہیں کیونکہ یہ اپنے عقائد سے واقف ہیں اور سمجھتے ہیں کہ آپ کے ان الزامات میں سے ایک ملامتوں کے اندر موجود نہیں ہے۔ لہذا اپنے الفاظ اور بیانات میں ایسے جملے ادا کرنے کی کوشش فرمائیے کہ ان پر سچی بات واضح ہو اور ان کے لاپ کی طرف کشش عکس کریں۔

میں مجبور ہوں کہ اگر آپ احادیث میں تو حاضر و غائب یا دوران اہل سنت کے سادہ ذہنوں کو روشن کرنے کے لئے وقت کے لحاظ سے مختصر طور پر مشرک اور مشرک کے بارے میں اسلام کے بزرگ محققین حکماء و مفتیاد اور علماء جیسے علامہ رحمتی، محقق طرابلسی، علامہ مجلسی، علیہم السلام جو اکابر و مفاخر علمائے مشیخہ میں سے ہیں، اور دوسرے حکماء اور صاحبان تحقیق جیسے صدر المتعالیین بشیرازی، ملا نذیر علی طالقانی، علامہ ملا باری ہنزاری اور جناب صدر کے دونوں با عظمت تالیفات مرحوم فیض کاشانی و فیاض لاہوری کی رحیم اللہ کا آیات قرآنی اور ارشادات ائمہ طاہرین علیہم السلام کی روشنی میں، جو کچھ عقیدہ ہے وہ آپ کے سامنے پیش کر دیں تاکہ حضرات حاضرین جلسہ یہ نہ سمجھ لیں کہ مشرک کے معنی وہی ہیں جو آپ مناظرہ دے کر بیان کر رہے ہیں۔

حافظ: غصے کے ساتھ فرمائیے۔

نواب: قبلہ صاحب اس جلسہ کی بناء، چونکہ بے سواد لوگوں کے سمجھنے کے لئے ہے لہذا جیسے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں، معنی ہوں کہ اپنے ارشادات میں انتہائی سادگی کا لحاظ رکھیئے آپ کی نظر صرف حضرات علماء و ادران کی عقل کے مطابق جواب دینے پر نہ رہنا چاہیئے بلکہ اہل مجلس کی اکثریت بالخصوص ہند اور پیشاور کے باشندوں کی رعایت ضروری ہے جو اہل زبان نہیں ہیں۔ گہوارش ہے کہ پیچیدہ اور مشکل مطالب بیان فرمائیے گا۔

حییر طلب: جناب نواب صاحب آپ کی یاد دہانیاں میرے پیش نظر ہیں۔ اور کچھ اسی صحبت پر منحصر نہیں ہے بلکہ جیسا میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں میری عادت ہی یہ ہے کہ جس مجمع میں کچھ خواص اور بے خبر افراد موجود ہوتے ہیں، وہاں قطعاً اپنا دوسرے معنی خواص پر موقوف نہیں رکھتا ہوں، اس لئے کہ پیغمبروں کی بعثت اور کتابوں کے نزول کی عرض ہے خبر لوگوں کو متنبہ کرنا تھا، اور یہ نظریہ ہرگز عملی حساب نہ نہیں بن سکتا جب تک حقائق جس طرح سے آپ نے فرمایا سادہ طور پر اور قوم کی زبان میں بیان نہ ہوں چنانچہ حدیث میں رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ نحن معشر الانبیاء نکلّم الناس علی قدر عقولہم یعنی ہم پیغمبروں کی جماعت لوگوں سے ان کی عقلوں کی بلطاعت گفتگو کرتی ہے، لہذا آپ کی خواہش اصولی اور برابر میرے پیش نظر ہے۔ امید کرتا ہوں کہ آپ کی منتار کے مطابق پہلے سے زیادہ عملی کر سکیں گے اور معنی ہوں کہ جس مقام پر پہلے گفتگو کرنا تھا وہاں آپ حضرات فرما فرمائیے گا۔

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

اقسام مشرک کے بیان میں

حییر طلب: جہاں تک آیات قرآنی کے حوالے، اخبار کثیرہ اور محققین علماء کی تحقیقات کا حصہ اور بالخصوص ان اہم تشریحات سے جو صدقات الامین اور ناصر طالقانی نے فرمائی ہیں معلوم ہوتا ہے مشرک کی دو قسمیں ہیں اور دوسرے

شترک و رذات

شُرکِ جلی کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ذات یا صفات یا افعال عبادات میں خدائے قائلے کا کوئی شریک قرار دے۔
شُرکِ درذات یہ ہے کہ حقِ قائلے کے مرتبہ الوہیت اور ذاتِ وحدانیت میں شریک قرار دے اور زبان سے
اس کا اعتراف کرے جیسے تنزیہ (بت پرست) اور محجوس جو دو اصل و مبدأ نور و ظلمت، یزدان اور اہرمن کے قائلے
ہیں اور نصار مٹی جو اتانیم مثلاً نہ کے قائلے ہوئے اور ذاتِ خداوندی کو تین اجزاء یعنی باپ بیٹا اور روح القدس میں
تقسیم کیا، ان میں سے بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ روح القدس کے عوض مریم ہیں۔ ان تینوں میں سے ہر ایک کے لیے
ایک خاصیت کے معتقد ہوئے جو باقی دو میں موجود نہیں ہے۔ اور جب تک یہ تینوں اکٹھا نہ ہوں ذاتِ خداوندی
کی حقیقت مکمل نہیں ہوتی جیسا کہ سورہ ۴ (مائدہ) آیت ۷۳ میں خدانے ان کے قول کی تردید اور اپنی وحدانیت کا
اثبات فرمایا ہے لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَحَمْدُ اللَّهِ وَحْدَهُ لَا شَاطِرَ لَهُ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ
کا ترجمہ ہے کہ جنہوں نے خدا کو تین میں سے ایک جانا، یعنی تین خدا کے قائلے ہوئے باپ بیٹا، روح القدس، حمانہ کو
سوائے خدائے واحد کے اور کوئی خدا نہیں)۔

اس آیت مبارکہ میں لفظ مٹی کے فرقوں میں تسطیر یہاں ملکا پڑا اور یعقوبیہ کا قول بیان کیا گیا ہے جنہوں نے ثنویہ اور بہت پرستوں سے یہ عقیدہ حاصل کیا۔ مگر خلاصہ یہ کہ لفظ رخی ثنویہ اور مجلس کی طرح مشترک ہیں کیونکہ اتنا نیم ملاشہ کے قائل ہیں اس سے زیادہ واضح الفاظ میں وہ لوگ کہتے ہیں کہ الوہیت خدا، مریم اور عیسیٰ کے درمیان مشترک ہے۔ اُن میں سے بعض کا عقیدہ ہے کہ خدا مریم اور عیسیٰ کے درمیان مشترک ہے اُن میں سے بعض کا عقیدہ ہے۔ کہ خدا عیسیٰ اور روح میں سے ہر ایک خدا ہے اور اللہ جل جلالہ ان تین میں سے ایک ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلے سے خدا تین تھے۔ اقنوم الاب، اقنوم الابن، وروح القدس اور سرائی زبان میں اقنوم کے معنی وجود بستی ہیں اس کے بعد یہ تینوں اقنوم ایک ہو گئے اور وہ مسیح ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عقلی و نقلی دلائل سے اتحاد کا باطل ہونا ثابت ہے۔ اور اس معنی سے اتحاد حقیقی محال ہے حتیٰ کہ غیر ذات واجب الوجود میں بھی کیا کی وجہ سے آخر آیت میں فرماتا ہے۔ وما من الہ الا الہ واحد یعنی کوئی ایسی ذات واجب جو عبادت کی مستحق ہو سوا خدا کے۔

یکتا کے موجود ہونے سے جو وحدانیت محض سے موصوف ہے۔ شرکت کے (ہم سے) بالاتر ہے اور اس سے
مکن موجودات کا مبداء وہی ذات وحدۃ لاشریک ہے۔

شرک و صفات

شرک وہ صفات یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کے صفات جیسے حکمت و قدرت اور حیات و فیروہ کو تقسیم لیکن
نرائند ذات سمجھیں جیسے اشعری جو ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری بصری کے اصحاب میں جہا کہ آپ کے اکابر علماء
مثلاً علی ابن احمد بن حزم الظاہری نے کتاب فصل جہاد جہاد میں اور مشہور فلسفی ابن رشد محمد بن احمد
اندلسی نے کتاب الکشف لمن مباح الاذنی فی عقائد الملک مشہور میں نقل کیا ہے کہ یہ لوگ معتقد ہیں کہ اللہ کے صفات
نرائند بر ذات اور تقسیم ہیں۔ چنانچہ جو شخص صفات خداوندی کو حقیقتاً اس کے ذات اجل پر نرائند سمجھے یعنی اس کو
صفت عالمیت یا تادمیت یا حکمت یا حیات و فیروہ سے موصوف کرے اور ان صفات کو اس کے پلے میں ذات
نہ سمجھے، وہ مشرک ہے اس لیے کہ اس نے قدم میں اس کے لیے کفو و قرین اور ہمسر ثابت کیا حالانکہ سوا حق تعالیٰ کی
ذات ازلی کے کائنات میں کسی قدیم کا وجود نہیں ہے۔ اور صفات خداوندی اس کے مین ذات ہیں جیسے شیرینی
اور شکر، چکناہٹ اور روغن جو آپس میں ایک دوسرے سے الگ کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ شیرینی اور
چکناہٹ الگ کی چیزیں نہیں ہیں جو شکر اور روغن کی ذات پر وارد ہوئی ہوں بلکہ جس وقت خدا نے شکر
اور روغن کو پیدا کیا، تو ان میں شیرینی اور چکناہٹ کو بھی پیدا کیا۔ اگر سندھ میں کیا جائے کہ شیرینی اور چکناہٹ کو شکر اور روغن سے
جیلدہ کر لیں تو پھر وہ شکر اور روغن ہی نہ رہیں گے۔ قلک الامثال فیض بہا اللہ اس وما یعقلھا الا
العالمون یہ مثالیں ذہنوں کو متغصت کرنے کے لیے ہیں تاہم جس وقت ہمیں خدا یعنی عالم، حی، قادر، حکیم و فیروہ
قریب سمجھ لیں کہ صفات خداوندی اس کی ذات نہ ہنڈا نہیں ہیں۔

شرک و افعال

افعال میں شرک یہ ہے کہ خدا کو حقیقی طور پر متحد اور متغیر بالذات نہ سمجھے، اس صورت سے کہ مخلوقات
میں سے کسی ایک فرو یا افراد کو خدا کے افعال اور تدبیروں میں غور یا مؤثر کا جنہ سمجھے یا یہ کہ خلقت کے بعد امور کو
مصدق کے سپرد جانے جس کے یہودی تعالیٰ تھے کہ خدا نے مخلوقات کو خلق کیا اس کے بعد امور کی تدبیر سے باز رہا۔

سارا کام خلق کے ذمہ چھوڑ دیا اور خود علیحدگی اختیار کر لی۔

چنانچہ ان لوگوں کی مذمت میں سورہ ۵ (مائدہ) آیت ۲۴ میں ارشاد ہے۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ
يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلَعْنَاهُمْ قَالُوا بَلْ يَدُ اللَّهِ مَيْسُورَةٌ إِنَّ يَهُودَ
اور مشرکین غلات جن کو مفرضہ بھی کہتے ہیں قائل ہیں کہ خدا نے اماموں کو امور تفویض کر دیئے۔ وہی پیدا کرتے ہیں
اور دوزی دیتے ہیں۔ یہ دہی چیزیں ہیں کہ جو شخص افعال خداوندی میں کسی طریقے سے کسی کو دخل سمجھے، جو مؤثر کی
صورت سے یا انبیاء یا ائمہ یا اماموں کو تفویض امور کی حیثیت سے قطعاً شرک ہے۔

مشرک و عبادت

اور شرک و عبادت یہ ہے کہ عبادت کے موقع پر ظاہری توجہ یا دل کی نیت غیر حق کی طرف رکھے مثلاً
نماز میں خلق کی طرف توجہ کرے یا اگر تندرکتا ہے تو حق کے لیے کہ اس طرح جن عبادتوں میں
نیت کی ضرورت ہے، اگر عمل کے وقت نیت غیر خدا کے لیے ہو تو وہ مشرک ہے کیونکہ سورہ ۱ (کہف)
آیت ۱۷ میں صریح طور پر اس طرح کے عمل (شرک) سے منع کیا گیا ہے۔ قُلْ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ
فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ احْدَا ۝

علی اور عبادت کے وقت چاہیے کہ غیر خدا کی طرف توجہ نہ کرے۔ پیغمبر یا امام یا مرشد کی صورت نظر کے
سامنے نہ رکھے اس طریقے سے کہ نماز، روزہ، حج، غرض از کوۃ اور نذر وغیرہ ہر قسم کی واجب یا مستحب عبادت
کا ظاہر عمل خدا کے لیے ہو لیکن دل اور باطن میں توجہ غیر خدا کی طرف رہے یعنی شہرت اور لوگوں کی پائی طرف
مائل کرنے کے لیے یا کس اور مقصد سے۔

اس لیے کہ عمل میں زیادہ نیت کی زبان میں شرک اصغر کہا گیا ہے جو ہر عامل کو برباد کرنے والا ہے چنانچہ

۱۔ یہودیوں نے کہا کہ خدا کے مقررہ بندھے ہوئے ہیں۔ غفلت میں کوئی تغیر نہیں کرے گا اور نہ کوئی چیز پیدا کرے گا
اس جھوٹی بات کا وجہ ہے، ان کے ماتو بندھ گئے بعد وہ خدا کی لعنت میں گرفتار ہوئے۔ بلکہ خدا کے دونوں ہاتھ یعنی اس کی قدرت
اور رحمت کھلے ہوئے ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے نفقہ دیتا ہے۔

۲۔ جو شخص نفعائے رحمت پروردگار عالم کا امیدوار ہے۔ اس کو چاہیے کہ وہ نیکو کار بنے (یعنی پاک اور پندیدہ عمل کرے)
اور اپنے خدا کی عبادت میں ہرگز کسی کو اس کا شریک نہ بنائے۔

حضرت رسول خدا سے منقول ہے کہ اتقوا الشرک الا صغیر یعنی پرہیز کرو چھوٹے شرک سے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ چھوٹا شرک کون ہے؟ فرمایا: (الریاء والتعبد ریاء اور مسعہ یعنی مکھانے اور سنانے کے بیٹے عبادت کرنا) (آئیم) شرک اصغر ہے۔

نیز آن حضرت سے مروی ہے کہ فرمایا: ان احدث ما احدث علی حکم الشرک الخفی ایما حکم الشرک السرفان الشرک الخفی فی امتی من دلیب التمل علی الصفا فی اللیلۃ الظلماء (یعنی بدترین چیز جس سے تم تمنا کر رہے ہو وہ پوشیدہ شرک ہے۔ لہذا خفی شرک سے دور رہو کیونکہ میری امت میں شرک اندھیری رات میں سمٹتے ہوئے چھوٹی کڑی لٹکنے سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے ماحیر فرمایا جو شخص ریاء کے ساتھ نماز پڑھے وہ مشرک ہے جو شخص ریاء سے روزہ رکھے یا ریاء سے صدقہ دے یا ریاء سے حج کرے یا ریاء سے غلام آزاد کرے وہ بھی مشرک ہوگا۔) اور یہ آخری قسم چونکہ قلبی امور سے متعلق ہے لہذا شرک خفی میں شامل کی گئی ہے۔

حافظ! ہم آپ ہی کے بیان سے سند لے رہے ہیں کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص خلق کے لئے نذر کرے تو وہ مشرک ہے لہذا شیعہ بھی شرک ہیں اس لئے کہ ہمیشہ امام اور امام زادے کے لئے نذر کرتے ہیں اور جو کچھ یہ نذر خدائے تعالیٰ کے لئے ہے لہذا یقیناً شرک ہے۔

نذر کے بارے میں

خیر طلب، عقل اور علم منطق کا تادم یہ ہے کہ اگر کسی قوم و ملت کے عقائد میں فیصلہ کرنا چاہیں تو جاہل اور بے خبر لوگوں کے اقوال یا افعال پر فیصلہ نہیں کیا کرتے بلکہ اس قوم کے توہین اعدان کی معتبر کتابوں پر پورا تبصرو کرتے ہیں۔ حضرت محترمہ اگلاپ شیخوں کے عقائد کی تہ تک پہنچنا چاہتے ہیں تو بے خبر شیعہ عوام کے اقوال و افعال پر توجہ نہ کرنا چاہیے کہ اگر بے پردے لکھے فقیر ولی نے راستوں میں یا علی یا امام رضا کی صدا لگادی تو آپ ان الفاظ کو ان کے یا تمام شیعوں کے شرک کی دلیل قرار دیں یا اگر آپ جاہل محقق ناواقفیت میں یا امام یا امام زادے کے لئے نذر کرے تو آپ اس کو اپنے مقابل کو زیر کرنے کے لئے حربہ بنالیں۔ اس لئے کہ جاہل اور لامذہبی افراد تو ہر قوم کے عوام میں پیدا ہوتے ہیں۔

البتہ اگر آپ کی نیت خالص ہے وہاں نہ سازی اور عجیب جونی کے درپے نہیں ہیں اور عقلندی کے ساتھ سمجھنا چاہتے ہیں تو شیعوں کی فقہی کتابوں کی طرف رجوع کیجئے جو علم طور سے دستیاب ہوتی ہیں اور ہر کتب

خانے میں ان کی کوئی نہ کوئی جلد اور نسخہ موجود ہے۔

چنانچہ اگر فقہ کی استدلالی کتابوں اور علیہ رسائل کا مطالعہ کیجئے تو آپ دیکھیں گے کہ علاوہ اس کے کہ کوئی شرک کا طریقہ موجود نہیں ہے، احکام بھی اصل اور بے قاعدہ نہیں ہیں بلکہ فقہ جفری کے باطن سے توحید کالب و لہاب ظاہر و آشکار ہے۔

شرح لمعہ اور شرائع الاسلام سارے کتب خانوں میں موجود ہیں ان کا مطالعہ کیجئے تو اسی باب نذر میں نیز جلد فقہائے شیعہ کے علیہ رسائل میں ملے گا۔ نذر چونکہ خدا کے لئے کسی عمل کو اپنے اوپر لازم کرنے کی وجہ سے الباب عبادات میں سے ایک باب ہے لہذا اس کے لئے حتمی طور پر دو شرطوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر ان دونوں میں سے کوئی مفقود ہوگی تو نذر منعقد نہ ہوگی اذل نیت متصل بہ عمل، دوسرے صیغہ چاہے وہ جس زبان میں ہو۔

حب مسلمان یہ سمجھ لے گا کہ اس کی نذر بغیر ان دو شرطوں کے صحیح نہ ہوگی تو کوشش کرے گا کہ پہلے ان دونوں کا مطلب اور نوعیت سمجھ لے اس کے بعد نذر کرے جس وقت کسی فقیر سے سوال کرے گا یا کوئی رسالہ پڑھے گا تو اس کو معلوم ہوگا کہ اولاً ساری عبادتوں میں بالخصوص نذر میں نیت اللہ کے بارے میں اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہونا چاہیئے لہذا اگر خدا کے لئے نیت کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے۔

دوسری شرط جو پہلی شرط کا متمم ہے اور اس کو مضبوط کرنے والی ہے یہ ہے کہ نذر کرنے والے کو نذر کے وقت صیغہ پڑھنا لازمی ہے اور صیغہ میں حب تک خدا کا نام نہ ہو صیغہ جاری نہیں ہوتا۔ مثلاً روزے کی نذر کرنا چاہتا ہے۔ تو کہے اللہ علیٰ ان اصوم یا متراب ترک کرنا چاہتا ہے تو کہے۔ اللہ علیٰ ان اتراک شرب الخمر اور اسی طریقے سے دوسری نذر ہیں۔

اگر فارسی یا اردو وغیرہ بولنے والے کے لئے عربی صیغہ جاری کرنا آسان نہ ہو تو ہر قوم والا اپنی زبان میں صیغہ جاری کر سکتا ہے اس شرط سے کہ اس کے معنی مذکورہ صیغہ سے مطابق ہوں۔ اور اگر نیت میں غیر خدا ہو یا کسی اور زندہ یا مردہ کو خدا کے نام کے ساتھ شامل کر لے۔ چاہے پیغمبر یا امام یا امام زادے ہی کا نام ہو تو قطعاً وہ نذر باطل ہے اور اگر عہد جان بوجھ کر الپ کرے تو شرک ہے کیونکہ مذکورہ آیت میں کھلا ہوا ارشاد ہے ولا تشرك بعبادۃ دینہ احد۔ البتہ اہل علم پر لازم ہے کہ ناواقف لوگوں کو سمجھائیں کہ نذر قطعاً خدا کے نام پر اور خدا ہی کے لئے ہونا چاہیئے چنانچہ ماعظین اور مبلغین برابر اپنا فرض انجام دیتے سب سے ہیں۔ اور شیعہ فقہاء عموماً بیان کیا کرتے ہیں کہ نذر ہر زندہ یا مردہ کے لئے چاہے وہ پیغمبر یا امام ہی ہو باطل ہے اور اگر سمجھ کے عہد ایا کوسے تو شرک ہے۔

تندرست خدا کے لئے کریں لیکن اس کے معرفت کے تعین میں اختیار ہے۔ مثلاً نذر کرے کہ خدا کے لئے کوئی گوسفند فداں مکان یا عبادت خانے یا یقیناً امام وغیرہ میں سے جا کر قربانی کرے گا۔ یا کوئی رستم یا اباس خدا کے لئے فداں ستیر یا عالم یا یتیم یا فقیر کو دے گا تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن گنہگار یا عالم یا امام نادر یا عالم یا یتیم یا محتاج وغیرہ کے لئے نذر کرے تو حتماً باطل ہے اور علم و قصہ کے ساتھ قطعاً شرک ہے۔ ہر رسول فقیہ عالم ادا عطا اور مبلغ کا فرض لکھا اور یہاں کرنا ہے۔ وما علی الرسول الا البلاغ البین۔ لہ اور لوگوں کا فرض ستار اور علی کرنا ہے مگر کوئی شخص یا اشخاص احکام دین کے سیکھنے اور سکھانے کی کوشش کریں اور بیانات کے مطابق اپنے مذہبی فرائض پر عمل نہ کریں تو ان کے اصل عقیدے اور اصول و قواعد میں کوئی نقص نہیں پہنچتا۔

یہ خیال ہے کہ اسی قدر جواب سے حقیقت ظاہر ہو گئی ہوگی اور اس کے بعد آپ حضرات شیعوں کو شرک کہہ کر تمام کو غلط فہمی میں مبتلا کریں گے۔

شرک خفی

پہلے یہ کہ پہلی گفتگو کی طرف پھر رجوع کریں اور مطلب پورا کریں۔ دوسری قسم شرک خفی دوسری قسم شرک اور وہ شرک و افعال اور طاعات و عبادات میں رہا ہے اس قسم کے شرک اور شرک و عبادات کے درمیان ہیں گو ہم نے شرک جلی میں شمار کیا ہے فرق یہ ہے کہ بندہ شرک عبادت میں خدا کے لئے شرک قرار دیتا ہے اور تمام عبادت میں اس کی پرستش کرتا ہے مثلاً اگر نماز میں غیر خدا کو مد نظر رکھے جیسے شیاطین کے پہکانے سے جنت و لایت کی صورت نگاہ میں لائے یا کسی مرشد کو مرنے کو نہ بنائے تو قطعاً وہ عمل باطل اور شرک مختصہ عبادت میں موا ذات و وحدہ لا شریک کے انسان کے ذہن و فکر میں اور کسی کو داخل نہ ہو چاہے وہ نہ شرک جلی میں داخل ہو جائے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا۔ یقول اللہ تعالیٰ من عمل عملاً صاحباً اشترک فیہ غیری فهو له جملہ و انما متہ جری و انما یعنی الا غنیاً عن الشریک (یعنی خدا کے تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص کوئی نیک عمل کرے اور اس میں میرے بجز کو شرک کرے تو سارا عمل اس کے لئے ہے اور میں اس عمل یا عامل سے بجز انہوں اور میں تمام اغنیاء سے زیادہ شرک سے فنی ہوں۔)

نیز روایت میں ہے کہ ارشاد فرمایا جو شخص نماز پڑھے یا روزہ رکھے یا حج کرے اور اس کا نظریہ یہ ہو کہ لوگ اس عمل پر اس کی مدح کریں فقدا اشکو فی عملہ تو یقیناً اس نے اس عمل میں خدا کے لیے شریک قرار دیا۔
 نیز کاشف الاسرار حقائق حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ لو ان عبدًا عمل عملًا یطلب بہ رحمۃ اللہ والدار الاخرۃ ثم ادخل جہنم رضا احد من الناس کان مشرکاً یعنی اگر کوئی بندہ رحمت خدا اور جزائے آخرت کی طلب میں کوئی عمل کرے اور اس میں کسی انسان کی رضا مندی کو شامل کرے تو وہ عامل مشرک ہو جائے گا۔

مشرک خفی کا دامن بہت وسیع ہے کیونکہ کسی عمل میں غیر خدا کی طرف ایک غفیری توجہ بھی مشرک بنا دیتی ہے۔

مشرک در اسباب

اس شرک کی قسموں میں سے ایک شرک در اسباب ہے جیسا کہ اکثر لوگ صرف اسباب اور خلق پر امید و خوف کی نظر رکھتے ہیں یہ بھی شرک ہے لیکن شرک مغفور۔ شرک در اسباب سے مراد یہ ہے کہ اسباب ہی میں اثر سمجھے مثلاً آفتاب اشیا کی تربیت میں اثر انداز ہوتا ہے اگر اس اثر کو بغیر موثر حقیقی کی طرف توجہ کیے ہوئے خود آفتاب کی جانب سے سمجھیں تو مشرک ہے اور اگر اس کا موثر حکیم مطلق کو اور آفتاب کو نیض رسانی کا ذریعہ جابن تو برگز شرک نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک طرح کی عبادت ہے کیونکہ حق کی نشانیوں پر توجہ کرنا خود حق کی طرف توجہ کرنے کا پیش خیمہ ہے جیسا کہ قرآن مجید کی بہت سی آیتوں میں اس امر کی جانب اشارہ موجود ہے کہ آیات الہی پر غور کرو اس لیے کہ نکرہ نظر خود خدا نے تعالیٰ کی طرف توجہ کا مقدمہ ہے۔

اسی طرح اسباب میں سے ہر سبب کی طرف جیسے تاجر کی تجارت کی طرف، کاشتکار کی زراعت کی طرف، باغبان کی باغبانی کی طرف پیشہ ور کی پیشہ کی طرف اور منتظم کی اپنے انتظام کی طرف یہاں تک کہ کسی قسم کا کام کرنے والے کی اپنے شغل اور عمل کی طرف منتقل اور خاص توجہ مشرک بنا دیتی ہے اور اگر سبب و اسباب پر اس کی نظر اس نیت سے ہو کہ لا موثر فی الوجود الا اللہ یعنی اثر دینے والا سوا خدا کے کوئی اور نہیں ہے تو کوئی تہاحت نہیں ہے اور یہ شرک نہ ہو گا۔

شیعہ کسی پہلو سے مشرک نہیں ہیں

اس مختصر حید کے بعد جس سے مطلب واضح ہو گیا ہے اور ہم اصول شرک اور اس کے معانی و آثار بیان کیے ہیں، اب اجازت دیجئے کہ اپنے بیانات سے نتیجہ نکالیں اور دیکھیں کہ ہم نے شرک حلی و خفی کے جو طریقے بیان

کچھ ہیں ان میں سے کس کے ماتحت آپ شیعوں کو مشرک سمجھتے ہیں۔ آیا کہاں اور کس پڑھے لکھے یا جاہل شیعہ سے آپ نے مناسبت کی وہ خدا کے تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال میں کسی مشرک کا قائل ہو یا پروردگار کی عبادت میں کسی دوسرے معبود کو پیش نظر رکھتا ہو! یا شیعوں کی کونسی کتب اخبار و احادیث میں دیکھا ہے کہ وہی دفرقا اور عقائد کے بارے میں ان کے بزرگان دین اور ائمہ طاہرین سے کوئی ایسی ہدایت یا حکم منقول پر جو شرک کے ان عقیدوں سے ملتا ہو جو میں نے عرض کیے۔

اب رہا شرک غنی اور اس کے اقسام جیسے لوگوں کو دکھانے اور ان کو متاثر کرنے کے لیے کوئی عمل کریں یا اسباب سے ربط اور امید قائم کریں تو یہ بات تہنہا شیعوں سے مخصوص نہیں ہے بلکہ شیعوں اور سنی بھی عالم اجسام میں گرفتار ہیں اور بہت سے عقل و معرفت، تزکیہ نفس اور کامل توجہ نہ ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی شیطان کے دوسروں میں مبتلا ہو کر باطنی عمل کرتے ہیں یا سرتاپا اسباب میں محو ہو جاتے ہیں اور حق کی اطاعت سے ہٹ کر اوقات شیطان کرنے لگتے ہیں اور جیسا عرض کیا جا چکا ہے اگرچہ یہ طرز عمل شرک کے مفہوم میں آجاتا ہے لیکن شرک معذور ہے اور لقیئاً معافی اور چشم پوشی کے قابل ہے کیونکہ معذوری روحانی توجہ سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ پھر آپ کس پید سے شیعوں کو مشرک سمجھتے ہیں اور عوام کو دھوکے میں ڈالتے ہیں جیسا کہ فی الحال آپ نے اشارہ کیا ہے۔

حافظ! آپ کی ساری باتیں صحیح ہیں لیکن میں نے عرض کیا کہ اگر آپ معذور مایے تو خود تصدیق کیجئے گا کہ اماروں سے حاجت طلب کرنا اور ان کا وسیلہ اختیار کرنا شرک ہے چونکہ ہم کو انسانی واسطے کی ضرورت نہیں ہے لہذا جب بھی خدا کی طرف توجہ کریں گے تہیہ حاصل ہو جائے گا۔

خییر طلب: بڑے تعجب کا مقام ہے کہ آپ کا ایسا منصف اور ہوشیار عالم کیونکہ بغیر تحقیق کے اپنے اسلاف کی عادتوں کے زبردستی یہ بیان دیتا ہے۔ غالباً آپ سو رہے تھے یا میری گھار شوں کی طرف کوئی توجہ نہیں تھی کہ ان مقدمات کو ذکر کرنے اور مطالب کی تشریح کر دینے کے بعد بھی آپ یہ بات دہرا رہے ہیں کہ اماروں سے حاجت چاہنا شرک ہے۔

جناب عزم! کیا مطلقاً مخلوقات سے حاجت طلب کرنا شرک ہے، اگر ایسا ہے تو سارا عالم مشرک ہے اور کبھی کوئی معذرت ہی نہیں سکتا۔ اگر خلق سے حاجت چاہنا اور ان سے مدد کی خواہش کرنا شرک ہے تو انبیاء کس لئے خلق سے امداد مانگتے تھے! بہتر ہو گا کہ آپ حضرات کسی قدر قرآن مجید کی آیتوں پر بھی غور فرمائیں تاکہ حقیقت واضح ہو جائے۔

أصف بن برخیا کا سلیمان کے پاس تخت بلقیس لانا

ضرورت ہے کہ سورہ ۲۷ (نمل) کی آیات ۳۸ تا ۴۴ پر توجہ فرمائیے جن میں ارشاد ہے ۔ قال یا ایہا الملأئیکم یا قتیلی بعرا شہا قیل ان یا تنوفی صلیت ۔ قال عقریت من الجن انا اتیک یہ قیل ان تقدم من مقامک واتی علیہ لفقوی امین ۔ قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیک بلہ قیل ان یرتد الیک طرفک فلما مراہ مستقرا عندہ قال ہذا من فضل ربی یعنی جناب سلیمان نے حاضرین مجلس سے کہا کہ تم میں سے کون شخص بلقیس کا تخت میرے پاس لائے گا، قبل اس کے کہ وہ لوگ میرے سامنے اطاعت گزار بن کے آئیں، بجائے میں سے ایک دیو بولا کہ میں اس کا تخت لے آنے پر ایسا قادر اور امین ہوں کہ آپ کے دربار سے اٹھنے سے پہلے ہی لاکھ حاضر کردوں گا۔ اس شخص نے جس کو تھوڑا سا علم کن بل معلوم تھا یعنی أصف بن برخیا جو اسم اعظم جلستے تھے، کہا کہ میں آپ کی پلک جھپکنے سے قبل اس کو یہاں لے آؤں گا۔ جب سلیمان نے وہ تخت اپنے پاس رکھا دیکھا تو کہا۔ یہ طاقت میرے پروردگار کے فضل سے ہے، بدیہی چیز ہے کہ بلقیس کا اتنا بڑا تخت اتنی طویل مسافت سے پلک جھپکنے سے قبل سلیمان کے پاس آنا عاجز مخلوق کا کام نہیں ہے اور مسلم ہے کہ ایک خلاف عادت امر ہے لیکن حضرت سلیمان نے یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ یہ کام خدائی قدرت چاہتا ہے تخت منگوانے کی درخواست خدا سے نہیں کی بلکہ ایک عاجز مخلوق سے حاجت روائی اور امداد کی خواہش کی اور اہل دربار سے فرمائش کی کہ وہ عظیم الشان تخت میرے لئے منگو اور لہذا خود جناب سلیمان کا عاجز بندوں سے یہ تقاضا کرنا کہ تم میں سے کون اپنی خدا داد قوت سے یہ کام انجام دے سکتا ہے اور تخت بلقیس کو اس کے آنے سے پہلے میرے سامنے حاضر کر سکتا ہے، اس بات کا ثبوت ہے کہ مخلوق بے مطلق حاجت چاہنا شرک نہیں ہے۔ خدا نے دنیا کو عالم اسباب قرار دیا ہے۔ شرک بھی ایک قلبی امر ہے، اگر اس شخص کو جس سے حاجت طلب کر رہے ہو خدا کا شرک نہ سمجھ تو اس سے مدد لینے میں کبھی کوئی حرج نہیں جیسا کہ عام طور پر لوگوں میں رواج ہے کہ ہمیشہ زید عمر و محمد کے دروازے پر جا کے بغیر خدا کا نام زبان پر جاری کیئے ہوئے امداد کا تقاضا کرتے ہیں۔

چنانچہ اگر کوئی مریض طبیب اور ڈاکٹر کے دروازے پر جا کہے کہ ڈاکٹر صاحب میری فریاد کو سنیجئے، بیماری مجھ کو مارے ڈالتی ہے تو کیا یہ مریض شرک ہے؟ اگر کوئی دریا میں ڈوبنے والا فریاد کرے کہ لوگو میری مدد کو پہنچو اور مجھ کو بچاؤ اور خدا کا نام نہ لے تو کیا وہ شرک ہے؟

اگر کسی غلام نے کسی بے گناہ مظلوم کا پیچھا کیا اور اس نے وزیر اعظم کے در پر جا کے کہا کہ جناب وزیر صاحب میری فریاد رسی کیجئے۔ میں آپ کا دامن نہ چھوڑوں گا کیوں کہ مجھ کو سوا آپ کے اور کسی سے امید نہیں جو مجھ کو اس غلام کے پیچھے سے چٹکارا دلانے تو کیا وہ مشرک ہے؟

اگر کسی کے گھر میں کوئی چور چال یا مال یا عزت کے قصد سے داخل ہوا اور وہ کوٹھے پر چڑھ کے اپنے پڑوسیوں کو مدد کے لئے پکارے اور کہے کہ لوگو میری مدد کو دو اور اس چور سے بچاؤ لیکن اس وقت خدا کا نام بالکل نہ لئے تو کیا وہ مشرک ہے؟

قطعاً جواب نفی میں ہو گا اور کوئی عقلمند بھی ایسے کو مشرک نہیں کہے گا بلکہ جو لوگ مشرک کہیں وہ یا تو بیوقوف ہیں یا پھر ان کی کوئی عرض ہے۔

محترم حضرات! الصفات کیجئے اور غلط فہمی نہ پھیلانے کے لئے بالعموم سارے شیعہ اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص آل محمد کو خدا سمجھے یا ان کو خدائی ذات و صفات اور افعال میں شریک جانے تو وہ قطعی مشرک ہے۔ اور ہم لوگ اس سے بیزحری اختیار کرتے ہیں۔ اگر آپ نے مصیبتوں میں شیعوں کو یا علی اور کئی۔ یا حسین اور کئی کہتے سنا ہے کہ اس کے معنی یہ نہیں ہیں بلکہ یا علی اللہ اور کئی۔ یا حسین اللہ اور کئی بلکہ دنیا جو کچھ دار اسباب ہے کیونکہ ابی اللہ ابن جبر، الامور الہیہ بالاسباب بھار یعنی اللہ نے امور کو بغیر ان کے اسباب نافذ کرنے سے انکار کیا ہے ۱۱ حشر، لہذا شیعہ اس خاندان جلیل کو وسیلہ اور اسباب نہات سمجھتے ہیں اور انہیں حضرات کے ذریعے سے خدا تک رسائی کی کوشش کرتے ہیں۔

حافظ: مستقل طور پر خدا ہی سے کیوں حاجت طلب نہیں کرتے کہ وسیلہ اور واسطہ کے پیچھے دوڑ رہے ہیں؟
 تخیر طلب: طلب حاجات اور درخواست کے وسیع میں ہماری مستقل توجہ پروردگار ہی کی بجائے ذات سے مخصوص ہے لیکن قرآن مجید جو ایک حکم آسمانی کتاب ہے ہم کو ہدایت کو رہا ہے کہ خدا کی جلیل بارگاہ میں وسیلے کے ساتھ حاضر ہونا چاہیئے چنانکہ سورہ رعدہ، آیت ۳۱ میں ارشاد ہے۔ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ (یعنی اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور اس کی بارگاہ میں پہنچنے کے لئے (اور یا اے حق کا) وسیلہ اختیار کرو) تاکہ مطلب بآسانی ہو۔

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

آل محمد فیض الہی کے ذریعے ہیں

ہم شیعہ اہل بیت طاہری علیہم السلام کو امور کے حل و عقد میں قادر مطلق نہیں سمجھتے بلکہ ان حضرات کو خدا کے صالح بندے اور فیض خداوندی کا واسطہ جانتے ہیں اور اس جلیل القدر خاندان کے ساتھ ہمارا توکل رسول اللہ

کے حکم سے ہے۔

حافظ: کس مقام پر رسول مکرمؐ نے ان سے توسل اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور کہاں سے معلوم ہوا کہ وسیلے سے مراد آل محمدؑ ہیں؟

خیر طلب: بحشرت حدیثوں میں حکم دیا ہے کہ خطرات اور مشکلوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے میری عزت اور اہل بیت سے متوسل ہو۔

حافظ: کیا یہ ممکن ہے؟ اگر ایسی حدیثیں آپ کی نظر میں ہیں تو ہمارے سامنے بھی بیان فرما دیجئے۔

خیر طلب: آپ نے جو یہ فرمایا کہ کہاں سے معلوم ہوا کہ وسیلے سے مراد عزت اور اہل بیت پیغمبرؐ میں تو آپ کے اکابر علماء جیسے حافظ ابو نعیم اصفہانی نزول القرآن فی علیؑ میں، حافظ ابو بکر شیرازی مانزل من القرآن فی علیؑ میں اور امام احمد ثقلیٰ اپنی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ آیہ شریفہ میں وسید سے مراد عزت و اہل بیت رسولؐ ہیں چنانچہ بہت سی حدیثیں اس بارے میں رسولؐ خدا سے منقول ہیں اور ابن ابی الحدید معتزلی نے جو آپ کے اشراف علماء میں سے ہیں شرح نہج البلاغہ جلد چہارم ص ۱۷۱ میں حضرت صدیقہ کبریٰؑ فاطمہ زہراؑ سلام اللہ علیہا کا وہ خطبہ نقل کیا ہے جو جناب معصومہ نے قضیہ منصب فدک کے سلسلے میں مہاجرین الضار کے سامنے ارشاد فرمایا تھا چنانچہ خطبے کے شروع ہی میں اُن مظلومہ نے مندرجہ ذیل عبارت کے ساتھ اس آیت کے معنی کی طرف اشارہ فرمایا ہے

واحمد الله الذي بعثته و فوراً يستغنى من في السموات والارض الى الوسيلة ونحن وسيلته في خلقه

یعنی میں حمد کرتی ہوں اس خدا کی جس کی عظمت اور نور کی وجہ سے آسمانوں اور زمینوں کے رہنے والے اس کی طرف وسید تلاش کرتے ہیں، اور ہم ہیں اس کا وسید مخلوقات کے اندر۔

حدیث ثقلین

عزیزت رسولؐ اور اہل بیت طاہرین علیہم السلام سے تمک و توسل اور ان کی پیروی کے جواز پر مضبوط دلیلوں میں سے ایک حدیث ثقلین بھی ہے جو فریقین کے نزدیک صحیح اسناد کے ساتھ توازن کی حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا كُنْتُمْ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ كَمَا كُنْتُمْ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ (بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گئے)۔

حافظ: میرا خیال ہے آپ نے جو کہ لکھا ہے جو اس حدیث کو صحیح الاسناد اور متواتر کتبہ دیا، اس لیے کہ یہ مقصد ہمارے اکابر علماء کے نزدیک غیر معلوم ہے اور اس بات پر دلیل یہ ہے کہ ہمارے شیخ بزرگ اور مذہب

سنت و جماعت کے قبلہ و کعبہ محمد بن اسماعیل بخاری نے اپنا مجموعہ صحیح میں جو قرآن کریم کے بعد مقام کتابوں سے زیادہ صحیح ہے اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔

غیر طلب اہل تہذیب کے میں نے دھوکہ نہیں کھایا ہے بلکہ اس حدیث مہارک کا صحیح اور معتبر ہونا آپ کے علماء کے نزدیک منہج ہے یہاں تک کہ ابن حجر مکی نے اسے سخت تعصب کے بعد بھی اس کی صحت کا اعتراف کیا ہے۔
مزدت ہے کہ اپنے ذہن کو روشن کرنے کے لیے صواعق محرقة فصل دوم باب و لا ذیل آیہ چہارم ص ۹۰ کی طرف رجوع کیجئے جہاں وہ ترمذی، امام احمد بن حنبل، ابی حنیفہ اور مسلم سے روایتیں نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں۔ اعلیٰ ان
لحدیث التسلط یا لتقلین طوقا کثیرہ و ردت عن نیت و عشد بن صحابہ بیٹا۔
یعنی ہاں لو کہ تقلین (عزیزت رسول اور قرآن مجید) سے متک کرنے کی حدیث بہت طریقوں سے مروی ہے یا
میں سے زیادہ اصحاب رسول سے نقل ہوئی ہے۔

پہرہ کہتے ہیں کہ حدیث کے حرق میں فقہوں کا اختلاف ہے کسی میں کہتے ہیں جنت الوداع میں عرفات کے
اندر لکھی ہیں ہے مرض الموت کے عالم میں مینے کے اندر جب جہرہ صحابہ سے بھرا ہوا تھا کسی میں ملتا ہے غریب
کے اندر اور کسی میں درج ہے کہ طائف سے واپسی کے بعد کا ذکر ہے اس کے بعد خود ہی تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ
ان اختلافات میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور بالکل ممکن ہے کہ رسول اکرم نے قرآن کریم اور عزت ظاہر کی عظمت و
شان نہایت کرنے کے لیے ان سارے مقامات پر بار بار اس حدیث کو ارشاد فرمایا ہو۔

غیر تعصب کے بارگاہ مبنی سعادت کا سبب

دوسرے آپ نے یہ فرمایا ہے کہ بخاری کا اپنی صحیح میں نقل نہ کرنا اس حدیث کے صحیح نہ ہونے کی دلیل ہے تو آپ
کا یہ بیان بہت کسی دہیوں سے قابل رد و احوال کے نزدیک لائق نفرت ہے کیونکہ یہ حدیث مبارک اگرچہ
بخاری نے اپنی صحیح میں درج نہیں کی ہے، لیکن آپ کے اکابر علماء نے بالعموم اس کو نقل کیا ہے یہاں تک کہ بخاری کے
پسر مسلم بن حجاج اور سارے اصحاب صحاح ستہ نے اپنی معتبر کتابوں میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔
یا تو آپ حضرات کو چاہیے کہ تمام صحاح اور اپنے علماء کی معتبر کتابوں کو دھوکہ دہ چھوڑ دیجئے اور اپنے
سامنے عقائد کو صرف صحیح بخاری تک محدود رکھیے یا اگر دوسرے علماء کی عدالت اور علم و دانش کے معترف ہیں
جواب دے اپنے دور میں اہلسنت کے درمیان علم و فہم اور تقویٰ میں اتار تھے خود صحاح ستہ کے مؤلفین تو آپ
کا فرض ہو گا کہ اگر کسی غیر کو اپنی مصلحتوں کی بنا پر بخاری نے نہیں لکھا ہے اور دوسروں نے نقل کیا ہے تو اس کو
قبول فرمائیے۔

حافظ: مصلحت کوئی بھی نہیں تھی صرف امام بخاری محتاط بہت زیادہ تھے اور نقل اخبار میں بہت جانچ پڑتال کرتے تھے چنانچہ جس روایت کو سند یا عبارت کے لحاظ سے مشکوک اور قتل کیخلاف پایا اس کو نقل نہیں کیا۔

خیر طلب: قائمہ حب الشئ یعنی ویسے دینی کسی چیز کی محبت آدمی کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے) کیطابق اس مقام پر حضرات اہل سنت کو غلط فہمی ہوئی ہے کیوں کہ آپ ان کے بارے میں غور رکھتے ہیں اور کان کرتے ہیں کہ امام بخاری بہت باریک بین تھے اور جو روایت انہوں نے اپنی صحیح میں درج کی ہے وہ انتہائی معتبر اور وحی کی منزل کے مانند ہے حالانکہ ایسا ہے نہیں بخاری کے سلسلہ اسناد میں بکثرت مردود، منقولہ کذاب اور جہال اشخاص موجود ہیں۔

حافظ: آپ کا یہ بیان مردود و منقولہ اس لیے کہ آپ نے بخاری کے مرتبہ علم و دانش کی توہین کی ہے یعنی سارے اہل سنت و جماعت کی امانت کی ہے۔

خیر طلب: اگر علمی تنقید امانت ہے تو آپ کے تمام بڑے بڑے علماء جنہوں نے روایات کی گہری تحقیق کی ہے اور آپ کی معتبر صحاح کی بلکہ مخصوص طور پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی بہت سی روایتوں کو ان کے سلسلہ اسناد میں مردود، کذاب اور جہال اشخاص کے موجود ہونے کی وجہ سے روک دیا ہے سب کے سب مرتبہ علم و دانش کی توہین کرنے والے اور مردود تھے۔

بہتر ہو گا کہ آپ حضرات کتب اخبار میں ذرا وقت نظر سے کام لیں اور مطالعے کے وقت غلو کی نگاہ سے نہ دیکھیں کہ چونکہ یہ بخاری یا مسلم ہیں لہذا جو کچھ نقل کر دیا ہے ہر حیثیت سے صحیح اور یقینی ہے۔

ضروری ہے کہ آپ اور وہ علماء جو صحاح ستہ اور بالخصوص صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں غلو کا عجز رکھتے ہیں پہلے ان کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں جو اخبار کی جرح و تعدیل میں لکھی گئی ہیں تاکہ امام بخاری کی قدر و منزلت اور نقل احادیث میں ان کی گہری تحقیق کی حقیقت معلوم ہو جائے۔ اگر آپ اللہ تعالیٰ المصنوعہ فی احادیث الموضوعة سیوطی، میزان الاعتدال، تلخیص المتدرک ذہبی، تذکرۃ المصنفات ابن جوزی، تاریخ بغداد مولفہ ابو بکر احمد ابن علی خطیب بغداد اور علم رجال میں اپنے دوسرے بزرگ علماء کی ساری کتابیں پڑھیں تو پھر مجھ پر اعتراض نہ کریں اور یہ نہ کہہ سکیں کہ تم نے حضرت بخاری کی امانت کی ہے۔

بخاری اور مسلم نے مروود اور جہل ساز رجال سے روایتیں نقل کی ہیں

آخر میں نے کون سی روایات اس کتاب میں نقل کی ہیں؟ میری گزارش تو صرف یہ تھی کہ آپ کی صحاح یہاں تک کہ میں نے اس میں مروود اور کذاب رجال سے جہلی روایات و احادیث مروی ہیں اگر آپ کتب رجال کو پیش نظر رکھتے ہوئے صحیح بخاری کی روایتیں کاغذ سے مطالعہ فرمائیں تو نظر آجائے گا کہ انہوں نے بجز کتب رجال و صحاح اور مروود رجال سے جنس نقل کی ہیں جیسے ابو ہریرہ کذاب، عکرمہ بن ابی حمزہ بن عبد مہرزہ، محمد بن حنفیہ، احمد واسطی، محمد بن خالد بن عیسیٰ، محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ بن واقد قرطبی، ابو داؤد سلیمان بن عمرو کذاب، عمران بن حطان اور ان کے علاوہ دوسرے مروود ناوی جن کی پوری فہرست پیش کرنے کا نہ وقت ہے نہ سب میرے حافظ میں محفوظ ہے اگر آپ رجال کی کتابیں ملاحظہ فرمائیں تو حقیقت اس کا ظاہر ہوجائے گی کہ حضرت بخاری ویسے نہیں ہیں جیسے آپ کی نگاہوں میں پھر رہے ہیں۔ یعنی غیر معمولی طور پر تحقیق اور احتیاط سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ نقل اخبار میں شخاص کے صرف ظاہری حالات پر توجہ رکھتے تھے ہماری اصطلاح میں اپنی جگہ پر بہت غرض فہم اندیش عقیدہ تھے اور جس شخص سے بھی کوئی ایسی روایت سن لی جو بظاہر ٹھیک ہو اس کو درج کر لیا۔

اس مطلب پر خود آپ کے علاوہ کتب رجالیہ گواہ ہیں جن میں سے بعض کی طرف میں اشارہ کر چکا ہوں کہ انہوں نے موضوع اور مروود روایات کو چیکنٹ کے الگ کر دیا ہے اور بخاری و مسلم کے سلسلہ روایات میں متعقبات و تفرعات نظر سے کام لیتے ہوئے ان میں سے بہتوں کا پردہ فاش کر دیا ہے تاکہ ہماری اور آپ کی توجہ مبذول ہوا اور ان کتابوں پر نظر رکھتے ہوئے آج رات کو یہ نہ فرمائیے کہ حدیث ثقیلین اور معززت ظاہرہ سے تنک کو بخاری نے اپنی احتیاط کی وجہ سے نقل نہیں کیا یا عقلی انداز کی ہے کہ ایک متفق اور محتاط عالم غیر مؤثق و مکتاب اور دھناہ راویوں سے ایسی فرعی روایتیں نقل کرے جو اصل علم اور ارباب نقل و دانش کے نزدیک مضحکہ بن کے رہ جائیں کیا حکیم اللہ کا حکم الموت کے نہ پر طمانچہ مارے کہ ان کو اندھا بنا دینا یا آپ کا پارہ نہ بغیر سائر محدثین کے بنی اسرائیل کے درمیان دغا نامہ جس کا تذکرہ میں پہلے کر چکا ہوں، خرافات اور مہومات میں سے نہیں ہے؟

کیا قیامت کے روز خدا کی رحمت یا اس کے زخمی پاؤں یا اپنی پنڈلی کو لٹنے کی حدیثیں جو انہوں نے صحیح کے اندر نقل کی ہیں اصالت میں سے بعض کی طرف میں اشارہ بھی کر چکا ہوں کفریات میں سے نہیں ہیں؟

صحیحین بخاری و مسلم میں مضحک روایت و در رسول کی امانت

کیا یہ بخاری کی سخت علمی اور علمی احتیاط ہی کا نتیجہ ہے کہ اپنی صحیح جلد دوم باب اللہ بالمراب من اللہ میں اور اسی طرح مسلم صحیح جلد اول باب الرخصۃ فی اللعب الذی مامعیتہ فیہ فی ایام السجید میں البہریرہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عید کے روز کچھ حبشی ستیاح مسجد رسول میں جمع ہوئے تھے اور ناتج کوڑے فن سے لوگوں کو خوش کر رہے تھے رسول اللہ نے عائشہ سے فرمایا کیا تم بھی دیکھنا چاہتی ہو! انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ حضرت نے ان کو اپنی پیٹھ پر اس طرحیٹھ سے سوار کیا کہ انہوں نے اپنا سر آں حضرت کے کاندھے کے اوپر سے نکالا اور چہرہ آپ کے چہرہ مبارک پر رکھ لیا۔ آں حضرت عائشہ کو مخطوطہ کرنے کے لیے اُن لوگوں کو ترغیب دے رہے تھے کہ اس سے بہتر نوح دکھائیں، یہاں تک عائشہ تھک گئیں تو ان کو زمین پر اتار دیا۔

خدا کے لئے انصاف کیجئے کہ اگر آپ حضرات میں سے کسی کی طرف ایسی بات منسوب کی جائے تو کیا آپ ناراض نہ ہوں گے اور اس کو اپنی زمین نہ سمجھیں گے؟ اگر کوئی جناب حافظ صاحب سے کہے کہ مجھ سے ایک راوی نے بیان کیا ہے کہ کل شب میں جب حافظ صاحب کے مکان کی پشت پر بازی گروں کا ایک دستہ سازنگی اور بازیگری میں مشغول تھا تو میں نے دیکھا کہ حلیل القدر عالم جناب حافظ صاحب اپنی بیوی کو پیٹھ پر اٹھائے تماشہ دیکھا رہے تھے بلکہ بازی گردوں سے یہ بھی کہہ رہے تھے کہ خوب ناچے جاؤ تاکہ میری بیوی اور لطف اندوز ہو تو اللہ سبحانہ کیجئے گا کہ یہ بات سن کر حافظ صاحب متاثر اور شرمندہ تو نہ ہوں گے! اور میں ایک مخلص خادم ہونے کے بعد اگر کسی شخص سے ایسی خبر سُنوں چاہے وہ بظاہر معتبر ہی ہو تو کیا میرے لیے اس کو نقل کرنا مناسب ہے! اور اگر میں بیان کر دوں تو ممکنہ لوگ یہ نہ کہیں گے کہ فلاں جاہل نے ایک بات کہہ دی تو آپ نے شراب ہو کر کیوں اس کو نقل کیا؟

اب ذرا بخاری کی راویوں پر فیصلہ دیجئے کہ اگر وہ واقعی محقق اور اخبار کی چھان بین کرنے والے تھے تو فرض کیجئے ایسی روایت انہوں نے سنی تھی تو کیا مناسب تھا کہ اس کو اپنی کتاب میں نقل ہی کریں اور چر مولوی صاحبان اس کتاب کو امسح الکتاب بعد القرآن بتائیں!

لیکن حدیث ثعلبن کو جس میں رسول اللہ اپنی اُمت کو حکم دے رہے ہیں کہ میرے بعد قرآن مجید اور میرے اہل بیت طاہرین سے تمک کر دو، نقل نہ کریں کیونکہ عزت کا نام بیچ میں ہے، الہتہ فرضی گھڑی ہوئی رہا بیت جن کی پوری تعظیم کا وقت نہیں اپنی کتابوں کے ابواب میں درج کریں۔

ہاں ایک پہلو سے میں ضرور آپ کے بیان کی تصدیق کرتا ہوں کہ ملا و اہل سنت کے درمیان بخاری صاحب
یقیناً اس حیثیت سے بہت غماط ملے کہ جس روایت میں یہ نظر آیا کہ عثمان اعانت و ولایت کے لحاظ سے ولایت
علی ابن ابی طالب اور حضرت اہل بیت طاہرین علیہم السلام کے ثبوت میں کوئی راہ نکل رہی ہے تو احتیاطاً اس
کو نقل نہیں کیا کہ ایسا نہ ہو کسی روز یہ قطعتہ دل کے ہاتھ کا حشر بن جائے اور وہ حق و حقیقت کو ظاہر کر دیں چنانچہ
حبیب ہم صلح کی جہدوں کا سرچشمہ بخاری سے مقابلہ کرتے ہیں تو اس جتنی تک پہنچتے ہیں کہ اس روشن موضوع پر
کوئی روایت چلے وہ متواتر و مضبوطی اور قرائن و آیات الہی کی تائید سے مضبوطی ہو انہوں نے نقل نہیں
کیا ہے جیسے آیات مبارکہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك الخ و انما ولیک اللہ و
رسوله فالذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ دیاتون الزکوٰۃ و هم لا کفون۔ وامتد و شیعہ تک الاذین الخ
کی مثال نزول میں بکثرت حدیثیں و ولایت یوم النہر پر حدیث اتقوا یوم الدار حدیث ہواغات حدیث
سفینہ حدیث باب العلم اور دوسری راہ حدیثیں جو اہل بیت طہارت کی حرمت و ولایت کے اثبات سے
نسبت رکھتی تھیں انہوں نے احتیاطاً نقل نہیں کیں۔ لیکن ہر وہ حدیث جو انبیاء کرام اور بالخصوص حضرت
خاتم الانبیاء کے و عہد اقدس اور ان حضرات کی عزت طاہرہ کے مقامات و مدارج طالبہ کی امانت کا کائن
پہلو رکھتی تھی وہ چاہے کسی جہاں، کتاب اور ضائع ہی سے منقول ہو بغیر احتیاط کے نقل کر دی جن میں
بعض کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

حدیث ثقلین کے اسناد

ابن ابی مجوز ہوں کہ آپ کی بعض مستحکم ہوں کی طرف اشارہ کروں تاکہ آپ بھی جان لیں کہ حدیث مبارکہ ثقلین
کو اگر بخاری صاحب نے حرج نہیں کیا ہے تو آپ کے دوسرے اہل بروثقین ظاہر ہوں کہ بخاری کے کم پتہ
راہیا کہ آپ بھی مانتے ہیں، مسلم بن حجاج نے بھی نقل کیا ہے۔

مسلم بن حجاج نے صحیح مسلم جلد ہفتم ص ۱۱۱ میں ترمذی نے صحیح میں ابو داؤد نے سنن جزء دوم ص ۴۱۱ میں ترمذی
نے حقائق ص ۱۱۱ میں امام احمد بن حنبل نے مسند جلد ششم ص ۱۵۱ و جلد چارم ص ۹۱ و جلد پنجم ص ۱۸۹ میں حاکم
نے مستدرک جلد دوم ص ۱۴۱ میں حافظ ابونعیم اصبہانی نے حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۳۵۵ میں مسند ابن جوزی
نے تذکرہ ص ۱۸۱ میں ابن ابی عمیر جلد ۱ ص ۱۱۱ اسد الغابہ جلد دوم ص ۱۱۱ و جلد سوم ص ۱۱۱ میں حمیدی نے مجمع الزین
الصمیمین میں رزین نے مجمع بین الصحاح الستہ میں طبرانی نے کبیر میں ڈیہی نے تلخیص مستدرک میں ابن
مہر بر نے عقد القرین میں عمر ابن عمار بن عکرمش فی نے مطالب السؤل میں خطیب خوارزمی نے مناقب میں سلیمان بنی

حنفی نے ینابیع المودۃ باب میں، میر سید علی مہدائی نے مودۃ القرنی کی مودۃ دوم میں، ابن ابی الحدید نے شرح
 پنج البلاغ میں، شبلی نے نورالابصار ص ۹۹ میں نورالدین بن صباغ مالکی نے فضول المہمہ ص ۲۵ میں، حوینی نے
 فرائد البیضاء میں امام ثعلبی نے تفسیر کشف البیان میں سمعانی و ابن منازلی شافعی نے مناقب میں، محمد بن یوسف
 کتبی شافعی نے کفایت الطالب باب اول بیان صحت خطبہ مذہب رسم و ضمن باب ص ۱۳ میں محمد بن سعد
 کاتب نے طبقات جلد چہارم ص ۵۵ میں فخرالدین رازی نے تفسیر کبیرہ ص ۱۵۸ میں ابن کثیر و مشقی
 نے تفسیر جلد چہارم ضمن آیہ مودت ص ۱۱ میں، ابن عبد ربیع نے عقد الفرید جلد دوم ص ۱۵۸، ۳۴۶ میں، ابن ابی الحدید
 نے شرح پنج البلاغ جزو ششم ص ۱۳۸ سلیمان حنفی نے ینابیع المودۃ صفحات ۱۸، ۲۵، ۲۶، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳
 ۹۵، ۱۱۵، ۱۲۶، ۱۹۹، ۲۳۰ میں مختلف عبارات کے ساتھ، ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ صفحات ۷۵، ۸۴،
 ۹۰، ۱۳۶، ۱۹۹، ۲۰۱ میں مختلف عبارات کے ساتھ اور آپ کے دوسرے اکابر علماء نے جن کے سارے اقوال نقل
 کرنا اس مختصر وقت جلسہ میں دشوار ہے الفاظ و عبارات کے مختصر اختلاف کے ساتھ اس حدیث مبارک کو جو
 نقل اقوال خاصہ و عامہ سے تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہے رسول اکرم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اتی تارک
 فیکم اثقلین کتاب اللہ و عترتی اهل بیعتی لن یفتزقا حتی یردوا علی الحق من
 توصل (تمسک)۔ یہ معافقتہ یحیی و من تخلصت عنها فقد هلك۔ ما ان تمسکتہ یہما لن تفضلوا ابدا
 (یعنی یہ تحقیق)۔ میں تمہارے درمیان دو گلا نقد پر جیزین چھوڑ رہا ہوں، اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور میری عترت
 و اہل بیت یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ عرض کوثر کے کنارے میرے
 پاس پہنچ جائیں جو شخص ان دونوں سے توصل و تمسک رکھے گا وہ یقیناً نجات یافتہ ہے اور جو شخص ان دونوں
 سے نہ توصل نہ لگے گا تو وہ یقیناً ہلاک شدہ ہے جب تک ان دونوں سے تمسک کر دے گا ہرگز کبھی گمراہ نہ ہوگا۔
 یہ ہماری ایک حکم دلیل ہے کہ ہم رسول کے حکم سے قرآن کریم اور اہل بیت طاہرین علیہم السلام سے تمسک توصل
 رکھنے پر مجبور ہیں۔

یہ سنو: اس حدیث کو صالح بن موسیٰ بن عبد اللہ بن اسحاق بن طلحہ بن عبد اللہ القرظی التیمی، اعلیٰ نے اپنی سند
 کے ساتھ ابو ہریرہ سے اس طرح نقل کیا ہے کہ انا قد حلفت لیکم فلیکن کتاب اللہ و سنتی۔
تعمیر طلب: آپ نے پھر ایک طرف ایک بدکار، متروک، ضعیف اور ارباب جرح و تعدیل جیسے ذہبی، بیہی
 امام نسائی، بخاری اور ابن ہدی وغیرہ کے نزدیک مردود فرد سے حدیث نقل کر کے وقت ضائع کیا۔

جناب من!

کیا آپ ہی کے اکابر علماء سے اس قدر معتبر روایتوں کا نقل کرنا آپ کے لئے کافی نہیں ہوا جو اپنے نقاد

علماء کے نزدیک ایسی ناقابل قبول حدیث کا سہارا ڈھونڈنا؛ حالانکہ فریقین (سنی و شیعہ) کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اکرمؐ نے کتاب اللہ و سنتؐ فرمایا ہے نہ کہ سنت کیونکہ کتاب و سنت دونوں اپنے لیے شارع چاہتی ہیں۔ اور جب سنت خود شارع کی محتاج ہے تو قرآن کی پوری شارح نہیں بن سکتی لہذا عدل قرآنِ عترت اوصاہل سمیت ہیں جو قرآن کی تفسیر کرنے والے بھی ہیں اور سنت رسول کے ظاہر کرنے والے بھی۔

حدیث سفینہ

اہل بیت رسول کے توکل پر ہماری دلیلوں میں سے معتبر حدیث سفینہ بھی ہے جس کا آپ کے بہت بڑے بڑے علماء نے تقریباً تواتر کی شکل نقل کی ہے۔ جس میں میرے پیش نظر آپ کے توفیق سے زیادہ اہل بری نے اپنی کمزوریوں میں درج کیا ہے مثلاً مسلم بن حجاج نے اپنی صحیح میں امام احمد بن حنبل نے مسند میں، حافظ ابو نعیم اصفہانی نے معجم الاوئیل میں، ابن عبد البر نے استیعاب میں، ابوبکر خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں، محمد بن طہرث فقی نے مطالب السؤل میں ابن اثیر نے نہایہ میں، سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں، ابی صانع مالکی نے فضول البہرہ میں، علامہ ذوالدین سہروردی نے تاریخ المدینہ میں، سید عیسیٰ شہبازی نے نورا الاعداد میں، امام فخر الدین رازی نے تفسیر شفا فی الغیب میں، علل الدین سیوطی نے در المنثور میں، امام شعبی نے فیکشف البیان میں، طبری نے اوسط میں، حاکم نے مستدرک جلد دوم ۱۵۱ میں، سلیمان بنی حنفی نے بیابج المودۃ باب ۳۳ میں، میر سیاحی ہراتی نے مودت القرآنی مودت دوم میں، ابن حجر مکی نے مواعظ مرقوزیل آیہ ہشتم میں طبری نے اپنی تفسیر اور ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر نے لغایت الطالب، ابی یوسف اور آپ کے دوسرے بڑے علماء نے نقل کی ہے کہ حضرت تمام الانبیاءؑ نے فرمایا: **ما مثل احلیتی فیکم کمثل سفینۃ نوح من رکب نخی و من تخلف عنھا ضلک**۔ یعنی سوا اس کے نہیں ہے کہ تمہارے درمیان میرے اہل بیت کی مثل کشتی نوح کے مثل ہے کہ جو شخص اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی۔ اور جس شخص نے اس سے روگردانی کی ہلاک ہو گیا۔

نیز امام محمد بن ادریس قرطبی نے اپنے اشار میں اس حدیث کا مسموع کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ علامہ غفرلہ نے خیرۃ المال میں ان کو اس طرح سے نقل کیا ہے۔

و لیسوا رائیت الناس قد ذہبت بہم	مذاہب حملاً فی البحر الفج والجهل
رکبت علی اسمہ اللہ فی سفن النجی	و حمداً لہ بیت المصطفیٰ خاتم الرسل
وامسکت جبل اللہ وھودکا وھم	کما قد امرنا بالتسبیح بالحبیل
اذا اشرقت فی الدین سبعون فوفۃ	وینفا علی ما جاء فی واضح النقل
ولحمیک ناج منھم غیر فترقۃ	فقل لی بہا یا ذا الرحابۃ والعقل

إني أفرقة الهلاك ال محتد
 قان قلت في التاجين فالقول واحد
 إم أفرقة اللات في تحت متهم لي قل
 وان قلت في الهلاك حفت عن العدل
 اذ كان مولى القوم منهم فانتني
 رضيت عليا إماما و نسله
 و انت من الباقيين في اد سيع المحلل
 اگر آپ ان کھلے ہوئے اور وہ بھی اہل سنت و جماعت کے پیشوائے بزرگ امام شافعی کے استعمار

پر پوری توجہ فرمائیں تو دیکھیں گے کہ وہ کیونکر اس کا اقرار کر رہے ہیں کہ اس سیفے کی سواری اور اس پاک
 خاندان سے تنگ اور توسل فریضہ نجات ہے کیونکہ اُمت مرحومہ کے بہتر فرقوں میں سے ناجی فرقہ صرف وہی
 ہے جو آل محمد کے دامن سے متمسک اور توسل ہے اور بس چنانچہ شیعہ خود رسول اللہ کے حسب لکم خدا کی طرف
 اس خاندان جلیل کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں ایک بات اور یاد آگئی کہ اگر آپ کے قول کے مطابق انسان واسطے
 اور وسیلے کا محتاج نہیں ہے اور بارگاہ خداوندی میں اگر وسیلے کے ساتھ فریاد و استغاثہ بلند کرے تو گنہگار اور
 مشرک ہوگا۔ تو پھر خلیفہ ثانی عمر ابن الخطاب کس لیے احتیاج اور اضطرار کے موقع پر واسطے کے ساتھ خدا کی طرف
 رجوع کرتے تھے اور اس طرح استغاثہ کر کے کامیابی حاصل کرتے تھے؟

حافظ: ہرگز خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ نے واسطے کے ساتھ کوئی عمل انجام نہیں دیا اور یہ پہلا موقع ہے جب میں
 ایسے الفاظ سن رہا ہوں گے اراش ہے کہ اس کا محصل بیان فرمائیے۔

نجیر طلب: خلیفہ احتیاج کے مواقع پر بار بار اہل بیعت رسالت اور آں حضرت کی عزت طاہرہ کا وسیلہ
 و موعود ہوتے رہتے تھے اور انہیں کے توسل سے خدا کی طرف رجوع کر کے مطلب حاصل کرتے تھے وقت کا لحاظ رکھتے
 ہوئے صرف دو موقعے غونے کے طور پر پیش کرتا ہوں۔

۱۔ ابن حجر مکی حوالہ میں آیت ۱۷۱ کے بعد تاریخ و مشق سے نقل کرتے ہیں کہ سیدہ ہجری میں
 دعائے بارش کے لیے لوگ کئی مرتبہ نکلے لیکن کوئی یتیم نہیں ملا سب بہت متاثر اور پریشان ہوئے تو عمر ابن
 الخطاب نے کہا کہ اب میں کئی ضرور بالضرور اس شخص کے دید سے طلب باران کروں گا جس کے واسطے سے حتیٰ

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

مے جب میں نے لوگوں کو جہل و گمراہی کے دریا میں فرق دکھا تو خدا کے نام پر نجات کی کشتیوں میں بیجا جو خاتم الانبیاء حضرت
 محمد مصطفیٰ کے اہل بیت ہیں۔ میں نے جل خدا سے تنگ کیا جو اسی خاندان کی درستی ہے جیسا کہ ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ اس جل سے تنگ نہ کیے۔
 جس وقت دین کے اندر شر سے زیادہ فرقہ پیدا ہو گئے جیسا کہ حدیث میں واضح طور پر آیا ہے اور ان میں سے سوا ایک فرقہ کوئی
 ناجی نہیں ہے تو مجھ سے کہو اے صاحب عقل و دانش کہ آیا خاندان رسالت اہل محمد علیہم السلام کسی باطل فرقہ میں سے ہیں؟

طرح پر خدام کو پانی دے گا۔ دوسرے دن صبح کو خلیفہ عمرؓ حضرت حلقم کے چچا عباس کے پاس گئے اور کہا آخرتے بنا
 حتی نستقی الله بشارتہا سے ساتھ باہر چلتا کہ ہم بارگاہ الہی میں تھارے ویسے سے پانی طلب کریں
 جناب عباس نے فرمایا تھوڑی دیر بیٹھا جاؤ تاکہ میں دسید ہیا کروں پھر کسی کو بھیج کر بنی ہاشم کو اطلاع
 کہ اور پاک لباس پہن کے اور خوشبو لگا کے اس صورت سے باہر آئے کہ علی علیہ السلام عباس کے آگے امام حسن
 و امینی طرف، امام حسینؓ بائیں طرف اور دوسرے بنی ہاشم پیچھے پیچھے تھے اس وقت فرمایا کہ اسے عمر کسی اللہ شخص
 کہ ہمارے ساتھ شامی نہ کرنا چاہیے اسی حالت سے مسئلے تک پہنچے اور جناب عباس نے مناجات کے لیے ہاتھ
 بلند کر کے عرض کیا پروردگار! تو نے ہم کو خلق فرمایا اور جو کچھ ہم عمل کرتے ہیں تو اس سے واقف ہے پھر عرض کیا کہ
 اللہ سمجھ کہما تفضلت علینا فی اولہ فتفضل علینا فی اخرہ یعنی خداوند! جس طرح تو نے ابتداء میں ہم پر
 فضل کیا اسی طرح آخر میں ہمارے اور تفضل فرما جا رہکتے ہیں کہ اے اے ان کی دُعا تمام نہ ہوئی تھی کہ ہاں! آنا شروع ہوئے
 اور پانی پینے لگا۔ اسی ہم درگ گھوٹ تک ہمیں پہنچتے تھے کہ بارش سے بھیگ گئے۔
 نیز بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قحط کے زمانہ میں عمر ابن خطابؓ عباس ابن عبد المطلب کے ویسے سے
 بارگاہ خداوندی میں پانی کے لئے دعا کر رہے تھے اور کہتے تھے۔ اللہم! انا نقول الیاء بعد نبیہا فاستقنا
 فیسقون یعنی خداوند! ہم تیری طرف ہم رسول کا دسید اختیار کرتے ہیں ہم کو میرا ب کر دے اپنا نچہ ان لوگوں
 پر نزلہ دل باراں ہوا۔

۲ ابن ابی الحدید معتزلی شہرح نہج البلاغہ مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۲۵۴ میں نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ عمرؓ
 عباسؓ ہم رسول کے ہزارہ استغفار کے لئے گئے اور اس طرح دعا کی اللہم! انا نقرب الیاء بعد نبیہا
 نبیہ و بقیۃ ایاءہ و عید رجالہ فاخلفہ اللہم نبیہ فی عامہ فقد ولونا بسہ
 الیاء مستحقین و مستغفرین۔ (یعنی خداوند! ہم تیری طرف دسید ڈھونڈتے ہیں تیرے پیغمبر
 کے چچا اور ان کے آباء اور بزرگ مردوں میں سے ابی ماندہ کے ذریعہ سے پس اپنے پیغمبر کی منزل ان کے چچا کے
 بارے میں محفوظ رکھ کہ ہم نے ان کی وجہ سے تیری طرف ہدایت پائی تاکہ شفاعت طلب کریں اور استغفار
 کریں۔)

Presented by: <https://iafrrlibrary.com/>

بڑے صراحت سے آگے ملے یہاں پانے والے حق فرقے کے آزاد باگڑ کہہ کر فرقہ نامیہ میں ہیں تو کہا لاہ تھا اقل ایک ہے
 اور اگر کو کہ باطل اور ہلاک برکتے والے فرقوں کے ساتھ ہیں تو ہم حرام مستقیم سے منحرف ہو گئے اگر ہم کا لڑا ان صحت میں گزرتی ہوئی تھی
 احاطہ کیجئے تاہم ہر صاحبِ عقل و ایمان کی لڑاؤ کی امامت پر مبنی جتنی ہے نہ تم ان باطل فرقوں میں رہو اس لڑتے
 تک جب حقیقت ظاہر ہو جائے۔

حضرات اہل سنت اور پیروان خلیفہ عمر کے حالات تو اس مشہور مثل کی مطابق ہیں کہ کاسہ گرم تراز آتش بون
شور بے سے زیادہ پیالہ گرم ہے۔ کیونکہ خلیفہ عمر دعا اور احتیاج و اضطراب کے وقت عسرت و اہل بیت رسول کو اپنا
شیفیع قرار دیتے ہیں اور ان کے وسیلے سے بارگاہ الہی میں طلب حاجت کرتے تھے تو ان پکوانی اعتراض ہنسی لیکن
جس وقت ہم شیعہ اس برگزیدہ خاندان کو شفیع بناتے ہیں اور ان کا توسل اختیار کرتے ہیں تو ہم کو سخت
اعتراض کیسا فائدہ کا فرد مشرک کہا جاتا ہے اگر اکی عمر سعد اور عسرت طاہرہ کو خدا کی طرف شفیع قرار دینا شرک ہے تو
آپ ہی کے علماء کی روایتوں کے مطابق خلیفہ عمر ابن خطاب قطعاً سب سے پہلے مشرک ٹھہرتے ہیں اور اگر خلیفہ
کادہ عمل مشرک نہیں تھا بلکہ بہترین کام تھا۔ کیونکہ خلیفہ نے اس کا انتخاب کیا تھا تو یقیناً شیعوں کے اعمال اور آل عمر
علیہم السلام سے ان کا توسل بھی ہرگز شرک نہیں ہو سکتا۔

لہذا آپ حضرات کو چاہیے کہ قطعی طور پر اپنی یہ باتیں چھوڑ دیں بلکہ استغفار کریں کہ کوئی کعبہ لوث اور محد
شیعوں کی طرف ایسی غلط نسبت دی ہے کہ تا کہ غضب الہی کے مستحق نہ بنیں اس لیے کہ جب خلیفہ عمر بن زکوان صحابہ
کی ہماری میں بھی چاہے حسب قدر دعا کریں لیکن بغیر اہل بیت رسول کے وسیلے کے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو تو آپ کیونکہ
امید رکھتے ہیں کہ ہم بغیر واسطے اور سہارے کے دعا کر کے کامیاب ہو جائیں گے۔

پس آل محمد سلام اللہ علیہم اجمعین عہد رسول سے لے کر ہمارے موجودہ زمانے تک ہر دور میں خدا کی
طرف بندوں کے وسیلے کئے اور ہیں اور ہم لوگ بھی حاجت رواں میں ان کی خود مختاری کے قائل نہیں ہیں لیکن
یہ ضرور ہے کہ ان کو خدا کے صالح بندے برحق امام اور درگاہ خدا میں مقرب سمجھتے ہیں لہذا اپنے
اور خدا کے درمیان واسطہ قرار دیتے ہیں۔

اس مقصد پر سب سے بڑی دلیل ہماری دعاؤں کی کتابیں ہیں کیونکہ آمد معصومین سے تمام مالورہ دعاؤں
میں ہم کو جو کچھ میں نے عرض کیا ہے اس کے علاوہ کوئی اور ہدایت ہی نہیں دی گئی ہے اور ہم نے بھی اس طریقے
کے خلاف نہ کوئی عمل کیا ہے اور نہ کریں گے۔

حافظ: آپ کے یہ بیانات ہماری سنی بوٹی باتوں کی خلاف ہیں۔
نجیر طلب: اپنی سنی سنائی باتوں کو چھوڑیے اور مشاہدات کا ذکر کیجئے کیا آپ نے ہمارے بڑے علماء
کی کچھ معتبر کتب اور بیہ کام مطالعہ کیا ہے؟
حافظ: ہنیں مجھ کو موقع نہیں ملا۔

نجیر طلب: یہ مناسب یہ تھا کہ پہلے آپ اس قسم کی کتابیں ملاحظہ فرمائیے اس کے بعد اعتراض فرماتے۔
اس وقت دعا و زیارت کی دو کتابیں میرے ہمراہ ہیں ایک علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کی تالیف، زاد المعاد اور

دوسری "ہدیۃ الزائرین" مؤلفہ فاضل محدث و عالم مقبر آقا فی حاج شیخ عباس قمی دامت برکاتہ یہ مطالعے کے لیے حاضر ہیں میں نے دونوں جلدوں کی مولوی صاحبان کی خدمت میں پیش کر دیں اور انہوں نے دیکھنا شروع کیا، اومیہ توسل کو پڑھا اور غور کیا لیکن کسی مقام پر خاندانی رسالت کے لیے خود مندری کا ذکر نہیں کیا بلکہ ہر جگہ ان کو واسطہ کہا گیا ہے اس وقت مولوی سید عبدالحی نے دعائے توسل کو جو مستجابی علیہ الرحمۃ سید محمد ابن بابوی قمی علیہ الرحمۃ ائمہ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین سے نقل کی ہے غور کے طور پر آخر تک پڑھی جس کا شروع یہ ہے۔

دعائے توسل

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتُوْجِّہُ اِلَیْکَ بِرَبِّیْکَ نَبِیِّ الْحَرَّحُجَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ
 یَا اَبَا الْقَاسِمِ یَا سُوْلَ اللّٰہِ یَا اِمَامَ الرَّحْمَہِ یَا سَیِّدَنَا وَ مَوْلَانَا اِنَّا تَوَجَّہْنَا وَ اسْتَقْفَعْنَا
 تَوَسَّلْنَا بِکَ اِلَی اللّٰہِ وَ قَدْ مَنَّاکَ بَیْنَ یَدِیْ حَاجَاتِنَا یَا وَجِیہَا عِنْدَ اللّٰہِ اَشْفَعْ لَنَا عِنْدَ اللّٰہِ
 یَا اَبَا الْحَسَنِ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَا عَلِیُّ بْنُ اَبِی طَالِبٍ یَا حُجَّةَ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ یَا سَیِّدَنَا وَ مَوْلَانَا
 اِنَّا تَوَجَّہْنَا وَ اسْتَقْفَعْنَا وَ تَوَسَّلْنَا بِکَ اِلَی اللّٰہِ قَدْ مَنَّاکَ بَیْنَ یَدِیْ حَاجَاتِنَا
 یَا وَجِیہَا عِنْدَ اللّٰہِ اَشْفَعْ لَنَا عِنْدَ اللّٰہِ ۔

جس نوعیت سے امیر المؤمنین علیہ السلام کو خطاب کیا گیا ہے اس کے بعد اسی طرح سے اسی آئمہ معصومین علیہم السلام کے لیے بھی ہے اور خطاب میں ان کو براجمۃ اللہ علی خلقہ کہا جا رہا ہے یعنی اسے حجت خدا خلق خدا پر آخر دعا ایک ائمہ طاہرین میں سے ایک ایک کا نام لے کر توسل اختیار کیا گیا ہے اور اس طریقے سے مخاطب کیا گیا ہے کہ اے ہمارے سید و مولانا آپ کے وسیلے سے خدا کی طرف توجہ و توسل اور طلب شفاعت کرتے ہیں۔ اے خدا سے تعالیٰ کے نزدیک صاحب عزت و بارگاہ الہی میں جاری سفارش فرمائیے یہاں تک کہ آخر دعائیں سارے خاندان رسالت کو منی طلب کر کے کہہ دے۔

یَا سَادَاتِیْ وَ حَوَارِیْ اِنِّیْ تَوَجَّہْتُ بِکُمْ اِلَی اللّٰہِ وَ اَسْأَلُکُمْ اِنِّیْ اَسْأَلُکُمْ اِلَی اللّٰہِ وَ
 تَوَسَّلْتُ بِکُمْ اِلَی اللّٰہِ وَ اسْتَقْفَعْتُ بِکُمْ اِلَی اللّٰہِ نَا شْفَعُوا اِلَی اللّٰہِ وَ اسْتَقْذَرُوْا مِنْ
 ذُنُوْبِیْ عِنْدَ اللّٰہِ فَانْکَسِرْ وَ سَیْلَتِ اِلَی اللّٰہِ وَ یَجِبْکُمْ وَ یَقْرَبْکُمْ اِرْحَمُوْا بِنِجَاتِکُمْ مِنَ اللّٰہِ تَنکَلُوْا
 عِنْدَ اللّٰہِ رَجَائِیْ یَا سَادَاتِیْ یَا اَوْلِیَا دَعَائِیْ ۔

جس وقت وہ حضرات یہ دعائیں پڑھ رہے تھے بعض بہذب اور محترم سن حضرات آخر پر باختر مارنے لگے۔

اور بار بار کہتے تھے لا الہ الا اللہ سبحان اللہ کس طرح سے غلط نہیں پھیلاتے ہیں۔

زمین نے کہا، میں آپ حضرات سے انصاف چاہتا ہوں۔ ان دعاؤں کی عبارتوں میں کس مقام پر شرک کے آثار پائے جاتے ہیں؟ کیا ہر جگہ خدائے تعالیٰ کا مقدس نام موجود نہیں ہے؟ ہم نے دعا کی کون سی عبارت میں ان حضرات کو باری تعالیٰ کا شرک قرار دیا ہے؟ آخر کس لیے آپ ہم لوگوں پر بہت لگاتے ہیں کہ کس وجہ سے موجد مسلمانوں کو خالی اور مشرک کہتے ہیں؟ کس غرض سے مسلمانوں کے دلوں میں بغض و عداوت کا بیج بوٹتے ہیں؟ کس مقصد سے نادانوں کو غلط فہمی کی نظر میں حقیقت کو مشتبہ بناتے ہیں؟ تاکہ وہ اپنے دینی اور ایمانی بھائیوں کو کافر سمجھیں؟ آپ کے کہنے سے نادانوں اور متعصب عوام بھی پورے شیعوں کو اسی خیال سے قتل کرتے ہیں کہ ہم نے ایک کافر کو قتل کیا لہذا جنتی ہو گئے۔ ایسے امور کا منظر آپ ہی جیسے علماء کی بدولوں پر ہے۔

اب تک کیوں نہیں سنا گیا کہ ایک شیعہ فرد نے چاہے وہ سنسان جنگل کے اندر ہو اور جاہل و وحشی ہو کسی سچے کے قتل کا اقدام کیا ہو؟

بات یہ ہے کہ شیعہ علماء اور مبلغین زہر نہیں پھیلاتے۔ شیعہ اور سنی کے درمیان عداوت کا بیج نہیں بوٹتے اور قتل نفس کو گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔ ہم شیعہ اور سنی کے درمیان مابہ الاختلاف مسائل کو علم اور منطق کی روشنی میں بیان کر کے ان کو حقیقت مذہب سے باخبر کرتے ہیں لیکن گفتگو کے ضمن میں ان کو یہ بھی سمجھا دیتے ہیں کہ سنی ہمارے مسلمان بھائی ہیں لہذا شیعہ جماعت کو ان کی طرف کیے اور دشمنی کی نظر سے نہ دیکھنا چاہیئے بلکہ برادرانہ طریقے سے آپس میں متحد رہنا چاہیئے تاکہ ہم سب مل کر لا الہ الا اللہ کا پرچم بلند کریں۔

لیکن اس کے برعکس متعصب سنی علماء کے طرز عمل سے ہم کو انوکھا ہوتا ہے کہ ابو حنیفہ، مالک ابن انس، محمد بن ادریس شافعی اور احمد ابن حنبل کے پیروؤں کو باوجودیکہ ان کے درمیان کثیر اصولی اور فروعی اختلافات ہیں مہر مقام پر آزادی دیتے ہیں اور مسلمان بھائی کہتے ہیں لیکن علی ابن ابی طالب اور صادق آل مرتضیٰ علیہما السلام جو عزت و اہل بیت رسالت ہیں، ان کے پیروؤں کو خالی مشرک اور کافر نامزد کرتے ہیں اور ان کی آزادی سلب کرتے ہیں تاکہ سنی مالک کے اندران کی جان و مال محفوظ نہ رہے کہنے زیادہ ہیں ایسے صاحبان علم و فتوے شیعہ جو سنی علماء کے فتوے سے شہید کیے گئے لیکن اس کے برعکس ایسا علم شیعہ علماء کی طرف سے کیا بلکہ عوام شیعہ کی جانب سے بھی جن سے اس کا انجام پانچ زیادہ سہل ہے کسی جاہل سنی کے لیے بھی صاف نہیں ہوا ہے آپ کے علماء انھیں عوام شیعوں پر لعنت کرتے ہیں لیکن شیعہ علماء کی کسی کتاب میں یہ نہیں دیکھا گیا ہے کہ انہوں نے اہل تسنن لعنہم اللہ لکھا ہو۔

حافظہ آپ زیادتی کر رہے ہیں، کون سا صاحب علم و تقویٰ شیعہ ہمارے علماء کے فتوے سے قتل ہوا ہے کہ

آپ بلاوجہ جوش دلارہے ہیں، اور کس نے ہمارے علماء میں سے شیعوں پر لعنت کی ہے۔
خیر طلبہ اگر میں آپ کے علماء اور عوام کے حرکات و تفعیل سے بیان کرنا چاہوں تو ایک نشست نہیں
 بلکہ کئی مہینے درکار ہوں گے لیکن غور سے اور اثبات مطلب کے لئے ان کے بعض اعمال و احوال کی طرف جو توجہ
 کے صفات پر نقش ہیں اشارہ کیئے دیتا ہوں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ جو کس ہنیں دلاتا ہوں بلکہ حقیقت
 پیش کرتا ہوں۔

اگر آپ بڑے بڑے منصب علماء کی کتابیں غور سے مطالعہ کیئے تو لعنت کے مواقع خود ہی نظر آجائیں
 گے جو تفسیر پر فقیر امام فخر الدین رازی کی جلدیں ملاحظہ فرمائیے کہ جس جگہ ان کو موقع ملتا ہے جیسے
 آیت ولایت و اکمال دین و غیرہ کے ذیل میں مکرر و مکرر لکھتے ہیں۔
 واما الما فقتله لعنہ اللہ ھو کلام المرقضہ لعنہم۔ اما قول الما فقتله لعنہم اللہ
 لیکن کسی شیعوں عالم کے قلم سے عام براءت ان اہل سنت کے لئے بلکہ خاص صورت میں بھی ان کے لئے ایسی عبارتیں
 ہنیں نکل ہیں۔

اس جماعت کے فتوے شہیدِ رول کی شہادت

شیعہ ارباب علم و عمل کیا قرآپ کے علماء کی دردناک بدسلوکیوں میں سے ایک وہ عجیب و غریب فتوے
 ہے جو ایک بہت بڑے شیعہ فقیہ کے واسطے شام کے دو بڑے قاضیوں (ربیعان الدین مالکی و عباد بن الجعفیۃ
 شافعی) کی طرف سے صادر ہوا تھا وہ بزرگ فقیہ جو زہر و درخ، تقویٰ اور علم و تفتہ میں سارے اہل زمانہ کے
 سرور تھے۔ ابواب فقہ پر اجماع رکھنے میں اپنے دور کے اندر جو اہم فیصلہ رکھتے تھے ان کی فقہی مہارت کا ایک نمونہ
 کتاب لکھتے جو ان کے کوسوا مختصر نافع کے اور کئی فقہی کتاب آپ کے پاس موجود رہی ہو، صرف سات
 روز کے اندر تصنیف فرمائی اور حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی چاروں مذہب کے علماء ان کے حلقہ تلامذہ میں داخل
 ہو کر فیض علم سے میراب ہوتے تھے جناب ابو عبد اللہ محمد بن جمال الدین مکی عاملی رحمہ اللہ علیہ اللہ تھے۔
 باوجودیکہ شیعوں کی سخت گیری کی وجہ سے آپ زیادہ تر لقیہ میں رہنے لگے۔ اور بالاطلاق تشیع کا اظہار نہیں
 فرماتے تھے لیکن پھر بھی شام کے بڑے قاضی عباد بن الجعفیۃ نے ایسے عالم ربانی سے حد کا رتبہ تاؤ کرتے
 ہوئے ذاتی شام (میدمر) کے پاس ان کی چٹائی کھائی اور رفض و تشیع کا الزام لگا کر اس فقیہ عالم کو گرفتار کرایا۔
 ایک سال تک قید خانہ میں سخت سبکیں دینے کے بعد ۹ یا ۱۰ جمادی الاولیٰ ۸۶۷ھ میں اس پر دو بڑے
 سختی قاضیوں (ابن الجعفیۃ و ربیعان الدین) کے فتوے سے پہلے آپ کو تلوار سے قتل کیا گیا پھر آپ کا جسم

سولی پر چڑھا گیا اس کے بعد انہیں دونوں کی تحریک سے نہ اس نام پر ایک راضی مشترک سولی کے اوپر سبے عوام نے آپ کے بدن کو سنگ سار کو لید پھر نیچے اتار کر آگ سے جلایا اور خاکستر ہوا میں اٹھا دی۔

۱۰۔ ان قابل ذکرات و افعال میں سے جنہوں نے محمد پر ان تاریخی و تالیف کو ثابت کر دیا ایک واقعہ یہ بھی ہے جسکو اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کرتا ہوں۔

۱۹۔ جمادی الثانیہ ۱۰ شہاد میں جب میں زیارت بیت المقدس سے واپس ہو کر دمشق جا رہا تھا۔ اہل سائبہ میں شرق اردن کی مسجد جامع عمان میں (جو بہت خوبصورت مسجد ہے) نماز پڑھنے پہنچا، اہل سنت مسلمانوں کی جماعت نماز مغرب ختم کر چکی تھی کچھ لوگ جا رہے تھے اور بعض لوگ اعلیٰ نوافل پڑھنے میں مشغول تھے، میں بھی مسجد کے ایک گوشہ میں جا کر فریضہ مغرب دعائے ادا کرنے میں مصروف ہوا۔ فریضہ اور نوافل سے فارغ ہونے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ ان میں سے بعض لوگ مجھ پر سخت غضبناک ہیں خصوصاً وہ عالم جو چند اشخاص کے ساتھ قرأت قرآن میں مشغول تھے اور میری طرف شدید غصہ کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے میں تعقیبات ختم کر کے مسجد سے نکل آیا اور گیراج میں جا کر موٹر چھوڑنے کا انتظار کرتے لگا لگا کھانے کے بعد جب مسجد میں نماز عشاء کی اذان شروع ہوئی تو مجھ کو خیال ہوا کہ روانہ ہونے کے بعد ممکن ہے موٹر راستہ میں نہ پھٹے اور نوافل شب پڑھنے کا موقع نہ ملے لہذا بہتر ہے کہ ابھی فراغت ہے مسجد میں جا کر نوافل ادا کر لوں پھر اطمینان سے سفر کی تیاری کروں، چنانچہ تمہید و منور کے مسجد گیا اور عام بڑے پھاٹک سے داخل نہیں ہوا بلکہ عمارت کے تیزی مغربی گوشے کے دروازے سے جا کر ایک بڑے ستون کے پہلو میں جمایک اندھیری جگہ تھی وہاں جا کر مصروف نماز ہوا میں نے دیکھا کہ وہ عالم جو ایک گھنٹہ پہلے قرأت میں مشغول تھے اور غصے سے مجھ کو گھور رہے تھے نادے سے فارغ ہو کر لوگوں کو جمع کیے ہوئے اور ان کے بیچ میں کھڑے ہوئے مشرک اور مشرک کے بارے میں تقریر کر رہے ہیں مقدمات کے بعد مسئلہ کلام اس مقام تک پہنچا کہ انتہائی جوش اور سختی کے ساتھ کہا کہ تم سب مسلمانوں کو قیامت کے روز باز پرس کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور حجاب دینا پڑے گا۔ اس لیے کہ خدا نے فرمایا ہے مشرکین نہیں ہیں ان کو مسجد میں نہ آتے دو لیکن ابھی ایک گھنٹہ پہلے ایک مشرک بت پرست جس مسجد میں گھس آیا ہمارے تمہارے سامنے بت کا مسجد کیا اور تم لوگوں نے اس کو شرارتی میں قرأت میں مشغول تھا مگر تم لوگ کیا کر گئے تھے! کیا بتاؤ؟ راضی نہیں تھا کہ مشرک کی نہایت اہمیت کے لیے اس سے دعا کرتے اور بت پرست مشرک راضی کو دفع کرتے یا اس کو قتل کر دیتے کیونکہ اگر مشرک مسلمانوں کی مسجد میں بت پرستی کرتے تو اس کو قتل کر دینا واجب ہے بہر حال اپنی پوجائش تقریر سے ناواقف لوگوں کے جذبات اس طرح سے ابھارے کہ اگر میں اس جگہ موجود ہوتا تو یقیناً قتل کر دیتا تھا۔

تقریر ختم ہونے کے بعد آدھے لوگ باہر جانے کے لیے عمارت کے آخری دروازے کے پاس آئے، میں نماز و نذر پڑھ رہا تھا چنانچہ بیٹھ گیا تاکہ ان لوگوں کو توجہ نہ ہو لیکن دفعتاً میرے اوپر ان کی نظر پڑ گئی، فوراً حلقہ کے چاروں طرف سے گیریا ۱۴

قاضی صید کی بدگوئی سے شہید ثانی کی شہادت

دسویں صدی ہجری میں بلاد شام کے ائمہ شیعہ علماء اور مفسرین میں سے شیخ اہل فقیہ بے نظیر زین الدین ابن خلدون علی بن احمد بن علی قدس سرہ تھے جو علم و فضل زہد و ورع اور تقویٰ میں بدست و دشمن سبھی کے مرکز توجہ اور کافی شہرت کے مالک تھے باوجودیکہ مشبہ و روز تالیف و تصنیف میں مصروف رہتے تھے اور ہمیشہ گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے تھے آپ نے مختلف علوم میں اپنے قلم سے دسویں صدی سے زیادہ کتابیں چھوڑی لیکن لوگوں سے اس کی گوارہ کشی کے بعد ہی علمائے اہل سنت کو عداوت پیدا ہوئی اور آپ کی مقبولیت سے ان کے دلائل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی خصوصاً حضرت قاضی صید نے بادشاہ آل عثمان سلطان سلیم کے پاس ایک شکایت نامہ لکھ کر ان کے سامنے رکھا کہ اے خداوند بے بلا و انعام رحمن مبدء عروج من المذہب الاربعۃ یعنی یقینی طور پر یہ ثابت ہو رہا ہے کہ بلاد شام کے اندر ایک بدعتی شخص موجود ہے جو چاروں مذہبوں سے خارج ہے (یعنی سلطان سلیم کی طرف سے ان کا عالم بیحد کے لیے حکم صادر ہوا کہ میری شیعہ کے لیے اسلام قبول میں حاضر کیے جائیں چنانچہ مسجد اعظم کے اہل بیت جناب کو گرفتار کر کے چالیس روز تک مکہ معظمہ میں قید رکھا اس کے بعد دیکھا کہ اس سے دلائل سلطنت اسلام قبول کی طرف رجوع کیا لیکن دربار تک پہنچنے سے پہلے ہی ساحل مدیہ پر آپ کا سر مبارک گرا کے جسم کو دیہات میں پھینک دیا اور سرادشاہ کے پاس بھیج دیا

بے شک مسلمانوں کو جو کچھ مجاہدین نے لکھا ہے وہ سب سچ ہے کہ اے خداوندے شرک انکلی اسے شرک اہل اپنی زندگی سے باہر کر دے اور اس کو چھوڑ دے کہ وہ اپنے آپ کو خدا کا شریک نہ کہے لا الہ الا اللہ لا شریک لہ و لا شہد الا محمد و رسولہ ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا کہ اس میں کون کون سے شرک ہے جو حدیث خداوندہ سے خاتم الانبیاء کی شہادت سے راجع ہے ایک کہہ رہا تھا کہ ہم نہیں جانتے قاضی کہتا تھا کہ یہ ماضی اور شرک ہے اور قاضی کہتا تھا کہ یہ ماضی وہ لوگ بحث اور اختلاف میں مصروف تھے اس نے بعد میں سلام پڑھ کر فراموش کر کے جان میں ہوا ان آئی، ہمت کر کے دعائے کے لیے تیار ہوا اور عزیزی زبان میں ایک مضمون لکھ کر اپنے پاس لے گیا کہ میں نے اپنے آپ کو قاضی کے جواب کیا اور اپنا مسجد بنایا اور اس پر بیٹھ کر اپنے ماضی کو ایک جاسوس ثابت کیا جو مسلمانوں میں جھوٹ ڈال کر ظالم بگائی کی بل اسلام پر غالب و حاکم بنانے کے اسباب ہیں ان کا چاہتا ہے ظالم یہ کہ ان لوگوں نے مجھ سے مندرت کی یہاں تک مجھ کو جان کر نہ کیئے سخت امور کیا لیکن میں نے یہ ذکر کر کے کہ سفر کے لیے باہر تیار ہوں ان سے رخصت لی اور روانہ ہوا۔ یہ تھا ایک خود غلطی اہل سنت کے ان سینکڑوں ائمہ میں سے جن میں سے انہوں نے مجھ سے عوام کو جو کوئی نہ کہے یہ مسائل کو الٹ کے پیش کیا ہے اور مظلوم مسلمانوں کے قتل و آزارت کی دعا کرتا ہے۔

محترم حضرات!

آپ کو خدا کی قسم انصاف کیجئے اور عادلانہ فیصلہ کیجئے! بھلا کسی تاریخ میں آپ نے پڑھا ہے یا سنا ہے کہ علمائے شیعہ کی جانب سے کبھی کسی سنی عالم بلکہ عام انسان کے لئے بھی ایسی برائی اور بدکرداری کا مظاہرہ ہوا اور اس جرم میں کہ وہ شیعہ مذہب سے الگ ہے اس کو قتل کر دیا ہو! خدا کے لئے بتائیے یہ جی جرم و گناہ ہو گیا کہ وہ چاروں مذاہب سے خارج ہے آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ اگر کوئی شخص چاروں مذہبوں (حقیقی، ملکی، شافعی، حنبلی) سے انحراف کرے تو کافر ہے اور اس کا قتل واجب ہے؟ آیا جو مذاہب صدیوں کے بعد ملائے ہوئے ان کی طاعت واجب ہے لیکن جو مذہب رسول خدا کے زمانے سے مرکز توجہ تھا وہ باعث گمراہی اور اس پیرروں کا خون بہانا جائز ہے؟

انصاف پسند لوگوں کی توجہ کیلئے عمرہ بحث

خدا کے لئے سچ بتائیے کہ ابو حنیفہ یا مالک ابن انس یا شافعی یا امام احمد بن حنبل کیا رسول اللہ کے زمانے میں تھے اور اپنے مذہب کے اصول و فروع بلا واسطہ آل حضرت سے اخذ کئے تھے

حافظ: ایسا دعویٰ تو کسی نے نہیں کیا ہے کہ آئمہ اربعہ نے آل حضرت کی معاصرت کا شرف حاصل کیا ہو۔
خیبر طلب: آیا امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام صحبت رسول میں بیٹھے اور آل حضرت کے علم کا دروازہ تھے یا نہیں؟

حافظ: یہ تو بدیہی بات ہے کہ کبار صحابہ میں سے بلکہ بعض حیثیتوں میں ان سے افضل تھے۔

خیبر طلب: تو اس قاعدے کی مد سے اگر ہم کہیں کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی پیروی اس لحاظ سے واجب ہے کہ پیغمبر نے فرمایا ہے علی کی اطاعت میری اطاعت ہے اور آپ آل حضرت کے باب علم تھے، ان حضرت نے حکمت کو حکم دیا ہے کہ جو شخص میرے علم سے بہرہ اندوز ہونا چاہتا ہے اس کو چاہیئے کہ علی کے دروازے پر جائے تو ہمارا یہ دعویٰ سچا ہو گا۔ اور اگر ہم کہیں کہ مذہب شیعہ جو عین محمدی مذہب ہے، اس لئے کہ خاتم الانبیاء نے اس کے پیروؤں کو یہاں تک زیادہ ادا ان سے روک کر ان کو موجب طاعت قرار دیا جس کا حدیث ثقیلین اور حدیث سفینت سے مستحق علیہ ثقیلین رشید دینی میں سے ثابت ہے۔ چنانچہ اس سے قبل ان کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے ان انحراف بدعتی کا باعث ہے تو ہم حق پر ہوں گے اور ہم دلیل کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ عزت طاہرہ کی نافرمانی ہو یا حکم رسول سے سرکشی، صراط مستقیم سے میلہ کی اور جبل المتین سے جدائی ہے۔

اس کے باوجود علی و شیعہ کی طرف سے کسی جاہل اہل سنت کی نسبت بھی ایسے حرکات معرزوہ نہیں

ہوئے نہ کہ ان کے عالموں کے لیے ہم نے جماعت شیعہ کو ہمیشہ ہی تعلیم دی ہے کہ اہل سنت ہمارے مسلمان بھائی ہیں۔ لہذا ہم سب کو آپس میں متحد اور متفق رہنا چاہیے۔ لیکن اس کے برخلاف آپ علاوہ برابر مومن و مومنین کا کمان اور اہل بیت رسالت سے پیروشیوں کو اپنی برکت، راضی، غالی، یہودی بلکہ کافر و مشرک کہتے رہتے ہیں اور اس جرم میں فقہائے اربعہ راوی حنفیہ، مالک، ابن انس، محمد ابن اور یسین شافعی احمد بن حنبل میں سے کسی ایک کی تقلید کیوں نہیں کرتے ان کو کافر اور رافضی بناتے ہیں۔ اور ان کے پاس کوئی دلیل بھی اس کے موجود نہیں ہے کہ مسلمان لازمی طور پر ان چاروں میں سے کسی ایک کی پیروی کرنے پر مجبور ہیں یا حالانکہ اس کے برعکس جو لوگ حکم رسول سے اہل بیت رسالت اور عزت ظاہر کی پیروی کرتے ہیں، وہ حقیقت وہی نجات پانے والے ہیں انہیں بے جا فتاوہ علیٰ اللہ یہود و نصاریٰ کی گفتگوؤں سے انہوں نے اپنے عوام کے عقول میں ایک بہانہ دے دیا کہ جب بھی موقع ملتا ہے وہ ساری حرکتیں جو کفار کے ساتھ ہونا چاہیے بلکہ ان سے بھی بدتر مومن و مومنین شیعہوں کے ساتھ عمل میں لائی جائیں۔ جیسے قتل و غارت اور ناعوس کی ہتھکڑی حرمست وغیرہ۔

ایرانیوں کیساتھ ترکیوں، خوارزمیوں، ازبکوں اور افغانوں کا شرمناک رویہ

حافظ، آپ سے یہ کہنا کہ میرے نہیں تھی کہ ایسے جوڑے اور غلط مطالب کے ذریعہ جن کا کبھی دینا نہیں چاہیے نہیں رہا ہے جناب کا اظہار کیے گا۔
خیر طلب، آپ کو غلط نہیں ہوئی، آپ کہتے ہیں کہ میں بغیر دلیل کے اللہ وہ بھی ایسے محترم جلسے میں اپنے مسلمان بھائیوں کو غلط اور کم سے کم راہوں، حالانکہ مرنے کے طور پر بزرگ شیعہ فقیہوں کے ساتھ مسلمان قاضیوں اور عاملوں کا جو بھائیوں میں نے پیش کیا ہے اس سے قطع نظر اگر تاریخ میں ترکیوں، خوارزمیوں، ازبکوں اور افغانوں کے حالات اور ایمان پران کے مکرر حملوں کے واقعات کا مطالعہ کیجئے تو سمجھیں آجائے گا کہ میں صحیح عرض کر رہا ہوں بلکہ شیعہ جماعت کے ساتھ ان کا رویہ جو دیکھ کے آپ کو محال ہوگی۔ کیوں کہ جب بھی ان سے ملنے یا اللہ خارجی یا اذہنی یا اندرونی معاملات کے اثر سے ایرانیوں کے حالات و دگرگوں دیکھ کر شمالی خرقہ ایران پر شدید حملے کیے اندر کبھی کبھی خراسان، نیشاپور اور ہمدان حتیٰ کہ شہر سلطان حسین صفوی کے زمانے میں تو ایک مرتبہ افغان ہنگ آئے، اس کے گرد و نواح میں کافی تاخت و تاراج کیا اور کسی طرح کے صفت و انانیت اور اسلام

منافی طرز عمل سے دریغ نہیں کیا۔ قتل و غارت، مجبور شیعوں کے اموال کو نذر آتش کر دینے اور ان کے ناموس کی ہتک حرمت کرنے کے بعد ایک کثیر تعداد کو اسیر کر کے لے گئے اور کافر قیدیوں کو طرح دنیا کے بازاروں میں فروخت کر دیا۔

چنانچہ ارباب تاریخ لکھتے ہیں کہ ترکستان کے شہروں میں ایک لاکھ سے زیادہ شیعہ فروخت کئے گئے اور کافر غلاموں بلکہ ان سے بھی بدتر اشخاص کی مانند ان کے ساتھ سخت روتیہ بڑاھا تا تھا۔ اس طرح کے اقدامات وہ صرف اپنے حلا کے حکم اور فتوے حل میں لاتے تھے۔

ایران میں خان خیوہ کے مظالم اور شیعوں کے قتل و غارت کے لیے علماء اہل سنت کے فتوے

حافظ: اس طرح کی جنگیں اور حملے سیاسی تھے اور مذہبی پیشواؤں کے فتوے سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

غیر طلبہ و نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ اس قسم کے حملے قتل و غارت اور ہتک حرمت علماء اہل سن کے فتوے اور فیصلوں ہی کا نتیجہ تھے چنانچہ مرحوم ناصر الدین شاہ قاجار کے اوائل سلطنت اور میرزا تقی خاں امیر نظام کی فذلرت میں جب ایران کی فوج خراسان کے ہنگامے اور سالار کے ختنے میں چھینی ہوئی تھی امیر خوارزم محمد امین خاں ازبک معروف بہ خان خیوہ (خوارزم) کو موقع ملا تھا، اس نے مردانہ خراسان پر ایک کثیر لشکر کیا قہ عمدہ کر دیا اور قتل و غارت اور کافی تباہ کاری کے بعد بہت بڑے صلح کو قید کر کے لے گیا۔

سالار کا معاملہ ختم ہونے کے بعد حکومت خان خیوہ اور اس کی سرکوبی کی طرف متوجہ ہوئی ایران کے مقتدر اور مدبر و زیرِ اظہم مرحوم امیر نظام کی تدبیر سے پہلے نرمی اور مدارات سے کام لیا گیا۔ مرحوم رضا قلی خاں نیر جری متخلص بہ ہدایت کو جو ایرانی دربار کے بڑے عقلمندوں میں سے تھے سفیر ناکر خان خیوہ کے پاس بھیجا جس کی فیصل بہت طولانی ہے اور یہاں اس کے ذکر کی گنجائش نہیں، البتہ جو میری گزارش ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ جس وقت مرحوم ہدایت خاں خیوہ کے پاس پہنچے تو اپنی گفتگو کے سلسلے میں کہا کہ تعجب ہے کہ ایرانی باشندے جب روم، روس، ہند اور فرنگ وغیرہ جیسے بیرونی ممالک میں جاتے ہیں تو وہاں عزت کے ساتھ رہتے ہیں اور ان دعا فیت کے ساتھ واپس آتے ہیں۔ لیکن آپ کے حدود سلطنت میں معاملہ برعکس ہے کیونکہ آپ کے آدمی مسلمانوں کو لوٹنے پھرنے، قتل و غارت اور

ان کو قید کر کے فروخت کرنے میں کافر غلاموں کا ایسا سلوک کرتے ہیں اور طرح طرح کی ذلتیں پہناتے ہیں حالانکہ سب کے سب مسلمان ایک تیلہ ایک کتاب (قرآن مجید) ایک پیغمبر اور ایک خدا کے ماننے والے ہیں۔ پھر بھی معلوم نہیں ایسے بڑاؤ کا کیا سبب ہے۔

اس نے جواب دیا کہ اس میں ہماری کوئی سیاسی غلطی نہیں ہے بلکہ مذہبی حیثیت سے ہمارا اور خوارزم کے علماء مفتی اور قاضی صاحبان فتویٰ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیعوں چونکہ رافضی، کافر اور اہل بدعت ہیں۔ لہذا ان کی سزا ہی ہے۔ چنانچہ کفار کی حیثیت سے ان کو قتل کرنا ان کے اموال غصب کر لینا ان کو لٹا اور قیدی بنانا واجب و لازم ہے جیسا کہ ان واقعات کی مفصل کسر شرح تاریخ روضۃ الصنائے نامہ ص ۱۰۱ اور سفارت نامہ خوارزم مطبوعہ طہران کو اسٹیم مرعوم رفاقتی خاں دہلیت میں درج ہے۔

شیعوں کے قتل و غارت پر مسلمانے اہل سنت کے فتوے اور خراسان پر عبداللہ خاں ازبک کے حملے

نیز جس زمانے میں عبداللہ خاں ازبک نے شہر خراسان کا محاصرہ کیا تھا علما نے خراسان نے عبداللہ خاں کو ایک مفصل تحسیر لکھی اور اس کے حرکات پر اعتراض کئے کہ تم آخر کس بیٹے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والوں اور قرآن و سنت رسول کے پیروں کے قتل و غارت اور چمک حرمت پر آمادہ ہوئے ہو اور انکی سلام نے تم کو کفار کے ساتھ ہی ایسا سلوک کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔

عبداللہ خاں نے مشہد کے علماء اور باسندوں کا یہ خط جواب کے لئے سنی عالموں اور قاضیوں کے سپرد کیا جو اس کے ہمراہ تھے ان لوگوں نے تفصیلی جواب لکھا پھر علما نے مشہد نے اس کا جواب الجواب دیا اور ان کو جواب کیا کہ ان خطوں کی تشریح تاریخ التواریخ میں درج ہے جو بہت طویل ہے، میرے مطلب کا ثبوت یہ ہے کہ سنی علما نے ازبک نے اپنی تحریر میں لکھا تھا کہ شیعوں چونکہ رافضی اور کافر ہیں۔ لہذا ان کو لٹا اور مال و حرمت مسلمانوں کے لئے مباح ہے۔

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

افغانستان کے شیعوں کے افغانی امیروں کا سلوک

زمرہ مفتی میں اور بالخصوص میر دوست محمد خاں، کہندل خاں، شاہ شجاع الملک، عبداللہ خاں میر عبدالرحمن خاں اور امیر حبیب اللہ خاں کی ریاست و حکومت کے زمانے میں کابل، قندھار، ہرات اور

کے اطراف میں شیعہ جماعت کے ساتھ سنی افغانیوں نے جو سلوک کیئے اور خاص و عام بلکہ بے گناہ بچوں کا بھی قتل عام کیا اگر ہم صرف اسی کا تذکرہ کرنا چاہیں تو انتہائی شرمناک اور اہل جہنم کے لیئے ناقابل برداشت ہو گا۔ میرا خیال ہے کہ خود آپ حضرات نے بھی تاریخ کے سلسلے میں ان لوگوں کے لرزہ انگیز مظالم کا بخوبی مطالعہ کیا ہو گا۔ اور محترم بابت قرہ لاش حضرات ہندوستان میں بالخصوص پنجاب کے اندر افغانوں کے آثار ظلم کا ایک کھلا ہوا نمونہ ہیں جو مجبوراً جلا وطنی اختیار کر کے یہاں پناہ گیر اور سکونت پذیر ہوئے۔

ارباب تواریخ نے ان سارے واقعات کو درج کیا ہے اور انے والی سلوں کو موقع دیا ہے کہ صحیح فیصلہ تک پہنچ سکیں۔

چنانچہ ان میں سے ایک دل سوز واقعہ ۱۲۶۶ء کا ہے کہ عاشورہ محرم کو جمعہ کے روز قندھار کے شیعہ امام باڑوں میں جمع ہو کر عزا داری تینا الشہداء و معترت رسول میں مگر مٹھے دفعۃً بہت سے متعصب اہل سنت طرح طرح کے لٹے لیئے ہوئے امام باڑے میں گھس پڑے اور ہتھے شیعوں کے ایک کثیر مجمع کو یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی انتہائی دردناک طریقے سے قتل کیا اور ان کے اموال لوٹ لٹے برسوں گزر گئے کہ شیعہ ذلت و حقارت کی زندگی بسر کر رہے تھے اور آزادی عمل سے محروم تھے یہاں تک کہ آیام عاشورہ میں دو دو تین تین افراد تہ خانوں کے اندر جا کر فرزند رسول اور شہدائے کربلا کی عزا داری کرتے تھے (یہاں چھبھت دام محمد ہم نے میرا ماں اللہ خاں کی رواداری اور انصاف پر دہی کی تعریف فرمائی ہے جس کو بنظر اختصار حذف کرتا ہوں ۱۲ مترجم) آپ حضرات تائید پر نظر فرمائیں تو دیکھیں گے کہ اسی ہندوستان کے اندر مخالفین کی تحریک سے سنی و شیعہ آویزش کے نتیجے میں کس قدر خلل پہائے گئے اور کتنے صاحبان فضل و تقویٰ اور پاکدامن مومنین جابلوں کی ہوسناکیوں کی بھینٹ چڑھ گئے۔

شہید ثالث کی شہادت

ان منحوس واقعات کے غم انگیز خطوط میں سے ایک اگر سے کافرستان جی ہے۔ اسی سفر کے سلسلہ میں جس وقت میں دہاں پہنچا تو وہ جی جانتے کہ متعصب لوگوں کی حالتوں اور جہالتوں سے کس قدر متاثر و مخصوصا جس وقت صاحب علم و تقویٰ نے بنائے قید و غلام اور رسول اللہ کے بارگاہ میں سید نور اللہ شومتری قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوا کیونکہ آپ بھی ملت اسلامی کے متعصب و عناد کی قربانیوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے سلسلہ میں اس زمانے کے بڑے بڑے عاملوں کی مخالفانہ کوششوں کے نتیجے میں ہندوستان کے جابل و متعصب منغل بادشاہ جہانگیر کے حکم سے رفض اور تشیع کے الزام پر خودکشی عطا کے ہاتھوں شہر سال کے سن میں شہریت شہادت نوش فرمایا۔

آپ کو خود معلوم ہے کہ اگر سب میں ان بزرگوار سید اور حلیل القلم عالم کی قرآن مجید شیعہ مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے

ان کے سنگ قبر پر (جو مرے بنا ہوا ہے) میں نے دیکھا کہ سنگ سیاہ سے نقش کیا ہوا ہے

ظالمے جھٹائے نذر اللہ کرو
سالی تخلص حضرت ضامن علی

قرۃ العین بنی راسد برید
گفت نذر اللہ سپید شہ شہید

(۱۰۱۹ھ)

حافظہ: آپ بلا وجہ ہم کو محمد والا مقرر دیتے ہیں کیونکہ جہاں اور عوام کی زیادتیوں اور جفا کاریوں اور ان لوگوں کے افعال سے جن کا آپ نے ذکر کیا اور حقیقت میں خود بہت متاثر ہوں لیکن شیعوں کے اعمال بھی تو اسی کے لئے معاون ہوتے ہیں۔ اعمال کو ایسی حرکتوں پر ابھارتے ہیں۔

غیر طلب: شیعوں کے کون سے ایسے اعمال مرزد ہوتے ہیں جو ان کے قتل و غارت اور جنگ عزت کے باعث ہو سکیں؟

حافظہ: ایک ایک دن میں ہزاروں افراد مردوں کی قبروں کے سامنے کھڑے ہو کر ان سے حاجتیں طلب کرتے ہیں۔ یہ شیعوں کا یہ طریقہ مردہ پرستی نہیں ہے؛ بلکہ آخر کس لئے ان کو منع نہیں کرتے کہ مردوں کی زیارت سے نام پر مردوں اشخاص ان کی قبروں کے سامنے چہرہ خاک پر رکھ کے اور سجدہ کر کے مردہ پرستی کرتے ہیں۔ اور ہاں نفس لوگوں کے مافوق میں ایک بہانہ دے دیتے ہیں تاکہ وہ زیادتیوں کریں اور تعجب تو یہ ہے کہ آپ ان اعمال کا نام توحید دیتے ہیں۔ اس قسم کے اشخاص کو کوہد کہتے ہیں۔ رجب ہم لوگ مشغول اور سرگرم گفتگو تھے تو حق نقیہ مروی شیخ عبد السلام کتاب جہان الزائنین کے جو ان کے سامنے رکھی ہوئی تھی اس طرح در فی المٹ رہے تھے اور مطالبہ کر رہے تھے کہ میں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کوئی اعتراض کا پہلو پیدا کرنے کی کوشش میں ہیں جب حافظ صاحب کا کلام بیان تک پہنچا تو انہوں نے سر اٹھایا اور ایک بھر پور وار کرتے ہوئے جیسے کوئی بہت بڑا سہارا ڈھونڈ لیا تو مجھ سے فرمایا:

شیخ کا اقدام، شبہ کی ایجاد صلی کیلئے ویلے کی

تیاری اور اس کا دفاع

شیخ: بسم اللہ دیکھئے اسی جگہ کتاب کی طرف اشارہ، آپ کے علاوہ اور پیشوا ہدایت دے رہے

ہیں کہ اماموں کے حرم میں زیارت ختم ہونے کے بعد نائزین دور کعت نماز زیارت پڑھیں تو کیا نماز میں قصد قربت شرط نہیں ہے؛ ورنہ نماز زیارت معنی جہا! آیا امام کے لیے نماز پڑھنا شرک نہیں ہے؟ نائزین کے یہی اعمال کہ امام کی قبر کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں ان کے شرک پر سب سے بڑی دلیل ہیں اب اس موقع پر آپ کے پاس کیا جواب ہے؟ یہ سند صحیح وثابت اور خود آپ ہی کی معتبر کتاب ہے۔

خیر طلب: چونکہ وقت کافی گزر چکا ہے حضرات کس مسئلہ اور پریشان ہو رہے ہیں۔ لہذا مناسب سمجھئے تو آپ کے اور جناب حافظ صاحب کے بیانات کا جواب کل پر رکھا جائے (تمام سنی و شیعہ حاضرین جلسہ نے آداریں دینا شروع کیں کہ جب تک جناب شیخ صاحب کا جواب نہ دے دیا جائے اور مردہ پرستی کے معنی نہ واضح ہو جائیں ہم لوگ یہاں سے نہ جائیں گے ہم کو بالکل ٹھکان اور پریشانی نہیں ہے۔)

(میں نے ہنسنے ہنسنے حافظ صاحب کی طرف رخ کیا اور کہا کہ جناب شیخ صاحب کا جوش چومکہ بہت زور پہ ہے اور انہوں نے ایک بہت بڑا حربہ تیار کیا ہے لہذا اجازت دیجئے کہ پہلے ان کو جواب دے دوں پھر آپ کا جواب عرض کروں)

حافظ: فرمائیے ہم بھی سننے کے لیے حاضر ہیں۔

خیر طلب: جناب شیخ صاحب! واقعی آپ بچوں کی طرح بہنے و موندھ رہے ہیں۔ کیا آپ زیارت کے لئے گئے ہیں اور نائزین کے عملیات کو فریب سے دیکھا ہے؟
شیخ: ہنسی، نہ میں گیا ہوں اور نہ میں نے دیکھا ہے۔

خیر طلب: پھر آپ کہاں سے فرما رہے ہیں کہ نائزین قبر امام کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں جس سے اس نماز زیارت کو آپ نے مومن و مومنہ شیعوں کے لیے شرک کی علامت قرار دیا ہے۔

شیخ: آپ کی اسی کتاب کی رو سے، جس میں لکھتے ہیں کہ امام کے لیے نماز زیارت پڑھو۔
خیر طلب: ہر محنت فرمائیے دیکھوں کس طرح سے لکھا ہوا ہے۔ (عجب کتاب لیکے دیکھی تو اتفاق سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت کا طریقہ تھا۔)

خیر طلب: عجیب من اتفاق ہے کہ آپ نے خود اپنے خلات ایک نیزہ دار کا حربہ بیا فرمایا چونکہ خدا بیشہ ہمارا مددگار ہے۔ لہذا ہر مقام پر ہماری کمک اور حمایت کے اسباب و وسائل اکٹھا کر دیتا ہے۔

اولاً بہتر یہ ہے کہ اس کتاب میں جو طریقہ زیارت درج ہے اس کے شروع سے بلا امتیاز ہر جگہ کے چند جملے وقت کے ناطے سے پڑھو جاؤں یہاں تک کہ نائزین منزل تک پہنچ جاؤں جو آپ کا موضوع بحث تھا کہ حضرات حاضرین جلسہ خود ہی فیصد فرمائیں اور جس مقام پر بشرک کی علامت ملاحظہ فرمائیں فوراً ٹوک دیں اور اگر انہیں

سے آخر تک زیارت نامہ میں صرف توحید ہی کی علامت نظر آئے تو آپ شرمندہ و ہنس بکریہ سمجھیں کہ غلط فہمی ہو گئی۔ کتاب بادجو دیکھ آپ کے سامنے ہے پھر بھی آپ بغیر دیگر بحال اور جانتے پر حال کیجئے گھر سے چلے کر رہے ہیں چنانچہ اسی جگہ سے حضرات اہل جہم پھر اس کتاب حضرات کے باقی اعتراضات بھی اسی جیسے اصرار و تنقید کے مانند صرف دھوکا دیں ہو گاہیں۔

زیارت کے آداب میں

لاحظ فرمائیے تاہم یہ ہے کہ مولانا امیر المومنین کا زائر جب کوئی کی غلطی پر پہنچے تو کھڑا ہو کر کہے۔
 اللہ اکبر اللہ اکبر اهل الکبرياء والمجد والعظمة الله اكبر اهل الکبرياء
 والتقدیس والتبجیع والالاء الله اکبر ما اخاف واحذر الله اکبر عساری
 علیه آوکل الله اکبر رجائی والیه انیب الخ۔ جب دروازہ نجف پر پہنچے تو کہے
 الحمد لله الذی هدانا لهذا وما كنا لنهتدی لولا ان هدانا الله الخ
 جب صحن مطہر کے دروازے پر پہنچے تو محمد باری تعالیٰ کے بعد کہے اشہدان لا اله الا الله وحده لا شریک له واشہدان محمد عبد الله
 ورسوله جاء بالحق من عند الله واشہدان علیا عبد الله
 واحق رسول الله اکبر الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله
 الله والله اکبر والحمد لله علی هدایتہ وتوفیقہ لصادعنا الیہ من سبیل الخ
 جب درجہ حریم واقعہ مبارک پر پہنچے تو کہے اشہدان لا اله الا الله وحده لا شریک له الخ
 پھر خدا و رسول اور آئمہ طاہرین سے اذان و اجازت حاصل کرنے کے بعد جب زائر حریم مطہر کے اندر
 داخل ہو تو مختلف زیارتیں جو بیگز اور امیر المومنین علیہما السلام کے لئے سلام پر مشتمل ہیں پڑھے۔ اور
 زیارت سے فارغ ہونے کے بعد حکم ہے کہ چور کعت نماز پڑھے دو رکعت بدیع امیر المومنین علیہ السلام کے
 لئے اور چار رکعت بدیع آدم ابو البشر اور نوح شیخ الانبیاء علیہم السلام کے لئے جو ان حضرات کے پاس
 ہی مدفون ہیں۔

نماز زیارت اور دعائے بعد از نماز

آیا نماز بدیع مشرک ہے؟ آیا ہمارے یہاں والدین اور اراک مومنین کے لئے نماز بدیع کا دستور نہیں ہے؟

تو کیا یہ تمام قاعدے مشرک ہیں؟ اور اگر ذرا امیر المومنین کے لئے وہ رکعت نماز بدیہ قرآن الہی اللہ سبحانہ سے تو کیا یہ مشرک ہے؟

یہ ہر انسان کی انسانیت کا جز ہے کہ جب درست کی ملاقات کو جانتا ہے تو اس کے لئے کوئی تحفہ مل جاتا ہے جیسا کہ فریقین کی ساری کتب احادیث میں مومن کو بدیہ دینے کے ثواب میں رسول اللہ سے پورا ایک باب موجود ہے جب زائرین اپنے محبوب آقا کی قبر کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ وہ بہترین چیز جو حضرت اپنی ساری زندگی میں زیادہ پسند فرماتے تھے، نماز تھی، لہذا ہدایت کی گئی ہے کہ نماز قرآن الہی اللہ در رکعت نماز پڑھے اس کے بعد اس کا ثواب ان حضرات کی رُوح پر فتوح کو بدیہ کرے تو کیا یہ عمل آپ کی نظر میں مشرک ہے؟ آپ نے نماز کا طریقہ پڑھا ہے تو دعائے بعد از نماز کو بھی دیکھ لینا چاہیے تاکہ آپ کو آپ کے شیخ کا جواب مل جائے۔ اگر آپ نے پڑھ لیا ہو تو قطعاً ایراد نہ کرتے؟ اب میں آپ کی اجازت سے حاضرین علیہ کی توجہ کے لئے وہ دعا پڑھتا ہوں تاکہ آئندہ شیعوں کے اعمال کو انصاف کی نگاہ سے دیکھیں اور جان لیجئے کہ ہم موحّد میں مشرک نہیں ہیں اور کسی حالت میں خدا کو فراموش نہیں کرتے علی علیہ السلام کو بھی ہم اسی سبب سے درست رکھتے ہیں کہ آپ خدا کے بندہ صالح اور رسول اللہ کے وصی و خلیفہ ہیں۔

دعائے کا دستور یہ ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ان حضرات کے سر ہانے اور خلف اس کے جو شیخ صاحب نے فرمایا کہ قبر کی طرف رخ کر کے پڑھتے ہیں (اور بتیلہ اس صورت میں کہ قبر مبارک بائیں بازو کی طرف ہو)..... یہ دعا پڑھے۔ اللهم اِنِّی صلیت ہاتین الرکعتین ہدیۃ منی الی سیدی و مولائی و لیک و اخی رسولک امیر المومنین و سید الوصیین علی ابن ابی طالب صلوات اللہ علیہ و علی آلہ اللہم فصل علی محمد و آل محمد و تقبلہا منی و اجزنی علی ذالک جزاء المحسنین اللہم لک صلیت و لک رکعت و لک سجود و لک شریک لک لا نہ لا تجوز العتق و التزویم و السجود و الا لک لانک انت اللہ لا الہ الا انت

ماحصل مطلب یہ ہے کہ یہ دو رکعت نماز کو میں نے یہ کیا اپنے تئیں و مولانا تیرے ولی اور تیرے رسول کے جانی امیر المومنین و سید الوصیین علی ابن ابی طالب کی طرف، خداوند محمّد و آل محمد پر اپنی رحمت بھیج۔ اس دو رکعت نماز کو میری طرف سے قبول فرما اور اس عمل پر مجھ کو نیکی کاروں کی جزا مرحمت فرما پروردگار! میں نے تیرے لئے نماز پڑھی، تیرے لئے رکوع و سجود کیا، تو ہی خدا ہے واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں کوئی غنا و در رکوع و سجود سوا تیرے کسی اور کے لئے جائز نہیں ہے اور تو ہی وہ خدا ہے بزرگ ہے جس کے سوا

کوئی اور خدا نہیں۔

حضرات محترم! خدا کے لئے انصاف سے کام لیجئے۔ ایسا ذکر جو خاک نجف پر پہلا قدم رکھنے کے بعد نماز زیارت سے فارغ ہونے کی آخری ساعیت تک برابر باوقاف میں مشغول رہے، نام خدا زبان پر جاری رکھے عظمت و وحدانیت کے ساتھ اس کا ذکر کرے علی کو بندہ صالح اور رسول اللہ کا بھائی اور وحی کہے اور زبان حال وقل سے ان مطالب کا اعتراف کرے کیا وہ مشرک ہے؟ پس اگر نماز کا پڑھنا اور واحدانیت خدا کی گواہی دینا مشرک ہے تو بجاہ کرم ذرا توحید کا طرہت بتا دیجئے تاکہ ہم لوگ خدا اور رسول کا مذہب چھوڑ کر آپ کے ساتھ پر آجلائیں۔

شیخ: تعجب ہے آپ دیکھتے نہیں کہ اس جگہ لکھا ہوا ہے آستانہ کو بوسہ دے کو حرم کے اندر داخل ہو اسی وجہ سے ہم نے سنا ہے کہ نزاریں حرم اپنے اماحول کے حرم کے مداخلوں پر پہنچتے ہیں تو سجدہ کرتے ہیں۔ آیا یہ سجدہ علی کے لئے نہیں ہے؟ آیا یہ علی خدا کے لئے ہے؟ میں مشرک نہیں ہے۔ کوئی کسی کے غیر کا سجدہ کریں! خیر طلب۔ میں اگر جناب عالی کی جگہ پر ہوتا تو صبح اور معقول جواب سن لینے کے بعد ساری رات تک اس مناظرے کا سلسلہ ختم ہونے تک دوبارہ بحث نہ کرتا اور خاموش رہتا لیکن تعجب تو آپ سے ہے کہ پھر بھی گفتگو کر رہے ہیں۔ لیکن ایسی گفتگو کہ ہر سننے والے کو نہیں آجائے۔

(حاضرین کا زوردار قہقہہ)

آئمہ کے روضوں پر آستانہ بوسی مشرک نہیں ہے

میں مجبور ہوں کہ پھر ایک مختصر جواب پیش کروں تاکہ معلوم ہو جائے کہ آئمہ معصومین کے مقدس آستانوں کا جو من مشرک نہیں ہوا کہ نا اہل آپ کے ہی مخالف دینے کی کوشش کی ہے کہ چوسنے کو سجدہ قرار دے دیا جب آپ خود ہمارے ملنے اس طرح سے کتاب کی عبارت کو پڑھنے کے بعد تحریر کر سکتے ہیں تو معلوم نہیں جن وقت سے پڑھے لکھے عوام کے پاس اکیلے تشریف لے جاتے ہوں گے تو ہم پر کیا اہتیم لگاتے ہوں گے۔ اس کتاب اور دوسری کتب اوطیہ و زیارات میں ہم کو جو ہدایت دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جیسا آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں نہ نا اہل ادواب کے لئے آستانے پر بوسہ نہ یہ کہ سجدہ کہے۔

پہلی چیز تو یہ کہ آپ نے کس قاعدے کی رو سے چوسنے کو سجدہ کرنا سمجھ لیا؟ دوسرے آپ نے قرآن مجید اور اخبار و احادیث میں کہاں کہاں پتھر یا کسی اعانہ کی مدد کا چوکھٹ کو چوسنے سے منع کیا گیا ہو یا بوسہ دینے

کو شرک کی علامت قرار دیا گیا ہو! پس جب آپ کے پاس کوئی معقول یا مسکت جواب اس سلسلے میں موجود نہیں ہے تو حاضرین کا وقت ضائع نہ فرمائیے۔

لیکن جو آپ نے یہ فرمایا کہ میں نے سنا ہے نائزین سجدہ کرتے ہیں تو یہ بالکل جھوٹ ہے

ہے فرق است ویدن تاشیدن شنیدن کے بعد مانند ویدن

کی خدائے تعالیٰ سورہ عم ۱۹ حجرات ۱۰ آیہ علا میں ارشاد ہے فرماتا۔ ان جا وکھنا سقیتنا قتیبتنا

ان نصیبوا قدماء بجهالة فتصدوا علی ما فعلتم تا ویدین (یعنی جس وقت کوئی نائزین

تہا رہے پاس کوئی خبر لائے تو تصدیق کرنے سے پہلے) اس کی تحقیق کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں تم کسی قوم کو اس

فاسق کجی بات پر کوئی تکلیف پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پشیمان ہونا پڑے) قرآن مجید کے اس فرمان کے مطابق

کلام فاسق پر عمل کرنا مناسب نہیں ہے تاکہ مذمت و محال کا باعث نہ ہو بلکہ تحقیق اور کشف حقیقت

کی کوشش کرنا چاہیئے۔ رحمت سفر برداشت کر کے جلیئے اور قریب سے دیکھئے اس کے بعد ایراد و اشکال

فرمائیے چنانچہ میں جس وقت بغداد میں ابو حنیفہ اور شیخ عبدالقادر جیلانی کی قبروں پر گیا اور ان قبروں کے لئے

عوام کا فرز حمل دیکھی ابو بدر جہا اس سے زیادہ سخت ہے جس کی آپ نے شیعوں پر تہمت لگائی ہے) تو کبھی اس کو

کسی مجلس یا محفل میں دہرایا بھی نہیں! خدائے بزرگ شام ہے کہ جب میں مغظم ابو حنیفہ کی قبر پر پہنچا تو ہندوستان

کے برادران اہل سنت کے ایک گروہ کو دیکھا جو بجائے جو کھٹ کے بار بار زمین کو چوم رہے تھے اور خاک

پر لوٹتے تھے لیکن چونکہ میں کینے اور عداوت کی نظر نہیں رکھتا تھا اور اس عمل کی حرمت پر کوئی دلیل بھی نہیں

دیکھی ہے لہذا اب تک اس کو بیان کرنے کی جلی ضرورت نہیں سمجھی کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ از روئے محبت

ایسا عمل کر رہے تھے نہ کہ از روئے بندگی۔

جناب محترم! آپ یقین کیجئے کہ کسی دعا و دعاوی یا جادو یا شیعہ نائزین ہرگز سجدہ نہیں کیا ہے اور نہ کرتا

ہے لیکن صرف خدا کے لیے اور آپ کا یہ فرمانا بالکل تہمت و افتراء اور کھلا برا جھوٹ ہے۔

ایسی حدت میں اگر سجدہ ہی کے طرز پر جو جس کا مطلب خاک پر گرنا اور چہرہ و پیشانی کو زمین پر ملنا

ہے بغیر قصد بندگی کے تو کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ کسی بزرگ ذات کے سامنے تعظیم و تکریم کے خیال سے

دیکھ کر اس کی خدائی کی نیت سے خدا کے لیے تشریک قرار دینے کے لئے جہاں زمین (زمین پر گرنا اور خاک پر نہ

رکھنا کبھی شرک نہیں ہوتا بلکہ محبوب سے شدید رابطہ تعظیم خاک پر چہرہ رکھنے اور بوسہ دینے کا سبب ہے۔

شیخ: یہ کیونکہ ممکن ہے کہ خاک پر گریں اور پیشانی زمین پر رکھیں پھر بھی سجدہ نہ ہو۔

خیر طلب: آپ سمجھتے ہیں کہ سجدے کا تعلق نیت سے ہے اور نیت ایک قلبی چیز ہے اور دل اور

پس تعظیم و تکریم کے عثمان سے مسجد سے کے طرز پر بغیر نیت مسجد کے، خاک پر گرنا کفر و شرک نہیں ہے چنانچہ برادران یوسفؑ نے حضرت یوسفؑ کے سامنے اسی طرح کا سجدہ کیا اور وہ بغیر یعقوب و یوسفؑ موجود تھے لیکن ان کو منع نہیں کیا جیسا کہ سورہ ۲۱ یوسف آیت ۷۸ سے ظاہر ہے ارشاد ہے و قد علم ابوہ علی العرش و خروا لہ سجداً۔ و قال یا ابت ہذا افتاو بل روی ای من قبل فذ جعلہما ربی حقاً

..... یعنی انہوں نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور وہ لوگ یوسفؑ کے سامنے سجدے میں گر پڑے تب انہوں نے کہا اے بابا یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں پہلے دیکھ چکا ہوں واقعی خدا نے اس کو سچ کر دکھایا (۵) نیز کئی مقامات پر کیا قرآن کریم آدم ابوالبشر کو فرشتوں کے سجدہ کرنے کی خبر نہیں دے رہا ہے! چنانچہ اگر آپ کا بیان صحیح مان لیا جائے کہ مسجد سے کے طرز پر بغیر نیت عبودیت کنے، خاک پر گرنا شرک ہے تو چاہیئے کہ معاذ اللہ! برادران یوسفؑ اور ملائکہ مقربین سب کے سب مشرک رہے ہوں اور صرف الٰہیں ملعون موحّد جو جس نے مسجد سے انکار کیا، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ سب موحّد اور خدا پرست تھے۔

میری گزارش ہے کہ آپ حضرات جالانہ اعتراضات اور بے بنیاد دشمنی سنائی باتوں کو جنہیں امویوں باقی ماندہ خارجیوں، ناصبیوں اور تعصب اشخاص نے نقل کیا ہے ایسی محترم بزم میں جو مخصوص طور پر حق کی گفت کو اور انکشاف حقیقت کے بیٹے منعقد ہوئی ہے موضوع بحث نہ بنائیں تاکہ باعث مذمت و تفتیح وقت نہ ہو اور اپنے بھید کو ظاہر نہ کریں کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ سنیوں کے اور یہ آپ کے ایرادات و اعتراضات ہمیشہ اسی قسم کے ہوا کرتے ہیں۔

لے یہ خواب وہ ہے جس کی اسی سوسے کے شرمیلے میں فرو تیا ہے کہ یوسفؑ نے اپنے باپ سے عرض کیا کہ میں نے آفتاب و ماہتاب اور گیارہ ستاروں کو خواب میں دیکھا کہ چھوڑ کر سجدہ کر رہے ہیں اور حضرت یعقوبؑ نے تعبیری کا نام جلد ایک بلند منزل پر پہنچو گے اور اسے باپ والی اور گیارہ کھائی تمہاری تغیر کر دی گئی۔

آپ حضرات چونکہ صاحبانِ علم ہیں لہذا بہتر ہے کہ غور و فکر کیا تھا ہاتھ کہا کریں نہ کہ غلط خیالات، جذبات اور اسلاف کی گفتگو کے ماتحت۔ جبکہ آپ فرما رہے ہیں کہ شیعہ قبور احوات کے سامنے کس بیٹے حاجت طلب کرتے ہیں تو کہیں بیچ مادہ پرست اور نجری لوگوں نے ہم عقیدہ تو نہیں ہو گئے ہیں جو مرنے کے بعد زندگی کے قائل نہیں ہیں، اور کہتے ہیں کہ اذات فات، کیونکہ خداوند عالم سورہ ۲۳ (مومن) آیت ۲۹ میں ان کے اذوال نقل فرماتا ہے کہ وہ کہتے ہیں۔ ان ہی الاحیاء الدنیا الموت ونجیبا وما نحن بمبعوثین (یعنی سوا ہماری دنیاوی زندگی کے اور کوئی حیات نہیں ہے جس میں ہم مرتے ہیں اور زندہ رہتے ہیں اور ہم دوبارہ خاک سے نہیں اُٹھائے جائیں گے)۔

حضرات آپ بخوبی واقف ہیں کہ خدا پرستوں کے مضبوط عقائد میں سے ایک عقیدہ حیات بعد الموت بھی ہے کہ آدمی کی موت حیوانات کی خلاف ہوتی ہے جسم عمری بے کار ہو جاتا ہے لیکن اس کی روح اور نفس ناطقہ باقی و پائدار ہے اور انہیں اجسام سے ملتے جلتے انتہائی لطیف جموں کیساتھ عالم برزخ میں زندہ اور تنعم یا معذب رہ رہیگا۔

مخصوصاً شہداء اور مقتولین راہ خدا کیونکہ وہ حضرات اس سے کہیں زیادہ اضافوں کیساتھ زندہ، خدا کی نعمتوں سے تنعم اور اپنی جزا پر شاہد و سرور رہتے ہیں، چنانچہ سورہ ۴۷ آل عمران، آیت ۱۶۸ میں ارشاد ہے: وَلَا تَحْسِبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا بَلْ أَحْيَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُوقِنُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيُسَبِّحُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْقِهِمْ لَا تَخُوفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ - (یعنی یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ شہیدان راہ خدا مرد ہو چکے، وہ ہمیشہ زندہ ہیں، اپنے پروردگار کے پاس

[illegible]

بقائے روح میں مشکل و اس کا جواب

د اہل تسنن میں سے ایک جہدت پسند جوان معروف بہ ماڈیوری نے جو جلسہ کے ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے گفتگو میں رہتے تھے اجازت لے کر سوال کے نام سے اس عبارت کے ساتھ ایک شبہ وارو کیا۔
 واؤ ڈیوری، مولانا صاحب آپ کا یہ بیان آج کے حیر العقول علی الحکماء سے میل نہیں کھاتا البتہ گذشتہ دہائیوں میں جب معلوم میں نے ترقی نہیں کی تھی۔ کچھ لوگ حیرالت کی وجہ سے ایک پوشیدہ قوت کے متقد تھے جس کا نام روح رکھتے تھے لیکن آج جب کہ علم و دانش کا زین دور ہے، اور علوم طبعیاتی پوری ترقی پر ہیں اس قسم کے عقائد کا لحاظ نہ ہو سکتا ہے۔ خصوصاً یورپ کے ممالک میں جو علمی ترقیوں کا گہوارہ ہیں۔ اور اب دانش جیسے انگلیز کے "ٹائیڈل" اور جرمنی کے "ہنر" وغیرہ نے ایسے سترے ہوئے عقائد اور مخصوص طور پر روح کے وجود و اس کی بقا کے عقیدے کا ابطال ہونا ثابت کر دیا ہے۔

خیر طلب، عرض من! اس قسم کے اقوال شے نہیں ہیں اور بقول آپ کے مذہب دور سے مخصوص نہیں بلکہ تقریباً دو ہزار سال پہلے کے ادیان مادہ و طبیعت کے حلقہ عمل سے ان کا ظہور ہو رہا ہے۔

اہل مادہ و طبیعت کا ظہور اور حکیم سقراط

سے و طبیعت کا مقابلہ

یعنی جن زمانے میں دیو تائیس انداس کے پیروں نے یونان میں سقراط، افلاطون، ارسطو اور اکیٹ کے دوسرے حکماء اہل سے مقابلہ کیا، اس وقت اور طبیعت کے قائل ہوئے صاحب علم و ارادہ و قدرت و شعور خدا کا انکار کیا اور کہا کہ بغیر میٹر یعنی مادہ و مادیات کے جو جو اس جسم میں سے کسی ایک سے محسوس ہو سکے کوئی دوسری چیز عالم میں موجود نہیں ہے۔ اور سارے مزدوری تا فیرات مادوں کی طبیعت سے پیدا ہیں تو اس وجہ سے یہ لوگ طبیعت اور مادہ ہی کے نام سے مشہور ہوئے جن کا خلاصہ اور جوہر اصل آج کیونٹ کے نام سے دنیا میں نمایاں ہے، اس طرح کے فاسد عقیدے جو باطل و ارادہ قدرت و شعور خالق کے وجود سے انکار کے لوازم

میں سے ہیں اسی کوتاہ نظر فرقے کے اندر ظاہر ہوئے اور علامہ فلاسفہ الہی نے زمانے کے ہر دور میں ان کے علمی منطقی جوابات دیئے ہیں، لیکن چونکہ آپ نے یورپ اور ڈارون و نچر کے نام لیے ہیں، لہذا میں مجبور ہوں کہ آپ جیسے تجدید پسند حضرات کو بار بار نہ نصیحت کرتے ہوئے متوجہ کر دوں کہ علم و عقل اور منطق کا لازماً یہ ہے کہ ہیکل پانچو ہندو کے ایمان نہ لے آئیے۔

اگر آپ نے ڈارون کے فلسفہ کا (جو فرضیات ہیں نہ کہ فلسفہ) مطالعہ کیا ہے، تو ضروری ہے کہ اس کتاب اور اقوال و عقائد پر جو انتقادات اور تبصرے لکھے گئے ہیں، ان کو بھی پڑھیے اس کے بعد دانشمندانہ مفصلہ کو کے بہتر کا انتخاب کیجیے۔

چونکہ یورپ والوں کا علمی و عقلی غلبہ اور سلطنت آپ لوگوں پر زیادہ رہی ہے لہذا جس وقت ڈارون اور نچر وغیرہ کی کوئی کتاب آپ لوگوں کے ہاتھ میں آتی ہے، تو بہت بزرگ دشمن نظر آتی ہے، اور یہ سمجھ میں آتا ہے کہ درحقیقت سارا یورپ انہیں کے نقش قدم پر چل رہا ہے، اور یہ کتاب تمام فلاسفہ یورپ کے عقائد کا نمونہ ہے، درآئیکہ ایسا انہیں ہے اب اگر ایسا ہو بھی جائے تو اس کی کوئی علمی قدر و قیمت نہ ہوگی۔

یورپین علم سے الہی کے اقوال

جس طرح سے آپ طبعی ڈارون کا فلسفہ پڑھتے ہیں اسی طرح الہی فلاسفہ کی کتابیں بھی پڑھیے جو عام طور پر دستیاب ہوتی ہیں جیسے فرانسیس "کامیل فلا ماریون" کی کتابیں جو یورپ کے مشہور ریاضی علماء میں سے ہے اور اس نے برسوں معرفت نفس میں غور و فکر کے بعد حق تعالیٰ کی واحدانیت کے اثبات و عظمت روح اور موت کے بعد اس کی بنا پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں جیسے "دیوان لانا تور، یعنی "خدا اور طبیعت" اور "مرگ و اسرار" کی جلدیں جن کا ایرانی اور مصری علماء نے فاسک اور عربی میں ترجمہ کیا ہے۔

ان کتابوں میں موت کے بارے میں تفصیل کے ساتھ قلم فرمائی کی ہے اور میری طرف سے کہتے ہیں کہ موت حقیقی کا قافہ مرگشتی کے معنی میں کوئی وجوہ نہیں ہے، موت مرگشتی کا ایک عالم ہے، دوسرے عالم کی طرف منتقل ہونے کا۔ آدمی صرف اپنا قالب بدلتا ہے یعنی اس منفری جسم سے نکل کر ایک اس سے زیادہ لطیف میکانہ درصحت میں چلا جاتا ہے کیونکہ روح (دوسرا یہ حیات) کے لئے کبھی فنا نہیں بلکہ یہ باقی اور پایدار ہے یہ نظریہ ساہا سال کے قطعی تجربات کے بعد قائم ہوا ہے کہ روح اس بدن کے علاوہ ایک چیز ہے جو خود معنوی طور پر استقلال رکھتی ہے جسم کے فنا ہونے کے بعد باقی رہتی ہے اور دیکھو یہاں کوئی ہے۔

اس طرح کے علماء اور فلاسفہ الہی مثلاً مہمبصر نیلوٹ، ہرکلس فرانسسیسی، فرانس کے مشہور دانش مند شاعر، دیکٹر برگو، جوینی حقیقی، زمال، اور مشہور فرانسسیسی نیلوٹ، دکارت، ویٹرو بن کے سارے افعال نقل کرنا بلکہ ان سب کے ناموں کا تذکرہ کرنا بھی اس موقع پر ممکن نہیں بہت ہیں دانشمندان یورپ ان کے وجود پر غور کرتے ہیں، ذرا طبعی و مادی ڈارون اور ہنر کے وجود پر۔

اور چونکہ آپ جیسے روشن خیال جوان حضرات اہل مغرب کے افادات کے ماتحت ان کی باتیں سننے پر عید ہیں لہذا کم از کم یہی کیجئے کہ مرث انگلیڈ کے ڈارون اور جوینی کے ہنر کی کتابیں نہ دیکھئے بلکہ دوسرے فلاسفہ اور دانشمندان یورپ کی کتابوں پر بھی توجہ کیجئے۔

دوسرے دونوں فرقہ راہل طبیعی، کے عقائد پر غور و فکر کیجئے امدان کی کتابوں پر جو تبصرے اور افادات لکھے گئے ہیں، ان کو پڑھیئے تاکہ بہتر کا انتخاب کر سکیئے، اگر آپ اندرون کے انصاف اور علم و عقل اور منطق کی نظر سے کتب فریقین راہل طبیعی، کا مطالعہ کیجئے تو قطعی اور یقینی طور پر تصدیق کیجئے گا کہ انسان کا جسم جو کچھ عالم خلق کے عناصر سے پیدا ہوا ہے، لہذا فنا ہوجاتا ہے اور روح عالم امر کی مخلوق ہے اس لیے زندہ ہے اور پایدار ہے۔ یہ دوسرے کے اندر نہ مرسے گی خصوصاً شہداء اور حق و حقیقت توحید کی راہ میں قتل ہونے والے جو کتب آسمانی اور تعلیمات ربانی کے حکم کے علاوہ روحانی جہنم کے جسمانی حیثیت سے بھی زندہ اور گوش شنوا اور چشم بینا کے مالک ہوتے ہیں۔

چنانچہ زراعت حضرت سید الشہداء علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وارد ہے۔ اشہد انک تسبیح کلامی و تترت جواہری یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ میرا کلام سنتے ہیں اور مجھ کو جواب دیتے ہیں۔ آیا آپ نے نبی البلاغہ کا خطبہ ۸ نہیں پڑھا ہے جس میں رسول اکرم کی شہادت کا ہر کلمہ صاف لکھا گیا ہے افرماتے ہیں۔ ایہا الناس خذو حیا

من خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ یحوت من مات من مات منا ویس یحیت من یحیت منی منا ویس بیال یعنی جسے لوگوں اس مطلب کا خاتم انبیاء سے حاصل کر رہے ہیں انہی آنحضرت کا ارشاد ہے اگر ہم میں سے حکومت آتی ہے تو حقیقت یہ ہے کہ ہمیں ہے اور وہ ہم میں سے ہے بظاہر پر سید ہوتا ہے و در حقیقت، بوسیدہ نہیں ہے۔ یعنی ہم عالم انوار و اصلاح میں ہمیشہ زندہ اور قائم رہتے ہیں، جیسا کہ ان ابی الحدید اور طبیبی اور دیار مصر کے مشہور و معروف مفتی شیخ محمد عبیدہ ان کلمات کی شرح میں کہتے ہیں کہ ان ابی بیتا پیغمبر و رسول کا طرح در حقیقت خردہ نہیں ہیں۔

چنانچہ اگر ہم بظاہر قبراۃ مصعبین علیہم السلام کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو مردوں کی قبروں کے سامنے نہیں کھڑے ہوتے اور مردوں سے بڑھتی نہیں کہتے بلکہ ہم زندہ اور صاحبان حیات کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور زندہ دل ہم سے گفتگو کرتے ہیں پس ہم مردہ پرست نہیں ہیں، بلکہ خدا پرست ہیں، کیوں کہ خدا ہی ان حضرات کی روحوں اور جسموں کو زندہ اور محفوظ رکھتا ہے۔

آیا آپ حضرات امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ یا سید الشہداء حضرت امام حسین علیہما السلام یا بدر واحد اور کربلا کے شہیدوں کو دین حق کے نفاذ اور راہ خدا کے جانب از نہیں سمجھتے؟ جہنم کے قریش و بنی امیہ، یزید اور یزیدیوں کے (جن کا سب سے بڑا مقصد حق تعالیٰ دین کا انکار اور اس کے آثار کا مٹانا تھا) غلامان سوز ظلم کا مقابلہ کیا اور مقدس دین اسلام اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی راہ میں اپنی حائش قربان کو دیں جس طرح سے صحابہ رسولؐ کی مقاومت اور شہداء بدر واحد و جلیلین کی جانبازیاں کفر و شرک کی شکست اور کلمہ لا الہ الا اللہ کی بلندی کا سبب بنیں اسی طرح حضرت امام حسین علیہ السلام کے عزم و فداکاری نے دین حق کی تقویت میں پورا اثر دکھایا اگر حضرت مقابلہ نہ کرتے تو یزید پلٹنے دین کی جڑ کاٹ کے اپنے کفریات باطن اور عقائد فاسدہ کو جماعت مسلمین کے اندر جامہ عمل پہنا دیتا۔

معاویہ یزید کی خفت لا اور ان کے کفر کی طرف سے مخالفین کا دفاع اور اس کا جواب

شیخ: آپ سے سخت تعجب ہے کہ خلیفۃ المسلمین یزید ابن معاویہ کو کافر اور فاسد العقیدہ کہتے ہیں حالانکہ اتنا نہیں جانتے کہ یزید کو خلیفہ امیر المومنین اور خال المومنین معاویہ بن ابی سفیان نے منصب خلافت پر قائم کیا اور معاویہ کو خلیفہ ثانی عمر ابن الخطاب اور خلیفہ ثالث عثمان مظلوم رضی اللہ عنہما نے بلا دشنام میں امارت مسلمین کے عہد پر نصب کیا اور ان کی لیاقت و قابلیت کی وجہ سے لوگوں نے ان کو رضائے رغبت کیا تو مقام خلافت کے لیے قبول کیا پس آپ جو خلیفۃ المسلمین کی طرف کفر و ارتداد کی نیت سے دے رہے ہیں۔ تو علاوہ اس کے کہ آپ نے تمام مسلمانوں کی امانت کی جنہوں نے ان کی خلافت کو تسلیم کیا بہت بڑی توہین ان پچھلے خلفاء کا بھی ہے جنہوں نے عہد امارت اور حقیقتہً ان کی خلافت کی منظوری دی۔ ان سے فقط ایک لغزش و خطا اور ایک ترک ہوئی صادر ہوا کہ ان کے زمانہ خلافت میں رسول اللہ کو لوگوں نے قتل کر دیا اور یہ عمل چونکہ عفو اور چشم پوشی کے قابل تھا لہذا انہوں نے توبہ کر لی اور خداوند عفو نے بھی اس کو صاف کر دیا چنانچہ امام عزالدین عسکریؒ نے اس مطلب کو تفصیل کے ساتھ اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے۔ اور یزید کی بھارت و پاکدہائی کو ثابت کر دیا ہے۔

غیر طلب: مجھ کو بالکل اس کی توقع نہیں تھی کہ جناب کا رجبہ نقشب اس حد تک بولگا۔ کہ یزید منید علیہ کے وکیل صفائی بن جائیں گے آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ ان کے اسلاف نے ان لوگوں کی امارت کو درست سمجھا لہذا لا امل

مسلمانوں کا فرض ہے کہ کولاتہ اس کو تسلیم کریں اعدائے کی اطاعت کریں تو آپ کا یہ بیان بہت کمزور ہے اور صاحبانِ عقل کے لئے مخصوص غرض پر جمہوریت کے اس الزام بنانا علم و حکمت کے درمیں قابلِ قبول نہیں اور ہمارے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم کہتے ہیں خلیفہ کو مصلوب اور مل جل جانے والا ہونا چاہیے تاکہ ہم ان دشواریوں سے دوچار نہ ہوں دوسرے آپ کا یہ فرمان کہ امام غزالی یا میری دیگر رائے نے یزید کے اعمال کی صفائی پوشش کی ہے۔ تو وہ میں آپ ہی کے ایسے فتنے ہیں کہ آپ کا مقصد آپ کے علم و عقل پر غالب آگیا ہے ورنہ کوئی عقلمند انسان اس پر تیار نہیں ہو سکتا کہ یہ پید پید کا وہیل صفائی ہے کیونکہ یہاں دلائل کا راستہ ہی نہیں ہے۔

تیسرے آپ کا یہ قول کہ نقطہ ایک لغزش اور خطا اس سے صادر ہوا اور وہ شہادت حضرت سید الشہداء اسلام اللہ علیہ تعالیٰ و آلہ وسلم پر پہلی بات یہ ہے کہ رسول اللہ کے بارہ منجھو کو ستر چھوٹے بڑے افراد کے ساتھ یزید کی فتنہ کے شہید کو تا ادا اسلام کے خرمیں بزرگ رسول خدا کی پیشانیوں کو دم و فرنگ کے قیدیوں کے مانند کھنکھایا گیا اور کھنکھایا گیا اور غلی بنین علی بلکہ گناہانِ کبیرہ میں سے ہے دوسرے اس کی ہر اعلیٰ اہل اور کفریات تہناں حضرت کی شہادت ہی سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ اس کے کفر و ارتداد کے ثبوت میں مختلف نظریات موجود ہیں۔

نواب: قبلہ صاحب! میری گزارش ہے کہ اگر یزید کے کفر و ارتداد پر کچھ واضح دلائل موجود ہیں تو ہم کو بھی آگاہ فرمائیے ممنون ہوں گے۔

یزید کے کفر و ارتداد پر دلائل

خیر مطلب: یزید کے کفر و ارتداد پر دلائل بہت روشن ادا ہیں چنانچہ اپنے کلمات نظم و نثر میں وہ خود برابر اپنے باطنی کفرات کا اظہار کرتا رہتا تھا، خصوصاً اس کے اشعار غزلیہ میں کلمے ہوئے دلائل ہائے جلتے ہیں۔ وہ کہتا ہے۔

شیۃ عکرم بیہا قعر دشتھا فمشو قھا الساقی ومغربھا فہی

فان حرمت یوما علی دین احمد فخذھا علی دین امیج ابن مریم

خلاصہ مطلب یہ کہ کہتا ہے: انگری شرب و مست ساقی کے مشرق سے طلوع ہوتی ہے اور میرے دین کے مغرب میں غروب ہوئی ہے پس اگر شراب دین محمدی میں حرام ہے تو اس کو دین مسیح ابن مریم پر لے لو میں نے دین الکوہم کے دین کی پیروی کرنا نہیں چاہتا ہے۔

اقول لصاحب صفت الکاس شملہم وداعی صیایات الہوی یترنم

خذود ینصیب من تعبہم ولذقا فکل وان طال الہمد یبتصرم

ان اشعار میں ظاہر کرتا ہے کہ جو کچھ ہے یہ دنیا ہے، اس عالم کے سوا اور کوئی عالم نہیں ہے ہندو اہل کی
نفتوں اور لذتوں سے محروم نہ رہنا چاہیے۔ یہ وہ اشعار ہیں جو اس کے دیدار میں درج ہیں اور ابوالفرج ابن جوزی
نے کتاب الرد علی المتعصب التعلید میں ان کی شہادت دی ہے۔

من جلد ان اشعار کے جو اس کے کفر و بے دینی اور الحاد پر گواہ ہیں وہ شعر بھی ہیں جو سبط ابن جوزی نے
تذکرہ میں اور ان کے جہاد الفرج نے تفصیل سے درج کئے ہیں۔ ان کے مطلع میں کہتا ہے:

علیہ تھاتی ناد لینی وترتعی حدیثک انی لا احب التاجیا

اپنی معشوقہ سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے، اے میری محبوبہ تریب آ اور مجھ کو اپنے دلی
مطالب سے کھل کر آگاہ کر کیونکہ میں تیرے آہستہ بولنے کو پسند نہیں کرتا (یہاں تک کہ کہتا ہے)

فان السذی حدثت عن یوم بعثنا احادیث زور تترک القلب سلھیا

یعنی جو شخص قیامت کے قصبے سے ڈراتا ہے تو سب جھوٹی باتیں ہیں جو دل کو ساز و آواز کے لطافت
سے محروم کرتی ہیں۔

چنانچہ ابراہیم بن اسحاق معروف "دیک الجن" نے جو حلیل القدر شیعہ فقہا و علماء اور فضلا و روایہ میں
سے تھے عیضہ ہارون الرشید عباسی کے سامنے یہاں سے اشعار پڑھے تو اس نے بے اختیار بیزیر پر لعنت کی
اور کہا نہ بدیق نے خدا اور حشر و نشر کا پورا انکار کیا ہے۔

مجموعہ ان اشعار کے جو اس کے کفر و الحاد و بدولت کرتے ہیں وہ بھی ہیں جو وہ اپنے عیش و تنم کے منفع پر پڑھا کرتا تھا:

یا معشر الندمان قوموا واسمعوا صوت الاغانی!

واشربوا عاس مدام واتركوا ذکرا المعانی

شغلتنی نعمة العید عن صوت الاذات

وتعوضت عن الحور عیوزا فی الدنات

ما حاصل معنی یہ ہیں کہ اپنے ہم مشرب اور ہم پیالہ لوگوں سے کہتا ہے کہ اٹھو اور ساز و آواز پر کان
لگاؤ اور شراب ناب کے جام پیو اور دینی غمناکیاں کو چھوڑ دو کیونکہ مادی و نفع نے مجھ کو اذان کی آواز
سے ہٹا کر اپنی طرف جذب کر لیا ہے اور میں بہشت کی حوروں کے عوض بڑھی مغیبت عزتوں کو قبول کرتا ہوں۔

کتب متافل میں ہر جگہ منقول ہے اور سبط ابن جوزی نے بھی تذکرہ ص ۱۲۷ پر لکھا ہے کہ جب
اہل بیت رسالت شام میں لائے گئے تو بیزیر پلید اپنے محل کے بالا خانے پر جو محمد جیروں کے سامنے تھا،
بیٹھا اور یہ دو شعر پڑھ کے اپنے کفر کو ثابت کیا:

لعمادت تلك الحصول واشرفت
تلك الشمس على ربا جبروت
نقب الغراب فقلت تهادك
قلعت قضيت من البلى وبق

ظلامہ مطلب یہ کہ اسیران آل عترت کی مجلسِ ظاہر میں تو ایک کو تے سے آواز دی کہ میں نے عرب میں اس آفتزد
کو لنگون بدیمکتے تھے تو میں نے کہا اسے کو تے تو بول یا نہ بول میں نے پیٹیر سے اپنے فرخے وصول کر لئے۔
کنایہ اس بات کا ہے کہ پیٹیر نے میرے بزرگ اور اقا رب کو بدر داحدا ورحین میں قتل کیا تھا لہذا میں نے
بھی اس کا بدلہ لے لیا اور ان کی اولاد کو قتل کیا۔ اور یزید کے کفر کا دیلوں میں سے یہ بھی ہے کہ جب اس نے
فرزند رسول کی شہادت پر حین کی محفلِ مضعد کی تو مثلاً اس نے عبد اللہ بن الزبیری کے کفر آمیز اشعار پڑھے۔
بیان تک کہ سبط ابن جوزی البوریحان بیرونی اور دوسرے لوگوں نے لکھا ہے کہ اس نے اپنے اجداد میں سے
ان لوگوں کا موجودگی اور حیات کا نشا کی جو سب کے سب شرک اور کافر محفل تھے اور خدا و رسول کے حکم سے
بدر کیرٹے کی جگہ میں مارے گئے تھے بظاہر ان میں سے دوسرا دریا نچوں شجر خود یزید ہی کا ہے جو اس نے
مسلمانوں، یہودیوں اور نصرانیوں کے مجمع عام کے سامنے پڑھے:

لیست اشیاخ بیدر شہد و	حیزع الخنوج من و قح الاسل
لاهلوا واستحلوا فرحاً	شع قالوا یا یزید لا قتل
قد قتلنا القوم من ساداتهم	وعدنا لا بیدر منا عتول
لعبت هاشم بالملك فلا	خیر جاء ولا وحی نزل
لست من خندف ان لم انتقم	من بنی احمد ما کات فعل
قد احتمنا من حلی شارفا	وقتلنا الفارس المیش البطل

(یعنی اے کاش میرے وہ بزرگان قبیلہ جو بدر میں قتل کئے گئے اور قبیلہ خزرج والوں کا دجگ احد
میں انیزے لگنے کی وجہ سے گریہ و زاری و یکجہ واسے موجود ہوتے تو خوشی سے چمکتے اور کہتے کہ
یزید تیرے ہاتھ مثل نہ ہوں کیونکہ ہم نے ان کے بزرگان قوم اور سرداروں کو قتل کیا، اور یہ کام ہم
نے بدر کے عرض میں کیا جو پورا ہوا۔ بخاشم نے عظمت کے ساتھ کیل کیل کرتے کہ نہ آسمان سے کوئی
جزائی نہ وحی نازل ہوئی۔ میں خندف کے خاندان سے نہیں تھا، اگر فرزند اچ پیٹیر سے ان کے اطفال
کا انتقام نہ لینا۔ ہم نے کاشم سے اپنے خون کا بدلہ لے لیا اور ہشدار بہادر شیر کو قتل کیا)۔

آپ کے بعض علامہ جیسے ابو الفریح، شیخ عبداللہ بن محمد بن عامر شیرازی شافعی کتاب الاتحاف
محب الاشراف ص ۱۱ میں، خطیب خوارزمی مقتل الحسین جلد دوم میں اور دوسرے لوگ لکھتے ہیں کہ یزید

ان حضرات کے لب و دندان کے ساتھ چھڑی سے بے ادبی کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

یزید یزید کی لعن پر علمائے اہل سنت کی اجازت

آپ کے اکثر علماء نے اس ملعون زندیق کو کافر سمجھا ہے یہاں تک امام احمد بن حنبل اور آپ کے بہت سے اکابر علماء نے اس پر لعنت کرنے کو جائز قرار دیا ہے، خصوصاً عبدالرحمن ابوالفرج ابن جوزی نے اس بارے میں ایک مستقل کتاب موسوم بہ "الكتاب الرد على المنتعصب الفيلسوف المنافع عن لعن يزید لعنه الله" لکھی ہے اور ابوالعلاء مصری نے اس باب میں کہا ہے :-

اری الایام تفعل کل تکبر
الیس فی شکھ قتلت حسینا
فما انا فی العجائب مستزید
وکان علی خلافتک یزید

ما حاصل معنی یہ ہے کہ زمانہ، توحید و اپنفعیہ کا مذہب برابر شیطانی نقشے بناتا ہے اور اس طرح کے عجائبات اور مکاریوں پر مجھ کو تعجب نہیں کیا ابیا نہیں ہے کہ تمہارے قریش نے حسین کو قتل کیا اور اپنے امور اور خلافت کی باگ لہو در یزید ملعون کے ہاتھ میں دے دی صرف آپ کے چند متعصب علماء جیسے غزالی نے یزید کی طرف قدری کی ہے اور اس ملعون کی صفائی میں مضحکہ خیز اور مہمل عذرات تراشے ہیں دریا خلیفہ عام طور پر آپ کے علماء نے اس کے کفر آمیز اعمال اور ظالمانہ اطوار کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ کیونکہ وہ مسلمانوں کی مسند ریاست پر نظر تو خلافت کے عنوان سے قابض تھا لیکن عملی طور پر کوشش کرتا تھا کہ دین و توحید کی باطل ہی الٹ دے اور برے افعال کو نیک اعمال کے عنوان سے عمل میں لاتا تھا۔ چنانچہ میری نے حیوانہ الجہان میں اور مسعودی نے مروج الذهب میں لکھا ہے کہ وہ بہت سے بند پائے ہوئے تھا جن کو عددہ قسم کے ریشمی لباس اور گردنوں میں سونے کے طوق پہنا کر گھوڑوں پر سوار کرتا تھا اس طرح بہت سے کتوں کو طوق پہنائے ہوئے تھا۔ ان کو اپنے ہاتھ سے نہلاتا دھلاتا تھا، سونے کے بزنوں میں ان کو پائی دیتا تھا اور ان کا پس خوردہ خود استعمال کرتا تھا، مکمل طور پر شراب کا مادی تھا اور ہمیشہ مست و مخمور رہتا تھا۔

مسعودی مروج الذهب جلد دوم میں کہتے ہیں کہ یزید کا سیرت فرعون کا سیرت تھا بلکہ فرعون عیبت فاری میں یزید سے زیادہ انصاف پرور تھا۔ اس کی سلطنت اسلام کے اندر انتہائی پامٹنگ تھی، کیونکہ اس کی بہت سی بدعاتیوں جیسے شراب نوشی، فرزند رسول کا قتل، وصی پیغمبر علی ابن ابی طالب، پر لعنت

کرنا، خانہ خدا (مسجد الحرام) کو جلانا اور برباد کرنا، کثرت کے ساتھ خونریزی (خصوصاً اہل مدینہ کا قتل عام) اور بے شرافت و غرور و غرہ جس کا حساب نہیں ہو سکتا، اس کی عدم مغفرت اور جہنمی ہونے کو ثابت کر رہی ہیں۔

نواب: قبلہ صاحب! یزید کے حکم سے دینے کے قتل عام کا کیا معاملہ تھا؟ متنبی ہوں کہ اس کو بیان فرمائیے
خیر طلب! عام طور پر کورین اور بالخصوص سبط ابن جوزی تذکرہ ص ۶۳ میں لکھتے ہیں کہ سترہ میں اہل مدینہ کی ایک جماعت شام کی طرف گئی، جب وہاں ان لوگوں کو یزیدی بدکاروں اور کفریات کا علم ہوا تو مدینہ واپس آکر اس کی بیعت توڑ دی حالانکہ انہیں پراحت کرنے لگے اور اس کے عامل عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو نکال باہر کیا۔ عبداللہ بن عقیل الملائکی نے کہا اے لوگو ہم لوگ شام سے واپس نہیں ہوئے اور یزید پر خروج نہیں کیا بلکہ اس وقت جب ہم نے دیکھا کہ حور جی کا دین لے لینکھ الامہات والنبات والاحوات ویشرب الحمر ویسعد الصلوات و یقتل اولاد النبیین۔ یعنی وہ ایسا بے دین شخص ہے جو ماؤں بیٹیوں اور بہنوں سے حرام کاری کرتا ہے، شراب پیتا ہے، نماز نہیں پڑھتا ہے اور اولاد انبیاء کو قتل کرتا ہے۔

یزیدی کی بیعت توڑنے کے مجرم میں اہل مدینہ کا قتل عام

جب یزید یزیدی کو پہنچی تو اس نے اہل شام کے ایک بھاری لشکر کے ساتھ مسلم ابن عقیل کو اہل مدینہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا، اور ان لوگوں نے تین شبانہ روز مسلسل اہل مدینہ کا قتل عام کیا۔ ابن جوزی اور مسعودی وغیرہ لکھتے ہیں کہ اس قدر کشت و خون کیا گیا کہ راستوں میں خون بہہ نکلا و خاف الناس فی السد ماء حتی وصلت السد ماء فبیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سلم و امثالہ الس و منہ و المسیح و یعنی دینے کے کوچوں میں اس کثرت سے خون جاری ہوا کہ لوگ خون میں شرابور ہو گئے تھے، یہاں تک کہ عن رسول اللہ کی قبر تک پہنچ گیا اور روضہ رسول اور مسجد خن سے بھر گیا۔

اشراف قریش اور ہاجرین و انصار میں سے سات سو مجرم اور سربراہ اور وہ افراد کو قتل کیا اور عام مسلمانوں میں سے دس ہزار اشخاص کو تہ تیغ ہوئے، مسلمانوں کی ہتک حرمت اور بے آبروی کے حالات بیان کرتے ہوئے مجھ کو شرم محسوس ہوتا ہے لہذا تذکرہ سبط ابن جوزی ص ۶۳ کی عبارتوں

میں سے صرت ایک کو نقل کرتے پہ اکثفا کرتا ہوں جس کو ابوالحسن مدائنی سے نقل کرتے ہیں کہ ولدت
 الف امرأة بعد الحرة من غير زوج رعينه واقعة حرة مدینہ کے قتل عام کے بعد ایک ہزار
 کنوارے عورتوں کے یہاں بچے پیدا ہوئے (کنایہ یہ کہ فاتح لشکر کی عصمت دری سے وہ عورتیں حاملہ
 ہوئیں۔)

میں اس سے زیادہ اہل بزم کا وقت لینا اور ان کو متاثر کرنا نہیں چاہتا۔ خیالات کو صاف کرتے
 کے لئے اسی قدر کافی ہے۔

بحث: آپ نے جو کچھ بیان کیا ہے سب یزید کے فسق و فجور پر دلالت کرتا ہے اور ہر فاسق
 و گنہگار انسان کا عمل معافی اور چشم پوشی کے قابل ہے یزید کے تابعاً تو یہ کہ لی اور خدا بھی غفار الذنوب
 ہے اس نے بخش دیا، پھر آپ کس وجہ سے برابر اس پر لعنت کرتے اور اس کو ملعون کہتے ہیں؟

غیر طلب: بعض دعویداروں کے وکیل اس غرض سے کہ ان کو فیس وغیرہ ملتی رہے چاروں ہمارے آخری وقت
 تک اپنے موکل کی طرف سے پیروی کرتے رہتے ہیں چاہے حق بات ان پر ظاہر ہو ہی جائے لیکن مجھ کو
 نہیں معلوم کہ جناب عالی کن فوائد کے پیش نظر اس لعین پلید کی وکالت میں اس قدر ثابت قدمی دکھا رہے
 ہیں اور فرماتے ہیں کہ یزید نے توبہ کر لی ہے حالانکہ یزید کی کفر آمیز گفتگو، اولیائے خدا کی شہادت
 اور اہل مدینہ کا قتل عام وغیرہ درایت ہے اور آپ کا یہ فرمانا کہ اس نے توبہ کر لی روایت ہے جو ثابت
 نہیں ہو سکی اور درایت کے مقابلے میں نہیں آ سکتی

آیا مبدا و معاد اور وحی و رسالت سے انکار اور دین سے مرتد ہونا آپ کی نظر میں لعنت کا مستحق
 نہیں بتاتا آیا خدا نے قرآن مجید میں ظالمین پر کھلی ہوئی لعنت نہیں فرمائی ہے؟

آیا آپ یزید کو ظالم نہیں سمجھتے؟

اگر آپ کے ایسے یزید ابن معاویہ کے خاندانی پیروکار وکیل (حاضرین کا پُر زور قہقہہ) کی نگاہ میں
 یہ دلائل کافی نہیں ہیں تو میں آپ کی اجازت سے آپ کے بزرگ علما کے منقولات سے دو حدیثیں
 بھی نقل کرنا ہوں اور اس کے بعد اپنی گواہی پیش کرنا ہوں۔

بخاری اور مسلم نے اپنی صحیحین میں، علامہ مہمودی نے تاریخ المدینہ میں، ابن جریر نے کتاب الرد
 علی المتعصب الغیر میں، سبط ابن جوزی نے تذکرۃ خواص الامہ میں۔ امام احمد بن حنبل نے مسند میں
 اور دوسروں نے حضرت رسول کریم سے نقل کیا ہے کہ فرمایا من اخاف اهل المدينة
 ظمًا اخافه الله وعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لا يقبل الله

منہ یوم القیمۃ صرفاً ولا عدلاً (یعنی ہر شخص ظلم سے اہل مدینہ کو خوف نہ کرے غلطی کو اور قیامت
خون زدہ کوہ کا اس پر خدا اور ملائکہ اور سارے انسانوں کی لعنت ہو۔ قیامت کے روز خدا ایسے شخص سے
کوئی عمل قبول نہیں کرے گا)۔

یز فرمایا لعن اللہ من احاف مدینتی (ای اہل مدینتی) یعنی لعنت خدا کی ایسے
شخص پر جو میرے شہر یعنی اہل مدینہ کو ڈراتے)۔

کیا مدینے کے اندر یہ سارا قتل عام، ہتک حومت اور لوٹ مار وہاں کے باشندوں کے
لئے ڈر اور خوف کا باعث نہیں تھا؟ اور اگر تھا تو تصدیق کیجئے کہ وہ کھینٹ اور پلید خدا و رسولؐ ملائکہ
اور تمام انسانوں کی زبان پر ملعون تھا اور قیامت تک رہے گا۔

آپ کے اکثر علماء نے یزید پلید پر لعنت کی ہے اور اس پر لعن کے جائز ہونے پر کئی ہیں لکھی ہیں
مجملہ ان کے علامہ جلیل القدر عبداللہ بن محمد بن عامر شبراوی شافعی کتاب الانتحاف بحسب الاشراف
ص ۲ میں لعن یزید کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ جس وقت ملا سعد تفتا رانی کے سامنے یزید کا نام
لیا گیا تو انہوں نے کہا فلعنک اللہ علیہ و علیٰ اعدائہ و علیٰ احوالہ (یعنی لعنت ہو خدا کی اس پر
اور اس کے احوال و اعداء پر) اور جابر القدر بن علامہ سہودی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا۔ انفق
العلماء علی جواز لعن من قتل الحیین رضی اللہ عنہ او امر بقتلہ او اجازتہ او رضی اللہ
من غیر تعین (یعنی عام طور پر علماء نے اس شخص پر لعنت کے جائز ہونے پر اتفاق کیا ہے جس نے
حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا یا ان کے قتل کا حکم دیا یا اس کی اجازت دی یا اس پر رضامند ہوا بلا تفصیل)۔

اور ابن جوزی، ابو یعلیٰ اور صالح ابن احمد ابن حنبل سے نقل کرتے ہیں کہ آیات قرآن وغیرہ کے دلائل
پیش کرتے ہوئے یہ حضرات لعن یزید کو ثابت کرتے ہیں لیکن جلسہ کا وقت اس سے زیادہ گفتگو کی اجازت
نہیں دے رہا ہے۔

نشت کافی لمی ہو چکی ہے اور ادھی رات سے بھی کئی گھنٹے زیادہ گزر چکے ہیں، ورنہ یہ معمر
صلی اللہ علیہ وسلم پر ضرر تھا تا کہ آپ حضرت ان مقدمات سے اس منظم حق کا پتہ لگا لیں جو حضرت امام حسینؑ اسلام
اور مسلمانوں پر رکھتے ہیں۔ کیونکہ حضرت نے ایسے ظلم اور ظالم کی جڑوں کو اپنی مظلومیت کی طاقت سے
اکھاڑ پھینکا یا اپنے اہل بیت کے خون سے لا الہ الا اللہ کے شجرہ طیبہ کی آبشار سے جوبنی امیہ اور ابیہ
یزید پلید کے ظلم سے خشک ہونے کے قریب تھا، اور اسلام و توحید کو ایک عجا زندگی عطا کی۔
انتہائی انوس کا مقام ہے کہ آپ بجائے اس کے کہ ان بزرگوار کے خدمات کی قدر کرتے

ان کے زائرین کے زیارت کے لئے جانے پر اعتراض اور نکتہ چینی کرتے ہیں، اس کا نام مُردہ پرستی رکھتے ہیں اور افسوس کرتے ہیں کہ کس لئے کروڑوں انسان ہر سال ان حضرات کے مرقہ مطہر کی زیارت کو جاتے ہیں، مجالس عزائیر پا کرتے ہیں اور ان مظلوم کی غریبی پر گریہ کرتے ہیں۔

گمنام جاں نثار

ہم کتب و رسائل اور اخبارات میں پڑھتے ہیں اور سیاست کرنے والے بتاتے ہیں کہ دنیا کے متمدن ممالک کے مرکزی مقامات جیسے پیرس، لندن، برلن اور واشنگٹن وغیرہ میں "گمنام جاں نثار" کے نام سے کچھ محترم مزارات موجود ہیں۔

کہتے ہیں کہ اس جوامرد نے وطن کی حفاظت میں ظالموں کے ظلم کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان قربان کی ہے۔ لیکن اس کے جسم و لباس میں کوئی ایسی واضح علامت نہیں پائی گئی جس سے معلوم ہوتا کہ یہ کس قوم و قبیلہ اور شہر کا باشندہ ہے۔

باوجودیکہ وہ ایک گمنام اور بے نام و نشان شخصیت ہے لیکن صرف اس خیال سے کہ اس نے ظلم و ظالم کے مقابلہ میں اپنے خون کی قربانی دی ہے جب کوئی بادشاہ صدر جمہوریہ، وزیر یا کسی طبقے کا کوئی شریف و بزرگ انسان ان شہیروں میں وارد ہوتا ہے تو احتراماً اس گمنام جاں نثار کی زیارت کو جاتا ہے اور پھولوں کا تاج اس کی قبر پر رکھتا ہے۔

قدر دان کے نام پر ایک غیر معروف سپاہی کا اس قدر احترام اس لئے کرتے ہیں کہ اقوام عالم کے سامنے اپنی قومی حیثیتوں کا تحفظ کر سکیں۔

لیکن صاحبان انصاف کیا یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ ہم مسلمان لوگ باوجودیکہ بہتر یا نام و نشان مرفوش رکھتے ہیں جو سب کے سب عالم و عابد، صاحبان تقویٰ اور بعض ان میں سے قاری و حافظ قرآن تھے اور جنہوں نے دین و دنیا میں اسلام کے تحفظ اور عدل و انصاف کی راہ میں ظالموں کے ظلم کا مقابلہ کرتے ہوئے جان و مال اور ان میں سے زیادہ تر خدا و رسول اور عترت پیغمبر کی امانت تھے لیکن بجائے قدردانی اور لوگوں کو ان کی زیارت کا شوق دلانے اور ان کی قبروں کے احترام کا حکم دینے کے نکتہ چینی کی کوشش کرتے ہیں اور ایک دوسرے فرقے والے علاوہ عیب جوئی اور اعتراض کے اپنے متعصب علماء کے بھڑکانے سے ان کی قبروں کو برباد کرتے ہیں اور ان کے صندوق بالائے قبر کو

جلا کر قبور بناتے ہیں۔

چنانچہ ۱۲۱۶ھ میں عید غدیر کے روز جب کہ بلا کے سارے باشندے (سوا انھوڑے افراد کے) زیارت کے لئے بیخفا اشرف گئے ہوئے تھے، نجدی دہائیوں نے موقع غنیمت سمجھ کر حملہ کر دیا۔ ضعیف و غیر محفوظ شیعوں کے قتل و غارت میں مشغول ہوئے اور دین کے نام پر فدا یان دین توحید (یعنی سید الشہداء حضرت امام حسینؑ اور آپ کے انصار) کا مقدس قبروں کو برباد اور زمین کے برابر کر دیا۔ تقریباً پانچ ہزار باشندگان کربلاء علماء اور ناتوان ضعیف و بیاں تک کہ شیعوں کی عزتوں اور بے گناہ بچوں کو قتل کیا۔ حضرت سید الشہداء کا نوزائیدہ لڑکا جو اہرات، سونے کی قندیلیں، قیمتی اشیاء اور بڑے بڑے پیش بہا فرش اٹھالے گئے قبر مطہر کے اوپر کا قیمتی صندوق جلا کر اس سے قہور بنایا اور ایک کثیر جماعت کو قید کر کے اپنے ہمراہ لے گئے انا للہ وان الیہ راجعون (افسوس ہے ایسے اسلام پر)۔

واقعی بہت افسوس ناک بات ہے کہ تمام متمدن ممالک علماء و سلاطین اور دانش مندوں کا یہاں تک کہ اپنے گناہ سپاہی کی قبروں کا احترام کریں لیکن مسلمان جو اپنے مائے ناز افراد کے قبور کی حفاظت میں سب سے زیادہ اولیٰ اور احق ہیں وہ آدم خود وحشیوں کی طرح ان کے عزائمات کو مسخر اور تباہ و برباد کریں حتیٰ کہ مکہؑ اور مدینہ میں حضرت حمزہ سید الشہداء جیسے شہداءؑ احمدؑ پیغمبرؐ کے آبا و اجداد جیسے جناب عبدالمطلب و عبد اللہؑ کی قبروں کے احکام مایل و قوم، فرزندانِ رسولؐ خدا جیسے سبط اکبر حضرت امام حسنؑ مسموم سید الساجدین حضرت امام زین العابدینؑ، باقرؑ معلوم حضرت امام محمد باقرؑ و صادق آل محمدؑ حضرت امام جعفر صادقؑ علیہم السلام، دوسرے تہما باشم، علمائے اعلام اور مفاخر اسلام کی قبروں کو زمین کے برابر کر دیں اور اس کے بعد بھی اپنے کو مسلمان کہیں۔ ہاں اپنے بزرگوں اور بادشاہوں کے مقبرے البتہ بہت شاندار طریقے سے تعمیر کریں۔ علامہ ہارے اور آپ کے علماء نے قبور مؤمنین کی زیارت پر راجح کرنے کے لئے کسی قدر کثرت سے حدیث نقل کی ہیں تاکہ اس فریضے سے مؤمنین کا قبریں حوادث زمانہ کی دستبرد سے محفوظ رہیں۔

خود رسول اللہؐ قبور مؤمنین کی زیارت کو تشریف لے جاتے تھے اور ان کے لئے مغفرت طلب فرماتے تھے سنہ ۱۲۱۶ھ کے کچھ خفیہ مقاصد کے ماتحت مذہب کے نام پر اپنے ہی ہاتھوں اپنی قابل فخر ہستیوں کی قبریں خراب اور خاک کے برابر کر دیں اور ان کا نشان بھی دنیا میں باقی نہ رہے دیں بات ختم کرتا ہوں۔
در نہ دل میں ابھی بہت کچھ ہے۔

شرح این ہجرات و این خون جگر
 این زمان بجز ار تا وقت و گر

آل محمد شہدائے راہ خدا اور زندہ ہیں

آیا آپ اس جلیل القدر خانوادہ کو جس نے دین اور توحید کی راہ میں جانیں دیں شہید سمجھتے ہیں یا نہیں؟ اگر کہیں کہ شہید نہیں ہیں تو اس پر آپ کی کیا دلیل ہے؟ اور اگر شہید ہیں تو پھر آپ انہیں مردہ کیوں سمجھتے ہیں؟ حالانکہ قرآن مجید میں کھلا ہوا ارشاد ہے احياء عند ربهم يرزقون (یعنی وہ زندہ ہیں اور اپنے خدا کے پاس رزق پاتے ہیں ۱۲ مترجم) پس قرآنی آیات اور معتبر احادیث کی بنا پر یہ مقدس ہستیاں زندہ ہیں، مردہ نہیں ہیں۔ چنانچہ ہم لوگ بھی مردہ پرست نہیں ہیں اور مردے پر سلام نہیں کرتے بلکہ زندوں کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں۔

علاوہ اس کے کوئی باسواد یا جاہل شیخ ان حضرات کو حاجت روائی میں خود مختار نہیں سمجھتا بلکہ ان کو خدا کے نیک بندے اور معبود کی طرف ایک بلند مرتبہ واسطہ جانتا ہے (جیسا کہ اسی کتاب کے صفحہ ۱۱ میں مذکور ہے)

ہم صرف اس لئے اپنی حاجتوں کو ان کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ وہ برحق ائمہ اور عالی منزلت صالحین خدا سے دعا فرمائیں تاکہ وہ ہم نا اہل انسانوں پر کرم فرمائے۔ اور اگر زمان سے یہ کہتے ہیں کہ یہ علی اور سکتی۔ یا حسین اور سکتی تو اس کی مثال بعینہ اسی آدمی کی ایسی ہے جو کسی با اقتدار بادشاہ سے کوئی حاجت رکھتا ہے تو وزیر اعظم کے دروازے پر جاتا ہے اور کہتا ہے کہ جناب وزیر صاحب میری فریاد کو پہنچے۔ لیکن یہ کہنے والا وزیر کو ہرگز بادشاہ اور اپنی حاجت روائی میں خود مختار نہیں مانتا ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ چونکہ بادشاہ کی نظر میں با عزت ہیں۔ لہذا میری سفارش کر دیجئے تاکہ میرا کام بن جائے۔

شیخ بھی آل محمد علیہم السلام کو خدا اور خدا کے کاموں میں شریک نہیں جانتے ہیں بلکہ ان کو اللہ کے صالح بندے سمجھتے ہیں جو علاوہ اپنی پاک فطرت کے عبادت و تقویٰ اور دینی خدمات کے نتیجہ میں حق تعالیٰ کے منظور نظر قرار پائے لہذا دونوں عالم میں ان کو امانت و ولایت کے عہدے اور بیلد و بالا درجات عطا کئے تاکہ ہر وردگار کے حکم اور اجازت سے موجودات میں تصرف کر سکیں۔ چونکہ یہ حضرات خدا کے ذوالجلال کے امانت دار اور نمائندے ہیں اس بنا پر حاجت مندوں کے ضروریات خدا کی یا و گاہ میں پیش

کرتے ہیں، اگر سائل کی حاجت ردوائی مصلحت کے مطابق ہوتی ہے تو قبول فرماتا ہے ورنہ آخرت میں اس کا عوض دیتا ہے۔ چنانچہ علیٰ طہارہ پر ہم ایسا دیکھتے بھی ہیں اور نتائج بھی حاصل کرتے ہیں۔

یہ مشنہ نمونہ از خود اسے چند مختصر جملے تھے جو مجبوراً آپ کی اس بات کے جواب میں عرض کئے گئے کہ مردے سے خطاب کیوں کرتے ہو؟ اس مقام پر یہ شک نہ بھی بغیر کہے نہ رہ جائے کہ شیعہ آئمہ معصومین علیہم السلام کی منزل اس سے بالاتر کیسے تھے ہیں کہ دوسرے شہدائے اسلام کی طرح ان کے لئے بھی صرف ایک زندگی ثابت کریں۔

حافظ: آہ۔ نئے بیان میں یہ فقرہ ایک عمدہ ہے جس کے حل کی ضرورت ہے۔ آخر آپ کے اماموں میں اور دوسرے اماموں سے کیا فرق ہے؟ صرف سیادت کی منزلت اور رسول اکرم سے اُن کی نسبت تھے ان کو دوسروں کے مقابلے میں ممتاز بنا دیا ہے۔

خیر مطلب: اس میں کوئی معترضی نہیں ہے صرف اس مطلب کا تقوید آپ کے لئے دشوار ہے کیونکہ ساری زندگی منزل امامت کی معرفت سے دوڑ رہے ہیں۔ سب سے پہلے ضرورت اس کی ہے کہ اپنی عادت اور تعصب سے الگ ہو کر علم و عقل اور منطق و انصاف کی نظر سے مقام امامت کا مطالعہ فرمائیے اس کے بعد آپ کو اندازہ ہوگا کہ شیعہ اعتقاد کے لحاظ سے منصب امامت اور آپ کے خلفائے کے مطابق امامت کے درمیان ایک ہیں اور واضح فرق ہے۔ اگر میں اس مقصد کو ثابت کرنے بیٹھوں تو صبح تک انتظار کرنا ہوگا۔ اب یہ اہم موضوع ایک اطمینان نشت کے لئے ملتوی کرتا ہوں جس میں گفتگو کا پورا وقت ہوا انشاء اللہ۔

(اس کے بعد ہم لوگوں نے عیسے پر رفاست کیا۔ چونکہ اذان صبح کا وقت قریب تھا اور سلاٹنگھو طولانی ہو چکا تھا لہذا لوگوں نے کہا کہ اب امامت کا موضوع کلیات پر رہا ہم نے خوش طبعی اور مزاح کے ساتھ ان حضرات کو کچھ وعدہ چل کر رخصت کیا اور وہ بخیر و عافیت تشریف لے گئے۔)

پوہتی نشست

شب دوشنبہ ۲۶ رجب ۱۳۴۵ھ

آپ نے حقیقت کا انکشاف کر کے ہم پر احسان کیا

”مغرب کے اول وقت حضرات اہل سنت میں سے تین نفر تشریف لائے اور کہا کہ جلسہ شروع ہونے سے قبل ہم آپ کی اطلاع کے لئے عرض کرنے ہیں کہ آج غروب آفتاب تک مسجدوں، مکانات، دفتروں اور بازاروں میں ہر جگہ آپ ہی کا تذکرہ تھا جس جگہ کسی کے ہاتھ میں آج کا اخبار تھا وہاں چاروں طرف کثرت سے لوگ اکٹھا تھے اور آپ کی تقریروں کے بارے میں بحث کر رہے تھے۔ ہم لوگوں کو آپ سے کافی تعلق خاطر پیدا ہو گیا ہے۔ ہم سب کے دلوں میں آپ نے گھر کر لیا ہے اور ہم پر آپ کا بہت بڑا حق ہے کیونکہ آپ ان شبہات کو حل کر رہے ہیں جن کو ہمارے پیشواؤں نے بچپن ہی سے ہم کو اُسے طریقے پر سمجھایا تھا۔ ہم اُس کے لئے دل سے معذرت خواہ ہیں کہ ہم شیعہ جماعت کو مشرک سمجھتے تھے ہم کیا کریں ہم کو ہمیشہ سے تعلیم ہی یہی دی گئی ہے۔ امید ہے کہ خداوند غفور ہماری توبہ قبول کرے گا۔ ادھر چند روز سے ہر شب کی بحثیں رسالوں اور اخباروں میں شائع ہو رہی ہیں تو اکثر اخبارات کے خریداروں اور بہت سے لوگوں کی آنکھیں کھل گئی ہیں، خصوصاً ہم لوگ جو شریک جلسہ اور آپ کی لطیف گفتگو سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں بہت متاثر ہوئے ہیں خاص طور پر گزشتہ شب کیونکہ آپ نے خوب خوب پردے اٹھائے اور پوشیدہ حقائق کو ظاہر فرمایا امید ہے کہ مزید انکشافات ہوں گے اور اس سے زیادہ حقیقتیں بے نقاب ہوں گی۔

دوسری بات جس کی طرف ہم آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں ہے کہ ہم پر ادھر ہماری جماعت پر جو چیزیں زیادہ اثر انداز ہوئی ہیں وہ جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں آپ کی واضح اور سادہ گفتگو ہے کیونکہ آپ ہماری ہی زبان میں مطلب کو اس قدر معضل اور عام فہم طریقے سے بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے تمام بے سواد افراد کو اپنی طرف جذب کر لیتے ہیں، آپ قطعی طور پر یہ پہلو پیش نظر رکھیں کہ ساری جماعت میں فی صد پانچ نفر سے زیادہ صاحبانِ علم و خیر نہیں ہیں۔ کوہِ کوہِ طور پر بچپن سے جو کچھ سن رکھا ہے اُس نے ان کے

قلب و دماغ میں جگہ پکڑ لی ہے۔ اب ڈرا نہیں مرنے والا لگتا ہے کہ فریجہ سمجھایا جاسکتا ہے، چنانچہ آپ اسی بات پر عمل کر رہے ہیں اور امید ہے کہ پورا پورا نتیجہ حاصل ہوگا۔

اتنے میں حضرات علامہ تشریف لے آئے اور ہم نے گرم جوشی اور خندہ پیشانی کے ساتھ ان کو خوش آمدید کہا چائے نوشی اور معمولی خاطر تواضع کے بعد جلسے کی کارروائی شروع ہوئی۔

نواب و قیدہ صاحب اگر مشتمل مات طے پایا تھا کہ آج کی شب امامت کے بارے میں گفتگو ہوگی، ہم اس خاص موضوع کو سمجھنے کے لئے بہت مشتاق ہیں اور چونکہ اسی موضوع پر دوسرے مطالب کی بنیاد ہے۔ لہذا ہماری تمنا ہے کہ صرف اسی مسئلے کو مورد بحث قرار دیں تاکہ ہم یہ سمجھ سکیں کہ ہمارے اور آپ کے درمیان موضوع امامت میں کیا اختلاف ہے۔

خیر طلب و محکمہ کوئی غمزدہ نہیں ہے، چنانچہ اگر مولوی صاحبان اس طرف مائل ہوں تو میں حاضر ہوں۔ حاقظاً (اُڑے ہوئے رنگ اور اترے ہوئے چہرے کے ساتھ) ہماری طرف سے بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ آپ جس طرح سے مناسب سمجھیں بیان فرمائیں۔

امامت کے بارے میں بحث

خیر طلب: آپ حضرت کو بخیر معلوم ہے کہ لغت اور اصطلاح کی حیثیت سے امام کے کئی معنی ہیں۔ لغت میں امام پیشوا کے معنی رکھتا ہے الامام هو المعتقدم بالناس یعنی امام انسانوں کا پیشوا ہے۔ امام جماعت یعنی غانہ جماعت میں لوگوں کا پیشوا۔ امام الناس یعنی امور سیاسی یا روحانی وغیرہ میں آدمیوں کا پیشوا۔ امام جمعہ یعنی جو شخص غانہ جمعہ میں پیشوائی کرے۔

اہلسنت کے مذاہب اربعہ پر بحث اور کشف حقیقت

Presented by: <https://jafralibrary.com/>

اس بار جماعت اہل تسنن یعنی مذاہب اربعہ کے پیرو اپنے پیشواؤں کو امام کہتے ہیں جیسے امام ابوحنیفہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل۔ یعنی وہ فقہاء و مجتہدین برادرین میں ان کے پیشوا ہیں اور جنہوں نے اپنی عقل و فکر کے ذریعہ اجتہاد یا قیاس کے ساتھ ان کے لئے حلال و حرام کے احکام معین کئے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب ہم آپ کے چاروں اماموں کی فقہی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو اصول و فروع کی حیثیت سے ان میں بہت اختلافات نظر آتے ہیں۔ اس طرح کے آئمہ اور پیشوا تمام ادیان و مذاہب کے اندر ہیں۔ یہاں تک کہ مذہب شیعہ میں بھی علماء فقہاء و رہی درجہ رکھتے ہیں جس کے آپ اپنے اماموں کے لئے قائل ہیں۔ لہذا وہ حضرت امام عصر علیہ السلام کی غیبت میں ہر عہد اور زمانے میں موازین علی کی رو سے کتاب و سنت اور عقل و اجماع کے اول و اربعہ کے ساتھ فتوے دیتے ہیں۔ پھر بھی ہم ان کو امام نہیں کہتے ہیں کیونکہ امامت عترت طاہرہ میں سے بارہ اوسیا کے ساتھ مخصوص ہے۔ ایک فرقہ یہ ہے کہ آپ کے یزرگوں نے بعد کے لئے اجتہاد کا دروازہ بند رکھا ہے یعنی با پنجویں صدی ہجری سے جب کہ بادشاہ کے حکم سے علماء و فقہاء کی ایجاد کردہ راہیں جمع کی گئیں، صرف چار کے اندر منحصر کر کے مذہب اربعہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کو رائج کیا گیا اور لوگوں کو مجبور کیا گیا کہ ان چاروں میں سے کسی ایک مذہب پر عمل کریں جیسا کہ اب تک رواج ہے معلوم نہیں کہ مقام تقلید میں ایک فرد کو دوسرے افراد پر کس دلیل و برہان سے ترجیح حاصل ہے۔ حنفیوں کے امام میں کیا خصوصیت ہے جو مالکیوں کو نہیں ملی اور شافعیوں کا امام کیا فضیلت رکھتا ہے جو حنبلیوں کے پاس نہیں۔

اگر ملت اسلامی اس پر مجبور ہے کہ ان چاروں کے فتاویٰ سے باہر نہ جائے تو جماعت سلبن بہت سخت مجبور کے پنجے میں گرفتار ہو گئی ہے اور کبھی ان میں ترقی اور یلندی پیدا نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ مقدس دین اسلام کے خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر دور اور زمانے میں فاضلہ تمدن کے ساتھ آگے بڑھتا ہے اور یہ مقصد لازمی طور پر ایسے فقہاء و مجتہدین چاہتا ہے جو ہر عہد میں موازین شرعیہ کے تحفظ کے ساتھ کاروان تہذیب کے ہمراہ آگے بڑھیں اور مذہب کی مرکزیت کو محفوظ رکھیں۔

کیونکہ بہت سے انورایے ہیں جن کے تجدد کی وجہ سے ان میں تقلیدیت کی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ قیام پر زور فقہ اور مجتہد کی طرف رجوع کرنا ان کی واقعی کاوش سے فائدہ حاصل کرنا اور ان کے فتویٰ کو اپنا لاچار بنانا ضروری ہوتا ہے۔ باوجودیکہ بعد کے زمانوں میں آپ کے یہاں ایسے عالمی منزلت مجتہدین اور فقہاء پیدا ہوئے جو ان چاروں اماموں کے بدرجہا علم اور اقدار رکھتے لیکن معلوم نہیں یہ ترجیح یا مرجع، مقام اجتہاد کو ان چاروں کے اندر محصور کر دینا اور دوسروں کے علمی افادات کو ضائع کرنا کس مصلحت کی بنا پر تھا۔ البتہ جماعت شیعہ کے اندر ظہور امام آخرا زمان علیہ السلام فرج تک ہر دور اور ہر زمانے میں تمام فقہاء اور مجتہدین کو فتاویٰ کا حق حاصل ہے اور ہم مسائل جدیدہ میں ابتداء، تقلیدیت کو ہرگز جائز نہیں سمجھتے۔

مذہب اربعہ کی پیروی پر کوئی دلیل نہیں ہے

تعجب ہے کہ آپ شیعہ فرستے کو تو بدعتی اور مردہ پرست کہتے ہیں جو اہل بیت رسولؐ میں سے بارہ آدمی کی ہدایتوں پر اس حضرتؐ ہی کے حکم سے دامن لغوی خاصہ کے ساتھ جو آپؐ کی کتابوں میں بھی تشریح کے ساتھ مندرج ہیں، لیکن معلوم نہیں آپؐ حضرت کس دلیل سے مسلمانوں کو مجبور کرتے ہیں کہ انھوں نے اشعری یا معتزلی مذہب پر اور فروع میں لازمی طور پر مذہب اربعہ میں سے کسی ایک پر عمل پیرا ہوں۔ اور اگر ان باتوں پر جو آپؐ بغیر دلیل کے کہتے ہیں عمل نہ کریں۔ یعنی اشعری یا معتزلی مذہب یا مذہب اربعہ میں سے کسی ایک کے پیرو نہ بنیں تو رافضی، مشرک اور کرہ زنی قرار پائیں۔

اگر آپؐ پر ایراد کیا جائے کہ چونکہ ابوالحسن اشعری یا ابو حنیفہ، مالک ابن انس، محمد ابن ادریس شافعی اور احمد ابن حنبلؒ کی پیروی کے لئے پیغمبرؐ کا کوئی فرمان نافذ نہیں ہوا ہے اور یہ بھی من جہاد و اسلامی طاع و فقہاء کے تھے لہذا صرف انہیں کی تقلید پر انحصار کرنا بدعت ہے تو کیا جواب دیجئے گا؟

حافظ: ائمہ اربعہ چونکہ زہد و عس تقویٰ و امانت اور عدالت کے ساتھ ساتھ نفاہت و علم و عبادت کی منزل پر فائز تھے لہذا ان کی پیروی ہم پر لازم ہو گئی۔

خیر طلب، اول تو جو کچھ آپؐ نے فرمایا یہ ایسے دلائل نہیں ہیں جو حصر کا سبب بن جائیں کہ روز قیامت تک مسلمان ان کے طریقے کا پیروی کرنے پر مجبور ہوں۔ اس لئے کہ آپؐ اپنے سارے علماء و فقہاء کے لئے ان صفات کے قائل ہیں اور ان چار کے اندر انحصار کرنا بید کے علماء کی توہین ہے۔ کسی ایک فرو یا افراد کی پیروی پر اسی وقت مجبور کیا جاسکتا ہے جب کہ خاتم الانبیاءؐ سے کوئی ہدایت یا نص مروی ہو۔ حالانکہ آپؐ کے ائمہ اربعہ کے بارے میں ایسا کوئی حکم یا نص آنحضرتؐ سے منقول نہیں ہے لہذا آپؐ نے کیونکہ مذہب کو چار کے اندر محدود کر دیا اور ان چار اماموں میں سے ایک کی پیروی کا لازمی ہونا حق سمجھنے میں؟

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

یہ عجیب معاملہ صاحبان عقل و انصاف کے لئے قابل غور ہے

بہت مشکل خبریات ہیں کہ چند شب پہلے آپؐ نے شیعہ مذہب کو سیاسی قرار دیا اور کہا کہ یہ مذہب چونکہ رسول اللہؐ کے زمانے میں نہیں تھا اور خلافت عثمانؓ میں پیدا ہوا ہے لہذا اس کی پیروی

جائز نہیں ہے۔ حالانکہ برسوں شب میں نے عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کر دیا کہ مذہب شیعہ کی بنیاد رسول اللہ کے زمانے میں اُن حضرت ہما کی ہدایت سے قائم ہوئی اور شیعوں کے سردار امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے بچپن ہی سے دامن نبوت میں پرورش پائی۔ اُن حضرت سے معالم دین کی تعلیم حاصل کی، ان روایات کے مطابق جو آپ کی معتبر کتابوں میں منقول ہیں آنحضرت نے آپ کو اپنے علم کا ورعہ فرمایا اور صراحت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ علیؑ کی اطاعت میری اطاعت ہے اور ان کی مخالفت میری مخالفت ہے، شہنشاہ مسلمانوں کے مجمع میں آپ کو امارت و خلافت کے عہدے پر منصوب فرمایا اور عام مسلمانوں کو یہاں تک کہ عمر اور اولاد بیکر کو بھی حکم دیا اور ان لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔

لیکن آپ کے چاروں مذاہب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کس بنیاد پر قائم ہوئے ہیں؟ آپ کے ان چار اماموں میں سے کس نے رسول خدا سے ملاقات کی ہے یا کس کے بارے میں آنحضرت کی طرف سے کوئی ہدایت جاری ہوئی ہے تاکہ مسلمان ان کی پیروی کر سکیں؟ ان کی پیروی پر مجبور رہیں؟ جیسا کہ آپ بھی بغیر کسی دلیل کے اپنے اسلاف کے قدم بقدم چلتے ہوئے اُن چار اماموں کی پیروی کر رہے ہیں جبکہ امامت مطلقہ پر ایک دلیل بھی نہیں رکھتے سوا اس کے کہ آپ نے فرمایا وہ فقیہ، عالم، مجتہد، زاہد اور صاحبان تقوٰے تھے تو ہر ایک کے زمانے والوں کو صرف اُن کی زندگی میں اُن علماء کے فتاویٰ پر عمل کرنا چاہیے تھا نہ یہ کہ ہماری دنیا کے مسلمان روز قیامت تک اُن کی اطاعت کے پابند بنا دیے جائیں۔

علاوہ ان باتوں کے اگر رسول اللہ کے صریحی ارشادات کے ساتھ ساتھ یہ صفات بھی ہزاروں گنا زیادہ اُن حضرت کی عزت میں جمع ہو گئی ہوں تو بدرجہ اولیٰ ان حضرات کا اتباع اور پیروی فرض ہے بلکہ نسبت اُن لوگوں کے جن کے بارے میں قطعاً کوئی تقاضا یا فرمان نافذ نہیں ہوا ہے۔ زیادہ مذاہب جن کا رسول کے زمانے میں کوئی نشان نہیں تھا اور آئمہ اربعہ میں سے کوئی ایک بھی اُن حضرت کے عہد میں موجود نہیں تھا ان کے بارے میں اُن حضرت سے کوئی حکم منقول ہے اور ایک صدی کے بعد دنیا میں رونما ہوئے، ایسا و بدہ اور سیاسی ہیں؟ یا وہ مذہب جس کے بانی رسول خدا اور جن کا پیشوا اُن حضرت کے ہاتھوں میں تربیت پایا ہوا تھا؟ اور اسی طرح باقی گیارہ امام جس کے لئے فرما فرمایا میں نے ان کو عدیل قرآن قرار دیا ہے اور حدیث ثعلبی میں صاف ارشاد فرمایا ہے کہ من تمسک بھما فقد تمسک بحی و من تخلف عنھما فقد هلك لہ رجس نے ان دونوں سے تمسک کیا وہ یقیناً نجات یافتہ ہے اور جس نے ان

دونوں سے روگردانی کی وہ یقیناً ہلاک ہوا ۱۲ مترجم) اور حدیث سفینہ میں فرمایا ہے کہ من تخلصت عنہم فقد هلك له یعنی اور جس نے ان سے منہ موڑا پس وہ یقیناً ہلاکت میں گرفتار ہوا ۱۲ مترجم)۔

ابن حجر صواعق باب وجبتہ النبی ﷺ میں آں حضرت سے نقل کرتے ہیں کہ فرمایا قرآن اور میری عزت تمہارے درمیان میری امانت ہیں کہ اگر ان دونوں سے ایک ساتھ تمک اختیار کرو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ پھر ان حجر کہتے ہیں کہ اس قول کی مراد ایک دوسری حدیث ہے جو آں حضرت نے قرآن و عزت کے بارے میں ارشاد فرمائی ہے۔ فلا تقننوا موهما فتہلکوا ولا تقصروا عنہما فتہلکوا ولا تملوا

ہم فاقہما علیہ منکم۔ یعنی قرآن اور میری عزت پر پیش قدمی نہ کرو۔ اور ان کی خدمت میں کوتاہی نہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور میری عزت کو تعلیم نہ دو۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں)۔

اس کے بعد ابن حجر نے تصریح کیا ہے کہ یہ "حدیث شریف" اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آں حضرت کی عزت اور اہل بیت مراتب علیہا ورفاقت دینیہ میں دوسروں پر تقدم کا حق رکھتے ہیں۔ حیرت ہے کہ

اس بات کا یقین رکھتے ہوئے بھی کہ عزت و اہل بیت رسول کو دوسروں پر تقدم ہونا چاہیے بغیر کسی دلیل پرانے کے اصول میں ابو الحسن اشعری کو اور فروع میں ان چاروں فقہاء کو اس خاندان جلیل پر تقدم قرار دیتے ہیں۔ حقیقت

یہ بعض تعصب و عناد اور مذہب کا نتیجہ ہے اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اگر وہ صحیح ہے اور آپ کے پیروں

فقہ امام علم و ورع اور تقویٰ و عدالت کی وجہ سے پیشوا قرار پائے تو ان میں سے ایک نے دوسرے پر فتنہ اور کفر کا فتویٰ کس لئے لگایا ہے؟

حافظ، آپ بہت زیادتی کرتے ہیں کہ جو کچھ آپ کے منہ میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں، یہاں تک کہ ہمارے

فقہاء اور اماموں پر ہمت لگاتے ہیں کہ یہ لوگ ایک دوسرے کی نزدیک و توہین یا تفسیق و تکفیر پر اتر آئے ہیں۔ آپ کا یہ بیان قطعاً گھٹا ہوا جھوٹ ہے۔ اگر ان کے بارے میں کوئی نزدیک یا تنقید کی گئی ہے تو وہ شیعہ

علماء کی طرف سے ہے ورنہ ہمارے علماء کی جانب سے سوا تعظیم و تکریم کے جو ان حضرات کے شایان شان حقہ ایک لفظ بھی نہیں لکھا گیا ہے۔

غیر طلب، معلوم ہوتا ہے کہ جناب عالی کو اپنے علماء کی سبقت و اہل بیت کے مندرجات پر کوئی توجہ نہیں

ہے یا جان بوجھ کر انجان بنتے ہیں یعنی جانتے ہوئے مخالفت و منہ سے رہتے ہیں، اور آپ کے بڑے بڑے

علماء نے ان کی رد میں کتابیں لکھی ہیں یہاں تک کہ خود چاروں اماموں نے ایک دوسرے کو فاسق اور کافر بنایا ہے

لے اسی کتاب کے صفحہ ۹۲-۹۵ میں اس کے اسناد کی طرف اشارہ ہو چکا ہے

حافظ، فرمائیے وہ علماء کون ہیں اور ان کی کتابوں کے اندراجات کیا ہیں؟ اگر آپ کی نظر میں تو یہ بیان کیجئے۔
خیبر طلب: اصحاب ابو حنیفہ اور ابن حزم (علی ابن احمد اندلسی متوفی ۵۰۵ھ) وغیرہ برابر امام مالک اور
 محمد بن ادریس شافعی پر طعن کرتے رہے ہیں اور اسکا طرح اصحاب شافعی جیسے امام الحرمین اور امام غزالی وغیرہ
 ابو حنیفہ اور مالک پر طعن کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ میں جناب عالی سے پوچھتا ہوں کہ فرمائیے امام شافعی،
 ابو حامد محمد بن محمد غزالی اور جارا اللہ زہری کیسے اشخاص ہیں؟
 حافظ: ہمارے بزرگ ترین نقباء علماء میں سے، ثقہ اور اہل سنت والجماعت کے امام ہیں۔

اہل تسنن کے علماء اور اماموں کا ابو حنیفہ کو رو کرنا

خیبر طلب: امام شافعی کہتے ہیں ما ولد فی الاسلام اشام من ابی حنیفہ (یعنی اسلام کے
 اندر کوئی شخص ابو حنیفہ سے زیادہ منحوس پیدا نہیں ہوا) نیز کہہ رہے نظرت فی کتب اصحاب
 ابی حنیفہ فاذا فیہا مائۃ وثلاثون ورقۃ خلافت الکتاب والسنۃ (یعنی میں نے اصحاب
 ابو حنیفہ کی کتابوں میں نظر کی تو ان میں مجھ کو ایک سو تیس دن کی کتاب خدا اور سنت رسول کے خلافت ملے)۔
 ابو حامد غزالی کتاب متحول فی علم الاصول میں کہتے ہیں فاما ابو حنیفہ فقد قلب الشرع
 ظہر البطن وشوش مسلکھا و غیر نظامھا واراد فی جمیع قواعد الشرع یا صلھم
 بلہ شرع محمد المصطفیٰ ومن فعل شیئا من هذا مستحلاً کفر ومن قعله غیر
 مستحل فسق (یعنی درحقیقت ابو حنیفہ نے شریعت کو پلٹ دیا، اس کے راستے کو مشتبہ بنا دیا،
 اس کے نظام کو بدل ڈالا اور قوانین شرع میں سے ہر ایک کو ایک ایسی اصل کے ساتھ جوڑ دیا جس کے
 ذریعے رسول اللہ کی شرع کو برباد کر دیا۔ جو شخص عمداً ایسی حرکت کرے اور اس کو جائز سمجھے وہ کافر
 ہے اور جو شخص ناجائز سمجھتے ہوئے ایسا کرے وہ بدکار ہے) چنانچہ اس بزرگ عالم کے قول کے
 مطابق ابو حنیفہ یا کافر تھے یا فسق۔ اس کے بعد اس باب میں ان کی طعن درد اور تفسیق میں بہت
 سی باتیں لکھی ہیں جن کا بیان میں ترک کرتا ہوں اور جارا اللہ زہری صاحب تفسیر کشاف نے جو آپ کے
 ثقات علماء میں سے ہیں ربیع الاہل میں لکھا ہے قال یوسف بن اسباط مراد ابو حنیفہ علی
 رسول اللہ اربع مائۃ حدیث او اکثر (یعنی یوسف بن اسباط نے کہا ہے کہ ابو حنیفہ
 نے رسول خدا پر چار سو یا اس سے زیادہ حدیثیں روکیں) نیز یوسف کہتا ہے کہ ابو حنیفہ کہتا تھا لو کہ

رسول اللہ ﷺ ملاحظہ یکثیر من قوئی (یعنی اگر رسول اللہ ﷺ کو پاتے تو میرے بہت سے اقوال اختیار کرتے) (یعنی میری باتوں کا پیروی کرتے)۔ اسی طرح کے بکثرت مطاعن ابو حنیفہ اور باقی قیمن اماموں کے بارے میں آپ کے علماء سے منقول ہیں جو غزالی کی کتاب مقولہ شامی کی کتاب نکتہ اشرفیہ زخمیہ کی سیرجہ الاہل اور اس میں جوڑی کی منتظم وغیرہ دیکھنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ امام غزالی مقولہ میں کہتے ہیں ان ابا حنیفۃ الثعمان بن ثابت الکوفی یلعن فی الکلام ولا بصرف اللغۃ والنحو ولا بصرف الاحادیث (یعنی ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوئی کے کلام میں غلطیاں بہت ہیں۔ ان کو لغت و نحو اور احادیث کا علم نہیں تھا) نیز دیکھتے ہیں کہ یہ چونکہ علم حدیث سے (جو قرآن کے بعد دین کا ستون اور بنیاد ہے) واقف نہیں تھے لہذا فقط قیاس پر عمل کرتے تھے، حالانکہ اقل من قاس ابلیس یعنی سب سے پہلے جن نے قیاس پر عمل کیا وہ شیطان تھا چنانچہ جو شخص قیاس پر عمل کرے اُس کا حشر ابلیس کے ساتھ ہوگا۔

اور ابن جوزی منتظم میں کہتے ہیں اتفق الملک علی الطعن فیہ یعنی سارے علماء ابو حنیفہ پر طعن کرتے ہیں متفق ہیں فقیر یہ ملاحظہ فرمائیے کہ جس کے دسے تین قسم کے ہیں۔ ایک گروہ نے ان کو اس لئے مورد طعن قرار دیا ہے کہ یہ اصول فقہاء میں متزلزل تھے۔ دوسری جماعت نے کہا ہے کہ ان کے پاس حافظہ اور ضبط روایات کی قوت نہیں تھی اور تیسری صنف کا اعتراف ہے کہ یہ اپنی رائے اور قیاس سے کام لیتے تھے اور ان کا رائے ہمیشہ صحیح حدیثوں کی مخالفت ہوتی تھی۔

غرضیکہ آپ کے اماموں کے بارے میں آپ ہی کے علماء کی طرف سے اس طرح کی گفتگو اور مطاعن بہت ہیں۔ جن کے بیان کافی احوال و وقت نہیں ہے کیونکہ میں تنہا اور اعتقاد کی منزل میں نہیں تھا۔ آپ نے بات کا سلسلہ یہاں تک پہنچا دیا کہ فرمایا جو مطاعن منقول ہیں وہ صرف علما شیعہ کی طرف سے ہیں اور جو کچھ تہذیب کے دشمنین کہہ دیتے ہیں انہذا میں نے یہ بتا دینا چاہا کہ آپ کا اعراض بے جا ہے اور آپ شخص گریز کا راستہ تلاش کر رہے ہیں نیز مستحق و منطق کے مقابلہ کر رہے ہیں ورنہ اصلیت اس کے خلاف ہے جو کہ یہ کہہ کر ان پر ادا کرنا ہے وہ علم و عقل اور منطق کے مطابق اور تعصب سے خالی ہو رہا ہے علما شیعہ نے آپ کے چاروں اماموں سے سوا ان باتوں کے جو خود آپ کے علماء نے کہی ہیں کوئی نیا چیز منسوب نہیں کی ہے اور نہ ان کی تائید ہی کرتے ہیں۔ لیکن آپ کے علماء کے برہنہ علما شیعہ امامیہ کے درمیان ہمارے بارہ آئمہ کے مقامات مقدمہ کی نسبت کا طرح کا کوئی ایراد یا اعتراض موجود نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہم آئمہ طاہرین سلام اللہ علیہم

اجمعین کو ایک ہی مدرسے کے شاگرد جانتے ہیں جن پر یکساں طور پر فیض خداوندی جاری تھا اور یہ حضرات من اولہم الی آخرہ رحمہم بالعموم قوانین الہیہ کے مطابق جو خاتم النبیین سے ان کو پہنچے تھے عمل فرماتے تھے۔ رائے و قیاس اور ایجاب بندہ پر کار بند نہیں تھے بلکہ جو کچھ ان کے پاس تھا وہ پیغمبر کی طرف سے تھا لہذا بارہ اماموں کے درمیان کوئی اختلاف نہ تھا (جیسے کہ آپ کے چاروں اماموں کے درمیان سارے عقائد و احکام میں اختلافات موجود ہیں) کیونکہ یہ حضرات امام تھے۔ لیکن امام لغوی نہیں جس کے معنی صرف آگے چلنے والے کے ہوں۔

امامت شیعہ کے عقیدے میں ریاست عالیہ الہیہ ہے

بلکہ علم کلام کی اصطلاح میں جیسا کہ محققین علماء نے بیان کیا ہے یہ امامت ریاست عالیہ الہیہ کے معنی میں اور اصول دین میں سے ایک اصل ہے اور ہم بھی اسی عقیدے پر ہیں کہ الامامۃ ہی الریاستۃ العامۃ الالہیۃ خلافتہ عن رسول اللہ فی امور الدین والدنیا بحیث یجب اتباعہ علی کافۃ الامۃ (یعنی امامت سارے خلائق پر ایک عمومی ریاست الہی ہے بطریق خلافت رسول اللہ کی طرف سے امور دین و دنیا میں اس صورت سے کہ اس کی متابعت سارے انسانوں پر واجب ہے) شیخ بہتر تھا کہ آپ قطعاً اور حتمی طور سے یہ نہ فرماتے کہ امامت اصطلاحی اصول دین میں سے ہے کیونکہ بڑے بڑے علمائے اسلام کہتے ہیں کہ امامت اصول دین میں سے نہیں ہے بلکہ مسلمہ فروعات میں سے ہے، جس کو آپ کے علماء نے بغیر دلیل کے اصول دین کا جواز بنا دیا۔

خیر طلب! میرا یہ بیان صرف شیعوں سے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ آپ کے اکابر علماء بھی اسی عقیدے پر ہیں جملہ ان کے آپ کے مشہور مفسر قاضی میثاقی کتاب منہاج الاصول میں سلسلہ بحث اخبار انتہائی صراحت کے ساتھ کہتے ہیں ان الامامۃ من اعظم مسائل اصول الدین الالہیۃ مخالفتہا توجب الکفر والبدعۃ (یعنی قطعاً امامت اصول دین میں سے ہے جس کی مخالفت کفر و بدعت کا سبب ہے) علماء علی تو شیعی شرح تخرید میبحث امامت میں کہتے ہیں وہی ریاست عامۃ فی امور الدین والدنیا خلافتہ عن النبوت۔ (یعنی امامت ایک ریاست عمومی ہے امور دین و دنیا میں بطریق خلافت پیغمبر کی طرف سے) اور قاضی روز بہان جیسے آپ کے انتہائی معتقب عالم نے بھی اسی مفہوم کو نقل کیا ہے کہ امامت ریاست براست اور نیابت و خلافت رسول

ہے اس عبارت کے ساتھ کہ الامامة عند الاشاعرة هي خلافة الرسول في اقامة الدين وحفظ حوزة المعلية بحيث يجب اتباعه على كافة الامة ليعني امامت اشاعرة کے نزدیک رسول اللہ کی خلافت ہے دین کو قائم کرنے اور حلقہ ملت اسلام کی حفاظت کرنے میں، اس طرح سے کہ ساری امت پر اس کا اتباع واجب ہے اگر امامت فروع دین میں سے ہو تو رسول اللہ یہ فرماتے کہ جو شخص بغیر امام کو پہچانے ہوئے مرجائے تو اس کی موت طریقہ جاہلیت پر ہے۔ چنانچہ آپ کے اکابر علامہ جیسے حمیدی نے جمع بین الصیغی میں، اٹا سعد تفتازانی نے شرح عقائد لفظی میں اور دوسروں نے نقل کیا ہے کہ پیغمبر نے فرمایا من مات ولم یعرف امام زمانه منہ مات میتة جاهلیة

بدیہی چیز ہے کہ فروع دین میں سے کسی ایک فرع کی معرفت نہ ہوتا دین کے تزلزل اور طریقہ جاہلیت پر مرتے کا سبب نہیں ہو سکتا جیسا کہ بیضاوی صریحی طور پر کہتے ہیں کہ اہل کی مخالفت کفر و بدعت کا سبب قرار پائے۔ پس ثابت ہے کہ امامت اصول دین میں داخل اور مقام نبوت کا متمم ہے۔ لہذا امامت کے معنی میں بہت بڑا فرق ہے۔ آپ جو اپنے ملا کو امام کہتے ہیں جیسے امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام فخر الدین، امام غزالی وغیرہ تو یہ لغوی معنی کے لحاظ سے ہے۔ ہم بھی امام جمعہ اور امام جماعت رکھتے ہیں، اماموں کی اس نوع کا دامن وسیع ہے اور ممکن ہے کہ ایک وقت میں سینکڑوں امام موجود ہوں، لیکن اُس معنی میں جو میں نے عرض کیا امام ریاست عامہ مسلمین کے عہدے پر ہے۔ یہ ہر زمانے میں صرف ایک ہوتا ہے، ایسا امام کہ اس کو صحیح طور پر سارے صفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ کا حامل، علم و فضل، شجاعت و ہر درجہ اور تقویٰ میں سارے انسانوں کے بہتر اور منزلِ بصمت پر فائز ہونا چاہیے۔ اور کبھی روز قیامت تک زمین ایسے امام کے وجود سے خالی نہ رہے گی۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کا امام جو ان نیت کے تمام صفات عالیہ کا حامل ہو صفات روحانیت کے بلند ترین مقام پر ہوگا۔ اور یقیناً ایسے امام کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا اور رسول اللہ کی طرف سے منصوب ہونا چاہیے نیز کہ یہ سارے صفات تھی کہ انبیائے کرام سے بھی اعلیٰ و ارفع ہوتا ہے۔

حافظ ایک طرف تو آپ غالیوں کی مذمت کرتے ہیں اور دوسری طرف خود ہی امام کے بارے میں غلو کرتے ہیں اور اس کی منزل کو مقام جبروت سے بالاتر سمجھتے ہیں، حالانکہ عقلی دلائل کے علاوہ قرآن مجید نے بھی انبیاء کی منزل کو سب سے بلند قرار دیا ہے اور واجب و ممکن کے درمیان صرف انبیاء ہی کا مقام ہے آپ کا یہ دعویٰ چونکہ بلا دلیل ہے لہذا امر مرزب دوستی اور ناقابل قبول چیز ہے۔

مقام امامت نبوت عامہ سے بالاتر ہے

خیبر طلب : ابھی جناب عالی نے دلیل پڑھی بھی نہیں اور یہ فرما دیا کہ دعویٰ بے دلیل ہے حالانکہ سب سے مضبوط دلیل کتاب حکم آسمانی قرآن مجید ہے جو خلیل خدا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی برگزشتہ بیان کر رہا ہے کہ (جان و مال و فرزند کے) تینوں امتحانوں کے بعد جیسا کہ تفاسیر میں تشریح کے ساتھ درج ہے خدائے تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ اُن حضرت کو مزید بلند ہی غایت فرمائے۔ چونکہ نبوت و رسالت اولوالعزمی اور خلعت کے عہدوں کے بعد جن پر آپ فائز تھے بظاہر کوئی ایسا منصب نہیں تھا جو اُن حضرت کو اور زیادہ رفعت عطا کرے سوا منزل امامت کے جو مقام روحانی مقامات سے بالاتر تھی لہذا سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۱۸ میں رسول اللہ کو خبر دیتا ہے وَاِذَا بَتُلٰى اِبْرٰهِيْمَ رَبِّهٖ بِكَلِمٰتٍ فَاَنْتَبٰهُنَّ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَصَنِّعْ لِّىْ ذُرِّيَّتِيْ قَالَ لَا يَنْتَالُ عَهْدِيْ الظَّالِمِيْنَ (یعنی یاد کیجئے اُس وقت کو جب خدا نے ابراہیم کا چند امور میں امتحان لیا اور انہوں نے سب کو پورا کر دکھایا تو فرمایا میں نے تم کو انسانوں کا امام قرار دیا ابراہیم نے عرض کیا کہ یہ امامت میری اولاد کو کبھی عطا ہوگی؟ تو فرمایا کہ میرا عہد یعنی امامت ظالم لوگوں کو نہیں پہنچے گی یا اس آیت مبارکہ سے مقام امامت کے اثبات میں متعدد نتائج اور فوائد حاصل ہوتے ہیں جو عظیم المرتبت عہدہ امامت کے دلائل میں سے ہیں کہ رتبے اور درجے کے لحاظ سے یہ منصب مقام نبوت سے بلند تر ہے کیونکہ نبوت و رسالت کے بعد حضرت ابراہیم کو خلعت امامت سے سرفراز فرمایا، چنانچہ اسی دلیل سے مقام امامت مقام نبوت سے بالاتر ثابت ہوتا ہے۔

حافظ : پھر تو آپ کے قول کی بنا پر جب کہ علی کرم اللہ وجہہ کو امام جانتے ہیں اُن کی منزل تغیر کی منزل سے بالاتر ہونا چاہیئے۔ اور یہ وہی غلات کا عقیدہ ہے جس کو آپ خود بیان کر چکے ہیں۔

خیبر طلب : مطلب وہ نہیں ہے جو جناب نکالی رہے ہیں کیونکہ آپ کو خود معلوم ہے کہ نبوت خاصہ اور نبوت عامہ کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔ مقام امامت نبوت عامہ سے بالاتر اور نبوت خاصہ سے بہت ہوتا ہے کیونکہ نبوت خاصہ ہی حاقیت کی بزرگ و برتر منزل ہے۔

نواب : قبلہ صاحب معاف فرمائیے گا کہ میں کبھی کبھی گفتگو میں دخل دے دیتا ہوں کیونکہ بعد کو میں بھول جاتا ہوں اس کے علاوہ خدا جلد باز بھی ہوں اس لئے خدا جبارت کر جاتا ہوں۔ یہ فرمائیے کہ انبیاء کے سب کیا خدا کے بھیجے ہوئے نہیں ہیں؟ اور یقیناً رتبے اور منزل میں بھی سب کے سب یکساں ہیں جیسا کہ قرآن مجید

کا حال نیا یا گیا ہے (جو حقیقت انسانیت ہے) اگر علم و عمل سے اس کا تزکیہ ہو جائے تو عالم علوی کے موجودات کی شبیہ بن جاتا ہے جو اس کی خلقت کا اصلی مبداء ہے اور جب مقام اعتدال پر پہنچ جاتا اور مواد طبعی سے پاک ہو جاتا ہے تو عوام علویہ والوں کا شریک ہوتا ہے اور اُس وقت حیوانیت سے بلند ہو کر حقیقی انسانیت کی منزل پر فائز ہوتا ہے۔ ع۔ صورتے در زیر وارداً پنچ در بالا ستے۔ آدمی اس ہیئت جہانی کے علاوہ نفس ناطقہ رکھتا ہے اور وہی نفس موجودات پر برتری کا باعث ہوتا ہے لیکن ایک شرط کے ساتھ اور وہ یہ کہ اپنے نفس کو علم و عمل کی دونوں قوتوں کے ساتھ پاک و پاکیزہ بنائے کیونکہ انسان میں یہ دو موثر عامل پرندوں میں دو بازوؤں کے مانند ہیں جن کے ذریعہ وہ پرواز کرتے ہیں چنانچہ ان کے پروں میں جتنی زیادہ طاقت ہوتی ہے اسکا قدراں کی بالا روی اور بلند پروازی بڑھ جاتی ہے۔

آدمی بھی اپنے علم و عمل پر مبنی ترقی پر فائز ہوتا ہے اسی قدر کمال نفسانی پر فائز ہوتا ہے۔ کیا خوب لکھتے ہیں استاد شریں صفی شیخ سعدی شیرازی سے

طیران مرغ دیدی نور پائے بند ثبوت بدر آئے تابیہ مبنی طیران آدمیت
غریبیک عالم حیرانیت سے نکل کے انسانیت کی بلند منزل پر پہنچنا پورے طور پر کمال نفس سے وابستہ ہے اور جس شخص نے تکمیل نفس کی منزل میں علمی و عملی قوی کو اپنے اندر جمع کر لیا اور ان کے خواص ثلاثہ تک پہنچ گیا تو وہ مقام نبوت کے ادنیٰ مرتبہ کو پا گیا اور جس وقت ایسا آدمی ذات حق تقابلے کی خاص توجہ کا مورد بن جاتا ہے تو خلعت نبوت سے سرفراز کر دیا جاتا ہے۔

البتہ نبوت بھی (جیسا کہ ابواب نبوت میں مکمل اور مفصل ذکر ہو چکا) مختلف مدارج رکھتی ہے۔ یہ مانگ کر نبی اُس مرتبے پر پہنچ جائے جو مذکورہ خصائص کو اپنے ثلاثہ کاسب سے بلند درجہ ہے کہ جس سے قوی تر عالم امکان میں تصور ہی نہ کیا جاسکے اور یہ مرتبہ امکانی مراتب میں سب سے اونچا ہوتا ہے جس کو حکما و عقل اول کہتے ہیں اور جو معلول اول و صادر اول ہے وجود امکانی کے مراتب میں اس سے بالاتر کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ اور یہی وجود ہے اُس خاتم الانبیاء کا جن کا مقام اور منزلت مقام واجب سے پست اور تمام مراتب امکانیہ سے فوق ہے۔ جب اُن حضرت کو **نزل پانچ سو گئے آقا پیکر نبوت مبارک** پر نبوت ختم ہو گئی۔

اور امامت مقام حاکمیت سے ایک درجہ پست اور تمام مراتب نبوت سے بلند ایک منزل ہے اور امیر المؤمنین علی علیہ السلام چونکہ اوج نبوت کے حامل تھے اور خاتم الانبیاء کے ساتھ اتحاد نفسانی بھی رکھتے تھے لہذا خلعت امامت سے آراستہ اور انبیائے سلف پر افضل ہوئے راستے میں مؤذن کی آفات آئی اور مولوی صاحبان غار پر پڑے پڑے گئے۔ واپسی میں چائے وغیرہ کے بعد حافظ صاحب نے

بات شروع کی۔

حافظ: آپ اپنے بیانات میں برابر مطلب کی مشکل اور پیچیدہ تر بناتے جا رہے ہیں۔ ابھی ایک مشکل حل نہیں ہوئی تھی کہ دوسرا اشکال پیدا کر دیا۔

غیر طلب: ہمارے درمیان تو کوئی مشکل اور پیچیدہ امر نہیں ہے۔ بہتر ہوگا کہ جو کچھ آپ کی نگاہ میں مشکل نظر آتا ہے بیان فرمائیے تاکہ اس کا جواب عرض کر دوں۔

حافظ: اپنے اس بیان کے آخر میں آپ نے چند بہت مشکل جملے فرمائے ہیں جن کا حل ناممکن ہے۔ اول یہ کہ علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ مقام نبوت کے حامل تھے۔ دوسرے یہ کہ پیغمبر کے ساتھ اتحاد دفنانی رکھتے تھے۔ تیسرے انبیائے کرام پر افضلیت۔ آپ کے یہ زبانی دعوے صرف آپ کے حکم سے مان لئے جائیں یا ان کے ثبوت میں کوئی دلیل بھی ہے؟ اگر بے دلیل ہیں تو قابل قبول نہیں اور اگر کوئی دلیل ہے تو اس کو بیان فرمائیے۔

غیر طلب: آپ نے میرے بیانات کے متعلق جو یہ فرمایا کہ مشکل اور پیچیدہ ہیں اور ان کا حل کرنا ممکن نہیں تو یقیناً آپ اور آپ کے ایسے اُن حضرات کی نظر میں جو حقائق کو گہری نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہتے یہی صورت ہے لیکن محقق اور منصف علماء کے سامنے حقیقت ظاہر و آشکار ہے۔

اب میں آپ کے ہر ایک اشکال کا جواب پیش کرتا ہوں تاکہ غدر کا راستہ بند ہو جائے اور آپ پر نہ فرمائیے کہ مشکل و پیچیدہ ہیں اور ان کا حل ناممکن ہے۔

حدیث منزلت سے حضرت علیؑ کے لئے مقام نبوت کے اثبات میں دلائل

اولاً اس بات کی دلیل کہ حضرت علیؑ شان نبوت کے حامل تھے۔ حدیث شریف منزلت ہے جو کامل صحت اور ثبوت کے ساتھ ہمارے اور آپ کے طرق سے الفاظ کی مختصر کی بیشی کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے کہ تمام انبیاء نے بار بار اور مختلف جہوں میں کہیں (میرا مومنین علیؑ علیہ السلام سے فرمایا) ان تمکون منی بمنزلۃ ہلرون من موسیٰ الا اشدھ لا بنی لیسدی (یعنی آیاتم خوش نہیں ہو اس پر کہ مجھ سے تمہاری وہی منزلت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی سوا اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا) اور کبھی اُمت سے فرمایا علی منی بمنزلۃ ہلرون من موسیٰ الخ

حافظ: اس حدیث کی صحت ثابت نہیں ہے اور اگر صحیح فرض بھی کر لی جائے تو جو واحد ہے اور

خبر واحد کا کوئی اعتبار نہیں۔

خبر مطلب: یہ جو آپ نے حدیث کی صحت میں شک دار دیکھا ہے تو غالباً کتب اخبار کے مطالعے میں کمی کی وجہ سے ہے یا آپ نے قصہ اغلط کہا ہے اور عقل و منطق کے پابند نہیں بنتا چاہتے ورنہ اس حدیث کی صحت مسلمات میں سے ہے اور اس خبر شریف کے صحیح ہونے سے انکار اور اس کو خبر واحد کہتے جیسا کہ میں عرض کر چکا اسی سبب سے ہو سکتا ہے کہ کتب اخبار پر آپ کی نظر نہیں ہے یا پھر غلط اور غلط مجبور کر رہی ہو حالانکہ جو یہی اُمید کرتا ہوں کہ ہمارے اس جلسے میں کسی ہٹ دھرمی اور غلط کام نہیں لایا جائیگا۔

حدیث منزلت کے اسناد و طرق عامہ سے

میں مجبور ہوں کہ مطلب کا وقت اور حاضرین و غائبین جلسہ کی زیادتی بصیرت کے لئے جس قدر ممکن اس وقت یاد ہے اس حدیث مبارک کے بعض اسناد آپ کی معتبر کتابوں سے پیش کر دوں تاکہ آپ سمجھ لیں کہ یہ خبر واحد نہیں ہے بلکہ آپ کے بڑے بڑے جید علماء جیسے سید طی اور حاکم نیشاپوری وغیرہ نے متعدد طریقوں اور کثیر و متنوع اسناد کے ساتھ اس کو ثابت کیا ہے۔

۱۱۔ ابو عبد اللہ بخاری نے اپنی صحیح بخاری جلد سیم کتاب مغازی باب غزوہ تبوک ص ۱۱۵ اور کتاب البدائع میں بسند مناقب علی علیہ السلام (۲) مسلم بن حجاج نے اپنی صحیح مسلم طبعہ مصر ۱۲۹۰ جلد دوم کتاب فضائل الصحاب باب فضائل علی علیہ السلام ص ۱۳۴ میں (۳) امام احمد بن حنبل نے مسند جلد اول وجہ تسمیہ حسنین ۱۱۸۱/۱۱۸۲ میں اصحابی کتاب کے حاشیہ چہریم ص ۱۱۵ میں (۴) ابو عبد اللہ ابن کثیر نے معانی الصحاب جلد دوم ص ۱۱۵ میں (۵) محمد بن سورۃ ترمذی نے اپنی جامع میں (۶) حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصحاب جلد دوم ص ۱۱۵ میں (۷) ابن جریر مکی نے صواعق محرقہ باب ۱ ص ۳۲ میں (۸) حاکم ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نیشاپوری نے مستدرک جلد سیم ص ۱۱۵ میں (۹) ابوالدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص ۱۱۵ میں (۱۰) ابن عبد ربہ نے عقد الفرید جلد دوم ص ۱۱۵ میں (۱۱) ابن عبد البر نے التیغاب جلد دوم ص ۱۱۵ میں (۱۲) محمد بن سعد کتاب الوافد فی تہذیب طبقات الکبریٰ میں (۱۳) امام فخر الدین رازی نے تفسیر مغازی الغیب میں (۱۴) محمد بن جریر طبری نے اپنی تفسیر اور تاریخ میں (۱۵) سیدہ سون شبنمی نے نور الابرار ص ۱۱۵ میں (۱۶) کمال الدین ابوالسالم محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل ص ۱۱۵ میں (۱۷) میر سید علی بن شہاب الدین ہراتی نے مودۃ القرنی آخر مودۃ ہفتم میں (۱۸) نور الدین علی بن محمد مالکی مکی معروف بہ ابن صباغ نے فصول المہمہ ص ۱۲۵/۱۲۶ میں (۱۹) علی بن ربیع الدین

شافعی تھے سیرۃ الطیبہ جلد دوم ص ۲۷ میں (۲۰) علی بن الحسین مسعودی نے مروج الذهب جلد دوم ص ۱۱۷ میں (۲۱) شیخ سلیمان بن حنفی نے نیا بیع المودۃ باب ۱۱۷ میں اور بالخصوص باب میں اسحاق مدینی بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن مغازی، بخاری، احمد، حموی سے نقل کی ہیں (۲۲) مولیٰ علی متقی نے کنز العمال جلد ششم ص ۱۵۲، ۱۵۳ میں (۲۳) احمد بن علی خطیب نے تاریخ بغداد میں (۲۴) ابن مغازی شافعی نے مناقب میں (۲۵) موفق بن احمد خوارزمی نے مناقب میں (۲۶) ابن اثیر حرزی علی بن محمد نے اسد الغابہ میں (۲۷) ابن کثیر دمشقی نے اپنی تاریخ میں (۲۸) علاء الدولہ احمد بن محمد نے عروۃ الوثقیٰ میں (۲۹) ابن اثیر مبارک بن محمد شیبانی نے جامع الاصول فی احادیث الرسول میں (۳۰) ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں (۳۱) ابوالقاسم حسین بن محمد راعی (اصفہانی) نے محاضرات الادباء جلد دوم ص ۲۱۱ میں اور آپ کے مدرسے محققین اعلام نے اس حدیث شریف کو بالفاظ مختلفہ اصحاب رسول کی ایک بڑی جماعت سے نقل کیا ہے جیسے (۱) خلیفہ عمر بن الخطاب (۲) سعید بن ابی ذؤان (۳) عبداللہ بن عباس (خیر امت) (۴) عبداللہ بن مسعود (۵) جابر بن عبداللہ انصاری (۶) ابوہریرہ (۷) ابوسعید خدری (۸) جابر بن سمرہ (۹) مالک بن حویرث (۱۰) براء بن عازب (۱۱) زید بن ارقم (۱۲) ابورافع (۱۳) عبداللہ بن ابی اوفی (۱۴) ابی سرحیہ (۱۵) خلیفہ بن اسید (۱۶) انس بن مالک (۱۷) ابوہریرہ سلمی (۱۸) ابویوب انصاری (۱۹) سعید بن مسیب (۲۰) حبیب بن ابی ثابت (۲۱) ثرجیل بن سعد (۲۲) ام سلمیٰ زوجہ رسول (۲۳) اسماء بنت عیس (زوجہ ابوبکر) (۲۴) عقیل بن ابی طالب (۲۵) معاویہ بن ابی سفیان اور اصحاب کی ایک اور جماعت جن کے نام گننانے کی نہ وقت میں گنی نش ہے نہ سب حافظے میں ہی محفوظ ہیں۔ خلاصہ یہ کہ سبھی نے حضرت خاتم الانبیاء سے الفاظ کے معتققات و کلمات کے ساتھ مختلف مواقع پر روایت کی ہے کہ فرمایا یا علی انت مہی بمنزلۃ ہرون من موسیٰ الا انت لا بنی بعدی (یعنی یا علی تم مجھ سے بمنزلہ ہارون موسیٰ سے سما اس کے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر ہوگا) آیا آپ کے یہ سارے خاص خاص علامات میں سے ششے نمونہ از خردار سے ہیں جسے چاند نام پیش کے میں اور جنہوں نے اس حدیث مبارک کو مسلسل اسناد کے ساتھ اصحاب رسول کی کثیر جماعت سے نقل کیا ہے آپ کے نزدیک اثبات یقین و تواتر کے لئے کافی نہیں ہیں بلکہ آپ تصدیق کریں گے کہ آپ کو غلط فہمی تھی، یہ خبر واحد نہیں ہے بلکہ متواتر حدیثوں میں ہے۔ چنانچہ خود آپ کے محققین علامہ نے تواتر کا دعویٰ کیا ہے۔ جیسے جلال الدین سیوطی نے رسالہ التواتر فی الاحادیث المتواترہ میں اس حدیث شریف کو متواترات میں سے لکھا ہے، اور ازالتہ الحفا و رقرۃ العینین میں بھی تواتر کی تصدیق کی گئی ہے چونکہ آپ اپنی عادت کی بنا پر اس حدیث

کی محنت سند میں شک و شبہ دار و کر رہے ہیں لہذا بہتر ہوگا کہ اپنے بہت بڑے عالم محمد بن یوسف
 گنجی شافعی کا کتاب کفایت الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب بائ کا مطالعہ فرمائیے جس میں ان حضرت کے
 دیگر فضائل کے ساتھ ساتھ چھ مستند مرثیوں ذکر کرنے کے بعد صفحہ ۱۲۹ میں تصوف فرمایا ہے اور حقائق کو بیان
 کیا ہے۔ اس لئے کہ اگر آپ ہمارے قلم کو تسلیم نہیں کرتے تو اس (غیر متعصب) شافعی عالم کا بیان آپ کے
 اور محبت تمام کرے گا کہتے ہیں۔ **ہذا حدیث متفق علی صحیحہ رواہ الائمتہ الاعلام**
الحفاظ کا بی عبد اللہ البیہارعی فی صحیحہ و مسلم بن حجاج فی صحیحہ و ابی
داؤد فی مسندہ و ابی حلی الترمذی فی جامعہ و ابی عبد الرحمن الثمالی فی سندہ ماہ
ماجہ القندوزی فی سنتہ و انفق الجميع علی صحیحہ حتی ما سرفا لک اجماعاً منهم
قال الحاکم النبشہ البیہارعی ہذا حدیث حسن فی حدیث التواتر یعنی یہ وہ حدیث ہے جس کی
صحیح متفق علیہ ہے ائمہ اعلام و حفاظ نے اس کی روایت کی ہے، جیسے ابو عبد اللہ بخاری نے اپنی صحیح میں
مسلم بن حجاج نے اپنی صحیح میں، ابو داؤد نے سنن میں، ابویعلیٰ ترمذی نے جامع میں ابو الزمری نے سنن
میں، ابن ابی شیبہ نے سنن میں اور ان سب نے اس کی صحیح پر اتفاق کیا ہے یہاں تک کہ اس پر ان کا جھگڑ
ہو گیا ہے۔ اور حاکم نیشاپوری نے کہا ہے کہ یہ وہ حدیث ہے جو تواتر کی حد میں داخل ہو چکی ہے ہمارے خیال
ہے کہ اب کوئی ایسا آدمی اس حدیث شریف کی محنت و تواتر پر مزید دلائل پیش کرنے کی ضرورت باقی نہ ہوگی۔
حافظ، میرے ایمان اور مذہب آدمی نہیں ہوں کہ آپ کے دلائل و براہین کے مقابلے میں جو انتہائی معتبر
ہیں مجاہدے سے کام لوں۔ لیکن ذرا عالم فقیہ ابو الحسن آدمی کی گفتگو پر بھی غور کیجئے جو شکلم اور متبحر علما میں سے
ہیں اور جنہوں نے اس حدیث کو چند دلائل کے ساتھ روکیا ہے۔

خیر طلب: مجھ کو آپ جیسے نکتہ میں اور منہج عالم سے محنت تعجب ہے کہ آپ کے ان سادے اکابر
 عمار کے اقوال نقل کرتے کے بعد جو ب کے سب ثقہ اور آپ کے بیان عام طور پر قابل اطمینان ہیں، آپ
 آدمی کے قول پر تو جو کر رہے ہیں جو ایک شریر و پر عقیدہ اوزناک الصلوٰۃ شیعہ تھا۔
 شیخ انسان اپنا عقیدہ ظاہر کر رہے ہیں آزاد ہے۔ اور اگر کسی شخص نے کوئی عقیدہ ظاہر کیا ہے تو اس پر
 ہر کی تہمت نہ لگانا چاہیے۔ بلکہ آپ جیسے شریف اور مجرب اخلاق انسان کے لئے تو بہت بڑی بات ہے کہ
 منطقی جواب کے بدلے بدکلامی کے ساتھ ایک فقیہ عالم کو متہم کیجئے۔

خیر طلب: آپ کو دھوکا ہوا ہے۔ میں کسی کے لئے بدکلامی نہیں کرتا اور آدمی کے زمانے میں تو میں تھا
 بھی نہیں۔ لیکن اُس کے بڑے عقائد کو آپ ہی کے بڑے بڑے علما نے نقل کیا ہے۔

شیخ ہمارے علم نے کس مقام پر اُن کا بڑی اور فاسد عقیدے کے ساتھ تذکرہ کیا ہے؟

آمدی کی مفصل کیفیت

خیر طلب: ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں لکھا ہے السیف الامدی المتكلم علی بن ابی علی صاحب التصانیف وقد تلقی من دمشق لسوء اعتقاده ومع انه كان ینتوئ الصلوة (یعنی سیف آمدی متکلم علی بن ابی علی جو صاحب تصانیف تھا اُس کو دمشق سے نکال دیا گیا تھا کیونکہ اُس کا اعتقاد خواب تھا اور یہ بھی صحیح ہے کہ یہ تارک الصلوٰۃ تھا) نیز ذہبی نے جو آپ کے بزرگ علماء میں سے ہیں میزان الاعتدال میں اس قبضے کو نقل کیا ہے اور مزید برآں تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ مسلم ہے کہ آمدی اہل بدعت میں سے تھا۔

اگر آپ گہری نظر سے دیکھیں تو سمجھ میں آجائے گا کہ اگر آمدی اہل بدعت اور شریر و بے ایمان نہ ہوتا تو ہرگز اپنی بد باطنی کو اس طرح ظاہر نہ کرتا کہ تمام صحابہ رسولؐ یہاں تک کہ اپنے خلیفہ عمر بن الخطابؓ دیکھ کر حدیث کے راویوں میں سے ایک یہ بھی ہیں اور آپ کے تمام ثقات علماء اسلام کے برخلاف آواز بلند کرے۔ سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ حضرات شیعوں کو تو ملامت کرتے ہیں کہ صحیحین کی حدیثیں کس لئے قبول نہیں کرتے (حالانکہ ایسا نہیں ہے) اگر صحیح الاسناد و حدیثیں ہوں تو آپ کی صحاح کے اندر ہونے کے بعد بھی ہمارے لئے قابل قبول ہیں لیکن جس مسلم حدیث کو بخاری و مسلم اور دوسرے ارباب صحاح نے اپنی صحیحوں میں نقل کیا ہے اس کو آمدی عاقد تار و کرتا ہے اور آپ کے لئے قابل اعتبار بن جاتا ہے اگر آپ کے نزدیک آمدی میں کوئی عیب نہیں تھا تو یہی بات اُس پر طعن کرنے کے لئے کافی تھی کہ اُس نے آپ کی صحیحین کے برخلاف عقیدے کا اظہار کیا بلکہ در حقیقت خلیفہ عمر اور بخاری و مسلم کو جھٹلایا۔

اگر آپ چاہیں کہ اس حدیث مندرجہ کے بارے میں زیادہ جاننے والے کریں، مکمل دلائل اور اپنے بڑے بڑے علماء کی روایتوں سے تمام اسناد کا ملکہ کا مطالعہ کریں، مزید معلومات حاصل کریں اور آمدی جیسے لوگوں پر نفرین کریں تو جلیل القدر کتاب "طبقات الانوار" مؤلفہ عالم باعمل نقاد اخبار و احادیث محقق و متبحر علامہ سید محمد حسین صاحب لکھنوی علیہ السلام کی جلد میں ملاحظہ فرمائیے اور بالخصوص حدیث منزلت والی جلد کی طرف رجوع کیجئے تاکہ آپ کے سامنے یہ حقیقت ظاہر ہو جائے کہ اس بزرگ شیعی عالم نے اس حدیث کے اسناد و مدارک کو کس طرح آپ کے طرق سے جمع کر کے اُن کی تشریح کی ہے۔

حافظ آپ نے فرمایا کہ اس حدیث کے راویوں میں سے ایک علیہ عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔
کیا یہ ہو سکتا ہے کہ اگر آپ کے پیش نظر ہوتا اس کی سند بیان فرمائیے ؟

حدیث منزلت کی سند عمر ابن خطاب کے

خیر طلب، ابو بکر محمد بن جعفری البغری نے اور ابو الیث نضر بن عمر السمرقندی الحنفی نے کتاب مجالس میں، محمد بن عبدالرحمن ذہبی نے ریاض النضر میں، بیرونی علی متقی نے کنز العمال میں، ابن مبارک سبکی نے حضانہ سے نقل کرتے ہوئے فضائل المہرہ ص ۱۲۵ میں، امام الحرم نے ذخائر العقبیٰ میں، شیخ سلیمان بن حنفی نے نیا بیع المودہ میں اور ابن ابی الدیید نے شرح نهج الایمان جلد سوم ص ۱۲۵ میں نقض الثانیہ شیخ ابو جعفر کاف کے منقرض اختلاف الفاظ کے ساتھ ابن عباس (خیر امت) سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک روز عمر ابن خطاب نے کہا اے اللہ کا نام چھوڑو (یعنی اس قدر غلی کا غیبت نہ کرو) اس لئے کہ میں نے پیغمبر سے سنا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا میں میں تین حبیبیتیں ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی چھوڑ دو (یعنی غری حاصل ہوتی تو میرے لئے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہوتی جس پر آفتاب چمکتا ہے، پھر کہا کشتہ انا والیوبکر والیوعبیدۃ والیالفرج ونضر من اصحاب رسول اللہ وهو متکفی علی بن ابی طالب حتی یجوب بیدۃ منکبہ ثم قال انت بیا علی اقل المومنین ایمانا واولہم اسلا ما ثم قال انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ وکذب علی من زعم انہ یحبنی ویبغضک (یعنی میں، ابوبکر، ابوعبیدہ جراح اور چذا اصحاب رسول حاضر تھے، رسول اللہ علی ابن ابی طالب پر نیکی کے ہوئے تھے یہاں تک کہ علی کے شانہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا تم ایمان کی حیثیت سے تمام مومنین سے اول ہو اور اسلام کی حیثیت سے تمام مسلمانوں کے آگے ہو، پھر فرمایا علی تم مجھ سے وہی منزلت رکھتے ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی اور چھوٹا مذہب ہے مجھ پر جو یہ کہتا ہے کہ مجھ کو دوست رکھنا ہے وہ تم سے دشمنی رکھتا ہو) کیا آپ کے مذہب میں علیؑ کو قرآن حکم رکھتا ہے؟ اگر جابر نہیں ہے تو پھر کس لئے آدمی جیسے آدمی کی فضول بات پر عقیدہ اور ترمیم رکھتے ہیں؟

سنی مذہب میں خبر واحد کا حکم

ابھی آپ کے اب اور مجھے کا جواب باقی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ یہ حدیث خبر واحد ہے

تفسیر اور کلام کے علوم زیادہ تر آپ ہی کے علماء کی کتب و تالیفات سے حاصل کرتے ہیں، پھر کچھ کتبوں کو دست پناہ اور کپڑے سے کسی طرح اٹائی گئے، البتہ آپ کی منقولہ احادیث کے معنی راوی صحیح ہیں اور ان کے اقوال قابل اختیار نہیں جیسے انس، البربر، اور سرور وغیرہ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ آپ کے بعض علماء بھی مثلاً ابو حنیفہ وغیرہ ان لوگوں کو مرد و مجتہد ہیں، ہم بھی اس طرح کے راویوں سے منسوب حدیثوں کو مرد و ناقابل قبول جانتے ہیں۔

دوسرے آپ کے عقیدین علماء کی معتبر کتابیں ہمارے سامنے رہتی ہیں اور بالخصوص میں نے کچھ چیزیں اور ائمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی حدیث میں زیادہ تر علمائے اہل سنت ہی کی معتبر کتابوں کا مطالعہ اور ان سے اخذ سند کیا ہے۔

میرے ذاتی کتب خانے میں آپ کے بڑے بڑے علماء کی تفاسیر، کتب اخبار اور معتبر تصانیخ کی تقریباً دو سو حدیثیں ملتی اور مطبوعہ موجود ہیں جن سے میں استفادہ کرتا رہتا ہوں۔

اب یہ ضرور ہے کہ علی طور پر ہم ایک مبصر حضرات کی حیثیت رکھتے ہیں کہ ان میں سے کمرے کھولنے کو چاہتے ہیں اور فخر الدین راوی جیسے حضرات کے شبہات و شکالات اور ابن حجر و روز بہان، آمدی اور ابن تیمیہ جیسے افراد کے مناقطوں سے دھوکا نہ کھائیں اور ان کی غلط کاریوں کا اثر قبول نہ کریں۔

آپ یقین کیجئے کہ جبکہ ائمہ معصومین، اہل بیت رسالت اور وصال رسول اللہ کے مقامات مقدسہ کا یقین اور درجات معرفت کی تکمیل زیادہ تر آپ ہی کے علماء کی معتبر کتابوں کا مطالعہ کرنے سے ہوتی ہے۔

حافظ ہم مطلب سے دوسرا پڑھے یہ فرمائیے کہ آپ کے مقصد پر اس حدیث منزلت کی دلالت کسی صورت سے ہے اور اس بات کا ثبوت کہاں سے ملتا ہے کہ علی کم اللہ وجہ شان نبوت کے حامل تھے؟

خیر طلب! اس حدیث ضعیف سے جو آثار کے ساتھ ہم تک پہنچی ہے اس میں کوئی شک کے لئے تین خصوصیتیں ثابت ہوتی ہیں ایک تو مقام نبوت ہے جو معنوی اور باطنی حیثیت سے حضرت کو حاصل تھا۔ دوسرے رسول اللہ کے بعد اس حضرات کی خلافت و وزارت کا منصب اور تیسرے ساری امت اور صحابہ وغیرہ پر ان حضرات کی افضلیت اس لئے کہ رسول خدا نے حضرت علیؑ کو بنیاد اور ان بیان فرمایا اور حضرت یاروں منزل نبوت اور حضرات رسول کا خلافت پر فائز اور تمام بچے اسرائیل سے افضل تھے۔

نواب! قبلہ صاحب معارف فرمائیے گا کیا حضرت مرثیہ کے بھائی حضرت یاروں بن تھے؟

خیر طلب! ان مقام نبوت پر فائز تھے۔

نواب! تعجب سے یہ ماننے اب تک نہیں سنا تھا۔ کیا قرآن میں بھی کوئی آیت ایسی ہے جو اس

مطلب کی شام ہو؟

خیر مطلب، ان کئی ایام میں خدا نے تعالے نے اُن جناب کی نبوت کی تصریح فرمائی ہے۔

نواب، ممکن ہو تو ہمارے معلومات میں اضافے کے لئے اُن کتبوں کی تلاوت فرما دیجئے تاکہ ہم بھی مستفید ہوں۔

خیر مطلب، سورہ نمائ آیت ۱۱ میں ارشاد ہے انا اوحینا ایلک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ و اوحینا الی ابراہیم واسمعیل واسحق و یعقوب والاسباط و عیسیٰ و یونس و ہرون و سلیمان و اتینا داؤد ذبوراً یعنی یقیناً ہم نے تمہاری طرف وحی کی جس طرح نوح اور ان کے بعد طے انبیاء کی طرف وحی کی اور ابراہیم، اسمعیل، اسحق، یعقوب، اسباط، عیسیٰ، یونس، ہارون اور سلیمان کی طرف وحی بھی اور داؤد کو زبور عطا کیا اور سورہ ۱۹ (مریم) آیت ۵۲ میں فرماتا ہے۔ واذکر فی الکتاب مویٰ انہ مخلصاً وکان رسولاً نبیا ونا دینا من جانب الطور الایمن وقرینا کنجیا ووحینا من رحمۃ احابہ ہرون ذنبیا یعنی اور یاد کرو کہ کتاب میں مویٰ کو یقیناً وہ خالص کئے ہوئے پیغمبر اور نبی تھے اور ہم نے اُن کو طور امین کی جانب سے ندا دی اور اُن کو ہم ازبنا کے نزدیک کیا اور اُن کو اپنی رحمت سے ہارون سا بھائی عطا کیا جو نبی تھے۔

حافظ، پھر تو آپ کے استماع سے اور استدلال کی رو سے محمدؐ و علیؑ دونوں پیغمبر اور خلق پر مبعوث تھے۔

خیر مطلب، جس قسم کی تقریر آپ نے فرمائی ہے میں نے یہ نہیں کہا البتہ آپ خود جانتے ہیں کہ انبیاء کی تعداد و شمار میں بہت اختلاف ہے۔ ایک لاکھ بیس ہزار تک اور اس سے زیادہ بھی لکھا ہے لیکن وہ سب اپنے اپنے زمانے کے مقتضائے ایک ایک گروہ کی صورت میں کسی صاحب کتب و احکام پیغمبر کے تابع تھے جن میں سے پانچ نفر اولو العزم تھے، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ جن کی منزل سب سے بالاتر تھی اور یہی مقام خاتمیت ہے۔

منازل ہارونی کا اثبات حضرت علیؑ کے لئے

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

جناب ہارون ان پیغمبروں میں سے تھے جو امر نبوت میں مستقل نہیں تھے بلکہ اپنے بھائی حضرت موسیٰ کی شرکت کے پابند تھے۔ حضرت علیؑ بھی نبوت کی بلندی پر پہنچے ہوئے تھے لیکن مستقل طور پر نبی نہیں تھے، بلکہ شریعت خاتم الانبیاء کے پابند تھے۔

اس حدیث شریف میں رسول کا مقصد اور غرض امت کو یہ سمجھانا ہے کہ جس طرح ہارون نبوت کی منزل پر

ناتر تھے لیکن حضرت موسیٰ جیسے ایک اور العزم پیغمبر کے تابع تھے حضرت علیؑ بھی اوج نبوت کے حامل اور تمام منصب
امامت کے ساتھ خاتم الانبیاء کی شریعت ہائیت کے مطیع تھے اور یہ چیز انہی جگہ پر ان حضرت کا ایک اہم خصوصیت ہے۔
ابن ابی الحدید شرح فتح البیہا میں یہ حدیث نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس حدیث کے ساتھ
اپنی زبان مبارک سے علیؑ ابن ابی طالب کے لئے ان سارے منازل و مراتب کو ثابت کر دیا جو ہارون کو حضرت
موسىٰ سے حاصل تھے۔ اگر حضرت محمدؐ خاتم الانبیاء رہتے تو یقیناً آپؐ ان حضرت کے امر پیغمبری میں بھی شریک
ہوتے، چنانچہ جملہ امتدادی بعدی سے ظاہر فرما دے کہ اگر میرے بعد نبوت کا سلسلہ قائم رہتا تو
علیؑ اس عہدے پر فائز ہوتے۔ لہذا نبوت کو مستثنیٰ کر دیا اور مراتب ہارونی میں سے نبوت کے علاوہ جو کچھ ہے وہ
ان حضرت میں ثابت ہے، اسی طرح کعب بن لؤح شافعی نے مطالب السنن و الاثر کے شروع میں منزلت ہارونی کے
بیان میں چند ارکان کے انکشاف اور توضیحات کے بعد تبصرہ کیا ہے اور کہتے ہیں فتخیم من منزلت ہارون
من مومنانہ کان احبہ و وزیرہ و عضدہ و شریکہ فی النبوة و خلیفہ علی قومه
عند سفرہ و قد جعل رسول اللہ علیا منہ بھذہ المنزلة و اثباتہا لہ الا للنبوة
فانہ استثنایا فی اخر الحدیث بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی فیقی ماعدا
النبوة المستثناة ثابجا لعلی من کوفہ احبہ و وزیرہ و عضدہ و خلیفہ علی اہلہ عند
سفرہ الا یتولک و ہذا من المعارج الشراف و المداہج الا زکات فقد دل الحدیث
بمنطوقہ و مفہومہ علی ثبوت ہذا المزمیۃ العلییۃ لعلیؑ و ہو حدیث متفق
علیٰ معہ (یعنی بیانات کا خلاصہ یہ ہے کہ موسیٰ سے ہارون کی منزلت یہ تھی کہ ان کے بنی زبیر، توت بازو
شریک نبوت اور ان کا قوم پیغمبر کے وقت ان کے خلیفہ تھے پس رسول اللہؐ نے بھی حدیث شریف میں علیؑ کو
مقام و منزلت ہارون کا مالک قرار دیا سو نبوت کے جن کو آخر حدیث میں اپنے قول انہ لا نبی بعدی
سے مستثنیٰ فرما دیا۔ لہذا آپ کے لئے نبوت کے علاوہ ہر بات ثابت ہے جیسے ان حضرت کا بھائی
وزیر، توت بازو اور غریبوں کا قوم پر ان حضرت کا خلیفہ ہونا اور یہ خصوصیت آپ کے بلند مراتب اور اعلیٰ
مدارج میں سے ہے۔ پس یہ حدیث اپنے معنوں اور مفہوم کے لحاظ سے حضرت علیؑ کے لئے اس بزرگ
فقیہیت کے ثبوت پر دلالت کرتی ہے اور یہ وہ حدیث ہے جس کی صحت پر سب کو اتفاق اور یہی بیان
نصیر المہر صلی بن مہاجر کا بھی ہے نیز آپ کے اور بڑے بڑے علما نے بھی اس کو لکھا اور اس
حقیقت کا تصدیق کیا ہے جن میں سے ہر ایک کے نام اور عقیدے کا ذکر کرنارات کے اس تنگ وقت میں بہت
مشکل ہے۔

حافظ! میرا خیال ہے کہ یہ استثنائے عدم نبوت کا ہے نہ کہ اصل نبوت کا۔

خیر طلب! آپ نے بہت بڑے لطف کی بات کی کہ اپنے اسلاف کی پیروی کرتے ہوئے یہ ایراد وارو کیا اورتے کھٹے ہوئے مطلب کا انکار کیا حالانکہ آپ کو شافعی کے بیان پر توجہ کرنا چاہیے تھا جس کو میں نے ابھی پیش کیا کہ کہتے ہیں فقہی ماعد النبوة المستثناة ثابتاً لعلمی اور یہ بیان غرض ہے اس بارے میں کہ حدیث شریف میں مستثنائے نبوت ہے نہ کہ عدم نبوت۔ دوسرے اُن کے اس قول میں کہ فائدہ استثناء ہا فی اخر الحدیث بقولہ انہ لا ینبی بعدی میں استثناء کی ضمیر منصوب نبوت کی طرف پھرتی ہے اس طرح کی عبارتیں آپ کے علماء کی کتابوں میں بہت ہیں جو سب نبوت کے استثناء پر دلالت کرتی ہیں نہ کہ عدم نبوت پر اور جو لوگ عدم نبوت کے قائل ہوئے ہیں اُن کے پیش نظر سوا عدا و ہٹ و صرعی اور تعصب کے کچھ نہیں تھا نستجیر باللہ من التعصب فی الدین (یعنی ہم دین کے معاملے میں تعصب سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں مترجم)۔

حافظ! میرا خیال ہے کہ آپ کا یہ دعویٰ کہ اگر ہمارے پیغمبر خاتم الانبیاء نہ ہوتے اور نبوت کا سلسلہ آگے بڑھتا تو علی اس منصب پر فائز ہوتے، آپ ہی کی ذات سے مخصوص ہے ورنہ کسی اور نے ایسی بات نہیں کہی ہے۔

خیر طلب! یہ دعویٰ فقط میرے اور علمائے شیعہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ آپ کے بڑے بڑے علماء بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں۔

حافظ! ہمارے علماء میں سے کس نے ایسا دعویٰ کیا ہے؟ اگر پیش نظر ہو تو بیان فرمائیے۔

خیر طلب! آپ کے بزرگ علماء اور محدثین و ثوق علمائے رجال میں سے ایک ملا علی بن سلطان محمد ہروی قاری ہیں کہ جب ان کی خبر وفات مصر میں پہنچی ہے تو علمائے مصر نے چار ہزار سے زیادہ مجمع کے ساتھ ان کے لئے نماز غیبت پڑھی ہے یہ بکثرت تعینات و تالیفات کے مالک ہیں۔ چنانچہ مرقاة شرح مشکوٰۃ میں حدیث منزلت کی شرح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قبیلہ ایما عالی استہ لوکان بعدہ ضعیفاً لکان علیا یعنی اس حدیث میں اشارہ ہے اس طرف کہ اگر خاتم الانبیاء کے بعد کوئی اور نبی ہوتا تو وہ علیؑ ہوتے۔

اور آپ کے جن علمائے بزرگ نے اس مقصد کا اقرار کیا ہے اُن میں سے علامہ شمیر جلال الدین سیوطی نے کتاب بغیۃ الوعای فی طبقات الحفاظ کے آخر میں جابر بن عبد اللہ انصاری تک راویوں کا سلسلہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے امیر المومنینؑ سے فرمایا کہ اہل انصاری ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا ینبی بعدی و لوکان لکننتہ خلاصہ یہ کہ اگر میرے بعد کوئی پیغمبر ہوتا

ترا سے علی وقتم ہوتے۔

نیز میر سید علی ہوائی نقیر شافعی نے مودۃ القریٰ ششم "مودۃ القریٰ" کی حدیث دوم میں انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ پیغمبر سے فرمایا ان الله اصطفا علی الانبیاء ما اختارتنی واختارتنی وصیاً وخیرہ ابن علی وصی لیشد عصدی کما لیشد عصمہ موسیٰ باجیلہ ہارون وھو خلیفہ و وزیر و لو کان بعدی نبیا لکان علی نبیا دلکن لا نبوۃ بعدی (یعنی درحقیقت خدا نے مجھ کو سب سے انبیاء پر برگزیدہ کیا پس مجھ کو منتخب کیا اور میرے لئے ایک وصی اختیار کیا اور میرے ابن عم (علی) میرے خلیفہ اور وزیر ہیں اور اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو یقیناً علی نبی ہوتے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

پس ان مختصر دلائل کے ساتھ ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ کے لئے نبوت کا قول صرف ہماری ہی طرف سے نہیں ہے۔ بلکہ خود رسول خدا سے منقول ہے جیسا کہ خود آپ کے علاوہ خدیجہ بھی تقدیر حق کی سب سے کہ ان حضرت کے ارشاد کا بنا پر حضرت علیؑ علیہ السلام مقام نبوت پر پہنچے ہوئے تھے، اور یہ کوئی پیچیدہ اور مشکل امر بھی نہیں تھا جس سے آپ کو تعجب ہوا اور جو ممکنہ مراتب و منازل ہارونی سے استثنائے متصل کے ساتھ نبوت مستثنیٰ ہوگی لہذا جیسا کہ میں ذکر کر چکا ہوں آپ ہی کے علاوہ کاشادت کی بنا پر اس کے علاوہ ہر منصب علیؑ کے لئے باقی اور ثابت رہتا ہے جن میں سب سے بلند منزل خلافت اور انصافیت ہے۔ کیونکہ خلافت ہارون کے لئے قرآن مجید صراحت کر رہا ہے۔ سورۃ (اعراف) آیت ۱۳۱ میں ارشاد ہے وقال موسیٰ لا حیۃ ہارون اخلقی فی قومی ما صلح ولا تقمع سبیل المفسدین (یعنی موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میری قوم میں میرے خلیفہ اور جانشین نہ ہو، ایک راستے کی ہدایت کرو اور فساد و بربادی کو نہ اٹھ کر پیچھے ہٹو)۔ حافظ، باوجودیکہ گذشتہ آیات میں آپ بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ہارون اپنے بھائی حضرت موسیٰ کے ساتھ امر نبوت میں شریک تھے، ابھر کوئی کوئی کو خلیفہ قرار دے دیا حالانکہ یہ مسلم ہے کہ کسی انسان کے شریک کا منزل اس سے بلند ہے کہ اس کا خلیفہ اور جانشین بنے اور اگر شریک کو خلیفہ قرار دے دیں تو گویا اس کے مقام اور مرتبے سے گرا کر ایک مقام اور منزلت سے بالاتر ہے۔

خیر طلب! آپ حضرات میں سے کچھ لوگ بغیر خود کو ان کے اس منصب میں مبتلا ہو گئے ہیں، حالانکہ اگر آپ حقوڑا سا طور فرمایا کرتے تو میرے جواب کا مفردت ہی نہ رہتی۔ آپ خود جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کی نبوت اصالتاً اور حضرت ہارون کی نبوت ان کا تابع مقلی گویا کہ یہ ان حضرت کے خلیفہ تھے، اس طرح کے ساتھ ساتھ کہ حضرت ہارون امر تبلیغ میں اپنے برادر بزرگوار حضرت موسیٰ کے شریک کار بھی تھے۔ چنانچہ خود حضرت موسیٰ کے سوال سے ظاہر ہے جیسا کہ سورہ ۲۰ (طہ) میں آیت ۲۵ سے لے کر آیت ۳۴ تک

آپ کا قول نقل کیا گیا ہے قال رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدہ من لسانی ۱۵۷
قولی واجعل لی وزیراً من اهلئ ہل ہل وون اخی اشد دبلہ اشراری واشکرک فی امری (یعنی پروردگار
میرے لئے میرے سینے کو کٹا دے کہ وہ کر دے میرے لئے میرے کام کو آسان بنادے (جو تبلیغ رسالت
ہے) میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ میری بات کو لوگ سمجھیں اور میرے اہل میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا
وزیر قرار دے) اُن کے ذریعے میری پشت کو مضبوط کر اور اُن کو میرے امر (تبلیغ رسالت) میں میرا شریک
بنادے) اسی طرح حضرت علی علیہ السلام ہیں وہ یکتا جو انمرو تھے جو مقام نبوت خاصہ کے علاوہ تمام مراحل کاملہ
اور صفات مخصوصہ میں رسول اکرم کے ساتھ شریک تھے۔

حافظ: میرا تعجب برابر بڑھتا جا رہا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ آپ علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں ایسا
غلو کرتے ہیں کہ صاحبان عقل کی عقلیں دنگ اور حیران ہو جاتی ہیں، منجملہ اُن کے یہی جملے ہیں جو ابھی آپ نے بیان کئے
کہ علی کرم اللہ وجہہ پیغمبر کے تمام صفات و فضائل کے حامل تھے۔

خیر طلب: اول تو اس طرح کی باتیں غلو نہیں ہیں بلکہ عین واقع اور حقیقت ہیں کیونکہ پیغمبر کا جانشین فاعلہ عقلی
کے رو سے تمام صفات میں پیغمبر کا نمونہ اور شبیہ ہونا چاہیئے۔ دوسرے اس معاملے میں تنہا ہم ہی اس حقیقت
کے مدعی نہیں ہیں بلکہ خود آپ کے بڑے بڑے علماء نے اپنی معجز کتابوں میں اس عقیدے کا اقرار کیا ہے۔

علی تمام صفات میں پیغمبر کے شریک و مماثل تھے

چنانچہ امام ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اور عالم فاضل سید احمد شہاب الدین نے جو آپ کے بزرگ علماء
میں سے ہیں کتاب توفیح الدلائل علی ترجیح الفضائل میں تشریح کے ساتھ اس مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ
عبارت کہتے ہیں ولا یخفی ان مولانا امیر المومنین قد شایہ البتہ فی کثیرہ من احوالہ
الحصائل الرضیة والفعال الزکیة وعاداتہ وعباداتہ واحوالہ العلیة
وقدم ذلک لہ باخبار الصحیحۃ ولا شواہد مصریحۃ ولا یحتاج الی اقامۃ
الدلیل والیرہان ولا یفتقر الی ایضاح حجة و بیان وقد عد بعض العلماء بعض
الحصائل لا امیر المومنین علی التی ہو فیہا نظیر سیدنا البتہ الامی (یعنی پرشیدہ اور مخفی نہیں
ہے یہ مطلب کہ ہمارے مولانا امیر المومنین علیہ السلام) بہت سے بلکہ زیادہ تراجمی خصلتوں، پاکیزہ، افعال، عادات
عبادت اور اعلیٰ حالات میں رسول اللہ سے مشابہت رکھتے ہیں، یہ بات اخبار صحیحہ اور سنن صریحہ کے ذریعہ پائیدار

کو پہنچی ہوئی ہے، اس کے لئے الگ سے کوئی دلیل و برہان قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ تو وضع حجت اور بیان کی احتیاج ہے۔ بعض علماء نے امیر المؤمنینؑ کے اُن حضائل میں سے چند کو شمار کیا ہے جن میں آپؐ پیغمبرِ خاتم کی تظہیر ہیں۔

مخبر اُن کے اصل و نسب میں ایک دوسرے کی تظہیر ہیں۔ و نظیره فی الطہارۃ بدلیل قولہ تعالیٰ انما یرید اللہ لیتہ ھاب عنکم الذرجی اھل البیت و یطہرکم تطہیرا یعنی آیہ تطہیر کی دلیل سے اُن علیہ السلام میں پیغمبر کی تظہیر ہیں و چونکہ تین اہل بیت علیہم السلام، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کے لئے نازل ہوئے ہیں۔

و نظیره فی آیۃ صلا الامۃ بدلیل قولہ تعالیٰ انما ولیکم اللہ و رسولہ و الذین امنوا الذین یقتنون العسلۃ و یؤتون الزکوۃ و ھم ذاکھون اور آیت مذکورہ میں ولایت اُمت کی حیثیت سے بدلیں انما ولیکم اللہ الہ اُن حضرت کی تظہیر ہیں و جو باتفاق و یقین حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئے ہیں جیسا کہ اس کتاب میں تفصیل سے اس کا ذکر آیا ہے۔

و نظیره فی الاداء و التبلیغ بدلیل الوحی الواسع علیہ یوم اھطاع سورۃ برأت لقیمہ فنزل جبریل علی قال لا یؤدیہا الا انت او من ہو مملک فاستعاذھا منہ فادھا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الموسم یعنی ادا کرنے رسالت اور تبلیغ دین میں سورہ برأت کے موسم و اوقات الامام نبی پر نزول کی دلیل سے اُن حضرت کی تظہیر ہیں کہ چونکہ اُن حضرت نے سورہ برأت کی آیتیں البکیر کو دیں کہ انکو لے جائیں اور موسم حج میں اہل مکہ کے سامنے تلاوت کریں، جیسا کہ اس کتاب میں درج ہے، کہ جبریل نازل ہوئے اور عرض کیا کہ رسالت کی تبلیغ کوئی شخص نہیں کر سکتا سوا آپ کے یا اُس شخص کے جو آپ ہی سے ہو، چنانچہ اُن حضرت نے آیات سورہ برأت کو البکیر سے لے کر بحکم الہی علیؑ کے سپرد کیا اور آپ نے موسم حج میں اُن کی تبلیغ کی۔

و نظیره فی کونہ مولی الامۃ بدلیل قولہ (صلی اللہ علیہ و آلہ) من کنت معہ فھذا معی مولای۔ اور ولایت اُمت پر اُن کے اُن حضرات کی تظہیر ہیں بدلیں ارشاد رسولؐ لغیرہم خم میں جیسا کہ اس کتاب میں تفصیل سے ذکر موجود ہے، کہ میں جس شخص کے امور میں اولی بہ ثقت ہوں پس یہ علیؑ بھی اس کے امور میں اولی بہ ثقت ہیں۔

و نظیره فی معاشقہ نفسیہما و ان نفسہ قامت مقام نفسہ و ان اللہ تعالیٰ اجری نفس علی علیؑ مھجری نفس الہی صلی اللہ علیہ وسلم فقال "ومن حاجت فیہ من بعد ما جاءک

من العلم فقل تعالوا سندع ابناؤنا وایماءکم وبنساؤنا ونساءکم وانفساؤنا وانفسکم اور اتحاد نفسانی میں اُن حضرت کی نظیر ہیں کیونکہ علی کا نفس رسول کے نفس کا قائم مقام ہے چنانچہ خدا نے تعالیٰ نے یہ مقابلہ میں رہا اتفاق فریقین جیسے کہ اس کتاب میں تشریح سے ذکر ہوا ہے) علی کو بمنزلہ نفس آنحضرت قرار دیا ہے۔ ونظیرہ فی فتح بایہ فی المسجد کفتح باب رسول اللہ وجواز دخول المسجد جنبا بحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السواء اور مسجد کے اندر آپ کا دروازہ باب رسول کے مانند کھلا رہنے میں دیکھو کہ پیغمبر کے حکم سے سوا خانہ پیغمبر و علی کے تمام گھروں کے دروازے جو مسجد میں کھلتے تھے بند کر دیے گئے تھے اور حالت جنابت میں مانند رسول مسجد کے اندر داخل ہونے کی اجازت میں اُن حضرت کی نظیر ہیں۔

برادران اہل سنت میں ایک بہہ پیدا ہوا میں نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ تو ان کی طرف سے جواب ملا۔
جواب: اتفاق سے اسی گزشتہ جمعہ کو ہم مسجد میں نماز پڑھنے گئے تو جناب حافظ صاحب نے خطبے میں بعض احادیث کو نقل کرتے ہوئے یہ مسجد کا دروازہ کھلا رکھنے کی فضیلت تبلیغ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے مخصوص بتائی، اس وقت جب آپ نے فرمایا کہ یہ علی کرم اللہ وجہہ کی خصوصیت ہے تو حاضرین کو حیرت ہو گئی اور ہماری یہ باتیں اسی فیض کے سلسلے میں تھیں۔ التماس ہے کہ یہ معاملہ فرمائیے۔

خیر طلب: (حافظ صاحب کی طرف رخ کر کے) کیا آپ نے ایسی کوئی تقریر فرمائی ہے؟
 حافظ: ہاں چونکہ ہمارا صحیح حدیثوں میں ثقہ اور پچھے صحابی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تمام دروازے جو مسجد میں کھلے ہوئے تھے بند کر دیے جائیں سوا در خانہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جن کے متعلق فرمایا کہ ابوبکر مجھ سے اور میں ابوبکر سے ہوں۔

خیر طلب: یقیناً آپ کی نظر سے گزر چکا ہو گا کہ نبی امیر نے اس بات کی سعی بلیغ کی تھی کہ ہر اُس فضیلت کے مقابلے میں جو مولا امیر المومنین علیہ السلام کے لئے مخصوص ہو خفیہ کام کرنے والوں اور معاویہ کے دسترخوان کی کا سہ لپی کرنے والوں جیسے ابو ہریرہ، مغیرہ اور عمرو بن عاص وغیرہ کے ذریعہ ایک حدیث کھڑا لیں، اور اُن کا یہ عمل برابر جاری تھا، ابوبکر کے ہاتھ میں اس بات کی حجت اور رابطہ کی وجہ سے جو حلیقہ ابوبکر سے رکھتے تھے اُن احادیث کو تقویت پہنچائی چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نفع البلاغہ جلد اول میں اور حاضریت کے ساتھ جلد سوم ۱۸ میں ان واقعات کو تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے اور کہتے ہیں کہ من جملہ موضوع احادیث کے سوا اباب ابوبکر کے دوسرے دروازوں کا بند کرنا بھی ہے بدیہی بات ہے کہ اس موضوع حدیث کے مقابلے میں بکثرت صحیح حدیثیں موجود ہیں جو شیعوں کی اُن معتبر کتابوں کے علاوہ ہیں جن میں

یہ حدیث نواز اور اجماع کے ساتھ ہے، خود آپ کے اکابر علماء کی معتبر کتب صحاح میں اس قید کے ساتھ کہ یہ صحیح حدیثوں میں سے ہے، نقل کیا گیا ہے کہ لوگوں کے گھروں کے تمام دروازے جو مسجد میں کھلتے تھے رسول اللہ نے بند کر دیا دیتے تھے سوا خانہ علی علیہ السلام کے۔

نواب وچوہدری واقعہ معرض اختلاف میں پڑ گیا ہے۔ جناب حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ خضائع ابوبکر رضی اللہ عنہ میں ہے اور جناب علی فرماتے ہیں کہ خضائع مولانا علی کرم اللہ وجہہ میں سے ہے، لہذا ممکن ہو تو ہماری کتابوں سے بعض اسناد کی طرف اشارہ فرمائیے تاکہ میں نے واسطے حافظ صاحب کے اس واسطے مطابقت کر کے بہتر کا انتخاب کر لیں۔

حکم رسولؐ سے مسجد میں تمام گھروں کے دروازے بند کر دئے گئے سوا خانہ علیؑ کے دروازے کے

خیر طلب : احمد ابن حنبل نے مستند جلد اول ص ۱۵۱، جلد دوم ص ۱۵۱ اور جلد چہارم ص ۲۹۹ میں، امام ابو عبد الرحمن نسائی نے سنن میں اور خضائع العلوی ص ۱۲۱ میں، حکم نیشاپوری نے مستندک جلد سیم ص ۱۱۹ میں اور سیوطی نے تذکرہ ص ۱۵۱ میں معقل بیانات کے ساتھ اس حدیث کو ترمذی اور احمد کے طریق سے ثابت کیا ہے ابن اثیر جوہری نے اسنی المطالب ص ۱۱۱ میں، ابن حجر مکی نے صواعق ص ۱۱۱ میں، ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری جلد ۱ ص ۱۱۱ میں، طبرانی نے اوسط میں، خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ جلد ۱ ص ۱۱۱ میں، ابن کثیر نے اپنی تاریخ جلد ستم ص ۱۱۱ میں، مفتی محمد علی نے کتب الرجال جلد ششم ص ۱۱۱ میں، بیہقی نے مجمع الزوائد جلد نہم ص ۱۱۱ میں، محب الدین طبرانی نے ریاض جلد دوم ص ۱۱۱ میں ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ جلد دوم ص ۱۱۱ میں حافظ ابوالنفیس نے فضائل الصغیر میں اور علیہ الاویا جلد ۱ ص ۱۱۱ میں جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱ میں، مجمع البحار ص ۱۱۱ میں، فضائل الکبریٰ اور فضائل المعصومین جلد اول ص ۱۱۱ میں، خطیب خوارزمی نے مناقب میں محمود بن سہروردی کے تراجم میں ابن مغازی کے مناقب میں، مناوی مصری کے کنز العمال میں، سلیمان بنی حنفی نے زیارۃ الودعہ ص ۱۱۱ میں، باب کو اس مضمون کے لئے مخصوص کیا ہے، شہاب الدین قسطلانی نے ارشاد الساری جلد ششم ص ۱۱۱ میں، علی نے سیرۃ الخلیفہ جلد سوم ص ۱۱۱ میں اور محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل ص ۱۱۱ میں، یہاں تک عام طور پر کہا صحابہ میں سے آپ کے بڑے بڑے علماء نے جیسے خلیفہ عمر بن الخطاب

عبداللہ بن عباس، عبداللہ ابن عمر، زید بن ارقم، براہین عازب، ابو سعید خدری، ابو حازم اشجعی، سعد بن ابی وقاص اور جابر ابن عبداللہ انصاری وغیرہم نے مختلف عبارتوں کے ساتھ رسول اللہ سے نقل کیا ہے کہ ان حضرت نے مکہ کے مسجد میں سارے دروازوں کو بند کروادیا سوا درخانہ علی کے اور خصوصیت کے ساتھ آپ کے بعض اکابر علماء نے بنی امیہ سے فریب کھائے ہوئے لوگوں کی بصیرت افزائی کے لئے کامل توضیحات دیے ہیں، مثلاً محمد بن یوسف گنئی شافعی نے کفایت الطالب کے باب ۵۰ کو اسی موضوع سے مخصوص رکھا ہے اور مستند احادیث نقل کرتے کے بعد ایک بیان اس عنوان کے ساتھ دیا ہے کہ "ہذا حدیث علی" اس محل پر کہتے ہیں کہ چونکہ اصحاب کے مکانات کے متعدد دروازے مسجد میں کھلتے تھے اور رسول اللہ نے مساجد کے اندر حالت حیض و جنابت میں داخل ہونے اور ٹھہرنے کو منع فرمایا لہذا حکم دیا کہ مسجد کی طرف تمام گھروں کے دروازے بند کر دیے جائیں البتہ علی کے گھر کا دروازہ کھلا رکھا جائے اس عبارت کے ساتھ کہ سد دلا بواب کلھا الا بواب علی بن ابی طالب وادعا بیدۃ الی بواب علی علیہ السلام یعنی تمام دروازوں کو بند کرو البتہ خانہ علی کا دروازہ کھلا رہے دو اور دست مبارک سے درخانہ علی علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا اس کے بعد کہتے ہیں کہ یہ حالت جنابت میں مسجد کے اندر داخل ہونے اور ٹھہرنے کا جواز حضرت علی علیہ السلام کا خاص شرف تھا لہذا یہ عمل اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ہر جنب و حائض کا مسجدوں میں داخلہ اور توقف ہو سکے۔ اسنا خص بهذا لك لعلم المصطفى بانك يتحى من النجاسة هو وزوجته فاطمة واولاده صلوات الله عليهم وقد نطق القرآن بتطهيرهم في قوله عز وجل اسما بريد الله الی خلاصہ مطلب یہ کہ پیغمبر کا علی کو مخصوص قرار دینا آپ کے لئے اس معنی سے ایک خصوصیت عظمیٰ تھی کہ ان حضرت اس بات کا قطعی علم رکھتے تھے کہ علی و فاطمہ اور ان کی اولاد نجاست سے دُور اور پاک ہیں، چنانچہ آیہ تطہیر میں بات کو دلالت کرتی ہے کہ یہ خاندان جلیل جلد بر جس و نجاسات سے منزہ ہے۔ جو مکمل توضیح اس شافعی عالم نے پیش کی ہے اس کا جناب حافظ صاحب اس حدیث سے موازنہ کریں جو انہوں نے نقل کیا ہے۔ اگر ابو بکر کی طہارت پر ان کے پاس کوئی دلیل ہے تو ہمارے سارے معتبر اسناد کو نظر انداز کرتے ہوئے اس خبر کو بیان کریں درآنحالیکہ بخاری و مسلم نے بھی اپنی مصیبت میں اس مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے اس باب میں کہ جنب مسجد میں داخل ہونے اور ٹھہرنے کا حق نہیں رکھتا ہے کیونکہ رسول اکرم نے فرمایا ہے لا یلبغی لاحد ان یجنب فی المسجد الا انا و علی یعنی کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ مسجد میں جنب ہو سوا میرے (اور علی کے)۔

معتبر اسناد کے ساتھ اس قسم کی حدیثیں ثابت کرتی ہیں کہ سوا باب علی علیہ السلام کے جلد دروازے محدود

کر دیے گئے تھے، کیونکہ علوی بابہ پہلی روٹی کے اگر کوئی اور دروازہ کھلا رکھا گی ہوتا تو ان دونوں بزرگواروں (محمد علی علیہ السلام) کے علاوہ دوسرے کے لئے بھی حالت جنابت میں مسجد کے اندر آنا اور توقف کرنا جائز ہونا چاہیے تھا حالانکہ ان حضرت صریح طور پر فرماتے ہیں۔ لاینبغی لاحد ان یجنب فی المسجد الا انما و علی۔

پس یہ جاوید بیان قاطع ہیں کیونکہ بخاری و مسلم نے بھی نقل کیا ہے، ان حدیثوں کے دو پر جن کو بنی امیہ اور عقبہ ثندان البکری اور دوسروں نے نقل کیا ہے کہ دوسروں کے لئے بھی دروازہ کھلا رکھا گیا تھا۔ قطعاً اور یقیناً مسلم ہے کہ مسجد کے اندر فتح باب علی علیہ السلام کے خالص میں سے تھا اگر آپ احادیث میں تو اس بارے میں اپنے معروضات کو ختم کرتے ہوئے خلیفہ ثانی عمر ابن خطاب سے ایک حدیث پیش کروں، جن کو حاکم نے مستدرک جلد سیم صفحہ ۱۱۳ میں اسحاق بن عقیق سے تصدیقاً بیچ المروۃ ص ۱۲۸ میں ذخیر العقبین امام الحرم سے اور ابن ابی شیبہ نے مستدرک احمد ابن حنبل سے خلیفہ خوارزمی نے مناقب ص ۲۸ میں، ابن حجر نے صواعق ص ۱۷ میں، سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں، ابن اثیر حمزہ نے اسی المطالب میں اور دوسرے حضرات نے بھی الفاظ کی مختصر کی و بیانی کے ساتھ نقل کیا ہے کہ خلیفہ عمر نے کہا لغدا حق (علی) ابن ابی طالب ثلاث حصا لان تکون فی واحدہ متھن احب الی من حمیر المتعذر زوجہ البی صلی اللہ علیہ وسلم ینتہہ وسد الابواب الا بابہ وسکنا المسجد مع رسول اللہ یجل لہ حیہ ما یجل لہ، واعطاه السابۃ یوم خیبر یعنی وجعلت لعلی ابن ابی طالب کو تین حصتیں ایسی عطا ہوئیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھ کو حاصل ہوتی تو میرے لئے سڑج بالوں والے حیوانات (اونٹوں) سے بہتر ہوتی (۱) پیغمبر نے ان کے ساتھ اپنی دختر کی تزویج کی (۲) (مسجد کے) تمام دروازے بند کر دیئے موان کے دروازے کے، مسجد میں پیغمبر کے ساتھ آرام کیا اور مسجد میں جو کچھ پیغمبر کے لئے جائز ہے وہ ان کے لئے بھی جائز ہے (۳) اور خیبر کے روز ان کو (اسلام کا) علم عطا فرمایا۔

میرا خیال ہے کہ جناب ذہب صاحب اور دوسرے بزرگان عزیز کے نزدیک معاملہ ہو گیا ہوگا اور کوئی عذر کا لہذا نہ ہوگا۔ جناب حافظ صاحب کو بھی پورا اطمینان ہوگا۔ بہتر ہے کہ ہم انہیں اپنی گفتگو اور سید شہاب الدین کے یقینی بیانات کی طرف توجہ دے کر اپنی تحقیقات کے آخر میں کہتے ہیں ومن تنبع احوالہ فی القضائل المحصورة وتفحص احوالہ فی الشائئل المنصورة لعلہ یصلح لہ عذر اللہ تعالیٰ وحملہ ینال الغایۃ فی اقتفاء اثار سیدنا المصطفیٰ وافی النہایۃ فی اقتباس النوارۃ حیث لیس یجد فیہ غیرہ مقتفی۔ اتملی یعنی اگر کوئی شخص آپ کے مخصوص

فضائل اور مضمون شامل میں حالات کا تفصیل و تجسس کرے تو وہ دیکھے گا کہ آپ رسول اللہ کے قدم بہ قدم ہوئے اور ان حضرات کے انوار کا نور نہ بننے میں کمال کی آخری منزل پر پہنچے ہوئے نہیں اور ان خصوصیات میں کوئی دوسرا آپ کا شریک نہیں) یہ مولانا امیر المومنین علیہ السلام کے مدارج عالیہ اور فضائل مخصوصہ کے سلسلے میں خود آپ کے بیان و بیانات اور اعتراف کا صرف ایک نمونہ تھا تاکہ آپ حضرات سمجھ لیں کہ نہ میں نے غلو کیا ہے اور نہ بیجا دعویٰ پیش کرتا ہوں بلکہ حبلہ شیعہ اول سے آخر تک بغیر دلیل و برہان کے کوئی بیان پیش نہیں کرتے ہمارے تمام دلائل و براہین وہی ہیں جن کی جڑ اور بنیاد آپ لوگوں کے پاس خود آپ کی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ لیکن انوس ہے کہ جس وقت آپ عوام اور ناواقف لوگوں کے درمیان بیٹھتے ہیں تو اپنے اسلاف کی پیروی میں اپنی حیثیت محفوظ رکھنے کے لئے عادتاً ایک طرف قیصر کر تے ہوئے رطب و یابس کو باہم مخلوط کر کے ہمتیں لگاتے ہیں اور ان کی نگاہوں میں اصلیت کو مشتبه بناتے ہیں پس ان مقدمات کو ذکر کرنے کے بعد ثابت ہوا کہ علی علیہ السلام ساری حیثیتوں میں رسول اللہ کے شریک و نظیر تھے جیسے کہ ہارون حضرت موسیٰ کی نسبت تھے۔ لہذا جب موسیٰ سے ہارون کو تمام نبی اسرائیل کے درمیان اس منصب کے لئے ہر ایک سے زیادہ اہل اور لائق اور سب سے افضل پایا تو پروردگار عالم سے درخواست کی کہ اُن کو میرے کام میں شریک قرار دے تاکہ وہ میرے وزیر بنیں اسی طرح خاتم الانبیاء نے بھی چونکہ ساری اُمت کے درمیان اس عہدے کے لئے کسی کو علی سے زیادہ قابل و لائق نہیں دیکھا جو کل اُمت سے افضل ہو لہذا اعدائے تعالیٰ سے درخواست کی کہ جس طرح تو نے ہارون کو موسیٰ کا وزیر و شریک بنایا علی کو میرا وزیر و شریک قرار دے۔

نواب: قبلہ صاحب آیا اس بارے میں کچھ روایتیں اور بھی منقول ہیں؟

خیر طلب: ہاں علاوہ شیعوں کے اجماع کے اس موضوع پر آپ کی معتبر کتابوں میں بھی بہت سی روایتیں مروی ہیں۔

نواب: اُن روایات میں سے جس قدر ممکن سو ہم لوگوں کو بھی سنائیے، ہم بہت ممنون ہوں گے۔

خیر طلب: میں حاضر ہوں، اگر آپ حضرات بھی مائل ہوں (اشارہ الہی کے علی کی طرف)۔

حافظ: کوئی حرج نہیں کیونکہ نقل حدیث اور اسی طرح اس کا سننا بھی عبادت ہے۔

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

علیؑ کو اپنا وزیر بنانے کیلئے پیغمبر کا سوال

خیر طلب: ابن مغازی فقیہ شافعی نے مناقب میں، جلال الدین سیوطی نے تغیر و منشور میں امام المحدثین امام علیؑ نے تغیر کشف البیان میں اور سیوطی ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامہ ضمن نزول آیہ ولایت میں نیز صلا میں ابو ذر غفاریؓ

اور اسما دینت عیسٰی روزِ جزا ابوبکی سے نفی کیا ہے کہ انہوں نے کہا ایک روز ہم لوگوں نے مسجد میں نماز پڑھی اور رسول اللہ بھی موجود تھے کہ ایک سائل نے اٹھ کر سوال کیا کسی نے اُس کو کچھ نہیں دیا۔ علی علیہ السلام منسار میں رکوع کے اندر بیٹھے ہاتھ سے اپنی انگلی کی طرف اشارہ کیا سائل نے آپ کی انگلی سے انگلی کوئی انارنی پتھر نے یہ معاملہ دیکھا تو سرساک آسمان کی طرف بلند فرمایا اور عرض کیا اللہم امان اخی موسیٰ شلت فقال رب اشرح لی صدری و یسر لی اموری و اعلیٰ لی قلوبہ۔ و اشرح لی فی اموری فانزل علیہ قلائدنا طلقا سنشد عضدک یا خلیف و یجعل لکما سلطانا فلا یصلون الیکما یعنی پروردگار میرے بھائی موسیٰ نے تجھ سے سوال کیا اور کہا خدا یا میرے لئے میرا بندہ کن وہ کر دے اور میرے لئے میرے کام کو تبلیغ رسالت میں آسان کر دے۔ یہاں تک کہ کہا میرے بھائی ہارون کو میرا شریک کار بنادے۔ پس اُن حضرت پر یہ آیت نازل فرمائی کہ (اے موسیٰ) ہم نے تمہاری دعا قبول کی تمہارے بھائی ہارون کی شرکت و وزارت سے تمہارا بار مضبوط کر کے ہیں اور تم دونوں کو عالم میں ایسی قدرت و حکومت دیتے ہیں کہ وہ تم پر قابو نہ پا سکیں۔ پھر عرض کیا اللہم وانا محمد صلیک ونبیک فاشرح لی صدری و یسر لی اموری و اجعل لی وزیرا من اہلی علیا اشد دلیہ از علی یعنی خداوند! میں محمد تیرا برگزیدہ اور پیغمبر ہوں پس میرا بندہ کن وہ کر دے، میرے لئے میرا آسان بنادے اور میرے لئے میرے اہل میں سے ایک وزیر قرار دے اور وہ علی ہوں، ان کے وجود سے میری پشت مضبوط فرماوے۔ ابوزر کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ابھی پیغمبر کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ جبریل نازل ہوئے کہ اے امنا و بیکہ اللہ و رسولہ، اے اُن حضرت کو پہنچائی، انتہا۔ معلوم ہوا کہ پیغمبر کی دعا متجاوب ہوئی اور علی رہا نہ ہارون کے موسیٰ کے لئے، وزارتِ رسول پر برقرار ہوئے۔ محمد بن طلحہ شافعی مطالب السؤل میں مفصل شرح کے ساتھ اس مطلب کا طرف اشارہ کرتے ہیں۔

حافظ ابو نعیم اصفہانی نے کتاب منجۃ المظہرین میں شیخ علی جعفری نے کنز الایمان میں امام احمد ابن حنبل نے مستدرک میں، سید شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں، جلال الدین سیوطی نے درشود میں اور آپ کے دوسرے اکابر علما نے جن کے ناموں کی تفصیل تنقیح وقت کی وجہ سے نظر انداز کرتا ہوں اپنا تصنیفات و تالیفات میں اسی حدیث کو نقل کیا ہے بعض کے اسما دینت عیسٰی روزِ جزا ابوبکی کے اور بعض نے دوسرے صحابہ کے یہاں تک کہ ابن عباس (جیرامت) رضوان اللہ علیہ سے بھی روایت کی ہے کہ احدث رسول اللہ بیدی و سید علی بن ابی طالب فصلی اربع رکعات یعنی رسول خدا نے میرا ہاتھ اورنگی کا ہاتھ پکڑا پھر چار رکعت نماز پڑھی اور ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے عرض کیا اللہم شلت موسیٰ بن عمران وانا محمد اسلتک ان تشرح لی صدری و یسر لی اموری و یجعل لکما سلطانا یفقدہما قوالی و اجعل لی وزیرا من اہلی علیا

اشددیلہ ازوی اشركه فی امری یعنی خداوند امویٰ ابن عمران نے تجھ سے سوال کیا اپنے بھائی ہارون کی وزارت اور امر نبوت و تبلیغ رسالت میں شرکت کے لئے) اور میں محمدؐ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرا سینہ کٹا وہ کر دے، میرے ام کو آسان بنا دے، میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات کو سمجھیں اور میرے اہل میں سے میرے لئے ایک وزیر علی کو قرار دے اُن سے میری پشت کو مضبوط کر اور اُن کو میرے کام میں شریک قرار دے (جو رسالت اور خالق کا پہنچانا ہے)۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے ایک منادی کا آواز سنی جو یہ کہہ رہا تھا یا احمد تداوتیت ماسئلت یعنی اے احمد تم نے جو کچھ مانگا ہے تم کو عطا کیا۔ اس وقت رسول اللہؐ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھاؤ اور اپنے خدا سے دعا کرو تاکہ تم کو کچھ عطا فرمائے پس علیؑ نے ہاتھوں کو بلند کر کے عرض کیا۔ اللہم اجعل لی عندک عهداً واجعلنی عندک ودا۔ یعنی پروردگار! میرے لئے اپنے نزدیک ایک عہد قرار دے اور میرے لئے اپنے پاس محبت و مودت معین فرما پس جبریلؑ نازل ہوئے اور یہ آیت شریفہ (آخر سورہ مریم کی) لائے ان الذین امنوا وعملوا الصالحات سیجعل لہم اجرہم عندنا ودا یعنی جو لوگ ایمان لائے اور نیکی کا رہنے والے رہے رحمان اُن کو محبوب قرار دیتا ہے (یعنی اُن کی محبت و مودت کو مسلمانوں کے دلوں میں جاگزیں کرتا ہے) اصحاب نے یہ معاملہ دیکھ کر تعجب کیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مما تعجبون ان القرآن اربعۃ ارباع فریع قینا اہل البیت خاصاً وربع حوام وربع فرائض و احکام واللہ انزل فی علیؑ کرائم القرآن (یعنی تم کس چیز سے تعجب کرتے ہو؟ قرآن کے چار حصے ہیں ایک ربع ہم اہل بیت کے لئے مخصوص ہے ایک ربع حلال میں ایک ربع حرام میں اور ایک ربع فرائض و احکام میں ہے۔ خدا کی قسم قرآن مجید کی بزرگ آیتیں علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں)۔

شیخ: اگر اس حدیث کو صحیح بھی فرض کر لیا جائے تو علیؑ کرم اللہ وجہہ سے اس کو کوئی خصوصیت نہیں بلکہ یہ حدیث دو عظیم اشراف خلیفہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بھی صادر ہوئی ہے چنانچہ قزعر بن سوید نے ابن ابی ملیکہ سے اس نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ابوبکر و عمر منی بمنزلتہ ہارون و منی ہارون منی۔
 خیر طلب: اگر آپ حضرات غور فرمائیے اور رجال و روایات کی طرف رجوع کرتے تو اپنے کو خواہ مخواہ زحمت میں نہ ڈالتے کہ کبھی آمدی کے قول سے اور کبھی انتہائی جھوٹے اور جعل ساز قزعر بن سوید کے قول سے تداخل کریں، حالانکہ خود آپ کے بڑے بڑے علماء نے اس کو مردود اور اس کی نقل کی ہوئی حدیثوں کو ناقابل قبول ٹھہرایا ہے۔ خصوصاً علامہ فہیم نے کتاب میزان الاعتدال کے اندر حالات قزعر بن سوید کا ربن ہارون کے ترجمے میں اس حدیث کا انکار کیا ہے اور کہتے ہیں ہذا کذب (یعنی یہ جھوٹ ہے) ۱۲ مترجم) پس جب قزعر آپ کے علاوہ

اور مستثنیٰ منہ عموم پر دلالت کرتا ہے اور اس حدیث شریف میں بالخصوص کلمہ منزلت جو علم کی طرف مضاف ہے قطعی اور یقینی طور پر صحت استثنائے مکی دلیل سے عموم کا فائدہ دیتا ہے اس لئے کہ الا انہ لا بنی بعدی میں استثنائے متصل ہے اس کے علاوہ آپ کو معلوم ہے کہ اصولیین نے اس چیز کی تصریح کو ہی ہے کہ اسم جنس مضاف عموم کا فائدہ دیتا ہے خصوصاً جس وقت الف لام کے ساتھ ہو پس آنحضرت کے کلام میں لفظ منزلت جو علم کی طرف مضاف ہے مقید عموم ہے اگرچہ بعض علماء اس نظر سے کہے خلاف گئے ہیں لیکن بڑے بڑے اور کامل اصولی علماء ہم سے ہی عقیدے کے حامل ہیں کہ مفرد جو معرفہ کی طرف مضاف ہو بنا برامع عموم کے لئے ہے اور اس حکم میں اس کا فائدہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے کہ معرفہ علم ہو یا ضمیر اور استثناء کا وجود عموم پر دلالت کی شرط نہیں ہے بلکہ صحت استثناء عموم میں کافی ہے۔

پس اس بنا پر ہاتھ منی بمنزلۃ ہارون من مرسلی الا انہ لا بنی بعدی عموم پر دلالت کرتا ہے اور جملہ لا بنی بعدی حمل بر معنی ہے جو الا التبتۃ سے اور حمل بر معنی کا قاعدہ مشہور اور معمول بہا تو اعد میں سے ہے جو فصحاء و بلغار کے کلمات نظم و نشر میں عام طور پر مشتمل ہے۔

حافظ امیر خیال ہے کہ جناب عالی ذرا گہری نظر ڈالیں تو اس طرف متوجہ ہوں گے کہ انہ لا بنی بعدی جملہ خبریہ ہے اور اس کو منازل ہارونی سے مستثنیٰ نہیں کیا جاسکتا لہذا ان چیزوں سے ہٹ کے صراحت سے علیحدگی حمل بر معنی اور صرف کلمہ نبوت کا کیا مطلب ہے؟

خیال طلب: بڑی بے لطفی کی بات ہے کہ آپ نے کچھ کچھ کارائستہ اختیار کیا ہے حالانکہ آپ جیسے شریف انسان سے یہ بات کچھ بھلی نہیں معلوم ہوتی۔ اگر آپ سابق جملوں پر تھوڑا غور فرمائیں تو سمجھ میں آجائے گا کہ جملہ خبریہ کا جواب عرض ہو چکا اب آپ نے جو یہ فرمایا کہ کس لئے معنی پر حمل کیا اور ظاہر ہی لفظ سے مطلب مانا نہیں کیا تو آپ اس کو خود بہتر جانتے ہیں اور تجاہل کا دفاع کر رہے ہیں کیونکہ علمائے علم بیان کا نظر میں یہ چیز عام ہے کہ کلام کا اختصار اور حسن بیان کے لئے کلمے کو حذف کرتے ہیں اور بلیغاً و مضام کے فقرات و کلمات میں کثرت سے اس کی تفسیریں موجود ہیں جن سے آپ خود بھی طرح واقف ہیں۔ اس کے علاوہ ہم کو اُس وقت اس تحقیق کی ضرورت ہوگی جب حدیثوں میں نبوت کا لفظ آیا ہو حالانکہ آنحضرت نے کلمہ نبوت کے ساتھ علی علیہ السلام کے لئے کلمہ اس خیرات کیا ہے اور کبھی اختصار کلام اور حسن بیان کی غرض سے کلمہ نبوت کو حذف کر کے مفہد کا اظہار فرمایا ہے۔ بعض اوقات میں جملہ انہ لا بنی بعدی اور حذف کلمہ نبوت سے اس کی وقت کلمہ الا التبتۃ کے کھلے ہوئے بیان سے حقیقت کو ثابت فرمایا چنانچہ آپ کے بزرگ علماء نے دونوں کو درج کیا ہے۔ غور کرنے کے طور پر چند حدیثیں پیش کرتا ہوں تاکہ حجت تمام ہو جائے۔

محمد بن یوسف گنجی شافعی نے کھايت الطالب بابا میں - شیخ سلیمان بلخی حنفی نے ینابیع المودة باب میں ابن کثیر

نے اپنی تاریخ میں عائشہ بنت سعد سے، انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے رسول خدا سے، سبط ابن جوزی نے تذکرہ صلاہ میں امام احمد اور مسلم وغیرہ سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے، امام احمد ابن حنبل نے مناقب میں، ابو عبد الرحمن بن عقیب نے فی تہذیب صحابہ صراح مستخرج سے ہیں، حقائق العلوی میں چار حدیثیں اپنے اسناد کے ساتھ معذرت الی وقاص سے اور عائشہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور حلیب خوارزمی سے مناقب میں جابر ابن عبد اللہ انصاری سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے حکا سے فرمایا اما تو صواہن تحوّل منی یسئلونک عن رسولک من موسیٰ الا النبوة (یعنی آیا تم حضرت موسیٰ کو اس رکھ محمد سے تنہا ہی وہی منزلت ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی علاوہ نبوت)۔ اور سید علی ہمدانی نے مودۃ القریٰ مودۃ ششم میں ایک حدیث انس ابن مالک سے نقل کی ہے کہ جب مکہ مکرمہ پر کل شب میں عرض کر چکا کہ اس کے اہل میں ارشاد ہوتا ہے ولو کان بعدی نبیا لکان علی نبییا و لکن لا نبوة بعدی۔

میرا خیال ہے کہ توفیق کے لئے اسی قدر کافی ہو گا تاکہ آپ حضرت حافظہ نہ دیں بلکہ سمجھ لیں کہ مستثنیٰ نبوت ہے نہ کہ عدم نبوت اور اس معتبر حدیث سے ثابت ہے کہ جو طرح موسیٰ کلیم اللہ سے اپنی چالیں رونکی غیبت میں اُمت کا معاملہ اس کے ہاتھ میں نہیں چھوڑا اور ہارون کو جو تمام بن اسرائیل سے افضل تھے اپنا خلیفہ اور وصی مقرر فرمایا تاکہ امر نبوت آپ کی عدم موجودگی میں مختل نہ ہو نیز جنم کا جس کی مندرجیت کامل نہ رہن کے ہدایات ہم گیارہویں کے قوانین روز قیامت تک باقی اور پائدار ہیں بدرجہ اولیٰ یہ ذبیحہ تھا کہ جہاں لوگوں کو ان کے حال پر نہ چھوڑیں نادان عنقت کو حیرانی میں نہ ڈالیں اور شریعت کو جہاں کے ہاتھوں میں نہ دے دیں تاکہ ہر شخص اس میں اپنی منشا کے مطابق تعارف کرے ایک شخص ملے اور قیاس پر عمل کرے تو وہ سر شریعت اور طریقت کے درمیان فرق قائم کرے اور تخریب پس عناصر کو دفع ہاتھ آئے کہ ایک خالص اور سادہ طقت کو بہتر حصوں میں تقسیم کریں۔ لہذا اس حدیث شریفہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ علی تمہیر سے بمنزلہ ہارون ہیں موسیٰ سے یعنی سارے ملاح ہارونی کو ان حضرت کے لئے ثابت فرمایا کہ من بعد ان کے تمام صحابہ اُمت پر آپ کی افضلیت اور عہدہ وزارت و خلافت پر آپ کی تعین ہے۔ یعنی جس طرح سے ہارون کو موسیٰ نے اپنی غیبت میں خلیفہ قرار دیا قحطی علیہ السلام میں میری عدم موجودگی میں میرے خلیفہ ہیں۔

حافظ: آپ نے اس حدیث کی عظمت میں کچھ فرمایا وہ تصور ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ تصور آخر فرمائیں تو اس بات کی تصدیق کریں گے کہ اس حدیث میں کوئی غموضیت نہیں ہے کیونکہ یہ صرف غزوہ تبوک سے مخصوص ہے جب کہ ایک عین مدت کے لئے رسول خدا نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا خلیفہ نامزد فرمایا تھا۔

حدیث منزلت تبوک کے علاوہ بھی کئی مرتبہ وارد ہوئی ہے

خیر طلب : آپ کا یہ فرمانا اس وقت صحیح ہوتا جب یہ حدیث صرف غزوہ تبوک ہی ہی صادر ہوئی ہوئی، حالانکہ اس حدیث کے فقرے متعدد بار اور مختلف مقامات پر پیغمبر کی زبان مبارک سے سنے گئے ہیں، منجملہ اُن کے پہلی مواضع میں جب کہ مکہ معظمہ کے اندر ہاجرین و انصار کے درمیان برادری قائم فرمائی اور دوسری مرتبہ منہ میں جب علی علیہ السلام کو اپنا بھائی منتخب فرمایا تو ارشاد ہوا۔ انت منی بمنزلۃ ہنود من موسیٰ الا انه لا بنی ہمدی۔

حافظ : یہ ایک عجیب سا بیان ہے کیونکہ اب تک میں نے جہاں تک دیکھا اور سنا ہے، حدیث منزلت غزوہ تبوک میں صادر ہوئی تھی کیونکہ پیغمبر نے علی کو اپنی جگہ پر چھوڑا جس سے آپ دل تنگ ہوئے تو آنحضرتؐ نے اُن جناب کو ان الفاظ سے تسکین دی۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے اپنے بیان میں دھوکا کھایا ہے۔

خیر طلب : نہیں مجھ کو قطعاً فہمی نہیں ہوئی بلکہ اس پر یقین رکھتا ہوں۔ علاوہ علامہ شیعہ کے اتفاق کے آپ کی بھی بہت سی معتبر کتابوں میں منقول ہے۔ من جملہ اُن کے (فریقین کے نزدیک مقبول القول) مسعودی نے مروج الذهب جلد دوم ص ۱۹ میں، جلی نے سیرۃ الحبیبہ جلد دوم ص ۱۲۶ میں، امام ابو عبد الرحمن نسائی نے حقائق العلوی ص ۱۹ میں، سبط ابن جوزی نے تذکرہ ص ۱۲۶ میں، سلیمان بنی حنفی نے تاریخ المودۃ باب ۱۷۹ میں مسند امام احمد حنبل سے، عبد اللہ بن احمد نے زوائد مسند میں، اور خوارزمی نے مناقب میں اس حدیث کو نقل کیا ہے یہاں تک کہ مواضع کے علاوہ دوسرے مواقع پر بھی ایسا ہوا ہے لیکن جیسے کا وقت ان سب کو نقل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

پس آپ حضرات تصدیق فرمائیے کہ یہ حدیث شریف کوئی محدث حیثیت نہیں رکھتی۔ بلکہ اس کی عمومیت ثابت ہے کیونکہ رسول اللہ نے اس کے ذریعے سے جس موقع پر مناسب سمجھا اپنے بعد علی کی خلافت کو اس عبارت کے ساتھ مقبول فرمایا۔ علی منی بمنزلۃ ہنود من موسیٰ الا انه لا بنی ہمدی، چنانچہ اُن موارد میں سے ایک غزوہ تبوک بھی تھا۔

حافظ : یہ کیونکہ ممکن ہے کہ اصحاب رسولؐ نے اس حدیث کو عمومی حیثیت سے سنا، ہوا اور علیؑ کو خلافت کے عنوان سے پہچان لیا ہوا اس کے باوجود آنحضرتؐ کے بعد مخالفت کر کے دوسرے کا خلافت کو قبول کیا اور اس کی بیعت کی؟

خیر طلب : آپ کے جواب کے لئے میرے پاس بہت سے مطالب اور شواہد موجود ہیں۔ لیکن بہترین دلیل جو

اس موقع کے لئے مناسب ہے وہی جناب ہارون کا قبیضہ ہے۔

حضرت موسیٰ کا اپنے بھائی ہارون کو خلیفہ بنانا اور سامری کا بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی کا فریب دینا

کیات قرآن کا ماحولیت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب ہارون کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنایا پھر بنی اسرائیل کو جمع فرمایا اور بعض روایات کی بنا پر مترنہ (ارتے) اور ان کو تاکید کی کہ حضرت ہارون کی اطاعت کریں کیونکہ وہ آپ کے خلیفہ اور جانشین ہیں اس کے بعد کہ وہ چھوڑا کی بھائی میں گئے ابھی یہ بھی ختم نہیں ہوا تھا کہ سامری کا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا اور بنی اسرائیل میں اختلاف ظاہر ہو گیا سامری نے موسیٰ کو بھڑکایا اور بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کے ثابت الخلافت خلیفہ ہارون کو چھوڑ کر گروہ و گروہ دغا باز سامری کے گرد اکٹھا ہو گئے، ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ انہیں عقیدہ مند بنایا اسرائیل میں سے یہ نہ تھے حضرت موسیٰ کو یہ فراتے ہوئے سنا تھا کہ ہارون میری غیبت میں میرے خلیفہ ہیں، ان کے حکم کی تعمیل کرنا اور مخالفت نہ کرنا، مترنہ اور افراد سامری کے بہکانے سے گونا گوار پرست ہو گئے، جناب ہارون نے مرحوم فریاد کی اور ان کا اس عمل خلیفہ سے منع فرمایا لیکن کسی نے نہیں سنا بلکہ ان کے قتل کے درپے ہو گئے پھر چنانچہ سورہ (اعراف) کی آیت ۱۷۹ ماحولیت کہہ رہی ہے کہ جب حضرت موسیٰ واپس تشریف لائے تو جناب ہارون نے ان سے اپنا درود لی بیان کیا کہ ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی یعنی ان لوگوں نے مجھ کو حقیر و ذلیل بنادیا اور جب میں نے ان کی مخالفت کی اور وہ کافی قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر ڈالیں۔ آپ حضرات کو خدا کا واسطہ ذرا تعصب ہے ہر شے کے انصاف کیجئے کہ بنی اسرائیل کا یہ عمل حضرت موسیٰ کے احکام سے سرتابی، ان کے مخصوص خلیفہ جناب ہارون کو تنہا چھوڑ دینا اور شیعہ باز سامری کے بہکانے سے گوسالہ پرست ہوجانا کیا خلاف ہارون کے باطل ہونے اور سامری اور اس کے بھڑکے کے برحق ہونے کی دلیل بن سکتی ہے؟ کیا بنی اسرائیل کے عداوت اور ان کی حرکتیں اس کی دلیل قرار دی جاسکتی ہیں؟ یہاں گونا گوار پرست بنی ہوتی اور لوگوں نے حضرت موسیٰ سے اس بارے میں کوئی اعتراض ہی ہوتا تو ہرگز ان کو تنہا نہ چھوڑتے اور سامری اور اس کے گوسالے کے پیچھے نہ دوڑتے؟

ابھی حضرات تعقل و تدبر فرمائیے کہ حقیقت اس کے برعکس ہے جناب ہارون قرآن مجید کے حکم سے حضرت موسیٰ کے مخصوص خلیفہ تھے، بنی اسرائیل نے خود انہیں حضرت کی زبان سے آپ کے بارے میں کلمی ہوئی نص کی تھی لیکن بالآخر حضرت موسیٰ کے پہلے جانے کے بعد مکار سامری کو موقع ہاتھ آیا اور اس نے موسیٰ کو بھڑکایا کہ

جان بوجھ کر قصداً بنی اسرائیل کو فریب دیا اور ان لوگوں نے بھی یہ جانتے ہوئے کہ جناب ہارون حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ و جانشین ہیں اپنی بیوقوفی یا دوسرے مقاصد کی بنا پر سامری کا پیروی کی اور جناب ہارون کو یکہ و تنہا چھوڑ دیا۔

امیر المومنین کے حالات کی مطابقت ہارون کے ساتھ

اسی طرح وفات رسولؐ کے بعد انہیں لوگوں نے جو بار بار اُن حضرتؐ سے صراحتاً اور کنیتاً سن چکے تھے کہ علیؑ میرے خلیفہ ہیں جس طرح سے ہارون موسیٰؑ کے خلیفہ تھے، خواہش نفس اور اقتدار کی ہوس میں، بعض نے بنی ہاشم کی عداوت میں اور ایک گروہ نے اس کی نہ دینا اور جد و جہد و بغض کی وجہ سے جو وہ علیؑ کی ذات سے رکھتے تھے آپ کو چھوڑ دیا اور مخصوص حالات پیدا کئے۔ چنانچہ امام غزالیؒ نے سرائع العالین مقالہ جہارم کے شروع میں اس مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور کھل کے لکھتے ہیں کہ انہوں نے حق کو پس پشت ڈال دیا اور پھٹی جہالت کی طرف پلٹ گئے۔ اسی جہت سے ہارون اور امیر المومنینؑ کے درمیان پوری مشابہت تھی۔ چنانچہ خود آپ کے محققین علماء اور مورخین جیسے دیور کے مشہور قاضی ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ ہامی دیوری نے الامتہ والسیاستہ جلد اول ص ۱۱۱ میں سقیفہ کا قبیضہ تفصیل سے لکھا ہے یہاں تک کہ کہتے ہیں جس وقت علیؑ کے دروازے پر آگ لے گئے، جبر و تشدد کے ساتھ حضرت کو مسجد میں لائے اور کہا کہ بیعت کرو ورنہ تمہاری گردن مار دیں گے، تو حضرت نے اپنے کو فرسٹون تک پہنچایا اور وہی کلمات کہے جو قرآن مجید نے موسیٰ کے حوالہ سے حضرت ہارون کی زبان سے نقل کئے ہیں کہ ان القوم استغفونی وکادھا یقتلوننی۔

گویا کہ اس حدیث میں پیغمبر علیؑ کو ہارون کا شبیہ فرما رہے ہیں تو اس کا ایک پہلو امت کو یہ بتانا بھی ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ کی غیب میں جو سلوک جناب ہارون کے ساتھ کیا تھا وہی سلوک میری وفات کے بعد لوگ علیؑ کے ساتھ کریں گے۔ لہذا علیؑ علیہ السلام نے جس وقت امت کی زبردستی اور بازیکروں کی سیاست بازی دیکھی کہ آپ کے قتل پر بھی آمادہ ہیں تو پیغمبرؐ کی قبر مبارک سے خطاب کرتے ہوئے وہی آیت تلاوت فرمائی جس میں خدا نے موسیٰ کے سامنے ہارون کی فریاد کا ذکر فرمایا ہے۔

(اہل جلسہ نے اپنے اپنے سرجمہ لکھے اور غلواری دیکھ کر سب کے اوپر کھٹے کی کھی کیفیت طاری رہی)
نواب: قبلہ صاحب اگر علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی خلافت ثابت تھی تو پیغمبرؐ ان الفاظ اور اشارات و کنایات کے ساتھ کس لئے فرماتے تھے، صاف صاف آپ کی خلافت کا اعلان کیوں نہیں کر دیا کہ فرمادیتے

۱۔ اہل کتاب کے جلسہ نہم کی طرف رجوع کیجئے جس میں سلسلہ حدیث غدیر امام غزالیؒ کی اصل عبارت نقل کی گئی ہے۔

علیؑ میرے خلیفہ ہیں، تاکہ کوئی عذر باقی نہ رہتا۔

خیر طلب: میں نے عرض کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے دونوں طریقوں سے حقیقت کا اظہار فرمایا ہے ورنہ خلافت کے بارے میں کھلی ہوئی حدیثیں خود آپؐ کی میراثکاروں میں بھی کثرت سے موجود ہیں، لیکن اس طرح کے کئیابیات میں مراحت سے زیادہ لطافت ہوتا ہے۔ اہل ادب جانتے ہیں کہ الکتابۃ ایبلغ من النفس شیخ (یعنی کتابہ تقریباً سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے) اور وہ بھی اس قسم کا کتابہ جس میں معانی و مطالب کی ایک نیا پیشہ ہے نواب: جیسا کہ آپؐ فرما رہے ہیں خلافت کے بارے میں اُن کھلی ہوئی حدیثوں سے جو ہمارے علاؤ کی کتابوں میں موجود ہیں اگر پیش نظر ہوں تو ہم کو بھی مستفیض فرمائیے تاکہ حقیقت ظاہر ہو جائے اس لئے کہ ہم سے مکر رہ گیا ہے کہ قطعاً ایسی کوئی حدیث جو اُن جناب کی خلافت کو فاضح کرتی ہو موجود نہیں ہے۔

خیر طلب: حضرت امیر المومنینؑ کی خلافت پر کھلی ہوئی حدیثیں آپؐ کا میراثکاروں میں بہت ہیں۔ لیکن جلسے کے وقت کا لحاظ کرتے ہوئے اُن میں سے چند جو اس وقت مجھ کو یاد ہیں پیش کرتا ہوں۔

حدیث الدار یوم الانذار اور بغیر کا علیؑ کو خلافت پر معین فرمانا

تمام احادیث سے اہم حدیث الدار ہے اس لئے کہ پہلے ہی دن جب کہ خاتم الانبیاءؐ نے اپنی نبوت کو ظاہر فرمایا تو علیؑ کی خلافت کا اعلان بھی فرما دیا۔ چنانچہ رئیس العلماء امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مستند جزء اول ص ۱۱۹ و ۱۲۰ میں، امام شافعیؒ نے تفسیر آیہ انذار میں، احمد اللہ مؤرخ بن احمد غارزیؒ نے حاشیہ میں، عمر بن جریرؒ نے اسی آیت کی تفسیر میں اور تاریخ الامم جزء دوم ص ۱۱۱ میں مختلف طریقوں سے ابن ابی الحدید معتزلیؒ نے شرح فی البدایہ جزء سوم ص ۱۱۱، ص ۱۱۲ میں نفی عثمانیہ ابو جعفر اسکانیؒ سے نقل کرتے ہوئے ابن اثیرؒ نے کمالی جزء دوم ص ۱۱۱ میں مرسل طریقہ سے، حافظ ابو نعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں، حمیدؒ نے صحیح میں (یعجمین میں) بیہقیؒ نے سنن و دلائل میں، ابوالفداؒ نے اپنی تاریخ جزء اول ص ۱۱۹ میں، علیؒ نے سیرۃ العلویہ جزء اول ص ۱۱۱ میں، امام عبدالرحمن نسائیؒ نے حاشیہ اموی ص ۱۱۱ میں، حاکم ابو حیدرؒ نے مستدرک جزء سوم ص ۱۱۱ میں، شیخ سلیمان بن صنفؒ نے نیایح المدوۃ باب ۱۱ میں سند امام احمد اور تفسیر شافعیؒ سے محمد بن یوسفؒ کی شافعیؒ نے کتب الطالب باب ۱۱ میں، اور آپؐ کے دوسرے اکابر بخاریؒ نے الفاظ و عبارات کی تحقیر کی ویشی کے ساتھ نقل کیا ہے کہ جس وقت سورہ ۲۶ (شعرا) کی آیت ص ۱۱۱ دامنذر عرشہ تذل الاقربین تازل ہوئی تو رسول اللہؐ نے قریش میں سے چالیس نظروں خواص و رؤسا اور اپنے اعزاء کو اپنے چچا جناب ابوطالبؓ کے گھر میں عزت

دکا اور ان کے سامنے گوسفند کی ایک دان، عقوڑی روٹی اور ایک صاع دودھ پیش فرمایا، وہ لوگ ہنسنے اور کہنا کہ محمد نے تو ایک آدمی کی خوراک بھی جیسا نہیں کی (کیونکہ ان لوگوں میں کچھ ایسے بھی تھے جو تنہا ایک اونٹ کا بچہ کھا جاتے تھے) اُن حضرت نے فرمایا کَلُوا بِسْمِ اللَّهِ خُذْوا مِنْهُ لَنْ يُغْنِيَكُمْ عَنْهُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَعْمَلُونَ۔ انہوں نے کھایا اور سیر ہو گئے تو اُن میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہَذَا مَا سَوْفَ يَكُونُ الرَّجُلُ محمد نے اس غذا سے تم پر جا دو کیا ہے۔ اس وقت اُن حضرت اُن کے درمیان کھڑے ہوئے اور اُن تمہیدوں کے بعد جن کو مکمل طور پر نقل کرنے سے طول ہو گا اس طرح اپنے مقصد کا اظہار فرمایا یا بنی عبدالمطلب ان اللہ بعثنی بالخلق كافة والیہم خاصۃ وانا ادعوکم الی کلمتین خفیفتین علی اللسان وثقیلتین علی المیزان مملکون بہما العرب والعجم وثقۃ اولکم بہما الامم وندخلون بہما الجنة وتنجون بہما من النار شہادتۃ ان لا اله الا الله وانی رسول الله فیمن بھینی الی هذا الامر وپوازرنی الی القیام بہ یکن اخی وزیری وواسثی وخلیفتی من بعدی (یعنی اے اولاد عبدالمطلب خدائے تعالیٰ نے مجھ کو تمام خلقت پر بالعموم اور تمہاری طرف بالخصوص مبعوث فرمایا ہے۔ میں تم کو ایسے دو ملکوں کی طرف دعوت دیتا ہوں جو زبان پر سب اور آسان اور ترازو سے اعمال پر سنگین و گراں ہیں، تم ان دو ملکوں کے کہنے سے عرب و عجم کے مالک بن جاؤ گے۔ ساری قومیں تمہاری ملیں گی و منقاد ہوں گی ان کے ذریعے سے تم جنت میں جاؤ گے اور جہنم سے نجات پا جاؤ گے اور یہ دونوں کلمے خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کا گواہی دینا ہیں، پس جو شخص (سب سے پہلے) اس امر میں مجھ کو لبیک کہے اور اس کام میں میری اعانت کرے وہ میرا بھائی، میرا وزیر، میرا واث اور میرے بعد میرا خلیفہ ہو گا۔ اس آخری جگہ کی تین بار تکرار فرمائی اور تینوں مرتبہ سوا علی کے کسی نے جواب نہیں دیا۔ آپ نے عرض کیا انا انصرفت و وزیر ہو یا نبی اللہ یعنی میں آپ کی مدد اور حمایت کروں گا اے پیغمبر خدا۔

پس آنحضرت نے ان کو خلافت کی خوشخبری دی۔ اب دہان مبارک ان کے دہن میں ڈالا اور فرمایا۔ ان ہذا اخی وصیتی وخلیفتی فیکم۔ یعنی میرے بھائی اور تمہارے درمیان میرے وصی وخلیفہ ہیں اور انہیں میں سے بعض کتابوں میں ہے کہ خود علی کو مخاطب کر کے فرمایا انت وصیتی وخلیفتی من بعدی یعنی یا علی تم میرے بعد میرے وصی اور خلیفہ ہو۔

علاوہ شیعہ اور سنی علما کے اسلام کے دوسری قوموں کے غیر مؤرخین نے جنہوں نے تاریخ اسلام لکھی ہے مذہبی تعصب نہ رکھنے کی وجہ سے اکیوں کہ وہ نہ سنی تھے اور نہ شیعہ اس جلسہ دعوت کی کیفیت نقل کی ہے منجملہ اُن کے اکثر مؤرخ اور فیسیف تو ماس کا ریل ڈاماس کا لائل نے جو اٹھارہویں صدی عیسوی میں یورپ کے اندر عالمگیر

شہرت کا مالک تھا اپنی مشہور کتاب میں جس کا مصرعوں نے "الابطال وعبادة المبطورہ کے نام سے عربی ترجمہ کیا ہے خاتمہ جناب ابوالکلام میں قریش کے بارہوں کی تفصیل لکھی ہے، یہاں تک کہ لکھا ہے، پیغمبر کی تقریر کے بعد علیؑ نے اپنی جگہ سے اٹھ کے ایمان کا اعلان کیا اور وہ خلافت کا بزرگ منصب اُن کو حاصل ہوا۔ پیرس کے دارالفنون کا معلم کو سید ابوالکلام نے فرانس کے ایک مشہور رسالے میں جو اس نے حضرت خاتم النبیینؐ کے حالات میں لکھا ہے اور وہ پیرس کے اندر ۱۸۸۵ء میں چھپ چکا ہے، پیرس کے ایک سال اور ایشام نصرانی شامی متعلقہ الاسلام مطبوعہ ۱۸۹۱ء میں صفحہ ۸۳ سے ۸۶ تک بطور تفصیل اور مخالفت کے جو اس کو اسلام اور محمدؐ سے تقریباً اور خصوصیت کے ساتھ ملحقان اور ان پر ایک خلاصہ اور انصاف و شرف تھا اسی کی ایک کاپی محمد دھران، شیخ رشیدی اور پاک لائی کے ساتھ اس کا اقرار کرتا ہے کہ پیغمبر نے تبلیغ رسالت کے لیے اپنی جان کا قربان کیا، وصی اور خلیفہ نامزد کر دیا تھا اس حدیث شریف کے علاوہ اور بہت سے مقامات و اوقات میں اس مقصد کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

خلافت علیؑ کے بارے میں واضح حدیثیں

(۱) امام احمد ابن حنبل مسند میں اور میر سید علی ہمدانی شافعی مودۃ القربا آخر مروت چہارم میں نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا یا علی انت تہدو و تمنی وانت خلیفتی علی امتی (یعنی اے علی تم میری طرف سے براہوت و ہدایت کرو گے اور تم میری امت پر میرے خلیفہ ہو)۔

(۲) امام احمد نے مسند میں متعدد طریقوں اور تفاوت الفاظ کے ساتھ، ابن معاذ فی فقیہ شافعی نے مناقب میں اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ رسول اکرمؐ نے علیؑ علیہ السلام سے فرمایا انت اخي ووصی و خلیفتی و قاضی دینی (یعنی اے علی تم میرے بھائی، وصی، خلیفہ اور میرا قرض ادا کرنے والے ہو)۔

(۳) ابوالقاسم حسین بن محمد (راغب اصفہانی) نے محاضرات الادباء و معانی و اشعار و البقاء (مطبوعہ مطبع علم شریف سید حسین آفندی قسطنطنیہ، جلد دوم) میں انس ابن مالک سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ان خیل و دزیری و خلیفتی و خلیفہ من انزلک بعدی یعنی وصی و خلیفہ و وصی علی بن ابی طالب (یعنی درحقیقت میرے دوست، وزیر، خلیفہ اور بہترین شخص جن کو میں اپنے بعد چھوڑے جاتا ہوں جو میرے قرض کو ادا کریں گے اور میرا وعدہ وفا کریں گے، علی ابن ابی طالب ہیں)۔

(۴) میر سید علی ہمدانی مودۃ القربا اوّلی مروت ششم میں خلیفہ عثمانی عمر ابن خطاب سے نقل کرتے ہیں کہ جب پیغمبرؐ نے اصحاب کے درمیان آخرت کا رشتہ قائم کیا تو فرمایا ھذا علی فی الدنیا و الاخرۃ و خلیفۃ

فی اہلی ووصی فی اُمتی و وارث علی و تاحی دینی مالک منی مالی منہ تفعہ تفعی و ضرہ ضری
من اجلہ فقد احببت من البغضی فقد البغضی (یعنی یہ علی دنیا و آخرت میں میرے بھائی
..... میرے اہل میں میرے خلیفہ، میری اُمت میں میرے وصی، میرے علم کے وارث اور میرے قرض کو
ادا کرنے والے ہیں جو حقوق انہیں مجھ سے حاصل ہیں وہی حقوق مجھے ان سے حاصل ہیں ان کا نفع میرا نفع اور ان کا
نقصان میرا نقصان ہے جس نے انکو دوست رکھا اُس نے دراصل مجھکو دوست رکھا اور جس نے انکو دشمن رکھا اُس نے درحقیقت
مجھکو دشمن رکھا۔

(۵) اسی موت ششم میں انس ابن مالک سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس کو میں پہلے پیش کر چکا ہوں اس کے آخر
میں ذکر کرتے ہیں کہ رسول خداؐ صریحاً فرمایا وہو خلیفتی و وزیری یعنی علی میرے خلیفہ اور وزیر ہیں۔
(۶) محمد ابن یوسف گنجی شافعی نے کفایت الطالب میں ابو ذر غفاری سے روایت کیا ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا فتروی علی
المحقوق دایہ علی امیر المومنین و امام اعز المحدثین و الخلیفۃ من بعدی (یعنی حضرت کوثرؓ
کے گناہ میرے پاس امیر المومنینؓ کوثرؓ کی جہرے اور ہاتھ والوں کے پیشوا اور میرے بعد میرے خلیفہ علیؓ کا علم اُسے گا۔)
(۷) بیہقی، خطیب خوارزمی اور ابن مغالہ شافعی نے اپنے مناقب میں نقل کیا ہے کہ رسول اکرمؐ نے علیؓ علیہ السلام
سے فرمایا اے لا یتبعی ان اذهب الّا وانت خلیفتی وانت ادلیٰ بالمومنین من بعدی (یعنی
یہ درست نہیں ہے کہ میں لوگوں کے درمیان سے اٹھ جاؤں بغیر اس کے کہ تم (اے علیؓ) میرے خلیفہ اور میرے
بعد تمام مومنین سے اولیٰ ہو)۔

(۸) امام ابو عبد الرحمن نسائیؒ نے جو ائمہ صحاح ستہ میں سے ہیں خصال العلویٰ ضمن حدیث ۲۳ میں جس نے
ابن عباس سے تفصیل کے ساتھ حضرت علیؓ کے مناقب نقل کئے ہیں، درجات باروق کا ذکر کرتے کے بعد لکھا
ہے کہ رسول اللہؐ نے علیؓ سے فرمایا انت خلیفتی یعنی فی کل مومن من بعدی، تم میرے خلیفہ ہو یعنی ہر مومن پر میرے بعد
بدیہی بات ہے کہ اس جملے اور آخری فقرے سے علیؓ علیہ السلام کو سارے منازل و مراتب باروق عطا کرنے کے
بعد آپؐ کی امارت پر نص جلی فرمائی ہے یعنی تم اے علیؓ میری اُمت اور تمام مومنین میں میرے بعد میرے خلیفہ ہو۔
اس حدیث اور دوسری احادیث کے اندر پیغمبرؐ کے بیان میں لفظ من یا من بیان ہے یعنی میری موت
کے بعد یا من ابتداء ہے یعنی تم میری اُمت میں میری وفات کے اول وقت سے میرے خلیفہ ہو۔ ہر حال دونوں
صورثوں میں ان جملوں سے حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل ثابت اور متحقق ہوگئی کہ حضرت نصی علیؓ و نص خفی کے ساتھ
رسول اللہؐ کے بعد تمام اُمت پر خلیفہ رسولؐ تھے۔

(۹) حدیث خلافت ہے جو مختلف طریقوں سے نقل ہوئی ہے، من جملہ ان کے امام احمد بن حنبلؒ میں،

میر سید علی ہمدانی صلی اللہ علیہ وسلم میں ابن سنازلہ شافعی مناقب میں اور ویلی فرانس میں مختصر تفاوت الفاظ کے ساتھ سلسلہ روایات و اسناد صحیحہ کے نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر نے فرمایا خلقت انسان من نور واحد قبل ان یخلق اللہ ثلث ادم باربعۃ عشر الف عام فلما خلق اللہ تعالیٰ ادم رکب ذالک النور فی صلبہ فلما نزل فی شیء واحد حتی افتتر قافی صلب عبد المطلب مقل النبوة و فی علی الخلافة (یعنی میں اور علی دونوں خلقت آدم سے چودہ ہزار سال پہلے ایک نور سے پیدا کئے گئے، آدم کی پیدائش کے بعد خدائے اس نور کو ان کی صلب میں نازل فرمایا پس ہم ہمیشہ باہم ایک رہے یہاں تک کہ عبد المطلب کے صلب میں ایک دوسرے سے بجا ہوئے چنانچہ محمد میں نبوت اور علی میں خلافت آئی)۔

(۱) حافظ ابو جعفر محمد بن بریر طبری توفی سنہ ۳۲۰ ہجری کتاب الروایۃ میں نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم نے اعلیٰ خلیفہ علی میں فرمایا وقد اوصیٰ جبرئیل من الی ان اتوم فی هذا المشهد واعلم کل ابیہن واسودات علی ابن ابی طالب اخی ووصیق وخیلی مقلی واکامام بعدی وایہم فایا معاشر الناس ذالک فان اللہ قد نصیہ لکم ولیا واما ما وفرض طاعتہ علی کل احد ما من حکمہ جائز قولہ صلحہ من خالفہ من خالفہ من مدقہ (یعنی جبرئیل نے پروردگار کا طرف سے حکم دیا کہ اس مقام پر بیٹھ جاؤں اور ہر نصیب و سیاہ کو اگر وہ نہ کرے کہ علی ابن ابی طالب میرے بھائی میرے وصی، میرے خلیفہ اور میرے بعد امام ہیں گے جماعت مردم خداستم پر لگی کر دل و اولیٰ برتصرف) اور امام مقرر فرمایا اور ان کی اطاعت پر فرور پروا جب کی ان کا حکم نافذ ہے اور ان کا قول صحیح ہے۔ بلکہ وہ شخص جو ان کی مخالفت کرے اور خدا کا حکم ہے اس پر عتاب ہے) (۱) شیخ سلیمان بنی خنیفہ بنیامین اللہ فی مناقب احمد کے اور وہ ابن عباس (خیر امت) سے ایک روایت نقل کرتے ہیں جو علاوہ نام خلافت کے ان حضرت کے بہت سے مفروض صفات پر مشتمل ہے جن میں سے ہر ایک الگ الگ آپ کے مقام خلافت کے اثبات پر ایک قرینہ ہے لہذا آپ حضرات کی اجازت سے پوری حدیث پیش کرتا ہوں تاکہ محبت تمام ہو جائے اور سب صحابہ کچھ میں کہ غلام الانبیاء کی منزل رسالت کے بعد علی علیہ السلام کا مرتبہ تمام تعاقبات سے بالاتر ہے۔ غلام یہ کہ ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ یا علی انت صاحب ہو منی و صاحب لہائی وحبیب قلبی ووصیق ودارش علی وخیلی مقلی واکامام بعدی مستودع مواردیہ الانبیاء من قبلی وانت امین اللہ فی ارضہ وحمیۃ اللہ علی بریتہ وانت رکن الایمان وحمولہ الاسلام وانت مصباح الدجی ومانا الہدی ووالعلم المرفوع لاهل الدنیا وایا علی من اتبعک ابغی ومن تعلفک عندک هلك وانت الطریق الواقف والصراط المستقیم وانت قائد العترۃ المحجلین وعلیوب المومنین وانت صولی

من انا مولانا وانا صولای کلی مؤمن وموصلہ لایحیک الا طاهر الولادۃ ولا یغضنک
 الا خبیث الولادۃ وما عرجی ربی الی السماء وکلمتی ربی الا قال یا محمد اقر علیا
 منی السلام وعرفہ ابنہ امام اولیائی وثور اهل طاعتی ہنیئاً لک ہذہ العرامۃ یا
 علی۔ (یعنی اسے عاقل میرے حوض کے مالک، میرے علم کے حامل، میرے دلی دوست، میرے وصی،
 میرے علم کے وارث اور میرے خلیفہ ہونے پر مجھ سے قبل کے سارے انبیاء کی میراثوں کے امانت دار ہونا، تم زمین پر خدا
 کے امین اور تمام مخلوق پر اللہ کی حقیقت ہو، تم ایمان کے رکن اور اسلام کے محافظ ہو، تم ظلمت کے چراغ، ہدایت
 کے نور اور اہل دنیا کے لئے بلند کئے ہوئے علم ہو۔ اسے علی جو تنہا ہی پیروی کرے وہ نجات یافتہ ہے اور جو شخص
 تم سے روگردانی کرے وہ ہلاک ہونے والا ہے، تم راہ روشن اور صراط مستقیم ہونے پر سفید چہرے والوں کے پیشوا اور
 مومنین کے سلطان ہو۔ تم ہر اس شخص کے مولا و آقا ہو جس کا میں مولا و آقا ہوں اور میں ہر مومن و مومنہ کا مولا و آقا ہوں
 تم کو وہی دوست رکھنا ہے جو حلال زادہ ہے اور تم کو وہی دشمن رکھنا ہے جو حرام زادہ ہے۔ خدا مجھ کو
 آسمان پر نہیں لے گیا اور مجھ سے کلام نہیں کیا لیکن یہ کہ فرمایا اے محمد علی کو میرا سلام پہنچاؤ اور ان سے بتا دو
 کہ وہ میرے دوستوں کے امام اور میرے فراتر وادوں کے نور ہیں۔ پھر ان حضرت مومنین نے فرمایا کہ مبارک ہو تم کو
 یہ کرامت یا علی!)۔

(۱۲) ابوالمودب موق الدین الخطب خطباء خوارزم نے کتاب فضائل امیر المومنین (طبع ۱۳۱۳ھ ہجری) صفحہ ۲۴ میں
 انیسویں فصل کے ضمن میں اپنے اسناد کے ساتھ حضرت خاتم الانبیاء سے نقل کیا ہے کہ فرمایا۔ میں جس وقت
 معراج میں سدۃ المنتہی پر پہنچا تو خطاب ہوا کہ اے محمد تم نے لوگوں کی آزمائش کی تو کس شخص کو سب سے زیادہ اپنا نذرانہ
 پایا؟ میں نے عرض کیا علی کو قال صدقت یا محمد ارشاد ہوا تم نے سچ کہا اے محمد، پھر فرمایا فعل اتخذت
 لنفسک خلیفۃ یؤدی عنک ویصلح عبادی من کتابی ما لا یعلمون قال قلت یا رب اختدلی
 فان خیرتک خیرتی قال اخترتک لک علیاً فاتخذت لنفسک و خلیفۃ و وصیاً و نخلتہ علی
 و حللی و ہذا میر المومنین حقاً لہما لہا احد قیلہ و لیست لاحد بعدہ (یعنی آیا تم نے
 اپنے لئے کوئی خلیفہ منتخب کیا ہے جو تم سے بعد اس کا مقام رکھ سکے؟ میں نے عرض کیا پروردگار تو جس کو انتخاب فرمائے
 بندوں کو ان باتوں کی تعلیم دے جو ان کو نہیں معلوم ہیں؟ میں نے عرض کیا پروردگار تو جس کو انتخاب فرمائے
 اسی کو میں بھی منتخب کرتا ہوں خطاب ہوا کہ میں نے تمہارے لئے علی کو منتخب کیا پس ان کو تمہارا خلیفہ اور وصی
 قرار دینا ہوں اور ان کو اپنے علم و حکم سے آراستہ کیا۔ وہ حقیقی امیر المومنین ہیں کہ پہلے والوں میں سے اور بعد والوں
 میں سے کوئی شخص اس منزلت پر فائز نہیں ہو سکتا)۔

اس طرح کہ حدیثیں آپ کی معتبر کتابوں میں بہت ہیں لیکن بعضی اس وقت مجھ کو یاد نہیں وہ میں نے پیش کر دیں تاکہ جناب حافظ صاحب یہ جان لیں کہ میں شاخ و برگ کا اضافہ نہیں کرتا ہوں، بلکہ اصل واقعہ اور حقیقت بیان کرتا ہوں۔ جیسا کہ خود آپ کے بعض اصناف پسند اکابر علامہ نے بھی اس مطلب کی تصدیق کی ہے جیسے نظام بصری چنانچہ صلاح الدین صفوی نے واقعی باورنہیات ضمنی حالت ذیلی حالات ابراہیم بن سیار بن ہانی بصری معروف بہ نظام معتزلی میں کہا ہے کہ نفس الیقینی علی اللہ علیہ وسلم علی ان الامام علی و عقیلہ و عرفت الصحیحہ والاسک و لکن کتبتہ عمر کا حیل اپنے معجزہ رفتی عنہما یعنی رسول اللہ نے علیؑ کی امامت پر یقین فرمائی ہے اور انکو امام معین فرمایا ہے، اور صحابہ بھی اس بات سے اجماعی طرح واقف تھے لیکن عمر نے ابوبکر کی خلافت علیؑ کی امامت و خلافت پر پورا افسوس بہ کریم نے رسول کا زنا نہیں دیکھا ہے لیکن آج جب ہم حق کا راستہ ڈھونڈنا چاہتے ہیں تو مجبور ہیں کہ آیات قرآن اور فضیلتِ حقین میں معجزہ صغیر کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں قطعاً طور پر جو ذات خدا کو محبوب تھی اور آیات قرآن مجید اور کثیر متواتر احادیث رسولؐ کے دلائل سے جس کو علم و فضل میں مقدم اور ساری امت سے افضل اور برتر ثابت کیا گیا ہے، ہم بھی بجا طور پر انہی کی پیروی اور اطاعت کرتے ہیں۔

آپ ہی کی معتبر کتابوں میں جو حدیثیں درج ہیں ان میں بہت سے مقامات پر صراحت کے ساتھ خلافت و ولایت اور وصایت کے الفاظ آئے ہیں، اس کے علاوہ جو کچھ علیؑ علیہ السلام حضراتی و فضائل کے مجموعہ تھے۔ جیسا کہ گذشتہ شبوں میں ہم نے کچھ اشارے کئے ہیں کہ آپؐ سوا نبوت خاصہ کے پیغمبر خاتم الانبیاء کے ساتھ تمام خصوصیات میں شریک اور ساری امت سے افضل تھے اور آیات قرآن اور بکثرت اخبار متواتر کے مطابق (افلو و بشیر میں سے کوئی شخص ان بزرگوار کے فضائل و کمالات میں سے عشر عشر ملکہ نہر میں سے ایک پر بھی فائز نہیں ہے جیسا کہ خلیفہ خوارزمی نے مناقب میں برداشت ابن عباسؓ جمہور سے، عمر بن یوسفؓ گنی شافعی نے کفایت الطالب میں، سبط ابن جوزیؓ نے تذکرہ میں، ابن صباغ مالکیؓ نے فضول المہدی میں، سلیمان بن علیؓ حنفیؓ نے نیابیع المودۃ میں اور میر سیّدی ہرانیؓ نے مودۃ القرباء میں، غرض کہ تمام علم میں خلیفہ ثانی عمر ابن خطابؓ سے نقل کیا ہے اور سب نے الفاظ کے متصریص پیش کئے ساتھ لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ لو ان الریاض اقلام والبحر مداد والجن حباب والانس کتاب ما احصوا فضل علیؑ ابن ابی طالبؓ و انما اگر بخت تمام بنی ہاشم و شترانی ہو جائے سائے جنت حباب کریں اور کل انسان لکھنے والے ہوں جب بھی علیؑ ابن ابی طالبؓ کے فضائل شمار نہ کی جاسکتے۔ کیا خوب کہا ہے فارسی کے شاعر نے۔

کتاب فضل ترا آپ بحر کافیت کہ ترکیب سرنگشت و مخموشماری

لہذا حضرت منہج خلافت اور جانشینی رسولؐ کے لئے سب سے بڑھ کر مترادف اور سب سے زیادہ مفید تھے۔

شیخ صاحب پھر بھی بولتے ہیں

شیخ عبدالسلام: (حافظ محمد رشید صاحب کی طرف رخ کر کے کہا) اجازت دیجئے کہ مختصر طور پر میں بھی کچھ باتیں پیش کروں اور آپ بھی تھوڑی دیر دم سے لیں (پھر میری طرف مخاطب ہوئے کہ) جناب ہم لوگ مولانا علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل کے بڑے شائق ہیں لیکن صرف انہیں حضرت پر اعتماد کر دینا نامعقول بات ہے کیونکہ پیغمبر کے خاص صحابہ یعنی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک صاحب فضائل تھا اور سب کے سب آپس میں برابر تھے آپ چونکہ ایک رنجی گفتگو کر رہے ہیں جس سے ممکن ہے کہ حاضر و غائب حضرات پر حقیقت شقیہ ہو جائے اور وہ یہ سمجھیں کہ جو کچھ آپ فرما رہے ہیں وہی درست ہے لہذا اجازت دیجئے کہ اُن حضرات کے فضائل میں جو احادیث ہیں کچھ اُن میں سے بھی بیان کروں تاکہ سختی بے نقاب ہو جائے۔

خیر طلب: ہم خاص طور پر اشخاص کی طرف توجہ نہیں رکھتے بلکہ عقل و علم اور منطق کے پابند ہیں۔ ہم خود سے ایک رنجی گفتگو نہیں کرتے بلکہ قرآن آیتیں اور فریقین کی متفق علیہ صحیح و صریح حدیثیں ہم کو ایک طرف چہ دے رہی ہیں۔ البتہ صحابہ کے بارے میں بھی خدا گواہ ہے کہ جاملانہ محبت اور دشمنی نہیں رکھتائیں نہ ہرگز نہ ایک طرف تعصب اختیار نہیں کیا اور نہ کروں گا اور حضرات حاضرین جلسہ سے بھی درخواست ہے کہ جس جگہ پر میرا کوئی تعصب دیکھیں یا کوئی ایسی بات سنیں جو عقل و برہان اور منطق کے مطابق نہ ہو تو ہر بانی کر کے توجہ دلا دیں ممنون ہوں گا۔

یہاں فضیلت صحابہ سے انکار نہیں لیکن افضل کا انتخاب ہونا چاہیئے

البتہ بالکل درست ہے کہ متفق علیہ اور مقبول الفرقین احادیث کو بیان کیجئے میں جان و دل سے قبول کروں گا کیونکہ میں نیکی کا ریاک صحابہ کی فضیلت سے انکار نہیں کرتا مگر یہ کہ اُن میں سے ہر ایک اپنی جگہ پر کسی فضیلت کا حامل ہو لیکن ضرورت تو اس کی ہے کہ ایسی ہی تلاش کی جائے جو فریقین دشمنی و شیعہ کے نزدیک ساری امت کے افضل ثابت ہو، اس لئے کہ ہماری بحث صاحب فضل کے بارے میں نہیں ہے، کیونکہ فضل و بہت ہیں بلکہ یہ تیرہ لگانا ضروری ہے کہ رسول اکرم کے بعد کون شخص تمام امت سے افضل تھا تاکہ ہم اس کو عقل و منطق کی روشنی میں مقدم سمجھیں اور اُن کی پیروی کریں۔

پیشخ: یہ تو آپ خواہ مخواہ کی تیرہ لگا رہے ہیں کیونکہ آپ کا کتابوں میں تو ایک حدیث بھی خلفاء کے فضائل میں موجود نہیں ہے لہذا ہم متفق علیہ احادیث کہاں سے پیش کر سکتے ہیں۔

خیر طلب الاولیاء اور اہل قعود آپ ہی کی طرف پلٹتا ہے کہ پہلی شب کو بغیر مطالعہ کئے ہوئے کیوں بات چیت کی؟ اگر آپ کو یاد ہو تو شب اول جناب حافظ صاحب ہی نے یہ شرط رکھی تھی کہ مساجد کے دوران میں ہمارا استدلال قرآن مجید کے آیات اور فرقہ بین کے متفق علیہ احادیث سے ہوگا، میں بھی چونکہ آپ کی گفتگو کا کثرت سے مطالعہ کر چکا تھا لہذا اس کو قبول کر لیا۔ آپ اور سارے حاضرین جلسہ گواہ ہیں کہ پہلی رات سے اب تک میں اس قرار سے لگ نہیں ہوا اور شروت میں صرف قرآن مجید کی آیتیں اور آپ کے مؤلفی علماء کی معتبر کتابوں سے صحیح و درست احادیث ہی کو پیش کرتا رہا ہوں اور اکثر جن وقت تک یہ جلسے قائم رہیں گے اور آپ حضرات کی ملاقات سے مشرف ہوتا رہوں گا لائف رائے اس معاہدے سے باہر نہ جاؤں گا۔ ثانیاً جس وقت آپ نے یہ شرط معین کی تھی تو اس پر خود نہیں کیا تھا کہ ایک وقت خود ہی اسی مصیبت میں پھنس جائیے گا؛ پھر بھی میں اس قرار کو سخت گیری کا بہانہ نہیں بتاتا ہوں، میں حاضر ہوں کہ آپ کی ایک طرف صحیح اور مرید حدیث کو جو گھڑی ہوئی نہ ہوں اور عقلی و نقلی دلائل کے موافق ہوں سنوں اور میرا آپ کی انصاف کے ساتھ حق فیصلہ کریں، چنانچہ اگر حضرت علی علیہ السلام کی کثرت فضائل سے تقابل ہو جائے گا تو ہم مان لیں گے۔

شیخ: بعض خلافت کے سلسلے میں آپ نے حدیثیں نقل کیں لیکن اس سے غافل رہے کہ اس قسم کی احادیث عظیمہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے بہت اہم ہے۔

خیر طلب: اس بات کا لحاظ رکھتے ہوئے کہ خود آپ کے اکابر علماء جیسے ذہبی، سیوطی اور ابن ابی العزیز وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ بنی امیہ اور ابوبکر کے ماننے والوں نے ابوبکر کے فضائل میں کثرت سے حدیثیں گھڑی ہیں انہوں نے کے طور پر یہ کیا کہ آپ نے فرمایا ہے اُن بہت میں سے کوئی ایک حدیث نقل فرمائیے تاکہ مقصد اور غیر متعصب فیصلہ کرنے والے اس پر فیصلہ دیں۔

فضیلت ابوبکر میں نقل حدیث اور اس کا جواب کہ یہ وضعی ہے

شیخ: ایک متبر حدیث عمر بن ابی بکر بن خالد سے وہ عیسیٰ بن عمار بن عبد اللہ بن عباس سے وہ اچھا ہے اور وہ اپنے دادا عباس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا نے اُس بزرگوار سے فرمایا یا عباس ان اللہ جعل ابابکر خلیفۃ علی دین اللہ فاسمعوا لہ واطیعوا (یعنی اے چچا درحقیقت خدا نے تمہارے لئے ابوبکر کو اللہ کے دین پر خلیفہ بنایا ہے پس اُن کی بات سنو اور اطاعت کرو تاکہ نجات پاؤ۔)

خیر طلب: اس سے قطع نظر کہ یہ حدیث ایک طرف ہے اور ہمارا معاہدہ یہ نہیں تھا کہ ایسی حدیثوں سے استدلال

کریں، یہی ایک طرف حدیث اگر مردود نہ ہوتی تو ہم اس کے بارے میں بحث کرتے۔

شیخ: اس طرح مردود ہے؟ آپ بھی مطالب کو زیادتی باتوں سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

خیر طلب: آپ کو دھوکا ہوا ہے۔ ہم نقل کرتے ہیں بلکہ صاحبان عمل ہیں۔ اس حدیث کو ہم نے رد نہیں کیا ہے بلکہ خود آپ کے بڑے بڑے علماء نے رد کیا ہے، اس لئے کہ اس کے راوی ان کی نظر میں سنت جموعہ اور جل سلا میں اور اسی وجہ سے اس کو باطل اور درجہ اعتبار سے ساقط سمجھتے ہیں، چنانچہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابراہیم بن خالد کی کیفیت لکھتے ہوئے اور خطیب بعد اوستے عمر بن ابراہیم کا حال درج کرتے ہوئے اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے کہ اسے کذاب (یعنی یہ بہت جبار جموعہ ہے) ۱۲ منزحہ میں کذاب اور دروغگو شخص کی حدیث باطل، مردود اور ناقابل قبول ہوا کرتی ہے۔

شیخ: اخبار صحیح ثلثہ صحابی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرئیل پیغمبر پر نازل ہوئے اور عرض کیا کہ خدا آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں ابوبکر سے راضی ہوں ان سے پوچھو کہ آیا وہ بھی مجھ سے راضی ہیں یا نہیں؟

خیر طلب: یہ بہت ضروری چیز ہے کہ فقہ کے طور پر ہم اس بات کو سمجھ لیں کہ نقل احادیث میں ہم کو بہت محتاط رہنا چاہیے تاکہ صاحبان نقل کے اعتراض سے محفوظ رہیں مثلاً آپ کی توجہ اور یاد دہانی کے لئے ایک حدیث نقل کرتا ہوں جو آپ کے اکابر علماء جیسے ابن جریر اور ابن عبد البر نے استیعاب میں خود ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم نے فرمایا کثرت علی الکذاب ومن کذب علی متعمداً انقد تنزع فقد کھن الناس دکما حدثنہ حدیث منی فاعرضوا علی کتاب اللہ (یعنی بہت ہو گئے مجھ پر جھوٹ باندھنے والے اور جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے اس کی قیام گاہ آتش جہنم ہے جس وقت تمہارے سامنے میری طرف سے کوئی حدیث بیان کی جائے تو اس کو قرآن کے سامنے پیش کرو۔) (یعنی اگر مطابق قرآن ہونو قبول کرو ورنہ رد کرو)۔ نیز فریقین کی متفق علیہ حدیث ہے جیسا کہ امام فخر الدین رازی نے بھی تفسیر کبیر جلد سیم ص ۳۷ میں اس حدیث سے نقل کیا ہے کہ فرمایا اذا ردی لک عن حدیث فاعرضوا علی کتاب اللہ تعالیٰ فان وافقہ فاقبلوا والا فردوا۔ (یعنی جس وقت تمہارے لئے میری طرف سے کوئی حدیث نقل کی جائے تو اس کو

کتاب خدا پر پیش کرو۔ پس اگر وہ قرآن کے موافق ہو تو قبول کرو ورنہ رد کرو) چنانچہ آپ کے اکابر علماء کی کتابوں میں وارد ہے کہ رسول اللہ کی زبان حدیث نکلتے فائز میں ہی ابو ہریرہ مردود بھی تھے جن سے آپ نے یہ حدیث نقل کا ہے اور بلاوجہ انکو ثقہ بتایا ہے۔

شیخ: آپ کے ایسے جلیل القدر مبلغ و عالم ائمہ و رسول سے یہ امید نہیں تھی کہ اصحاب پیغمبر کی نسبت طعن اور رد کیجئے گا۔

خیر طلب: اول تو آپ چاہتے ہیں کہ صحابی کی نقطہ سے مجھ کو مرعوب کریں حالانکہ یہ آپ کا غلط فہمی ہے کہ صرف صحابی ہونے کو فضل و شرف کا ضامن سمجھتے ہیں، یقیناً رسول اکرم صاحب متواضع و شرف کا باعث

ہے۔ لیکن اس شرط سے کہ مصائب اُن حضرت کا مصلحت و فرمانبردار بھی ہو۔ لیکن اگر اُن حضرت کے احکام و ہدایات کے خلاف عمل کرے اور ہرگز اس کا تعلق نہ ہو تو قطعاً مردود اور کبھی ملعون اور نادر حیم و عذاب الیم کا مستحق نہ ہو گا کیا وہ منافقین جن کی ہر کرداری کا شہادت اور گواہی ہونے کا خیر قرار کا جمید کی آیتیں دے رہی ہیں رسول کے مصاحبین میں سے نہیں تھے کہ ملعون اور روزِ حق قرار پائے پس ایک تعجب نہ کریں کہ ابوہریرہ بھی انہیں مردود و ملعون اور جہنم کے مستحق لوگوں میں سے ہوں۔

شیخ، اول تو اُن کا مردود ہونا ثابت نہیں ہے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ بعض کے نزدیک مردود بھی ہوں تو اُن کے جہنمی ہونے پر کیا دلیل ہے؟ کیا ہر مردود ملعون اور روزِ حق ہوتا ہے؟ ملعون تو وہ شخص ہے جو قرآن کریم کا حق کھینچ یا پیغمبر کے ارشاد سے ملعون ہو۔

ابوہریرہ کی کیفیت اعدا اُن کی مذمت

خیر طلب، ابوہریرہ کے مردود ہونے پر دلائل بکثرت اور اظہارِ الشمس ہیں جن کی غور و پیمائش کے احکام و ہدایات نے بھی تصدیق کی ہے۔ اُن کے دلائل مردودیت کے یہ ہے کہ بقول رسولِ ملعون ابنِ ملعون شخصِ فرزندِ ابی سفیان کے کیا یقین اور دوہرے آدھیں میں سے تھے کہ نہ کہ مفسین میں بعض بعض روزِ نارت تراویح المومنین کے پیچھے پڑھتے تھے لیکن ترجمے معاویہ کے عرضِ دستِ قرآن سے اڑتے تھے، چنانچہ زحشری نے ربیع الاول میں، ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اور دوسروں نے بھی نقل کیا ہے کہ جب اُن سے اس دو روزِ بیات کا سبب پوچھا جاتا تھا تو کہتے تھے۔ مفسیرۃ معاویہ (دوسرا مصلوۃ خلفت علی افضل رعیتم معاویہ کا مفسیرہ اور کھانا کافی روغن دار ہوتا ہے اور غارِ علی کے پیچھے اُن سے) یہاں تک کہ شیخ المفسیرہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔

علیٰ حق اور قرآن سے جدا نہیں ہیں

حالا حکم (ملاوہ اجماع علما سے شیوخ کے) خدا پ کے ملازمین شیخ الاسلام کوئی نے فراموش نہیں خواہی گئے منافقین، بطرانی نے واسطیہ، گنجی شافعی نے کفایت الطالب میں، ابن قتیبہ نے الامار والسیاستہ جلد اول میں، امام احمد ابن حنبل نے مسند میں، سیلابی نے مغلنی نے بیع المودۃ میں، ابو یعلیٰ نے مسند میں، مستق ہندی نے کنز العمال

لے مفسیرہ ایک کھانا ہے جو دودھ کے ساتھ تیار ہوتا ہے اور یہ معاویہ کی غصوں خدا تھی۔

جلد ششم ۱۵ میں، سعید بن منصور نے سنن میں، خطیب بغداد نے اپنی تاریخ جلد ۱۲ میں، حافظ ابن مردودہ نے مناقب میں، معانی نے فضائل الصابریں، امام فخر رازی نے تفسیر کبیر جلد اول میں، ابن القاسم حین بن محمد وراغب (مصری) نے محاضرات الادباء جلد دوم میں اور دوسرے علماء نے بھی انہیں ابوہریرہ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا علی مع الحق والحق مع علی بیدور معہ کیفیت دار (یعنی علی حق کے ساتھ ہیں اور حق علی کے ساتھ ہے جو آپ کے ساتھ ہی ساتھ مڑتا ہے) اس کے بعد بھی یہی علی کو چھوڑ کے معاویہ کے گرد پیش چکر لگائیں تو کیا مردود نہیں ہیں؟ جو شخص معاویہ کے افعال شنیعہ اور اس کا ظلم کو تم دیکھ کے خاموش رہے بلکہ مزید براں دنیاوی منافع حاصل کرنے اپنا پیٹ بھرنے اور جاہ و منصب تک پہنچنے کے لئے ان کا حاشیہ نشین اور مددگار بنو تو کیا وہ مردود نہیں ہے؟ وہ ابوہریرہ جو خود نقل کرتے ہیں جیسا کہ آپ ہی کے اکابر علماء جیسے حاکم نیشاپوری نے مستدرک جلد سوم ۱۲۴ میں امام احمد بن حنبل نے مسند میں، طبرانی نے اوسط میں، ابن معاذ نے تفسیر شافعی نے مناقب میں، منتقی ہندی نے کنز العمال جلد ششم ۱۵۴ میں، شیخ الاسلام محبتی نے فرائد میں ابن حجر مکی نے صواعق ۱۵۹ میں، اسیمان بلخی حنفی نے بیابیع المودۃ میں جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں، امام ابو عبد الرحمن نسائی نے خصائص العلوی میں اور دوسروں نے ان سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا علی مع القرآن والقرآن مع علی لن یفترقا حتی یرداعلی الحوض علی منی وانا من علی من سبہ فقد سبقتی ومن سبقتی فقد سب الله (یعنی علی قرآن کے ساتھ اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض رکوش پر میرے پاس آئیں علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں جو شخص علی کو سب و شتم کرے اُس نے مجھ کو سب و شتم کیا اور جس نے مجھ کو سب و شتم کیا اُس نے خدا کو سب و شتم کیا) اور ساتھ ہی خود بکھتے ہیں کہ معاویہ بالا اعلان اور کلمہ لھلا بالائے منبر اور غار جمعہ کے خطبے میں علی اور حسن و حسین علیہم السلام پر لعنت کرتا ہے نیز حکم دیتا ہے کہ تمام منبروں اور عیسویں میں ان حضرت پر لعنت کریں، تو جو شخص ایسے ملاعین کا ہم پیالہ و ہم نوالہ ہو۔ اُن کے عمل سے خوش ہو۔ پھر ان لوگوں کے ساتھ رہنے بہنے کے علاوہ حدیثیں لکھ کر کے ان کا مدد کرے اور لوگوں کو ان حضرت پر لعنت کرنے کے لئے برا بھلا کہے اور

مجبور کرے کیا وہ مردود نہیں ہے؟
شیخ: آیایہ عقل میں آتا ہے کہ ہم ان تہمتوں کو قبول کر لیں کہ ایک پاک دل صحابی حدیثیں وضع کر کے لوگوں کو علی کریم اللہ وجہہ پر لعنت اور سب و شتم کے لئے مجبور کرے؟ کیا اس قسم کی تہمتیں شیعوں کی تراشی ہوئی نہیں ہیں؟
خیر طلب: یقیناً عقل میں نہیں آتا کہ ایک پاک دل صحابی ایسی حرکت کرے گا۔ اور اگر صحابہ میں سے کسی فرد نے ایسا کیا ہے تو یہ قطعی دلیل ہے اس بات پر کہ اُس کا دل پاک نہیں تھا اور وہ حتمی طور پر منافق و مردود اور ملعون ہوگا اس لئے کہ خدا و رسول کو سب و شتم کرنے والا قطعاً مردود و ملعون اور جہنمی ہے، کیونکہ اس پر بکثرت احادیث کی نص

موجود ہے جیسا کہ اجماع علمائے شیعہ کے علاوہ خود آپ کے وکابر عارفانہ نقل کیا ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا جو شخص علم کو سب کرے اس نے عید کو اور جیسے خدا کو سب کیا، لیکن آپ نے جو یہ فرمایا کہ اس قسم کا تبہیں شیعوں کی تلاش ہوئی ہیں تو بائبا آپ نے دعوے میں یہ کہہ دیا کہ آپ کے علم کے منظر کو سب کر رہے ہیں جو اپنا مطلب نکالنے کے لئے جھوٹ کے پل بناتے اور پاک نفس شیعوں پر تہمتیں عائد کر کے بے خبر عوام کو گمراہ کرتے ہیں اور روز قیامت خدا کے سامنے باز پرس ہونے کا کوئی خوف نہیں رکھتے۔

شیخ: حقیقتاً جب آپ اصحاب رسولؐ پر سریشیں وضع کرنے کی تہمت لگاتے ہیں تو ہم کیا امید کریں کہ اہل اسلام کے ممتاز افراد اور بزرگ علمائے اہل سنت والجماعت کی طرف بڑی نسبت نہ دیجئے گا۔ آپ شیعہ لوگوں کی سب سے بڑی ہنرمندی بزرگوں کو برباد کرنا ہے۔

خیر طلب: آپ سے بہت زیادہ فرقہ بازی کی جارہی ہے ایسی نسبتیں دیں کیونکہ جو وہ سو برسوں کی رسی اور شیعوں کا اسلامی تاریخیں آپ کی نگاہ کے خلاف گواہی دے رہی ہیں۔

مخالفین کے مقابلے میں شیعوں کی منظریت

اسلام کے صد اقل اور امویوں کے زمانہ اقتدار سے لے کر اس وقت تک برابر ائمہ معصومین و اہل بیت طاہرین علیہم السلام کی بزرگ ہستیوں اور ائمہ کے مظلوم شیعوں کو بخشش باقی نہ رہی، لعنت کرنا، گلا دینا اور تہمت لگانا (رسمی یعنی امویوں کی سنت و جماعت کے پیر کی سیاست شیعہ و باز مسلمانوں کا مخصوص طریقہ رہا ہے اور اب تک آپ کے علم میں سے نمایاں شخصیتیں اپنی مستحقانہ ہونے میں بے خبر عوام کو بہکاتے اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ و جدائی ڈالنے کے لئے مظلوم شیعوں پر سینکڑوں تہمتیں اور بے سر پر کے الزامات عائد کر کے ان کو کافرانہ مشرک اور غالی کہہ کر اور اپنے سابق پیشواؤں کے قدم پر قدم لیکن سب کر کے بے خبر اور صاف دل سنی بھائیوں کی نگاہوں میں انکو قابل نفرت ثابت کرتے ہیں۔

شیخ: کس سنی عالم نے اپنی کتاب میں شیعوں پر تہمت لگائی اور جھوٹا بنا دیا ہے؟ اگر آپ اس بات کو ثابت نہ کر کے تو قطعاً آپ کی شکست کبھی ہائے کی کیونکہ ہمارے علمائے جو کہہ رہے ہیں کہ وہ بالکل حقیقت ہے شیعہ اپنے غاصد اعمال و عقائد کو چھوڑ دیں تاکہ محفوظ رہیں اور ان کی گرفت نہ کی جائے۔

شیعوں پرستی علماء کی جھوٹی نسبتیں اور تہمتیں

خیر طلب! آپ نے مجھ کو مجبور کیا ہے کہ جس قدر مجھ کو یاد ہے اُس میں سے مشتے نمونہ از خود اسے اُن تہاروں دروغ باتوں بہتانوں اور تہمتوں میں سے اس محرم مجمع کے سامنے کھربان کروں جو آپ کے اکابر علماء شیعوں پر عائد کی ہیں تاکہ ناواقف لوگوں کے خیالات صاف ہوں، اس کے بعد فیصلہ روشن غیر مسلمانوں کے پاکیزہ نفس پر چھوڑ دوں۔

شیعوں پر ابن عبد ربہ کی تہمتیں

آپ کے بزرگان علمائے ادب میں سے ایک صاحب شہاب الدین ابو عمر احمد بن محمد بن عبد ربہ قرطبی اندلسی مالکی متوفی ۳۲۸ھ مرقعہ جہنم نے عقد الفریح جلد اول صفحہ ۲۶۹ میں موصوفہ پاک دل شیعوں کو جو اسلام و ایمان کے جوہر کے حامل ہیں عاص امت کے یہودی بتایا ہے اور لکھا ہے کہ بطرح یہودی نصاریٰ کو دشمن رکھتے ہیں اسی طرح متبعہ بھی اسلام کو دشمن رکھتے ہیں اس کے بعد اسی عنوان کے ساتھ شیعوں پر بہت سی تہمتیں لگائی ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ شیعہ یہودیوں کی طرح تین ہلاکوں کا عقیدہ نہیں رکھتے ہیں۔ نیز طلاق کے بعد عدہ کے قائل نہیں ہیں۔

اس وقت جو شیعہ حضرات جلے میں موجود ہیں بلکہ خود آپ اور تمام وہ سنی صاحبان جو شیعوں کے ساتھ بیادلو رکھتے ہیں کیا ابن عبد ربہ صاحب کی ان تہمتوں پر نہ ہنسیں گے؟ اس لئے کہ ہماری تمام فقہی کتابیں اور علی رسالے تین طلاق کے مسائل اور طلاق کے بعد عدہ رکھنے کے طریقے سے بھرے ہوئے ہیں جو علاوہ طلاق اور عدہ بعد از طلاق شیعوں کے عمل درآمد کے اس ادیب بے ادب کے جھوٹ پر بھی بہت بڑی دلیل ہیں۔

نیز کہتے ہیں کہ شیعہ یہودیوں کی طرح جوڑیل کو دشمن رکھتے ہیں اس وجہ سے کہ وحی کو ہٹا کر پیغمبر کے پاس کیوں لائے در آنجا لیکر علیؑ کے پاس لانا چاہیئے تھا (جلے میں بیٹھے ہوئے سب شیعہ ہنس پڑے)۔

ملاحظہ فرمائیے کہ شیعہ حضرات اس بات کو سن کر ہنس سیتے تو کچھ ممکن ہے کہ ایسے ہلے عقیدے کو اپنے دل میں جگہ دیں۔

اگر یہ شخص افریقہ کے گوشے سے آگے بڑھتا یا شیعوں کی کتابیں مہیا کرنے اور پڑھنے کی زحمت کرتا تو خود شرمندہ ہوتا، اور ایسی تہمت نہ لگاتا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عہد اُلیا کیا ہوتا کہ ناواقف لوگوں سے حقیقت پوشیدہ رہے اور مسلمانوں کے درمیان جدائی پڑ جائے۔

مہمشید حضرت محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء کو ایک مستقل اور برحق پیغمبر جانتے ہیں کہ آنحضرتؐ پر بھی نازل ہوئے ہیں مرکز کوئی دھوکا نہیں ہوا اور جبریل امینؑ کی منزل اس سے بالاتر جانتے ہیں جس کی طرف اس بے حقیقت شخص نے نسبت دی ہے اور ان علی بن ابی طالبؑ کے متعلق ہیں جن کا وصایت اور خلافت رسولؐ کے لئے جبریل امینؑ نے خدائے تعالیٰ کی طرف سے اعلان کیا ہے لہ

لے ایک مرتبہ جب میری کے ذریعہ چند غیر نادر لوگوں کے ہمراہ کانپوری سے ساموہ جا رہا تھا تو ہمارے ٹوپیے میں موصل والوں کا ایک ایسا جاعت بھی اپنے تئیموں اور علموں سے وہ شخصوں کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ وہ دونوں مسلسل ہم لوگوں پر نکتہ چینی اور شہر کر رہے تھے اور ہمیں لگا رہے تھے۔ ان کو یہ پتا نہیں تھا کہ میں عربی زبان سے واقفیت رکھتا ہوں اور ہم لوگ بھی خاموش بیٹھے رہے یہاں تک کہ ان میں سے ایک شخص حاجی صاحب نے کہا کہ یہ رافضی لوگ بہت ہی فاسد اخلاق و عادات رکھتے ہیں اور ب کے سب بدعتی اور مشرک ہیں۔ لہذا ان کی ایک عجیب بدعت یہ ہے کہ نماز میں جب سلام دیتے ہیں تو ہاتھوں کو بلند کرتے ہیں اور تین مرتبہ کہتے ہیں غان الہی یعنی امین نے حیات کی۔ ان لوگوں نے پوچھا کہ امین کون تھا اور اس کا خیانت کیا تھا؟ شیخ نے کہا کہ شیخ مذہب دالے کہتے ہیں کہ جبریل امینؑ علیہ وآلہ وسلم اور علیؑ و جعفرؑ کو حاضریں سورہ ہے تھے کہ جبریل امینؑ خدا کی جانب سے مامور ہوئے کہ موت کی دہائی کو پہنچائیں لیکن انہوں نے حیات کی اور ان کے عوض خاتم الانبیاء کو پہنچا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ سارے شیخ جبریلؑ کے دشمن ہیں اور سرخانہ کے بعد تین مرتبہ کہتے ہیں کہ جبریل نے حیات کا یعنی دہائی کو علیؑ کے بدلے خاتم الانبیاءؑ کو پہنچا دیا کہ وہ بدعتیں کو کچھ سے نہ لایا گیا امینؑ نے کہا شیخ صاحب! جھوٹ اور تمہارے گمان کا وہ کبیرہ ہے یا صغیر؟ کہا کبیرہ ہے۔ میں نے کہا پھر خواب ماننے میں ہی نہ رہتا تو اس شخص کے ساتھ کس لئے دوڑے گا وہ کہے اور شیعوں پر یہ غلط ازام لگایا؟ انتہائی تکلف کے ساتھ جواب دیا کہ میں ٹھیک کہتا ہوں میں نے ان کو صحت سے پوچھا کہ آپ ناراض جانتے ہیں؟ ان میں سے دو تین آدمیوں نے کہا ہاں تو میں نے دہائیوں کو فریاد کیا اور جو ان کا زین کو جو موضع بحث سے واقف نہیں تھے ایک ایک کر کے آواز دی اور دہائی کہ آپ لوگ سلام نماز کے بعد جب کہ ان کا ہاتھ بلند کرتے ہیں تو کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم قبولیت نماز کے لئے تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے ہیں۔ میں نے کہا شیخ صاحب اب آپ کو کچھ خرم آگیا یا نہیں؟ انہوں نے کہا کہ تم نے ان لوگوں کو سکنا دیا ہے میں نے کہا وہ راندا کا خون کیسے۔ میں تو آپ کے ہمراہ میں تھا چاہا ہوں۔ تاہم ان کے ساتھ ہوں تو ایک غلط زبان سے نکالا ہے۔ پھر میں نے ان کو صحت کی طرف رخ کیا اور کہا کہ میں انہیں کہتا ہوں کہ آپ صاحبان! اگر دوسرے ڈیوں میں جانیے اور ان شیخ زائیں سے جو ان گاڑی میں سفر کر رہے ہیں، مداخلت کیجئے چند ہوشیار شخص جو زبان سے واقف تھے گئے اور اپنا اگر خیمے کے عالم میں شیخ صاحب پر برس پڑے کہ اس جھوٹ اور افتراء سے آپ کا کیا مطلب تھا؟ ہم لوگوں نے عام دیہاتی اور شہری زائرین سے سوال کیا اور ب نے بالعموم یہی جواب دیا کہ ہم اللہ اکبر کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم نے کچھ خاص الامین کے متعلق پوچھا تو

نیز کہتے ہیں کہ شیعہ یہودیوں کے مانند ہیں جو سنت رسولؐ پر عمل نہیں کرتے اور جس وقت کما سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں۔
اسلام علیکم یعنی موت ہو تم پر۔ (شیعہ حضرات نے قہقہہ لگایا) شیعوں کا باہمی طرز عمل اور برادران اہل سنت کے ساتھ معاشرت
کا طریقہ ان کا غلط بیانی پر سب سے بڑی دلیل ہے۔

سب سے زیادہ تعجب تو اس بات پر ہے کہ کہتے ہیں، شیعہ یہودیوں کی طرح تمام مسلمانوں کا خون حلال سمجھتے ہیں اور
اسی طرح مسلمانوں کا مالی ہضم کر لینا جائز جانتے ہیں۔ حالانکہ آپ خود شیعوں کے اعمال کی گواہی دے سکتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ہم
کفار تک کے جان و مال تک کو حلال نہیں جانتے تو مسلمان بھائیوں کے جان و مال پر کیونکر تصرف کریں گے شیعہ مذہب
میں حتیٰ انہی پر دست درازی بہت بڑا لگا ہوا سمجھا گیا ہے اور قتل نفس بھی گناہانِ کبیرہ میں سے ہے۔

آپ کے بزرگ علماء میں سے صرف ایک کے بعض اقوال پیش کئے گئے ہیں جسے کا وقت اجازت نہیں دیتا کہ
ان کے ہر لیا ت پر اس سے زیادہ توضیح کی جائے۔

ابن حزم کی تہمتیں

آپ کے اکابر علماء میں سے ایک صاحب ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ تھے جنہوں
نے اپنی مشہور کتاب الفصل فی الملل والنحل میں عجیب عجیب تہمتیں اور دروغ بانیوں کے ساتھ شیعوں پر حملے کئے ہیں۔
خصوصیت کے ساتھ اس کتاب کی پہلی جلد ملاحظہ فرمائیے تو دیکھیں گے کہ اس میں کتنی مضحکہ خیز باتیں درج ہیں۔ میں جلد ان کے
صاف صاف کہتے ہیں کہ شیعہ مسلمان نہیں ہیں بلکہ کافر اور ایسے دروغ گو ہیں جنہوں نے یہود و نصاریٰ کی پیروی اختیار کی
ہے اور جلد چارم ص ۱۸۷ میں کہتے ہیں کہ شیعہ نوعورتوں کے ساتھ نکاح جائز سمجھتے ہیں۔ اس مرد کتاب کی افترا پر دازی
اور اس عجیب تہمت کے خلاف سب سے بڑی دلیل شیعوں کی صدیوں پرانی استدلالی کتابیں اور علیہ رسالے ہیں جس میں ہر جگہ یہی
حکم ہے کہ چار عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح دائمی حرام ہے، اس کے متعلق توفیق اور صاحبانِ علم و عقل کے
علاوہ تمام جاہل اور سراسیمہ شیعہ بھی جانتے ہیں کہ جیسا اس نے لکھا ہے ہرگز کبھی ایسا حکم موجود نہیں تھا۔ اگر آپ اس کتاب
کے وہ حصے دیکھیں جو میں اس حصے میں طرح کے غلط اقوال انہیں داخل نہیں اور بڑی باتیں شیعوں سے منسوب کی

(بقیہ ص ۱۸۶ ط ۱) انہوں نے کہا کہ ہم تو اس قسم کے کلمے سے واقف بھی نہیں ہیں۔ شیخ صاحب کہا میں نے بھی کتابوں میں پڑھا ہے کہ
شیعہ اس مرد کہتے ہیں۔ وہ جو ان لوگ چونکہ حقیقہ کو چمکتے۔ لہذا شیخ صاحب کو سخت دست کھنا شروع کیا کہ ایک عالم کو جب تک کسی
چیز کی حقیقت نہ کہے اس وقت تک زبان سے نہ کہنا چاہئے اس طرح کی حرکتیں ان تہمتوں میں سے ایک نمونہ ہیں جو بعض سنی عالم
شیعوں پر تقویت دیتے ہیں تاکہ عام برادران اہل سنت کہہ سکیں سے بدظن کریں۔

ہی تو اتفاقاً آپ کو شرمندگی ہوگی۔ یہاں نمونے کے طور پر اسی قدر کافی ہے۔

ابن تیمیہ کی تہمتیں

آپ کے سارے علماء سے زیادہ بدتمیز و بدکار یہ ہیں احمد ابن عبدالحلیم حنفی معروف بابن تیمیہ حنفی
 شہ ۲۸۰ قمری جو شیعوں بلکہ مولانا امیر المؤمنین علیہ السلام اور عترت طاہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی صیرت انگیز بعض اور
 کینہ رکھتا تھا۔ اگر کوئی اس شخص کی کتاب مباح السنۃ کی جلدیں پڑھے تو اس کی شدید عداوت دیکھ کر مہوت ہو جاتا
 ہے جس نے اسی ذہنیت کی بنا پر قطع نظر اس سے کہ حضرت امیر المؤمنین اور اہل بیت طاہرین علیہم السلام کے بارے
 میں تمام نصوص صحیحہ اور فضائل علیہ کی تردید و تکذیب کرتا ہے، مظلوم شیعوں پر ایسے عجیب و غریب جھوٹ اور تہمتیں
 باندھتی ہیں کہ ہر سننے والا حیران و حیرت مند لالہ رہ جاتا ہے۔ اگر میں ان میں سے ہر ایک کا جواب دینا چاہوں تو کنگھٹوں کا سلسلہ
 بہت لمبا شستوں کا محتاج ہوگا لیکن اس غرض سے کہ جناب شیخ صاحب یہ سمجھ لیں کہ تہمت اور جھوٹ شیعہ علماء کی نہیں
 بلکہ انہیں کے بعض علماء کی خصوصیات میں سے ہے جس نے کے طور پر بعض باتیں پیش کر رہا ہوں اور تعجب تو یہ ہے کہ ان
 جھوٹے الزامات کے باوجود جو خود شیعوں پر عائد کرتا ہے بے خبر عوام کو یہ کمانے کے لئے جلد اول ص ۱ پر یہی لکھتا
 ہے کہ اہل قبلہ فرقوں میں شیعوں سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں ہے چنانچہ اسی وجہ سے صاحبان صحاح نے ان کی روایتوں کو نقل نہیں کیا ہے۔
 جلد اول ص ۱ میں لکھا ہے کہ شدید اصول دین چھوڑتے ہیں، توحید، عدل، نبوت اور امامت مٹا کر فرقہ امامیہ کی
 کتب کلامیہ بالعموم دستیاب ہوتی ہیں جن میں ہر جگہ لکھا ہوا ہے اور میں نے بھی کچھ کتبوں میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے
 کہ شیعوں کے عقیدے میں تین اصول دین یعنی توحید، نبوت اور معاد ہیں عدل کو توحید کا اور امامت کو نبوت کا جز بنا لیا ہے۔
 جلد اول ص ۱ میں لکھا ہے کہ شیعوں کی کوئی پراہ نہیں کرتے، ان کی مسجدیں مجس سے خالی رہتی ہیں۔ ان میں مجس
 و جماعت قائم نہیں کرتے، اور اگر کبھی غازی پڑھتے ہیں تو فرادہ پڑھتے ہیں رشیدیہ کا پر اور تمہیں۔

جناب شیخ! خود آپ نے اور تمام حاضر و غائب برادران اہل سنت نے کیا شیعوں کی مسجدیں غازیوں سے
 بھری ہوئی اور ان میں منعقد ہونے والی جماعتیں نہیں دیکھی ہیں؟ بالخصوص ہمارے عراق و ایران میں جو شیعیت کے
 مرکز ہیں امامان کے علاوہ ہر ایک شہر کے اندر شاخدار مساجد عبادت گاہوں سے پُر ہوتی ہیں۔ بلکہ شیعوں کے جن قریہ اور
 دیہات میں جائے گاہ ہاں ایک مسجد نظر آئے گی جس میں ماہ رمضان المبارک کے علاوہ پھر مذہب غازی اور جماعتیں ہوتی ہوئی ملیں گی۔
 آپ جیسے اہل علم حضرات علماء شیعہ کی استدلالی کتب فقہ دیکھیں اور اسی طرح برادران اہل سنت ہمارے فقہاء
 کے عقیدہ رسائل کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ غازی جماعت اور مساجد میں جانے کا کسی قدر ثواب نقل کیا گیا ہے۔ یہاں تک

کہ گھروں کی نسبت مسجدوں کے اندر نماز پڑھنے کا ثواب چند در چند زیادہ کھٹا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے جہان تک ممکن ہو شیعہ کو کشش کرتے ہیں کہ غازیں مسجد میں اور جماعت کے ساتھ ادا کریں۔

اسی کے بعد اندازہ کیجئے کہ اس رسوا کن اور کذاب شخص نے شیعوں کی طرف کتنی جعلی نسبتیں دی ہیں۔

نیز اسی صفحہ میں کہتا ہے کہ مسلمانوں کی طرح شیعہ حج بیت اللہ کو نہیں جاتے ہیں بلکہ ان کا حج قبروں کی زیارت کرنا ہے حج قبر کو حج خانہ کبہ سے بالاتر مانتے ہیں بلکہ ان لوگوں کو بت دہن کرتے ہیں جو حج قبر کو نہیں جاتے ہیں (شیعوں کا تہنہ)۔ حالانکہ اگر شیعوں کے کتب و رسائل عبادت کو کھول کر دیکھئے تو نظر آئے گا کہ اس عبادت کے سلسلے میں ایک مخصوص فصل قائم کی گئی ہے (بنام کتاب الحج۔ باب الحج) اس سے قطع نظر کہ یہ فقیر کا ایک کتاب مناسک حج میں موجود ہے جس میں شیعوں کو داہلیگی حج کے لئے خاص طور پر ہدایتیں دی گئی ہیں، یہاں تک کہ ائمہ معصومین علیہم السلام سے اس قسم کی حدیثیں بھی نقل کی گئی ہیں کہ مسلمان (شیعہ و سنی) اگر مستغنی ہو اور حج بیت اللہ کو ترک کرے تو دائرہ اسلام سے خارج ہے اور موت کے وقت يقال له مت ای میتا ان شئت یهود یا دان شئت نصی یا دان شئت مجوسی یا

(یعنی اُس تارک حج سے کہا جاتا ہے تو جیسی موت چاہے مزہ چاہے یہودی چاہے نصرانی اور چاہے مجوسی دین پر)۔ آیا عقل باور کرتی ہے کہ ایسی ہدایتوں کے لئے شیعہ قوم حج بیت اللہ کو ترک کر دے گی؟ آپ ایک جاہل و بیہوش شیعہ سے جو عقائد عالیات سے مشرف ہوتا ہے اور قبور ائمہ اطہار کی زیارت بجالاتا ہے سوال کیجئے کہ عمل حج کہاں بجالانا چاہیئے؟ تو سو ائمہ معظمہ کے اور کوئی جگہ نہ بتائے گا۔

اس کے بعد یہ خدا نا شناس انسان ایک بزرگ شیعہ عالم شیخ اجل و اعظم محمد بن نعمان مفید علیہ الرحمہ پر تنبیہ کرتا ہے کہ ان کی ایک کتاب مناسک الحج المشاہدہ کے نام سے ہے، حالانکہ شیخ علیہ الرحمہ کی کتاب مناسک الزیارات کے نام سے ہے جو عام طور پر پائی جاتی ہے اور جس میں دوسرے مزارات کی طرح ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین کے مقدس آستانوں سے مشرف ہونے اور زیارت بجالانے کے قواعد درج ہیں۔

اگر آپ کتب زیارات کا مطالعہ کریں تو ان کے شروع میں لکھا ہوا ہے کہ پیغمبر اکرم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی مقدس قبروں کی زیارت مستحب عبادتوں میں سے ہے (نہ واجب)۔

اور اس نا خدا ترس آدمی کی غلط بیانی پر سب سے بڑی دلیل شیعوں کا عمل ہے جو ہر سال ہزاروں کی تعداد میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوتے ہیں اور وہاں سے واپسی کے بعد حاجی کہے جاتے ہیں جو ان کے لئے باعث خیر ہوتا ہے۔ لہ

لہ خود حقیر مترجم بھی مجدد اس مشن سے مشرف ہو چکا ہے اور بحشم خود دیکھا ہے کہ علاوہ عراق و میں اور ہندوستان وغیرہ کے صرف ایران سے پندرہ ہزار شیعہ حاجی آئے ہوئے تھے ۱۲ مترجم معنی غنہ۔

کتاب کے کل مطالب کا وزن سمجھ لیں اور اس نا اہل ثلوت کو پہچان لیں۔
 ذیابوعہ حالات اثنا عشریہ کے ضمن میں مکتساب ہے کہ حضرت امام محمد تقی کے بعد حضرت امام علی ابن ابی حمزہ الثقفی میں
 اور ان کا رد و مناقضہ میں رقم میں ہے۔ ملاحظہ فرمادیں کہ وہ جہاں تک دشمن اور بچے بھی جانتے ہیں کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام
 کی قبر مبارک اپنے فرزند ارجمند حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پہلو میں سامرہ کے اندر ہے جو بہت عالی شان
 طلائی گنبد اور حرم کی مالک ہے اور جس کو مطلقاً کرنے کا تو حرم ناصر الدین شاہ قاجار کو حاصل تھا۔
 میرے خیال میں اب اس سے زیادہ کلام کو طول دینے کی ضرورت نہیں ہے میں نے فورے کے طور پر ہزار میں
 سے ایک طرف اشارہ کر دیا ہے تاکہ جناب شیخ صاحب یہ نہ فرمائیں کہ شیخ جھوٹ بولتے ہیں اور تہمت لگاتے ہیں بلکہ
 یہ سمجھ لیں کہ یہ کام خود انہی کے علماء کا ہے۔
 اور اب یہ بتانے کی غرض سے کہہ رہا ہوں کہ جناب البوسریہ صاحب کی شان میں جبارت نہیں کی جا سکتی اور نہ
 الزام نہیں جیسا ہے بلکہ اکابر علمائے اہل سنت نے بھی ان کے حالات و واقعات کو درج کیا ہے اختصار کے ساتھ ان
 میں سے چند باتوں کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔

البوسریہ کی مذمت میں روایات اور ان کے حالات

ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ جلد اول ص ۳۵۵ نیز جلد چارم میں اپنے شیخ اور استاد امام ابو جعفر اسکانی سے
 نقل کرتے ہیں کہ معاویہ بن ابی سفیان نے معاویہ اور تابعین کی ایک جماعت کو مامور کیا تھا کہ علی علیہ السلام پر لعن اور آپ
 بیزاری اختیار کرنے کا قیام رعایتیں لکھ جائیں اور لوگوں میں شہرہ لگ جائیں۔ چنانچہ وہ اشخاص برابر اس کام میں مشغول رہتے
 تھے اور رپائیوں کا اشاعت کیا کرتے تھے۔ من جملہ ان کے (جو لعن و مذمت علی علیہ السلام میں احادیث قیمر وضع کرتے
 تھے) البوسریہ عمر و عاص اور مغیرہ بن شعبہ بھی تھے۔

ان نقول کی پوری تفصیل دیتے ہوئے ص ۳۵۹ میں اعش سے روایت کی ہے کہ جس وقت البوسریہ معاویہ
 کے ساتھ مسجد کوفہ میں وارد ہوئے اور استقبال کرنے والوں کی کثرت دیکھی تو دونوں بیٹوں کے بل کھڑے ہو گئے اور
 دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹنے لگے (تاکہ لوگ متوجہ نہ ہوں) اس کے بعد کہا اے اہل عراق کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں خدا و رسول
 پر جھوٹ بولوں گا اور اپنے لئے جہنم کی آگ مول لوں گا سو مجھ سے جو کچھ میں نے پیغمبر سے سنا ہے کہ فرمایا ان مکمل
 بھی حرما و السدیۃ حرمی فمن احدث فیہا حدثا لعنہ اللہ و ملائکۃ و الناس جمیعین
 قال و اشہد باللہ ان علیاً محدث فیہا حدثا (یعنی پیغمبر کا ایک حرم تھا اور میرا حرم مدینہ ہے جو شخص میں نے

میں نئی بات پیدا کرے تو اس پر اللہ اور ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہو اس کے بعد ابو ہریرہؓ نے کہا کہ میں خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ علی نے مدینے میں نئی بات پیدا کی (یعنی لوگوں کو ابھارا لہذا انور رسولؐ کے مطابق علیؑ لعنت کرنا چاہیے)۔ جب معاویہ کو یہ خبر پہنچی کہ ابو ہریرہؓ نے ان کی ایسی خدمت انجام دی اور وہ بھی علیؑ کے دارالعملاء کو فہم میں تو کسی کو بھیج کر ان کو بلوایا، ان کی خاطر عدالت کی، انعام دیا اور مدینے کا گورنر بنا دیا، انتہی کیا یہ اعمال ان کی مردودیت کی دلیل نہیں ہیں؟ اور کیا یہ مناسب ہے کہ جس نے معاویہ کی خوشامد میں عفا کے راشدین کی ایک فرد بلکہ ان سب میں اکمل و افضل اور اشراف ہستی کے ساتھ اس طرح کا سلوک کیا ہو، ایسے آدمی کو محض اس بنا پر آپ نیک اور مدوح سمجھیں کہ وہ کبھی رسول اللہؐ کے صحابہ پر ہر چکا ہے۔ شیخ ہشیعوں کے پاس ان کے ملعون ہونے پر کیا دلیل ہے جو ان کو مردود و ملعون کہتے ہیں؟

خیر طلب! ہمارے پاس بہت سی دلیلیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ پیغمبر کو گالی دینے والا با اتفاق فریقہ تھا ملعون و مردود اور جہنمی ہے، بنا براس حدیث کے جو میں پہلے عرض کر چکا اور جس کو خود آپ کے اکابر علماء نے بھی نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو شخص علیؑ کو گالی دے اُس نے مجھ کو گالی دی اور جس نے مجھ کو گالی دی اُس نے خدا کو گالی دی اظہار ہے کہ ابو ہریرہؓ بھی انہیں لوگوں میں سے تھے جو علاوہ مولانا دوطی المودین امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر خود سب دلعن کرنے کے، جیسا کہ عرض کر چکا حدیثیں گھر گھر کے اور سب لوگوں کو بھی ان حضرت پر سب و شتم کرنے کے لئے مجبور کرتے تھے۔

مسلمانوں پر ظلم اور ان کے قتل عام میں لیسرا بن اوطا کے سلسلہ ابو ہریرہ کی شرکت

من جملہ ان دلائل کے یہ بھی ہے کہ آپ کے بڑے بڑے مورخین جیسے طبری، ابن اثیر، ابن ابی الحدید، علامہ سہروردی، ابن خلدون اور ابن خلکان وغیرہ نے لکھا ہے کہ جس وقت معاویہ بن ابی سفیان نے حاکم و خونخوار قسری القلب اور شقی النفس لیسرا بن اوطا کو شام کے چارہزار جنگ آزماسپاہیوں کے ساتھ مدینے کے رستے سے اہل یمن اور شیعان امیر المومنین علیہ السلام کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا تو ان لوگوں نے مدینہ، مکہ، طائف، تنابز، تہامہ کا ایک تہس نہس نجران، یبیلہ، احب، رجمدان کے قبیلوں میں سے تمام اصفا، حضرموت اور ان کے اطراف میں انتہائی درجہ کی ہلاکت و فساد کیا، قتل عام، ظلم اور تعدی و کمائی، بوڑھے اور جوان بنی ہاشم اور شیعان امیر المومنین میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑا حتیٰ کہ رسول اللہؐ کے ابن عم اور امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے والی یمن عبید اللہ بن عباس کے دو چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی قتل کر دیا۔ یہاں تک کہ اُس ملعون کے حکم سے اس سفر میں قتل ہونے والوں کی تعداد تیس ہزار نفر سے بھی زیادہ بتائی گئی ہے۔ ان لوگوں سے تو زیادہ تعجب نہیں ہے اس لئے کہ بنی امیہ اور ان کے پیرو اس سے بھی زیادہ کرچکے ہیں، لیکن حیرت تو آپ کے منظور نظر جناب ابو ہریرہؓ

پر ہے جو اس لشکر کشی میں خونخوار و سفاک کُفرانِ ارطاطہ کی معیت اور معاونت میں حاضر اور ان دردناک مقام کے نگران تھے خصوصیت کے ساتھ اسی ظلم جو میں جو مدینہ منورہ والوں پر ڈھایا گیا اور وہ بے گناہ اور ہتے لوگ جیسے جابر ابن عبد اللہ انصاری اور ابوالیوب انصاری وغیرہ سب کے سب ترساں و لرزاں کچھ از ہوا و دھڑکھاگ گئے اور کچھ گھروں میں چھپ گئے لیکن ان کے گھروں کو بھی مثلاً ابوالیوب انصاری کے مکان کو جو رسول اللہ کے خاص صحابہ میں سے تھے آگ لگا دی گئی، ابو ہریرہؓ یہ سب دیکھ رہے تھے اور کچھ نہ بولتے تھے بلکہ اُن کے معاون و مددگار تھے۔

پھر اس رسولؐ نے زمانہ لشکر کے حکم معطل کی طرف کنج کرنے کے بعد ابو ہریرہؓ اُسی عنوانِ نیابت کے ساتھ خاص طور پر مدائنِ منورہ پر پہنچ کر کرب لیں اور عطا کے ساتھ یہ کارگزاری اور جدوجہد کے سلسلے میں معاصیر کی عورت سے مدینہ کے گورنر بنائے گئے۔ آپ کو خدا کا واسطہ انصاف سے جانیے کہ اس دنیا پرست انسان نے جو تین سال تک رسول اللہ کی زیارت و مساجت سے مشغول رہا اور پانچ ہزار سے زیادہ میرٹھیں اُن حضرت سے نقل کیں کیوں کہ یہ شہر احادیثِ جن کو تمام علمائے فریقین جیسے علامہ صدوقی نے تاریخ المدینہ میں، احمد بن حنبل نے مسند میں، ابیہ بن جوزی نے تذکرہ صحابہ میں اور دیگر علماء نے سند استاد کے ساتھ رسول اکرم سے نقل کیا ہے نہیں سخی تھیں کہ ان حضرت مکر فرماتے تھے۔ من اخاف اهل المدينة ظلمًا اخافه الله و عليه لعنة الله و لعنة ملائكة و الناس اجمعين لا یقبل الله منه یوم القيمة صرفاً ولا عدلاً لعن الله من اخاف مدینتی۔ لا یؤید اهل المدينة احد لیسوا الا اذابه الله فی الناس ذوب الرصاص یعنی جو شخص اہل مدینہ کو ظلم سے ڈرائے اُن کو خدا ڈرائے اور اُن پر خدا کا لعنہ اور سارے انسانوں کی لعنت ہو، خدا اس سے قیامت کے روز کوئی چیز قبول نہیں کرے گا خدا لعنت کرے اس شخص پر جو میرے مدینہ والوں کو ڈرائے جو شخص بھی اہل مدینہ کے ساتھ کوئی بدارادہ کرے گا خدا اُس کو سب سے کی طرح آگ میں پگھلا دے گا۔

پس ایسی صورت میں کیونکہ اُن لشکر میں شریک ہوئے جس نے مدینے والوں پر اس قدر ظلم و تعدی کی اور اُن میں خون و مہلک پھیلایا قطع نظر اس سے کہ حدیثیں وضع کر کے خلیفہ برحق دوسری رسولؐ اور آنحضرتؐ کی عزت و عاہرہ کی مخالفت کی اور لوگوں کو ایسے شخص پر گالیوں کی بوجھار کرنے کی ترغیب دی جس کو سب دشتم کرنا پیغمبرؐ نے اپنے اوپر سب دشتم کرنا قرار دیا تھا۔ خدا کے لئے انصاف کیجئے کہ جو شخص رسولؐ خدا کے نام سے جھوٹی حدیثیں تصنیف کرنے میں مشغول رہا ہو کیا وہ

Presented by: <https://afrilibrary.com/>

سہ طبعات ابو سعید اصحاب ابن حجر اور اکابر علمائے اہل سنت کی دوسری معتبر کتابوں میں درج ہے کہ ابو ہریرہؓ جو بیخبر میں مسلمان ہوئے اور ہدایت بخدا دیاب علامات النبوة فی الاسلام میں تین سال سے زیادہ رسول اللہ کی ملاقات سے موقوف نہیں رہے۔ ابن حجر نے اصحاب میں احکم نے شہنشاہ میں اہل بیت علیہ السلام میں اور دوسروں نے ہدایت کی ہے کہ انھیں سال کی عمر میں ۵۵ھ میں دایہ حقیق کے اندر مرے اور ان کا جنازہ مدینہ کے کرب لیتے ہوئے دفن کیا گیا۔

خدا و رسول کی باگاہ میں مردود نہ ہوگا۔

شیخ! آپ یہ لطفی فرماتے ہیں کہ پیغمبر کے سب سے زیادہ موثق صحابی کو بے دین اور ضائع و جہل نہ کہتے ہیں۔

البوہرہ کا مردود ہونا اور عمر کا ان کو تازیانہ مارنا

خبر طلب! تنہا میں نے ہی ابوہریرہ کے حق میں یہ لطفی نہیں برتی بلکہ سب سے پہلے جس شخص نے اس طرح کی بے لطفی اٹی کے ساتھ کی وہ خلیفہ ثانی عمر ابن خطاب تھے، کیونکہ ارباب تاریخ مثلاً ابن اثیر نے حوادث مسلمہ میں ابن ابی الحدید نے شرح، بیہ البلاغہ جلد سوم ص ۱۸۱ مطبوعہ مصر میں نیز اد حضرات نے نقل کیا ہے کہ جب خلیفہ عمرؓ نے ۱۸ھ میں ابوہریرہؓ کو بحرین کا گورنر بنایا تو لوگوں نے اُن کو خبر دی کہ انہوں نے کثرت سے مال جمع کیا ہے اور بہت سے گھوڑے خریدے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اُن کو ۱۸ھ میں معزول کر دیا، یہ جیسے ہی دربار خلافت میں پہنچے تو خلیفہ نے کہا یا عدو اللہ وعدو کتابہ اس وقت مال اللہ یعنی اسے دشمن خدا اور دشمن کتاب خدا کیا تو نے مال خدا کی چوری کی؟ انہوں نے کہا میں نے ہرگز نہ چوری نہیں کی بلکہ لوگوں نے مجھ کو نذرانے دیے۔

نیز ابن سعد طبقات جلد چہارم ص ۹ میں، ابن حجر عسقلانی اصابع میں اور ابن عبد ربہ عقد الفرید جلد اول میں لکھتے ہیں کہ خلیفہ نے کہا اے دشمن خدا جس وقت میں نے تجھ کو بحرین کا حاکم بنایا تھا تو تیرے پاؤں میں جوتیاں تک نہ تھیں لیکن اب میں نے سنا ہے کہ تو نے ایک ہزار چھ سو دینار کے گھوڑے خریدے ہیں، یہ دولت تو کہاں سے لایا؟ انہوں نے کہا کہ لوگوں کے نذرانے ہیں جن کا نفع بہت ہو گیا۔ خلیفہ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اٹھ کر ان کی پشت پر اتنے تازیانے مارے کہ خون بہنے لگا، اس کے بعد حکم دیا کہ بحرین میں جو اس نے دس ہزار دینار جمع کئے ہیں وہ اس سے ہول کر کے بیت المال کی تحویل میں دے دئے جائیں۔ اور صرف زمانہ خلافت ہی میں اُن کو نہیں مارا بلکہ مسلم اپنی صحیح جلد اول ص ۲۳ میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ کے زمانے میں عمر ابن خطاب نے ابوہریرہؓ کو اس قدر مارا کہ یہ پیٹھ کے بل زمین پر گر پڑے۔

ابن ابی الحدید شرح بیہ البلاغہ جلد اول ادائل ص ۳۶ میں کہتے ہیں قال ابو جعفر الاسکافی داہوہرہ۔ مدخول عند شیوخنا غیر موصی الروایات ضریبہ عمر بالدرۃ وقال قد اکثر من الروایۃ احرى بلک ان تکون کا ذبا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ (یعنی ابو جعفر الاسکافی) نے کہا ہے کہ ابوہریرہؓ ہمارے شیوخ کے نزدیک بیہودہ شخص ہے۔ اس کی روایت ہمارے لئے قابل قبول نہیں ہے، عمرؓ نے اُس کو تازیانے سے مارا اور کہا تو نے روایت میں زیادتی کی ہے اور یقیناً تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جھوٹی باتیں منسوب کی ہیں۔

ابن عساکر تاریخ کبیر اور متقی کنز العمال ص ۲۳ میں نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ عمرؓ نے اُن کو تازیانے سے مارا اور ڈانٹ ڈپٹ کی اور رسول اللہؐ سے حدیث نقل کرنے کو منع کرتے ہوئے کہا کہ چونکہ تو اُن حضرت سے روایت زیادہ نقل کرتا ہے اور اسی لائق ہے کہ اُن حضرت کی طرف سے جھوٹ بولے (یعنی تیرے لیے نالائقی سے یہی ہو سکتا ہے کہ اُن حضرت سے غلط باتیں منسوب کرے) لہذا تجھ کو چاہیے کہ رسولؐ کی زبان سے حدیث نقل کرنا چھوڑ دے ورنہ میں تجھ کو زمین دوس (میں میں ایک قیدی ہے اور ابوسریہؓ کے رہنے والے تھے) یا بندروں کی سرزمین پر یعنی اس پستی علاقے میں جہاں بندہ مکشت سے مہلتے ہیں بھیج دوں گا۔

نیز ابن ابی الحدید نے شرح فیح السیاح جلد اول ص ۲۶ مطبوعہ مصر میں اپنے استاد امام ابو جعفر اسکافی سے نقل کیا ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلامؑ نے فرمایا ۱۵۱۱ھ کذاب الناس ... او قال اکذب الاحیاء علی رسول اللہ ابوہریرۃ السدوسی (یعنی اگاہ ہو کہ رسولؐ خدا پر آدمیوں میں سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والا یا یہ فرمایا کہ زندوں میں سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والا ابوسریہؓ دوس ہے (دوس میں میں ایک قیدی ہے)۔

ابن قیم تہذیب تادیل مختلف الحدیث میں ۱۰۸۱ھ میں مذکور ہے کہ حدیث میں اذہم المستدرک میں اذہم ابی محمد عبد دوم غنائی ابوسریہؓ میں سب سے سب نقل کرتے ہیں کہ عائشہؓ نے بار بار اُن کی تردید کی اور کہتی تھیں کہ ابوسریہؓ بہت بڑا جھوٹا ہے اور رسولؐ خدا سے منسوب کر کے بہت حدیثیں گھڑتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ابوسریہؓ کو تنہا یہیں نے مردود نہیں کہا ہے بلکہ خلیفہ عمرؓ مولانا امیر المؤمنینؑ امام المؤمنین عائشہؓ اور صحابہ و تابعین کے نزدیک بھی مردود تھے چنانچہ شیوخ معتزلہ اور اُن کے بعد حنفیوں کے علماء بالعموم ابوسریہؓ کی روایت کو مردود جانتے ہیں اور جس حکم کی سند ابوسریہؓ تک پہنچی ہو تی ہے اُس کو باطل سمجھتے ہیں چنانچہ نووی نے شرح صحیح مسلم میں بالخصوص جلد چہارم کے اندر اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔

آپ کی جماعت کے بڑے پیشوا امام اعظم ابو حنیفہؒ کہتے تھے کہ صحابہ رسولؐ عام طور پر ثقہ اور عادل تھے ابی ہریرہؓ سے ہر سند کے ساتھ حدیث کے یقینا ہوں لیکن جس حدیث کی سند ابوسریہؓ، انس بن مالک اور عمرو بن عبد بنک سے پہنچی ہو تی ہو اسی کو قبول نہیں کرتا بلکہ آپ حضرات سے یہ یاد رکھنی چاہیے کہ ابوسریہؓ صحابی نہ ہو کون کونہی جینی کرتے ہو، ہم انہیں ابوسریہؓ سے نقد و تبصرہ کرتے ہیں جن کو خلیفہ ثانیؒ نے تازیانے سے مارے اور بیت المال کا چور اور کذاب کہا ہے ہم انہیں ابوسریہؓ کی روایت کرتے ہیں جن پر امام المؤمنین عائشہؓ، امام اعظم ابو حنیفہؒ، ابوسریہؓ، تابعین اور بڑے بڑے معتزلہ و حنفی شیوخ و علماء نے تنقید کی ہے اور مردود کہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ہم انہیں ابوسریہؓ کا تنقید کرنے میں جن کو مولانا امیر المؤمنینؑ اور امام علیؑ بیت طاہرین علیہم السلام نے جو عدل قرار دیا ہے کذاب اور مردود فرمایا ہے ہم انہیں ابوسریہؓ کی عیب گیری کرتے ہیں جو پیش کے بندے تھے۔ اور

امیر المؤمنین کی افضلیت سے واقف ہو گئے اُن حضرت سے کنارہ کشی کر کے معاویہ کے چرب وزم وستر خان کے مائتہ نشین بنے تاکہ لوگ ان کی حدیث سازی کے بل پر امام المتقین اور خلیفۃ المسلمین کو (جن کو آپ بھی ظلمائے راشدین میں سے مانتے ہیں) اسب و شتم اور لعنت کریں۔

اب اس سے زیادہ جلسے کا وقت لینے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ نیز اس کی معافی چاہتا ہوں کہ آپ کا اتنا وقت صرف کیا، چونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ ہم بے لطفی کرتے ہیں لہذا میں نے چاہا کہ یہ ثابت کر دوں کہ ہم تنہا نہیں ہیں بلکہ خلفاء و صحابہ اور خود آپ کے بڑے بڑے علماء بھی ان کی مردودیت کے مفرد و معروف ہیں۔ پس جب ایسے جلسہ ساز و روضہ افراد نے جاہ و منصب تک پہنچنے اور اپنی دنیا آباد کرنے کے لئے رسول اللہ کے نام سے بیٹھیں گئے گھر کے صحیح احادیث میں غلطی کر دی ہیں تو ایسی سورت میں ہر حدیث پر کیونکر اعتماد کیا جاسکتا ہے، چنانچہ اسی وجہ سے آنحضرت نے فرمایا ہے کہ حدیث صحیحہ جلدیث صحیحہ فاعرضوہ علی کتاب اللہ (ترجمہ گزرجیکہ ۱۲ مترجم)۔

(چونکہ ہم ایک خاص موضوع میں سرگرم بحث تھے، لہذا مولوی صاحبان کا غرض میں قدرے تاخیر ہو گئی، جب گفتگو یہاں تک پہنچی تو وہ حضرات اٹھ گئے غارِ عثا اور چائے کے بعد بات چیت شروع ہوئی)۔
 فیصلہ طلب: سابق بیانات کے پیش نظر اب ہم اور آپ مجبور ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول احادیث میں سے کوئی حدیث سامنے آئے تو پہلے قرآن مجید کی طرف رجوع کریں، اگر قرآن کی کسی اصل سے مطابقت ہو تو قبول کریں ورنہ رد کریں۔

اس فرضی حدیث کا جواب کہ خدا نے فرمایا میں ابوبکر سے راضی

ہوں، وہ بھی مجھ سے راضی ہیں، یا نہیں

یہ حدیث جو آپ نے نقل کی ہے (اگرچہ ایک طرف سے پھر بھی ہم قرآن مجید سے اس کی مطابقت کرتے ہیں اگر کوئی نقص مانے نہ ہوگا تو ہم قطعاً مان لیں گے) چنانچہ ایک جماعت نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ خدائے تعالیٰ سورہ (ق) آیت ۱ میں فرماتا ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسُّوْنَ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (یعنی ہم نے انسان کو خلق کیا ہے، اس کے نفس میں جو دوسو سے آتے ہیں اُن سے اچھی طرح واقف ہیں اور ہر گز گروں سے زیادہ اس سے قریب ہیں)۔ آپ حضرات واقف ہیں کہ جل الوہید ایک مشہور مثل ہے جو انتہائی قرابت کے معنی میں متعل ہے اور اس کا اضافہ بیانی ہے اور ممکن ہے کہ اضافہ لامی زینت کے لئے ہو یا اس آیت شریفہ کا اصل معنوم

اس طرف راجح ہے کہ خدائے تعالیٰ کا علم انسان کے حالات پر اس طرح حاوی ہے کہ سینوں کے اندر چھپی ہوئی باتوں اور دلوں کے اسرار میں سے کوئی شے اس کی ذات اقدس پر مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے۔

اور سورہ طہ (پرس) آیت ۴۱ میں ارشاد ہے: وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُو مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْلَمُ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كَمَا عَلَيْكَ شَهَادَاتُ نَفِيضَةٍ فِيهِ وَمَا يَعِزُّبُكَ مِنْ رَبِّكَ مِنْ مَشْقَالٍ ذَرَفَةٍ فِي الْأَدْمِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا اصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ حَبِيبٍ (یعنی اسے ہمارے رسول) تم کسی حال میں ہو، قرآن کو کوئی آیت تلاوت کرو اور تم اور تمہاری امت کو کوئی عمل بھی بجا لاؤ ہم اسی وقت اس کا مشاہدہ کرتے ہیں اور زمین و آسمان میں کوئی ذرہ بھی تمہارے غما سے پوشیدہ نہیں ہے اور اس میں سے ہر چھوٹا بڑا ذرہ جو کچھ بھی ہے کتاب میں (اور لوح علم الہی) میں درج ہے)۔

ان آیات شریفہ کے حکم اور عقلی دلائل کا نتیجہ کے پیش نظر کوئی قول و فعل خدا سے مخفی نہیں رہتا اور ہر نگار عالم اپنے علم محدود کے ساتھ بندوں کے تمام اعمال و افعال اور اقوال کا عالم ہے۔ اب ذرا اس حدیث کو ملاحظہ فرمائیے جو آپ نے بیان کی کہ ان دونوں آیتوں اور دوسری آیات شریفہ کے ساتھ ہم اس کو کس طرح مطابق کریں اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ البوکر کی رضامندی اور رضامندی خدا کے پوشیدہ ہو یہاں تک کہ وہ خود اعلان سے دریافت کرنے کا محتاج ہو۔ علاوہ اس کے حق تعالیٰ کی خوشنودی خوشنودی خلق سے وابستہ ہے، بندہ جب تک دنیا کی منزل تک نہ پہنچے قطعاً خدا کا محبوب نہیں ہو سکتا، پس خدا کیونکر البوکر سے رضامندی کا اعلان کر رہا ہے حالانکہ ابھی اس کو یہ نہیں معلوم کہ البوکر مقام رضا پر پہنچے اور خدا سے راضی ہیں یا نہیں!

البوکر اور عمر کی فضیلت میں احادیث اور ان کا رد

شیخ، اب اس میں تو کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ان اللہ یحبی للناس ما صلتہ و یحبی لابی یحییٰ خاصۃ (یعنی خدا تمام انسانوں کے لئے عام طور پر اور البوکر کے لئے خاص طور پر جبرہ دکھائے گا) نیز فرمایا ہے ما صلب اللہ فی صدی شیخنا الاصبہ فی صدی ابی یحییٰ (یعنی خدا نے میرے بیٹے میں جو کچھ نہیں ڈالا البوکر کے سینے میں جو کچھ ڈالا ان ذرا بزرگوار صحابہ) اور البوکر ان دو گھوڑوں کی مشابہت میں جو گھوڑہ بوڑھے میں ایک دوسرے کے برابر ہوں) نیز فرمایا ان ذی البسماء الدنیا ثمانین الف ملک یتعقدون لیون احب ابابکر و عمر فی السماء الثانیۃ ثمانین الف ملک یتعقدون منہ البعض ابابکر و عمر۔ (یعنی آسمان دنیا میں اس ہزار فرشتے اس شخص کے لئے استغفار کرتے ہیں جو البوکر و عمر کو دوست رکھے

اور دوسرے آسمان میں اسی ہزار فرشتے لعنت کرتے ہیں اُس شخص پر جو ابوبکر و عمر کو دشمن رکھے (نیز فرمایا ہے ابوبکر و عمر حمید الاولین و الاخرین یعنی ابوبکر و عمر اولین و آخرین میں سب سے بہتر ہیں) اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی عظمت منزلت اس حدیث سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ فرمایا خلقنی اللہ من نور و خلق ابابکر من نور و خلق عمر من نور ابی بکر و خلق امتی من نور عمر و عمر سراج اهل الجنة (یعنی خدا نے مجھ کو اپنے نور سے ابوبکر کو میرے نور سے عمر کو ابوبکر کے نور سے اور میری امت کو عمر کے نور سے پیدا کیا اور عمر اہل جنت کے چراغ ہیں)۔ اس طرح کی حدیثیں ہماری معتبر کتابوں میں بہت وارد ہیں جن میں سے غوثی کے طور پر میں نے بعض کا طرف اشارہ کر دیا ہے تاکہ آپ یہ تمام غلط فہمی کی حقیقت واضح اور روشن ہو جائے۔

خیر طلب یہ سب سے پہلے نوان احادیث کے نمایاں مطالب خود ہی ان کے فساد اور کفر پر پوری دلالت کر رہے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے ایسے مضامین صادر نہیں ہوئے اس لئے کہ یہی حدیث تحکم کو ثابت کر رہی ہے اور خدائے تعالیٰ کی جمائیت پر غصہ رکھنا قطعاً گھلا ہوا کفر ہے۔ دوسری حدیث بتاتی ہے کہ رسول اللہ پر جو کچھ نازل ہوتا تھا ابوبکر اس میں شریک تھے تیسری حدیث کا یہ مطلب ہے کہ خاتم الانبیاء کو ابوبکر پر کوئی فوقیت حاصل نہ تھی۔ کیونکہ وہ نبیوں میں میاوی تھے۔ چوتھی اور پانچویں دونوں حدیثیں ان بے شمار حدیثوں کے خلاف پڑتی ہیں جن پر فریقین کا اجماع ہے کہ اہل عالم میں سب سے بہتر محمد آل محمد سلام اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ اور آخری حدیث قرآن مجید کی مخالفت ہے۔ کیونکہ سورہ شہدہ ۲۸ میں ارشاد ہے لا یسودن فیہا شمس و لا زہریرا بہشت آفتاب و ما ہناب کما یکبر نہیں ہے بہشت کے شجر و حجر مکانات اور در و دیوار سب روشن اور نورانی ہیں، یہ دنیا والے ہیں جو ہر بارش کے محتاج ہیں ورنہ اہل جنت کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔

علامہ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں ابوالفتح ابن جوزی نے کتاب الموضوعات میں اور جلال الدین سیوطی نے التمام الموضوعات میں ان احادیث کے موضوع اور فاضل نے کافوکی دیا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک کے بارے میں صاف صاف کہتے ہیں کہ سلسلہ روایات و اسناد کے لحاظ سے یہ حدیثیں جعلی اور کٹری ہوئی ہیں اس لئے کہ علامہ ابن کثیر نے ان کے افراد کے جو ان کے راویوں کے سلسلے میں موجود ہیں ان کا باطل ہونا عقلی قواعد اور قرآنی آیات سے بھی ظاہر اور واضح ہے۔

پیشگو: اچھا اس حدیث میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ابوبکر و عمر سید الکھول اہل

الجنتی (یعنی البکر اور عمر دونوں جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں)

اس حدیث کا جواب کہ البکر و عمر دونوں جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں

خیر طلب! اس حدیث میں بھی اگر ہم تھوڑا غور و فکر کریں تو قطع نظر اس سے کہ خود آپ کے علمائے درایت و رجال اس کو وضعی احادیث میں سے سمجھتے ہیں، اس کی عبارت بھی یہ ثابت کرتی ہے کہ یہ رسول کا ارشاد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ چیز مسلمات میں سے ہے کہ جنت ضعیفوں اور بوڑھوں کا جگہ نہیں ہے اور وہاں دنیا کی طرح تدریجی اور تعداد نہیں ہے کہ آدمی جوانی سے پیرائی کا عمر کو پہنچنے تک کمال سیادت پر فائز ہو۔

ہماری اور آپ کی روایات میں اس مطلب کی تصدیق کرنے والے کافی اخبار موجود ہیں جن میں سے ایک انجیر کا واقعہ ہے کہ ایک بوڑھی عورت خدمت رسول میں حاضر ہوئی اُن حضرت نے دوران گفتگو میں فرمایا کہ ان الجنة لا تذخلها العجائز یعنی بوڑھی عورتیں بہشت میں داخل نہ ہوں گی، وہ عورت بہت متاثر ہوئی اور مدح عرف میں کیا یا رسول اللہ پھر تو میں جنت میں نہ جاؤں گی۔ یہ کہہ کر باہر گئی تو اُن حضرت نے فرمایا اخیر وہاں تھا لیست یوسف بن یعقوب یعنی اسکو اطلاع دے دو کہ اس روز وہ بوڑھی نہ ہوگی بلکہ ہمارے بوڑھوں کو بہشت جہان سے راستہ کر کے بہشت میں داخل کریں گے۔ اس کے بعد سورہ شمس (واقعہ کی آیت) میں تلاوت فرمائی کہ خدا فرماتا ہے اذا دنا من اهل الجنة فاجعلنا من ابکارا عروباً اقرباً لا أصحاب الیبسین (واقعہ صیغہ نامی میں تحقیق وقوع کی جہت سے ہے یعنی ہم نے بہشت کی عورتوں کو از انہما ہی حسن وندیائی کے ساتھ پیدا کیا ہے جن کو ہمیشہ کے لئے باکرہ اور دوشیزہ، اپنے شہریوں کی عاشق و وفادار ناز و نازانہ والی شیریں کلام، ہمیں اور اصحاب یمین کے لئے مخصوص قرار دیا ہے) اور ہمارے اور آپ کے طریقوں سے مروی حدیث میں وارد ہے کہ رسول خدا نے فرمایا یدخل اهل الجنة الجنة جرداً مرداً بیضا جعداً مکملین ابناء ثلاث و ثلاثین (یعنی اہل بہشت جب بہشت میں داخل ہوں گے تو ہمیشہ کے لئے بے ریش و بروت نوجوان، سفید رلام و گنگوٹ کا بالوں والے اسٹھوں میں سر نہ لگا ہوئے چالیس سال کی عمر میں ہوں گے)۔

شیخ! آپ کے یہ بیانات اتنا محکم و یقین میں ہیں کہ اہل بہشت کے لئے نہ ایک حدیث مخصوص ہے۔

خیر طلب! میں جناب عالی کے ارشاد کو غلط نہیں سمجھتا۔ یہ حدیث مخصوص کیا چیز ہے؟ یعنی خدا ایک جماعت کو جنت میں بوڑھا ہی داخل کرے گا تاکہ البکر و عمر کو اُن کا سردار بنائے؟ حالانکہ اگر فرض کیا جائے کہ البکر و عمر جنت میں داخل ہوں گے تو زندان کو بھی جو ان کا دوسرے گمانہ یہ کہ دوسروں کو بوڑھا بنائے تاکہ ان دونوں کی سرداری ثابت ہو، اس کے علاوہ میں نے عرض کیا کہ خود آپ کے اکابر علماء نے اس حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے اور رسول اکرم نے ہماری رہنمائی کے لئے

ایک سیارہ میں فرمایا ہے تاکہ ہمارے خیال کو کیسوٹ حاصل ہو جائے جیسا پہلے عرض کر چکا ہوں کہ جو حدیث بھی قرآن سے مطابقت کرے وہ مردود ہے، لہذا ہمارے علاقے رجال اور صحابہ و اہل بیت بھی ایسی بہت سی حدیثوں کو جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے خود ہمارے طریق سے وارد ہوئی ہیں اس حدیث کے اس حکم کے ماتحت کہ اذا ردی لحدیث فاعرضوا علی کتاب اللہ فان وافقہ فاقبلوا واکا فرددوا (یعنی جس وقت چھڑے کوئی حدیث تمہارے لئے روایت کی جائے تو اس کو قرآن مجید کے سامنے پیش کرو اگر اس کے موافق ہو تو قبول کرو ورنہ رد کر دو) رد کر دیتے ہیں اور قبول نہیں کرتے۔

اس سے قبل عرض کر چکا ہوں کہ خود آپ کے بڑے بڑے ارباب جرح و تعدیل علامہ نے بھی موضوع احادیث کی رد میں ملبوط کتاب تالیف و تصنیف کی ہیں۔ مثلاً شیخ عبداللہ بن محمد بن یعقوب فیروز آبادی (صاحب قاموس) نے کتاب سفر السعادت میں، حلال الدین سیوطی نے کتاب الفضائل میں، ابن جوزی نے موضوعات میں، مقدسی نے تذکرۃ الموضعات میں اور شیخ محمد بن درویش مشہور بہ حوت بیرونی نے کتاب اسنی المطالب میں لکھا ہے کہ حدیث ابو جحر و عمر بن اکھول، اهل الجنة کی سند میں یحییٰ بن عتبہ جو سے امروزیہ کہتے ہیں کہ یحییٰ ضعیف زویل میں سے ہے۔ اور ابن حبان نے کہا ہے کہ یحییٰ حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ پس علامہ ابن دلائل کے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے خود آپ کے نقاد و علامہ کے بیان سے بھی جو ارباب جرح و تعدیل ہیں یہ حدیث موضوع ثابت ہوتی ہے۔ درحقیقت قوی احتمال یہی ہے کہ یہ کچھ یا اموی گروہ کی گھڑی ہوئی ہے کیونکہ وہ بنی ہاشم اور عترت طاہرہ و اہل بیت رسول کو خیر و ضعیف بنانے کے لئے ان احادیث میں سے جو خاندان رسالت کی مدح اور عظمت میں فریقین کے نزدیک ثابت ہیں ہر حدیث کے مقابلے میں ایک فرضی حدیث تیار کر دیتے تھے اور ابوہریرہ بیہ رنگ محمد بن اُمیہ کے باطل اقتدار کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے کے لئے برابر اس کام میں کوشش کرتے رہتے تھے چنانچہ اس کیلئے اور عادات کی بنا پر جو لوگ آل محمد سے رکھتے تھے اس مغیرہ حدیث شریف کے مقابلے میں جن کو علامہ رجاء علامہ شیعہ کے آپ کے اکابر علمائے اہل بیت نے بھی نقل کیا ہے یہ حدیث بھی وضع کی گئی۔

نواب اہل مسلم حدیث کوں سے جو کے مقابلے میں یہ حدیث گھڑی گئی

اس حدیث کا ذکر حسن حسین دونوں جوانان اہل بیت کے سردار ہیں

خیر طلب! وہ معتبر اور مسلم حدیث شریف یہ ہے کہ رسول خدا نے فرمایا الحسن والحسين سدا شباب اهل الجنة والیہما خیر منہما اور آپ کے بہت سے علمائے اس کو نقل کیا ہے جیسے خطیب خوارزمی نے مناقب میں، میر سید علی ہمدانی نے مودۃ القرۃ مودت ہشتم میں، امام ابو عبد اللہ ابن شامہ نے حدیثیں خاصہ العلوم میں

ابن مباحہ مالکی نے فضل الہدیہ ۱۵۹ میں اسلمیہ میں حنفی نسخہ شایع المحدثہ باب ۵ میں ترمذی میں ماجہ اور امام احمد ابن حنبل سے سبط ابن جوزی کے تذکرہ منکحین، امام احمد ابن حنبل نے سند میں ترمذی کے سن میں ابو محمد بن یوسف گنجی شافعی نے کفایت الطالب باب ۱ میں یہ حدیث نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ امام اہل حدیث ابو القاسم طبرانی نے معجم الکبیر کے اندر شرح حال امام حسن علیہ السلام میں بہت سے صحابہ پیر سے اس حدیث شریف کے ساتھ سطر کو جمع کیا ہے مثلاً امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ شیعہ شافعی عمر بن خطابؓ، حذیفہ بن یمانؓ، ابوسمید خدسیؓ، جابر بن عبد اللہ انصاریؓ، ابویہریرہؓ، اسامہ بن زیدؓ اور عبد اللہ ابن عمرؓ اس کے بعد محمد بن یوسف نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ایک حسن حدیث ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا الحسن والحسين سید شباب اہل الجنة والیٰ وہما خیر متہما اور بعض روایتوں میں ہے افضل متہما یعنی حسن وحسین دونوں جوانان اہل جنت کے سردار ہیں اور ان کے باپ ان سے بہتر و افضل ہیں اور اس حدیث کے ساتھ دیکھا ہی نہیں اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے نیز حافظ ابونعیم اصفہانی نے حلیہ میں، ابن عساکر نے تاریخ کبیر حلب چارم ص ۲۱ میں حاکم نے مسند میں ابن عمرؓ کی عمر اسی عرصہ میں، ابن عساکر نے آپ کے ابراہیمؓ سے اتفاق کیا ہے کہ یہ حدیث رسول خدا کی زبان مبارک پر جاری ہوئی ہے۔

شیخ، اچھا اس حدیث سے ذکر کیا ہے، انکار نہیں کر سکتا کہ رسول خداؐ نے فرمایا جابر بن یحییٰ تقوم فیہمہ امیو یکر ان یتقدم علیہ عیسوہ۔ یہ حدیث خود عام حقیقت سے اُمت پر ابوبکرؓ کی فرقیّت کی دلیل ہے اس لئے کہ فرمایا کہ قوم کے لئے مناسب نہیں ہے کہ ابوبکرؓ کے وارثین موجود ہوں اور وہ عیسوہ کو ان پر مقدم کرے۔

شیخ مطلب، مجد کو انہی سے کہہ کر حضرت ابوبکرؓ کی حدیث کو بغیر غور و فکر کے کیوں قبول کر لیتے ہیں۔ اگر یہ حدیث رسول اللہؐ کی فرمائی ہوئی تھی تو اس پر جو کیوں عمل نہیں فرماتے تھے کہ ابوبکرؓ کی موجودگی میں علیؓ علیہ السلام کو مقدم رکھتے تھے؟ سب کے موقف پر کیا ابوبکرؓ موجود نہیں تھے جو علیؓ کو ان پر مقدم فرمایا؟ جنگ بنوک میں ابوبکرؓ کے ایسے تحریر کا پڑھتے کہ وجود کی میں کس لئے علیؓ کا پناہ خلیفہ مقرر فرمایا؟ سفر مکہ میں اطلاع رسالت اور مدد برائت کا قرینہ کے لئے کس واسطے ابوبکرؓ کو معزول کر کے علیؓ کو نصب فرمایا؟ اسکے میں ابوبکرؓ کے ہوتے ہوئے کس وجہ سے عثمانؓ کے لئے علیؓ کو اپنے خلیفہ بنائے گئے یہاں تک کہ اپنے شانے پر سوار کیا اور سبیل سے کو توڑنے کا حکم دیا۔ ابوبکرؓ کی موجودگی میں اہل میں کی حکومت و ہدایت کے لئے علیؓ کو کیوں بنایا؟ اور ان سب کے علاوہ ابوبکرؓ کے ہوتے ہوئے علیؓ کو اپنا وکیل کس واسطے بنایا؟

شیخ، ایک بہت مضبوط حدیث رسول اللہؐ سے مروی ہے جس کا ترجمہ انگریزی میں ہو سکتا کہ میں نے ان سے کہا کہ میں نے روز میں نے پیغمبرؐ سے عرض کیا یا رسول اللہؐ دنیا کی عمر توں میں آپ سب سے زیادہ کس کو جانتے ہیں؟ فرمایا عائشہؓ کو میں نے عرض کیا مردوں میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا عائشہؓ کے باپ ابوبکرؓ۔ پس اس واقعے سے کہ آپ پیغمبرؐ کے محبوب ہیں تمام اُمت پر فرقیّت کا حق رکھتے ہیں اور یہ خود خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ایک قاطع دلیل ہے۔

اس حدیث کا جواب کہ ابوبکرؓ اور عائشہؓ پیغمبرؐ کے محبوب تھے

خیر طلب! یہ حدیث علاوہ اس کے کہ بکری گروہ کی ساختہ و پرواختہ ہے، فریقین کے نزدیک مسلم اور معتبر احادیث کے بھی خلاف ہے لہذا اس کی مردودیت ثابت ہے۔

اس حدیث میں دو پہلوؤں سے غور کرنا چاہیئے۔ اول ام المومنین عائشہؓ کی جنت سے اور دوسرے خلیفہ ابوبکرؓ کی جنت سے چنانچہ عائشہؓ کی محبوبیت میں اس حیثیت سے کہ رسول اللہؐ کے نزدیک ساری عورتوں سے زیادہ محبوب ہوں اشکال ہے جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں یہ قول صحیح و معتبر احادیث کے خلاف ہے جو فریقین (شیعہ و سنی) کا معتبر کتابوں میں درج ہیں۔

شیخ! کن حدیثوں کے معارض ہے؟ ممکن ہو تو بیان کیجئے تاکہ ہم مطابقت کر کے عادلانہ فیصلہ کریں۔

خیر طلب! آپ کے قول کے برخلاف آپ کے علاؤ روایات کے طرق سے بکثرت حدیثیں حضرت صدیقہ کبریٰ ام اللہؓ جناب فاطمہ زہراؓ صلوات اللہ علیہا کے بارے میں منقول ہیں۔

فاطمہؓ زنان عالم میں سب سے بہتر ہیں

عبداللہ بن عباسؓ کے حافظ ابوبکر جہنیؓ نے تاریخ میں، حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں، میر سید علی مہدائیؒ نے حدودہ النقرۃ میں ادبائے کبار کے دوسرے علماء نے نقل کیا ہے کہ رسول اکرمؐ بار بار فرماتے تھے فاطمہ خیر نساء و احبہ یعنی فاطمہ میری امت کی عورتوں میں سب سے بہتر ہیں۔

امام محمد بن حنفیہؒ نے مسند میں، حافظ ابوبکر شیرازیؒ نے نزول القرآن فی علیؑ میں محمد ابن حنفیہؒ سے اور انہوں نے لیس المومنین علیہم السلام سے ابن عبدالبر نے استیعاب میں بسندہ نقل حالات فاطمہؓ علیہم السلام اللہ علیہما و آلہم المومنین خدیجہ عبدالوارثؓ ابن سفیان اور

اور حالات ام المومنین خدیجہ کے ضمن میں ابوداؤد سے ابوسرور و انس ابن مالک سے نقل کرتے ہوئے شیخ سلیمان بن حنفیؒ نے نیایۃ المودۃ باب ۱۱ میں، میر سید علی مہدائیؒ سے مودۃ النقرۃ میں، ابن مالک سے نیز بہت سے ثقات محدثین نے اپنے طرق کے ساتھ انس ابن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا خیر نساء العالمین اربع مریم بنت عمران و آسیہ بنت مزاحم و خدیجہ بنت خویلد و فاطمہ بنت محمد علیہم السلام۔ (یعنی عالمین کی عورتوں میں سب سے بہتر چار ہیں۔ مریم دختر عمران و آسیہ دختر مزاحم خدیجہ دختر خویلد اور فاطمہ بنت محمد علیہم السلام و آلہم وسلم) خطیب تارخ بعد اوین نقل کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے ان چار

قُرْآنُكَ الذِّیْنَ فَرَضَ اللَّهُ عَلَیْنَا مَوْدَّتَهُمْ قَالَ عَلٰی وَفَا صَلَوةٌ وَالحسن والحسين یعنی آپ کے قرآن پڑھ کر
کون ہیں جن کی دوستی اور مودت خدا نے ہم پر واجب فرمائی ہے؟ (یعنی اس آیت مبارک میں) تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ افراد
مکی و قاضیہ اور حرمِ وحی ہیں۔ اور بعض روایات میں وابتا ہما وارد ہے یعنی اُن کے دونوں فرزند۔

اسی طرح کے اخبار و احادیث آپؐ کے معتبر کتابوں میں بہت وارد ہوئے ہیں جن سب کو ذکر کرنے کی وقت میں گنجائش
ہیں ہے اور آپؐ کے علاوہ کے نزدیک یہ مطلب حد شیعہ تک پہنچا ہوا ہے۔

محبت اہل بیت کے وجوب میں شافعی کا اقرار

یہاں تک کہ ابن حجر ایسے متعقب نے بھی صواعقِ محرقہ ص ۱۱۱ میں حافظ جمال الدین زرنیدی نے معراج الوصول
میں شیخ عبداللہ بشر اوی نے کتاب الاتحاف ص ۱۱۱ میں محمد بن علی صبان مسری نے اسعاف الراغبین ص ۱۱۱ میں اور دوسرے
علاوہ امام محمد بن ادریس شافعی سے جو آپؐ کے آئمہ اربعہ میں سے اور شافعیوں کے رئیس و پیشوا ہیں نقل کیا ہے کہ آپؐ کہتے تھے۔

يَا اَهْلَ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ حَبِّكُمْ تَرْضَى مِنْ اللَّهِ فِي الْقَدَرِ انْزِلَهُ

كفاكم من عظيم القدر انكم من لم يصل عليكم كاصلوته

(یعنی اے اہل بیت رسول خداؐ آپؐ کی محبت اور دوستی خدا کی جانب سے واجب ہوئی ہے جو قرآن میں نازل ہوئی
ہے) (آیت مذکورہ کی طرف اشارہ کیا آپؐ کی عظمت منزلت میں یہی کافی ہے کہ جو شخص آپؐ (آل محمدؐ) پر صلوات نہ بھیجے اس کی نماز
قبول نہ ہوگی) اب میں آپؐ حضرات سے انصاف کے ساتھ پوچھتا ہوں کہ کیا وہ ایک طرفہ حدیث جس کو آپؐ نے نقل کیا ہے، ان
ساری صحیح و صریح اور متفق بین الفرقین شیعہ و سنی بے شمار حدیثوں اور آیتوں کے مقابلے میں آسکتی ہیں؟ آیا اس کو عقل
قبول کرتی ہے کہ جس کی محبت و مودت کو خداؐ نے تعاضے سے قرآن مجید میں لوگوں پر فرض قرار دیا ہو رسول اللہؐ اس کو چھوڑ دیں اور
دوسروں کو اُس پر ترجیح دیں؟

آیا اُن حضرات کے لئے ہواؤں میں کانٹے نہ لگتا ہے کہ ہم کہیں آپؐ اپنی خواہش نفس کی بنا پر عائشہ کو جس کی انفعلیت
پر کوئی دلیل نہیں ہے دوسرا اس کے کہ رسول خداؐ کی زوجہ اور تمام ازواجِ پیغمبر کی طرح اُمّ المؤمنین تھیں جناب فاطمہؑ سے زیادہ
دوست رکھتے ہوں گے جن کی محبت و مودت کو خداؐ نے تعاضے سے قرآن مجید میں فرض اور واجب قرار دیا ہے۔ جن کی شان
میں آیت تطہیر نازل ہوئی ہے اور جن کو حکم قرآن مبارک میں شامل ہونے کا فخر حاصل ہے! آپؐ خود جانتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء ہوائے
نفس کی پیروی نہیں کرتے اور سوائے خداؐ کے کسی پر نظر نہیں رکھتے، بالخصوص خاتم الانبیاء حضرت رسول خداؐ جو حقیقتاً حب فی اللہ اور
بغض فی اللہ کے حامل تھے اور قطعاً اُسی کو دوست رکھتے تھے جس کو خداؐ دوست رکھتا تھا اور اسی شخص کو دشمن رکھتے تھے

جن کو خدا دشمن رکھتا تھا۔

یہ کیوں کر ممکن ہے کہ اُس حضرت اُن فاطمہ کو جھوٹریں جن کی حجت و دعوت کو خدا نے فرض اور واجب کیا اور دوسرے کو ان پر ترجیح دیں۔ پس اگر جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کو دوست رکھنے سے نفرت تو محض اسی وجہ سے کہ خدا ان کو محبوب رکھتا تھا۔

ایا عقل باور کرتی ہے کہ اُن حضرت بنی ہاشم میں سے ایک بیوی کو محبت کے معاملے میں اُس ذات پر ترجیح دیں جس کے متعلق خود یہ فرماتے تھے کہ خدا نے ان کو برگزیدہ کیا اور ان کی محبت کو انسانوں پر فرض قرار دیا ہے؟ اب آپ کو چاہیے کیا انوں تمام اخبار صحیحہ و صحیحہ کو جو اہل علمائے فریقین نے یہاں مقبول ہیں اور کیا ان قرآن مجید ان کی تائید کر رہی ہیں رد کیجئے یا جو بہ حدت آپ نے بیان کی ہے اس کو سچے شہداء جعلی حدیثوں میں شمار کیجئے تاکہ یہ تناقض ختم ہو جائے اور خلیفہ ابو بکر کے بارے میں جو آپ نے فرمایا کہ اُن حضرت نے ارشاد فرمایا میرے نزدیک مردوں میں سب سے زیادہ محبوب ابو بکر ہیں تو یہ ان بکثرت معتبر روایات کے خلاف ہے جو خود آپ ہی کے بڑے بڑے تلامذہ ائمہ اور علمائے طریقوں سے منقول ہیں کہ پیغمبر کے نزدیک امت کے مردوں میں سب سے زیادہ محبوب علی علیہ السلام تھے۔

پیغمبر کے نزدیک علی تمام مردوں سے زیادہ محبوب تھے

چنانچہ شیخ سلیمان بنی حنفی بیاضی المحدث بابہ میں ترمذی سے بریدہ کی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کان احب النساء الی رسول اللہ فاطمہ ومن المرءات علی (یعنی پیغمبر کے نزدیک عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب فاطمہ اور مردوں میں علی علیہ السلام تھے)۔

محمد بن یوسف بنی شافعی کتابت الطاب باب فی اہل بیت علیہم السلام عائشہ کا سند سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ما خلق اللہ خلقا کان احب الی رسول اللہ من علی ابن ابی طالب (یعنی خدا نے کسی ایسی مخلوق کو پیدا نہیں کیا جو رسول اللہ کے لئے علی سے زیادہ محبوب ہو) اس کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ وہ حدیث ہے جس کی ابن عباس نے اپنے مناقب میں ادا بن عباس کو دمشق نے ترجمہ حالات علی علیہ السلام میں روایت کیا ہے۔

محمد بن الدین داماد الحرم محمد بن عبد اللہ بن علی بن ابی طالب (یعنی ترمذی) میں ترمذی سے نقل کرتے ہیں کہ عائشہ سے لوگوں نے پوچھا کہ رسول خدا کے نزدیک کون محبت سب سے زیادہ محبوب تھی؟ انہوں نے کہا فاطمہ۔ پھر پوچھا کہ مردوں میں؟ انہوں نے کہا کہ کون محبوب تر تھا؟ تو کہا کہ زوجہ علی ابن ابی طالب یعنی ان کے شوهر علی ابن ابی طالب۔

بیز غلطی دہری اور حافظ ابو القاسم دمشقی سے اور وہ عائشہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ما رایت رجلاً احب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من علی ولا احب الیہ من فاطمہ (یعنی میں نے کسی مرد کو رسول کے

نزدیک علی سے زیادہ محبوب نہیں دیکھا اور نہ فاطمہ سے محبوب تر دیکھا۔

نیز حافظہ بخندہ سے اور وہ معاذۃ الغفران سے نفق کرتے ہیں کہ وہ کہتی ہیں کہ میں عائشہ کے یہاں خدمت رسول میں مشرت ہوئی اور علی علیہ السلام گھر کے باہر موجود تھے، اُن حضرت نے عائشہ سے فرمایا ان هذا احب الرجال الی داکرہم علی قاعرفی حقہ واکسحی منوالا (یعنی یہ میرے نزدیک مردوں میں سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ باعزت ہیں لہذا ان کا حق پہنچاؤ اور ان کے مرتبے کی تعظیم (توقیر کرو) شیخ عبداللہ بن محمد بن عامر شراوی شافعی جرّاب کے جلیل القدر علماء میں سے ہیں کتاب الاختاف بحب الاشراف صفحہ ۱۱۱ سلیمان بلنجی تصانیع المودت میں اور محمد بن طلحہ شافعی مطالب السؤل صفحہ ۱۱۱ میں ترمذی سے اور وہ جمیع بن عیمر سے نفق کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں اپنی بھوپھی کے ہمراہ اُمّ المؤمنین عائشہ کے پاس گیا اور ہم لوگوں نے ان سے پوچھا کہ رسولؐ لکڑیا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب شخص کون تھا؟ عائشہ نے کہا کہ عورتوں میں فاطمہ اور مردوں میں اُن کے شوہر علی بن ابی طالب۔

اس روایت کو میر سید علی ہمدانی شافعی نے مودۃ القربی مودت یا زودہم میں اتنے فرق کے ساتھ نقل کیا ہے کہ جمیع نے کہا میں نے اپنی بھوپھی سے دریافت کیا تو یہ جواب ملا۔

نیز خلیل خوارزمی نے مناقب فضل ششم کے آخر میں جمیع بن عیمر سے اور انہوں نے عائشہ سے اس خبر کو نقل کیا ہے ابن جریر مکی صواعق مرقدہ فصل دوم کے آخر میں حضرت علی علیہ السلام کے فضائل میں چالیس حدیثیں نقل کرنے کے بعد عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کانت فاطمہ احب النساء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و زوجہا احب الیہما لہما (یعنی پیغمبر کے نزدیک عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب فاطمہ اور مردوں میں سب سے زیادہ محبوب اُن کے شوہر علی بن ابی طالب تھے) نیز محمد بن طلحہ شافعی مطالب السؤل صفحہ ۱۱۱ میں اس موعود پر چند مفصل روایتیں نقل کرنے کے بعد اس عبارت کے ساتھ اپنے عقیدے اور تحقیق کا اظہار کرتے ہیں۔ ثبت بہذا الاحادیث الصحیحۃ والاحادیث الصریحۃ ان فاطمہ کانت احب الی رسول اللہ من عیدہا و انتہا سیدۃ نساء اهل الجنة و انتہا سیدۃ نساء ہذا الامۃ و سیدۃ نساء اهل المدینۃ۔ (یعنی احادیث صحیحہ اور اخبار صریحہ سے ثابت ہوا کہ فاطمہ رسول اللہ کو اپنے علاوہ ہر ایک شخصیت سے زیادہ محبوب تھیں اور یقیناً وہ بہشت کی عورتوں کی سردار اس امت کی عورتوں کی سردار اور مدینے کی عورتوں کی سردار تھیں)۔

پس یہ مطلب عقل و نقلی دلائل سے ثابت ہے کہ علی و فاطمہ علیہما السلام سارے مخلوقات میں رسول اللہ کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔ اور پیغمبر کے نزدیک علی کی محبوبیت اور دوسروں پر فوقیت کے ثبوت میں ان تمام روایات سے زیادہ اہم مشہور و معروف حدیث طبرہ جس سے مکمل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی اُن حضرت کو ساری امت میں سب سے زیادہ محبوب

تھے اور یقیناً آپ خود بھی خوب جانتے ہیں کہ حدیث طبرہ یقین (سنی و شیعہ) کے درمیان اس قدر مشہور ہے کہ اس کی سند نقل کرنے کی ضرورت نہیں، لیکن محترم حاضرین جلسہ کی وسعت نظر کے لئے تاکہ اُن پر حقیقت مشتبہ نہ رہ جائے اور ان کو

محبوب ہو اُس کو میرے پاس بھیج دے تاکہ اس بجٹے ہوئے طاثر میں سے میرے ساتھ نوش کرے، اُس وقت علی علیہ السلام آئے اور اُن حضرت کے ساتھ اس کو تناول کیا۔

اور آپ کی بعض کتابوں میں جیسے فضول المہمہ مالکی، تاریخ حافظہ نیش پوری، کفایت الطالب، گنج شافعی اور سند احمد وغیرہ جن میں انس بن مالک سے روایت کی ہے اس طرح ذکر کیا کہ انس نے کہا، پیغمبر اس دعا میں مشغول تھے کہ علی گھر میں آئے میں نے بہانہ کر دیا اور اس کو پوشیدہ رکھا، تیسری مرتبہ آپ نے پاؤں دروازے پر مارا تو رسول خدا نے فرمایا ان کو اُنے دو جوں ہی علی پہنچے اُن حضرت نے فرمایا ما جئت عنی یرحمک اللہ خدا تم پر رحمت نازل کرے کس چیز نے تم کو میرے پاس آنے سے باز رکھا؟ تو آپ نے عرض کیا کہ میں تین مرتبہ دروازے پر حاضر ہوا اور اب کی قہری دفعہ میں آپ کی خدمت تک پہنچا۔ اُن حضرت نے فرمایا اے انس تم کو کس چیز نے اس حرکت پر مجبور کیا کہ علی کو میرے پاس آنے سے منع کیا؟ میں نے عرض کیا کہ سچی بات یہ ہے کہ جب میں نے آپ کی دعا سنی تو یہ تمنا پیدا ہوئی کہ میری ہی قوم کا کوئی شخص اس درجے پر فائز ہو۔ اب میں آپ حضرات سے سوال کرتا ہوں کہ آیا خدائے تعالیٰ نے اپنے رسول خاتم الانبیاء کی دعا قبول فرمائی یا رد کر دی؟

شیخ: بدیہی چیز ہے کہ خدا نے قرآن کریم میں چونکہ دعائیں قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اگر اسی منزلت پر بغیر ہرگز کوئی بے جا درخواست نہیں کرتے لہذا قطعاً اُن حضرت کی خواہش اور دعا کو منظور اور قبول فرماتا تھا۔

خیر مطلب: پس اس صورت میں خدائے جل و علا نے اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین فرد کو اختیار و انتخاب کر کے اپنے پیغمبر کے پاس بھیجا اور وہ ساری اُمت کے درمیان بزرگ و بزرگ محبوب جو کل مخلوقات میں سے چنا ہوا اور خدا و رسول کے نزدیک اُمت میں سب سے زیادہ محبوب، نفاعی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ چنانچہ خود آپ کے بڑے بڑے علماء نے اس بات کی تفسیر کی ہے، مثلاً محمد بن طلحہ شافعی نے جو آپ کے فقہاء اور اکابر علماء میں سے تھے مطالب السؤل باب اول فصل پنجم کے اوائل میں ص ۱۵۱ پر حدیث راایت اور حدیث طبرانی کی مابین سے تقریباً ایک صفحہ میں شیریں بیانی اور دل نشین تحقیقات کے ساتھ تمام اُمت کے درمیان خدا و رسول کی محبوبیت کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کی عظمت و منزلت کو ثابت کیا ہے اور فرماتے ہیں و اما دلہی ان یتحقق الناس ثبوت هذه المنقبة المستیلة والصلة العلییة النفی ہی اعلیٰ درجات المستحقین لعلی (یعنی پیغمبر کے ارادہ فرمایا کہ اس رکش منقبت اور لقب صفت کا جو پرہیزگاروں کے درجات میں سب سے بالا درجہ ہے (یعنی خدا و رسول کا محبوب ہونا) اعلیٰ کے اندر قائم ہونا) لوگوں کی نگاہوں میں ثابت ہو جائے نیز شام کے حافظ و محدث محمد بن یوسف گنج شافعی متوفی ۳۵۰ھ نے کفایت الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب علیہ السلام باب ۱۰ میں حدیث طبرانی کو اپنے معتبر اسناد کے ساتھ حارطہ نقیوں سے اس اور سفینہ سے نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ بحالی نے اپنی جنہم میں اس حدیث کو درج کیا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اس حدیث میں کھلی ہوئی دلالت ہے اس بات پر کہ علی علیہ السلام

خدا کی بارگاہ میں کل مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور اس مقصد پر سب دلیلوں سے اہم دلیل یہ ہے کہ خدا نے اپنے رسولؐ کو دُعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے لہذا جب رسولؐ اللہؐ نے دعا کی تو خدا نے بھی فوراً قبول فرمایا اور محبوب ترین خلقؐ کی آنحضرتؐ کا طرف بھیج دیا اور وہ علیؑ علیہ السلام تھے۔

اس کے بعد کہتے ہیں کہ اس سے منقول حدیث طبرہ کو حاکم ابو عبد اللہ حافظ مینا پوری نے چھپاسی راویوں سے نقل کیا ہے اور ان میں سے خاص سے روایت کا ہے، پھر ان چھپاسی افراد کے نام بھی لکھے ہیں رشائقین کفایت الطالب باب کی طرف رجوع فرمائی اب خدا آپ حضرت انصاف فرمائیں کہ آیا جو حدیث آپ نے نقل کی ہے وہ معارض حدیثوں اور ادنیٰ انصوص حدیث، زینت اور اس با عظمت حدیث طبرہ کے مقابلے میں آسکتی ہے؟ قطعاً جواب نفی میں ہوگا۔ پس ایک آپ کی بکھرے حدیث سے ان احادیث کے مقابلے میں جن کا آپ کے اکابر علماء نے صراحتاً متعصب کینہ پروردگاروں کے منتقل کیا ہے اور ان کی موت کی تصدیق کا ہے ہرگز مندرجہ نہیں کیا جاسکتی بلکہ وہ ارباب تحقیق اور صالحان جرح و تعدیل کے نزدیک مردود اور ناقابل اعتبار ٹھہرتے ہیں۔

شیخ امیر اخیال سے آپ نے یہ طے کر لیا ہے کہ جو کچھ ہم کہیں گے اس کو نہ مانیں گے اور کافی اصرار کے ساتھ اسکو رد کیجے گا۔

بیان حقیقت

خیر طلب ایچہ کو آپ ایسے عالم انسان سے سنت تعجب ہے کہ اسنے حاضرین جلسہ کے سامنے مجھ پر ایسا غلط الزام عائد کر دیا ہے جس وقت آپ حضرت نے علم و عقل اور منطق کے مطابق کوئی دلیل قائم کی جس کے مقابلے میں میں نے خدا سے کام لیا اور اس کو قبول نہیں کیا تاکہ اس کے نتیجے میں آپ کی سرزنش کا مستحق قرار پاؤں؟ میں خدا کی توفیق اور تائید سے محروم ہو جاؤں گا مگر میرے اندر ہٹ دھرمی اور جھوٹا تعصب و عناد دکھنا نہیں ہوا یا برادران اہل سنت کے ساتھ عمومی یا خصوصی طور پر کوئی علوت کا نظریہ نہ تھا ہوا۔ میں خدا کو اگر کہہ سکتا ہوں کہ میری دلچسپی اور ہمنوا میری ہمنویں ایران میں ناقابل بیانی ہندوستان میں قادیانیوں یا مادہ اور طبیعت کے بجا راہی اور دوسرے مخالفین کے ساتھ بھی مشاطوں میں بھی میں نے مندرجہ ذیل سے کام نہیں لیا، ہر مقام پر اور ہر وقت خاطر نظر رکھی اور ہمیشہ میرا مقصود علم و عقل اور منطق و منطق کے رو سے حقیقت کو ظاہر کرنا رہا ہے۔ سبب میں نے کافر و منکر اور جنس لوگوں سے ہٹ دھرمی نہیں کی ہے تو آپ کے ساتھ ایسا کیوں کر کر سکتا ہوں کیونکہ آپ لوگ ہمارے اسلامی بھائی ہیں ہم سب ایک دین ایک تہذیب ایک کتاب کے سامنے رہے اور ایک پیغمبر کے احکام کے تابع ہیں مقصد صرف یہ ہے کہ ابتداء سے آپ کے

دماغ میں جو غلط فہمیاں داسخ اور عادت کی بنا پر طبیعتِ ثانیہ میں بچپن میں اُن کی کہورت منطبق اور انصاف کے جھینڈوں سے برطرف کر دی جائے۔
خدا کے فضل سے آپ عالم ہیں اگر عادت، اسلاف کی پیروی اور تعصب سے منظور الگ ہو کر انصاف کے دائرے میں آجائیں
تو ہم مکمل طور پر صحیح نتیجے تک پہنچ جائیں۔

یہ شیخ: ہم نے شہر لاہور میں ہندوؤں اور برہمنوں کے ساتھ آپ کے مناظروں کا طریقہ روزناموں اور ہفتہ وار اخبارات میں
پڑھا تھا جس سے ہم کو بہت خوشی ہوئی تھی اور باوجودیکہ ابھی آپ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی لیکن ایک قلبی تعلق محسوس کرتے لگے
تھے۔ امید ہے کہ خدام کو اور آپ کو نو فہم دے تاکہ حق اور حقیقت ظاہر ہو جائے۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ اگر روایات میں کوئی شبہ
ہو تو جیسا خود آپ نے فرمایا ہے قرآن کریم کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اگر آپ خلیفہ ابوبکر کی فضیلت اور خلفائے راشدین کے
طریقہ خلافت میں احادیث کو مشتبہ سمجھتے ہیں تو کیا آیات قرآن کریم کے دلائل میں بھی شک و شبہ دار دیکھئے گا؟

خیر طلب: خداوند نہ لائے کہ میں قرآنی دلائل یا صحیح احادیث میں شک کروں، فقط چیز یہ ہے کہ ہر قوم و ملت یہاں تک کہ دین
سے منفرد اور تندر لوگوں سے بھی جب ہمارا مقابلہ ہوا ہے تو وہ بھی اپنی حقانیت پر نگرانِ حمید کی آیتوں سے استدلال کرتے تھے
چونکہ قرآن مجید کے آیات دو معانی میں لہذا خاتم الانبیاء نے لوگوں کی افراط و تفریط اور مغالطوں کو روکنے کے لئے قرآن کو
امت کے درمیان تنہا نہیں چھوڑا بلکہ با اتفاق علمائے فریقین (شیعہ و سنی) جیسا کہ پچھلی شبوں میں عرض کر چکا ہوں :
انی نازک فیکم اثقلین کتاب اللہ وعترتی ما اوتتمکتہما فقد بخرتہما و بعض روایات میں ارشاد
ہے لن تصلوا اسداً (یعنی حقیقت میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑے جا رہی ہوں کتاب خدا اور
میری عترت اگر ان دونوں کتاب و عترت) سے تمک رکھو گے تو نجات پاؤ گے اور ہرگز کراہ نہ ہو گے (رجوع
ہو اس کتاب کے صفحہ ۹۲، ۹۳ کی طرف)

لہذا قرآن کے مفہوم و حقیقت اور شانِ نزول کو خود رسول اللہ سے جو قرآن کے حقیقی شادح ہیں اور اُن حضرت
کے بعد میل قرآن سے جو اُن حضرت کی عترت اور اہل بیت ہیں دریافت کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ سورہ علاء (انبیاء) آیت ۷۱
میں ارشاد ہے فاسئلوا اهل الذکر ان یتعلمون (یعنی) اے ہمارے رسول امت سے کہہ دیجئے
کہ اگر تم خون نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر اور صاحبانِ علم (یعنی آلِ محمد) کو سب سے زیادہ عالم ہیں اسے دریافت کرو۔

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

اہل ذکر آل محمد ہیں

اہل ذکر سے مراد حضرت علی اور آپ کی اولاد ہیں سے آئمہ عظیم اسلام ہیں جو عدیل قرآن ہیں چنانچہ شیخ سلیمان بنی حنفی
نے بیابیع المردۃ مطبوعہ اسلامبول باب ۳ ص ۱۱۹ میں امام ثعلبی کی تفسیر کشف البیان سے بروایت جابر ابن عبد اللہ انصاری

نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا قال علی ابن ابی طالب نحن اهل الذکر یعنی اہل عبادت کے لیے فرمایا ہم دعا خدا کی
رسالت (اہل ذکر میں ہونے کا ذکر قرآن کا ایک نام ہے اور اس جلیل القدر نشان والے اہل قرآن میں اس وجہ سے ہمارے
اور آپ کے ملاسنے اپنی مستحکم بودن میں نقل کیا ہے کہ اہل عبادت ہم فرماتے تھے۔ سلو فی قبل ان تفتقد فی سلو فی من
کتاب اللہ فابتدئ لیس من ایۃ الا وقد عرفت دلیل نزول ام تھا در اسم فی سہل ام فی جبل واللہ ما نزل
ایۃ الا وقد علمت فیما نزلت وایں نزلت وعلی من نزلت فان ربی وہب لی لسانا طلقا وقلبا عقیلا
(یعنی پوچھو مجھ سے قبل اس۔ کہ کہ مجھ کو پڑا کتاب خدا کے متعلق محمد سے دریافت کرو کیونکہ قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے
جس کو میں دعا تمام ہر صورت میں نازل ہوئی ہے یا وہ میں ہرگز میں خدا کی قسم کہ کوئی آیت نازل نہیں ہوئی
ہے لیکن یہ یقیناً ہوتا ہے کہ اس بار سے میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی اور کس پر نازل کی گئی ہے اور درحقیقت خدا نے
مجھ کو نصیحت زبان اور دانش (دل معلوم فرمایا ہے) لیکن قرآن کی جس آیت سے بھی استدلال کیا جائے اس کو حقیقی مفہوم اور غور
کے بیان کے مطابق ہونا چاہیے ورنہ اگر کوئی شخص اپنی طرف سے اور اپنے ذوق و نگو اور عقیدے کے رو سے آیات
قرآن کا تفسیر کرے گا تو سوائے اختلافات بیان اور خیالات کی بے گندگی کے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوگا لہذا اس تنہید کے پیش نظر میری دعا
ہے کہ اپنی منتخب آیات بیان فرمائیے اگر ممکن ہے مطابقت کرے گی زمان و حال کے قبول کر کے اپنے سر پر بیکر دوں گا۔

خلفائے اربعہ کے طریقہ خلافت میں نقل آیت اور اس کا جواب

شیخ احمد رحمہ اللہ (فتح) آیت ۱۱ میں لکھا ہوا ارشاد ہے من محمد رسول اللہ والذین معہ اشدا علی
الاعتقاد رحماء بینہم تواضعا وکما سجدوا یقتضون فتلا من اللہ ورضوا اناسیام
فی وجوہہم من اثر السجود (یعنی ہر خدا کے پیچھے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھی کافروں پر بہت
مست اور ان میں ایک دوسرے پر عشق و مہربان ہیں) ان کو کم زیادہ ترک و بحد کے عالم میں دیکھو گے جو فضل و
رحمت اور ان کی خوشنودی کے عکاس ہیں ان کی پیش نہیں ہر مسعود کے نشان پڑے ہوئے ہیں یہ آیت شریفہ ایک طرف سے
ابو بکر رضی اللہ عنہ کے فضیلت و شہادت کا بیان کر رہی ہے اور دوسری طرف سے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے طریقہ خلافت کو
معیں کرتی ہے، انجان اس کے کہ جب کہ شیخ فرماتے والے دعویٰ کوئے ہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ پہلے خلیفہ ہیں یہ آیت
مراحت کے ساتھ نقل کر چکا غیظ ظاہر کرتی ہیں۔

خیبر طلب: آپ طریقہ کے ظاہر سے ترک نہیں فرمائیے راشدین کے طریقہ خلافت اور ابو بکر کی فضیلت پر دلالت کرتی ہو
تقریباً آتی، البتہ ضرورت اس کی ہے کہ آپ وضاحت کیجئے کہ یہ صراحت آیت میں کس مقام پر ہے جن کا پتہ نہیں چل رہا ہے۔

شیخ: خلیفہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت و شرافت پر آیت کی دلالت یہ ہے کہ آیت کے شروع میں کلمہ والذین معہ سے اس مرد بزرگ کی منزلت کی طرف اشارہ ہوا ہے جو آپ کو ولایت انعام میں پیغمبر کے ساتھ حاصل ہوتی اور غنائے رشیدین کا طریقہ خلافت بھی اس آیت میں پوری صراحت کے ساتھ واضح ہے کیونکہ والذین معہ سے مراد ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں جو حبش ہجرت غار ثور میں پیغمبر کے ہمراہ تھے، استداد علی الکفار سے عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ مراد ہیں جو کفار پر بہت سخت گیری کرتے تھے، رحماء بینہم عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ ہیں جو بہت رقیق القلب اور رحم دل تھے۔ سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود علی ابن ابی طالب کہم اللہ وجہہ ہیں۔

امید ہے کہ یہ چیز آپ کے بے لوث خیال کے موافق ہوگی اور آپ تصدیق کیجئے گا کہ حق ہمارے ساتھ ہے جو علی کو چوتھا خلیفہ جانتے ہیں نہ کہ خلیفہ اول، کیونکہ خدا نے بھی قرآن میں اُن کا ذکر چوتھے نمبر پر کیا ہے۔

خیر طلب: میں حیرت میں ہوں کہ جواب کس انداز میں عرض کروں تاکہ خود غرضی کا الزام عائد نہ ہو، اگر بغیر تعصب کے انصاف کی نظر سے دیکھیے تو تصدیق فرمائیے گا کہ کوئی غرض کارفرما نہیں ہے بلکہ مقصد صرف اظہار حقیقت ہے۔ علاوہ اس کے کہ از باب تفسیر نے یہاں تک کہ خود آپ کے علاوہ بڑی بڑی تفسیروں میں اس آیت شریفہ کے شان نزول میں یہ مطلب بیان نہیں کیا ہے، اگر یہ آیت قرآنی امر خلافت کے بارے میں ہوتی تو ردز اول دفات رسول کے بعد حضرت علی علیہ السلام ہی ماثم اور کبار صحابہ کے اعتراضات کے مقابلے میں فرضی شاخ و برگ پیدا کرنے کی ضرورت نہ ہوتی بلکہ یہ آیت پیش کر کے مسکت جواب دے دیا جاتا۔ پس معلوم ہوا کہ آیت کے جو معنی آپ نے بیان کئے ہیں وہ ایجاد بندہ ہیں جو مدتوں بعد حضرت ابو بکر و عمر کے طرقت داروں نے تصنیف کئے ہیں۔

اس لئے کہ خود آپ کے اکابر مضمرین جیسے طبری، امام ثعلبی، فاضل نیشاپوری، جلال الدین سیوطی، تاقاضی بیضاوی، جلال اللہ زہری اور امام فخر الدین رازی وغیرہ نے بھی یہ تفسیر بیان نہیں کی ہے پس میں نہیں جانتا کہ آپ کہاں سے یہ بات کہہ رہے ہیں اور یہ معنی کس وقت سے اور کن اشخاص کے ہاتھوں پیدا ہوئے؟ اس کے علاوہ خود آیت شریفہ میں علی، ادبی اور علیہ واقع موجود ہیں جو ثابت کر رہے ہیں کہ جو شخص اس قول کا قائل ہوا ہے اس نے بے کار باخف پاؤں مارے ہیں اور اس بات کی طرف متوجہ نہیں ہوا ہے جس کو خود آپ کے بڑے بڑے علاوہ نے اپنی تفسیروں کے شروع میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اُن حضرت نے فرمایا قسمی القرآن بواجبہ مصفدہ فی الناس لعلی جو شخص قرآن کا تفسیر اپنی رائے سے کرے تو اس کا ٹھکانا آگ میں ہے، اگر آپ کہتے کہ تفسیر نہیں ہے تاویل ہے تو آپ حضرت باب تاویل کو مطلقاً مسدود جانتے ہیں، علاوہ اس کے کہ یہ آیت شریفہ علم و ادب اور اصطلاح کے واسطے آپ کے مقصد کے بخلاف تفسیر دے رہی ہے۔ شیخ: مجھ کو یہ امید نہیں تھی کہ جناب عالی اتنی واضح آیت کے مقابلے میں بھی استغامت دکھائیں گے البتہ اگر آپ اس آیت میں کوئی ایراد حقیقت کے برخلاف رکھتے ہیں تو بیان کیجئے تاکہ اصلیت ظاہر ہو۔

نواب: بقول صاحب میری خواہش ہے کہ جس طرح اب تک آپ نے ہماری درخواستوں کو قبول کیا ہے، اور مطالب کو ایسے سادہ انداز میں بیان کیا ہے کہ تمام ماحضریں جلیلہ اور غیر ماحضریں اہل حق سے بہرہ مند ہوئے ہیں اس مقام پر بھی گفتگو میں اتنا ہی سادگی کا لحاظ فرمائیے، ہم سب آپ کے مخلص ہوں گے۔ کیوں کہ میں وہ آیت ہے جو برابر ہمارے سامنے پڑھی جاتی رہی ہے اور ہم سب کو اس کے ذریعہ حکم قرآن کا حکم اور پابند بنایا گیا ہے۔

خیر طلب: پہلی چیز تو یہ ہے کہ آیت کی عظمت اور شعبہ ہائے ازل کے نقل قول نے آپ حضرات کو ایسا مبہوت بنا رکھا ہے کہ آیت کے حقیقی معنی اور موزوں امراء سے غافل ہو گئے ہیں، اگر آپ خود اپنا جگر پر اس کے نحوی ترکیبات اور ادبی معانی پر تھوڑی توجہ کر لیتے تو معلوم ہو جاتا کہ یہ آپ کے مقصد اور مراد سے ہرگز مطابقت نہیں کر رہی ہے۔

شیخ: التماس ہے کہ آپ ہی ضامناً ترکیبات کو بیان کیجئے تاکہ ہم دیکھیں کیونکر مطابقت نہیں کرتی ہے۔

خیر طلب: ترکیب جہت سے تو آپ خود بہتر جانتے ہیں کہ اس آیت ہمارے ترکیب یقینی طور پر رد و حال سے خارج نہیں ہے۔ یا محمد بن عبد اللہ! عطف بیان، والذین معہ عطف بر محمد، استناد اس کی خبر اور جو کچھ اس کے بعد ہے وہ خبر بعد از خبر ہے۔ یا والذین معہ، استناد اس کی خبر اور جو کچھ اس کے بعد ہے وہ خبر بعد از خبر ہے۔ ان قواعد کے رو سے اگر ہم آپ کے عقیدے اور قول کے مطابق آیت کو ترجمہ کرنا چاہیں تو دو طرح کے معنی ظاہر ہوتے ہیں، اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کچھ امراء عثمان اور علی ہیں۔

اور اگر والذین معہ، استناد اس کی خبر اور جو کچھ اس کے بعد ہے خبر بعد از خبر تو آیت کے معنی اس طرح ہوتے ہیں کہ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی ہیں۔ بدیہی چیز ہے جس کو ہر مندی طالب علم بھی جانتا ہے کہ کلام کا بظاہر غیر مقول اور نظم ادب سے خارج ہے۔

علاوہ اس کے اگر آیت شریفہ سے غلط فہمی اور سوء فہم نہ ہوتے تو ضرورتاً نقلی کلمات کے درمیان واحد و جمع دکھا جاتا تاکہ آپ کے مقصود سے مطابقت ہو جائے، حالانکہ صورت اس کے برخلاف ہے۔

آپ کے جملہ مفسرین سند اس کی شریفہ کو تمام مومنین کے حق میں قرار دیا ہے یعنی کہتے ہیں کہ یہ تمام مومنین کی صفیں ہیں اور ظاہر آیت خود وہی ہے کہ یہ کل مطالب ایک شخص کی صفیں ہیں جو ابتداء سے پیغمبر کے ساتھ تھا کہ چار نفر اور اگر ہم اس کو وہ ایک فرد امیر المومنین علی علیہ السلام سمجھ لیں تو یہ دوسروں کی نسبت عقل و نقل کے مطابق کہیں زیادہ قابل قبول ہے۔

آیہ غار سے استدلال اور اس کا جواب

شیخ: تعجب ہے کہ آپ فرماتے ہیں میں نے کبھی نہیں کہہ سنا حالانکہ اس وقت آپ مجاہد ہی کر رہے ہیں۔ کیا ایسا

نہیں ہے کہ خدا سورہ ۹ (توبہ) آیت ۱۱ میں صاف صاف فرماتا ہے - فقد نص الله اذا حربه الذین کفرو اتانی اثنتین اذ هما فی الفاس اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا فانزل الله سکینته علیہ و ابیدۃ یجنود لہ تروہا (یعنی یقیناً خدا نے اُن کی (رسول اللہ کی) مدد کی جب کفار نے اُن کو مکے سے خارج کر دیا، اُن دو میں سے ایک (یعنی رسول اللہ) جو دونوں عمار کے اندر تھے جس وقت اپنے ہم سفر سے (یعنی ابوبکر سے) جو مضطر تھے (فرار) ہے تھے غم نہ کرو یقیناً خدا ہمارے ساتھ ہے - اُس وقت خدا نے اُن پر (یعنی رسول اللہ پر) اپنی طرف سے سکون و وقار نازل فرمایا اور ان کی اُن غیبی لشکروں سے امداد کی جن کو تم نے نہیں دیکھا)۔

یہ آیت علاوہ اس کے کہ امتِ ماقبل کی موید ہے اور الذین معہ کا مقصد ثابت کرتی ہے کہ ابوبکر غائبِ شب ہجرت رسول اللہ کے ساتھ تھے خود یہ مصاحبت اور پیغمبر کی ہمراہی تمام امت پر ابوبکر کے فضل و شرف کی ایک بڑی دلیل ہے اس لئے کہ پیغمبر چونکہ علمِ باطن سے جانتے تھے کہ ابوبکر اُن کے خلیفہ ہیں اور خلیفہ کا وجود اُن کے بعد ضروری ہے اور اپنی ذات کے مانند اُن کی بھی حفاظت کرنا چاہیئے لہذا اُن کو اپنے ہمراہ لے گئے تاکہ دشمن کے ہاتھ میں گرفتار نہ ہو جائیں اور یہ بڑا مسلمانوں میں سے کسی اور کے ساتھ نہیں کیا، پس اسی حجت سے اُن کے لئے تقدم خلافت کا حق ثابت ہوا۔

خیر طلب: اگر آپ حضرات کسی وقت نسبت کا لباس اتار کے اور نصب و عادت سے الگ ہو کر ایک غیر جانبدار اور غیر متعصب انسان کے مانند اس ایڈیٹر شریف کے پہلوؤں پر غور کریں تو تصدیق کریں گے کہ جو نتیجہ آپ کے پیش نظر ہے وہ اس آیت سے حاصل نہیں ہوتا۔

شیخ: بہتر ہے کہ اگر مقصد کے خلاف کچھ منطقی دلائل ہیں تو بیان فرمائیے۔

خیر طلب: میری خواہش ہے کہ اس موقع سے چشم پوشی فرمائیے کیونکہ بات سے بات پیدا ہوتی ہے، اس وقت ممکن ہے کہ بعض غیر منصف لوگ اس کو عداوت کی نظر سے دیکھیں، آپس میں رنجش پیدا ہو اور یہ خیال قائم کیا جائے کہ ہم مقامِ خلافت کی امانت کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ ہر فرد کی حیثیت اپنی جگہ پر محفوظ ہے اور ان کے لئے سب سے جائز تفسیر و تاویل کی احتیاج نہیں۔ شیخ: میری درخواست ہے کہ بغیر نہ جھانکئے اور مطمئن رہئے، منطقی دلائل بخش نہیں پیدا کرتے ہیں بلکہ ان سے پوئے ہتھے ہیں۔ **خیر طلب:** چونکہ آپ نے بغیر جھانکئے کا نام لیا ہے لہذا میں مجبور ہوں کہ ایک مختصر جواب پیش کر دوں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ میں بغیر جھانک رہا تھا بلکہ گفتگو میں ادب کا لحاظ مقصود تھا۔ مسئلہ ہے کہ میری باتوں میں عیب جوئی نہ کیجئے گا اور انصاف کی نظر سے دیکھئے گا اس لئے کہ اس بحث کا جواب متقیینِ علماء نے مختلف طریقوں سے دیا ہے۔

اولاً آپ کا یہ جملہ سنتِ حیرت انگیز اور سطحی تھا کہ رسول اللہ چونکہ یہ جانتے تھے کہ ابوبکر اُن کے بعد خلیفہ مہمل گے اور خلیفہ کا تحفظ اُن حضرت پر لازم تھا لہذا اُن کو اپنے ہمراہ لے گئے۔

آپ کے اس بیان کا جواب بہت سادہ ہے کیونکہ اگر پیغمبر کے خلیفہ صرف ابوبکر ہی ہوتے تو ایسا احتمال پیدا کی

جا سکتا تھا لیکن آپ تو خود بخود اپنے دشمنوں کی مخالفت پر اتفاقاً رکھتے ہیں اور وہ چار نفر تھے۔ اگر آپ کی یہ دلیل صحیح ہے اور خطرات سے غلیظہ کو محفوظ رکھنا لازم تھا تو پیغمبر کا فرض تھا کہ چاروں خلفاء کو جو مکے میں موجود تھے اپنے ساتھ لے جائیں، نہ یہ کہ ایک کو لے جائیں اور دوسرے تین افراد کو چھوڑ دیں، بلکہ ان میں سے ایک کو لوہاروں کے خطرے سے گھرے ہوئے مقام پر مقرر کریں، اور اپنے بستر پر لٹائیں جب کہ یقینی طور پر اس رات پیغمبر کا بستر خطرناک اور دشمنوں کے ہتھکے کا زور میں تھا۔ دوسرے ان بیان کی بنا پر ہر طرح کے ایسا تاریخی جزیم میں درج کیا ہے، البتہ ان حضرات کی روانگی سے واقعہ ہی نہ تھے بلکہ جس وقت علی علیہ السلام کے پاس آئے اور ان حضرات کا حال دریافت کیا، حضرت نے فرمایا کہ وہ غار میں تشریف لے گئے ہیں اگر ان سے کوئی کام ہے تو دوڑ جاؤ۔ البتہ دوڑتے ہوئے چلے اور درمیان راہ میں ان حضرات سے مل گئے چنانچہ مجبوراً ایک ساتھ روانگی ہوئی۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خود ان کو اپنے ہمراہ نہیں لے گئے بلکہ وہ بلا اجازت گئے اور راستے کے دو بیان سے ان حضرات کے ساتھ رہ گئے۔

بلکہ دوسرا روایتوں کا بنا پر ابوبکر کو لے جانا اتفاقاً اور ہفتے اور دشمنوں کو خبر سے دینے کے خوف سے تھا جیسا کہ خود آپ کے منصف مزین علامہ نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے بخلاف ان کے شیخ ابوالقاسم بن مبارک جو آپ کے مشاہیر علماء میں سے ہیں کتاب النور والبرہان حالات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں محمد بن الحنفی سے اور انہوں نے حسان ابن ثابت انصاری سے روایت کی ہے کہ میں ان حضرات کی ہجرت سے قبل عمرو کے ہتھکے مکہ گیا تو میں نے دیکھا کہ کفار قریش ان حضرات کے اصحاب کو حسب و شتم کر رہے ہیں چنانچہ انہی نے ان سے میں امیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ علیہ السلام تمام فی غار واشلے وحشی من ابن ابی قحافۃ ان ینزلہ علیہ فاختدہ معہ وھضی الی انصار (یعنی رسول خدا نے غار کو حکم دیا کہ آپ کے بستر پر سو جائیں اور اس بات سے ڈرے کہ ابوبکر کفار کو پتہ دے دیں گے اور ان حضرات کی طرف ان کا رہائی کر دیں گے لہذا ان کو اپنے ساتھ لے کر غار کی طرف روانہ ہوئے)۔

تیسرے مناسب یہ تھا کہ آپ بہت میں علما و مشاہیر اور وجہ فضیلت کو مدافعت کرتے کہ رسول خدا کے ہمراہ سفر کرنا اثبات خلافت پر کیا دلیل قائم کرتا ہے۔

شیخ و علما و مشاہیر۔ اہل تہذیب و تمدن کی مصاحبت اور یہ کہ خدا ان کو رسول اللہ کا صاحب کہتا ہے دوسرے ان حضرات کے قول سے کہ خبر دیتے ہیں ان اللہ معنا۔ تیسرے اس آیت میں خدا کی جانب سے ابوبکر پر نزول کیلئے

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

لے لیا اس سے تو ہمارے سامنے ایک اور دلیل قائم ہو رہی ہے کہ جو شخص حقیقتاً غلیظہ رسول ہونے والا تھا خدا اس کو محفوظ رکھنے کا ذمہ دار تھا۔ لہذا اس کو خطرے میں چھوڑ گئے اور جس کا وجود بعد رسول مقرر نہیں تھا وہ قتل بھی کیا جا سکتا تھا لہذا اس کو ساتھ لے لیا۔ ۱۰ مترجم حضرت۔

شرط کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اور ان دلائل کا مجموعہ ان کے لئے افضلیت اور تقدم علاقہ کے حق کو ثابت کر رہا ہے۔
 غیر طلبہ، یعنی کسی شخص کو الہدیکہ کے ان مراتب سے انکار نہیں ہے کہ وہ پڑھنے سے مسلمان اسن رسیدہ اصحاب میں
 سے اور رسول خدا کی پوری کے باپ بنے لیکن آپ کے یہ دلائل فضیلت خاص اور خلافت میں حق تقدم کو ثابت کرنے کے
 لئے کافی نہیں ہیں۔ اگر آپ چاہیں کہ اپنے ان بیانات سے جو آپ نے اس آیت شریفہ کے بارے میں دہے ہیں کسی
 شخص اور غیر متعلق انسان کے سامنے ان کی کوئی خاص فہمید ثابت کریں تو قطع طور پر آپ اعتراض کی رو میں آجائیں گے
 کیونکہ وہ آپ کے جواب میں کہے گا کہ تنہا ایک لوگوں کی مصاحبت فضیلت دہندہ کی وہ ہیں نہیں ہوا کرتی کتنے زیادہ
 زیادہ ہیں جنہوں نے نیکیوں کی مصاحبت کی اور وہ کتنے زیادہ کفار و کفاروں کے مصاحب بنے اور میں چنانچہ چنانچہ
 مسافرت میں اکثر و بیشتر سامنے آتے رہتے ہیں۔

شواہد اور مثالیں

غالباً آپ حضرات مجھ کو کہیں کہ سورہ ۱۲ (یوسف) آیت ۱۳ میں خدا نے تعالیٰ حضرت یوسف کا قول نقل فرماتا
 ہے یا صاحبی السحن دار یاب متفردت حبیرام الله الواحد الغفار یعنی اے میرے دونوں قید خانے کے
 رفیقو! یا متفرد خدا (جیسے اقسام و فرائض) اچھے ہیں درجیہ حقیقت اور محبوب ہیں اے خدا سے کچھ صاحب قہر و غلبہ ہے۔
 مفسرین نے اس آیت شریفہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ جس روز یوسف کو قید خانے میں داخل کیا، پانچ سال پہلے ان کا والد مرگاف
 ایک دوسرے کے مصاحب رہے اور یوسف تبلیغ کے موقع پر ان کو اپنا مصاحب کہتے تھے میں چاہتا ہوں کہ اس آیت میں خبر دی گئی ہے
 تو کیا پیغمبر کی مصاحبت ان دونوں کافر مشرکوں کے لئے شرط اور فضیلت کا دلیل بنی؟ یا دونوں مصاحبت میں ان کے
 عقیدے کے اند کوئی تغیر پیدا ہوا؟ صاحبان تفاسیر و تراویح کی تحریریں تو یہ بیان کرتی ہیں کہ پانچ سال مصاحبت میں رہتے کے بعد
 میں ان کا راسی حالت میں ایک دوسرے سے الگ ہوئے۔ نیز سورہ ۱۸ (کہف) آیت ۲۵ کی طرف توجہ فرمائیے جس میں
 ایشلا ہے تالہ صاحبہ و هو یحاورہ الکف بالذی خلقنا من تراب شرم من لطفہ شمس و انوار
 رحلا یعنی ان کے رہا ایمان اور فتنہ رفتی کے گفتگو اور نصیحت کے موقع پر اس سے کہا کہ کیا تو نے اس خدا کے لئے
 کفر اختیار کیا، جس نے تجھ کو پہلے مٹا سے اس کے بعد لطف سے پیدا کیا اور ہر ایک عمل آدمی بنا دیا؟ مفسرین نے
 عام طور سے لکھا ہے کہ دو بانی تھے ایک مومن جس کا نام یسود اور دوسرا کافر جس کا نام براطوس تھا (جس کا کہ امام لغزازی
 ہیں جو آپ کے اکابر علماء میں سے ہیں اپنی تفسیر میں نقل کرتے ہیں) یہ دونوں آپس میں کچھ بات چیت رکھتے تھے جبکہ
 مفصل نقل کرنے کا وقت نہیں ہے غرضیکہ خدا نے ان دو کافر و مومن کو ایک دوسرے کا مصاحب فرمایا ہے تو کیا

مومن باقی کی مصاحبت سے کافر کو کوئی فائدہ اور فیض پہنچا نظر نہیں آتا ہے کہ جواب قطعاً نفی میں ہے۔

پس صرف مصاحبت فضیلت و شرافت اور برتری کی دلیل نہیں ہو سکتی جس کے دلائل اور نظائر بہت ہیں لیکن وقت

اس سے زیادہ بیان کرنے کی اجازت نہیں دے رہا ہے

اور جو آپ نے یہ فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر سے فرمایا ان الله معنا لهذا اس لحاظ سے کہ

خدا ان کے ساتھ تھا قطعاً یہ بات بھی دلیل شرافت اور خلافت کو ثابت کرنے والی ہے۔

زیر ہر ہوگا کہ اپنے ان عقائد اور الفاظ پر ذرا نظر ثانی فرمائیے تاکہ اس اعتراض کا نشانہ نہ بن جائے کہ خدائے تعالیٰ

کیا صرف مومنین اور اولیاء اللہ کے ساتھ رہتا ہے اور غیر مومن کے ساتھ نہیں رہتا؟ آیا آپ کوئی ایسی جگہ تجویز کرتے ہیں جہاں

خدا نہ ہو اور کوئی شخص ایسا ہے جس کے ساتھ خدا نہ ہو؟ اگر مومن و کافر دونوں ایک جگہ بیٹھیں تو کیا عقل باور کرتی ہے

کہ خدا اس مومن کے ساتھ ہو لیکن کافر کے ساتھ نہ ہو؟ کما سورہ ۵۸ (عجالد) آیت ۷۰ میں خدا نہیں فرماتا ہے کہ الخیر ان الله

يعلم ما في السموات وما في الارض ما يكون من يخون ثلاثة الا هو والبعث ولا حسنة الا هو سادسہم ولا ادنى من ذلك ولا

اکثر الا هو معہم ایتمام کا اندازہ بتی بطریق استفہام تقریری فرماتا ہے کہ کیا تم نے نہیں دیکھا اور نہیں جانا کہ جو کچھ کائنات اور زمین کے اندر ہے

خدا اس سے دانستہ ہے چنانچہ اگر تین شخص آپس میں رائی کر لیں تو خدا ان کا جو شمار کرے گا ایسا ہی شمار کرے گا اور نہ اس سے کم اور زیادہ ہو

سکتے ہیں بغیر اس کے کہ چاہے جاں ہوں خدا ان کے ساتھ ہوگا کیوں کہ وجود الہی عالم کے ہر جزو کی ہر لحاظ کامل رکھتا ہے پس

اس آیت اور دوسری آیات اور دلائل عقلیہ و نقلیہ کے پیش نظر خدائے تعالیٰ دوست و دشمن، مسلمان و کافر، مومن و منافق ہر

شخص کے ساتھ ہے پس اگر دو نفر ایک جگہ ہوں اور ان میں سے ایک کہے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے تو کسی شخص خاص کی فضیلت

پر دلیل نہ ہوگی۔ جس طرح سے کہ و نیک آدمی اگر ایک جاہلوں تو خدا ان کے ساتھ ہے اسی طرح دو بُرے آدمی یا ایک اچھا ایک

بُرا اکٹھا ہوں تو قطعاً خدا ان دونوں کے ہمراہ ہوگا چاہے وہ سعید ہوں یا شقی، نیک ہوں یا بد۔

پیشخ: اس سے مراد کہ خدا ہمارے ساتھ ہے یہی ہے کہ چونکہ ہم خدا کے محبوب ہیں اس لئے کہ خدا کی یاد میں، خدا کے

لئے اور دین خدا کی حفاظت کی غرض سے روانہ ہوئے ہیں لہذا لطف خداوندی ہمارے شامل حال ہے۔

اظہار حقیقت
Presented by: <https://aafiblibrary.com/>

خیر مطلب: اگر یہ مطلب لیا جائے تب بھی قابل اعتراض ہے اور کہا جائے گا کہ ایسا خطاب ادعی سعادت پر دلیل

نہیں بن سکتا کیونکہ خدائے تعالیٰ اشخاص کے اعمال دیکھتا ہے، کتنے ہی لوگ ایسے گمراہ ہیں جو ایک زمانے میں نیک

اعمال بجالانے لگتے اور لطف و رحمت خداوندی ان کے شامل حال تھی۔ اس کے بعد ان سے بُرے اعمال سرزد ہوئے

اور امتحان کے وقت نیچر برعکس نکلا تو پروردگار کے بنو فی ہر گئے اور اُطعت و رحمت الہی سے محروم ہو کر زندہ دگاہ اور دود ملعون ہو گئے چنانچہ ابلیس ایک مدت تک خلوص نیت کے ساتھ عبادت خدا میں مشغول رہا تو اُطاعت و مراحم خداوندی سے سرفراز تھا لیکن جوہا اُس نے سرکشی کی اور احکام الہی سے منہ موڑ کر ہوائے نفس کا تابع ہوا تو سرور و راز گاہ اور اُس کی بے حساب رحمتوں سے محروم ہو کر خطاب فاحد ج مستہا فانلت رجیحہ وان علیلت لعنتی الی یوم الدین یعنی سورہ ۱۵۴ (حجرات) میں اُس پر حق لعنت ہو کہ صفوت ملائکہ اور بہشت سے کھل جائیو گئے اور زندہ دگاہ ہو گیا اور تجھ پر در قیامت تک حتمی طور پر ہماری لعنت ہے کے ساتھ ملعون ابدی بن گیا۔

معاف فرمائیے گا مثل میں کوئی بُرائی نہیں ہے بلکہ یہ ذہنوں کو مطلب سے قریب لانے کے لئے ہے اور اگر ہم عالم بشریت پر نظر ڈالیں تو ایسے اشخاص کی بہت سی نظیریں ملیں گی جو رگاہ باری تعالیٰ میں مقرب ہوئے لیکن امتحان کے موقع پر مردود و مقنوب ہو کر گزار پائے مرنے کے طور پر ہم دو شخصوں کا ذکر کرتے ہیں جن کا طرہ قرآن مجید نے بھی انسانوں کی بیداری اور غفلتوں کی تنبیہ کے لئے اشارہ فرمایا ہے

بلعم بن باعوراء

من جملہ اُن کے بلعم بن باعوراء ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں اس قدر مغرب الہی ہوا کہ خدا نے اس کو اسم اعظم عطا فرمایا چنانچہ اپنی ایک دعا کے اثر سے اُس نے حضرت موسیٰ کو دایم تینہ میں سرگرداں کر دیا، لیکن امتحان کی منزل میں حب جاہ اور ریاست طلبی سے اُس کو خدا کی مخالفت اور شیطان کی پیروی پر آمادہ کر دیا اور مار جہنم اس کا ٹھکانا بن گیا۔ تمام مفسرین و موزنین نے تفصیل کے ساتھ اُس کا حال لکھا ہے یہ نالک کہ امام غزالی نے رازی نے بھی اپنی تفسیر حبلہ چہارم ص ۱۶۷ میں ابن عباس، ابن مسعود اور مجاہد سے اُس کا قصہ نقل کیا ہے۔ خدا سورہ ۷۷ (اعراف) آیت ۱۷ میں صلا اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دیتا ہے کہ داخل علیہم دنیا الذی اتینا لہا ایاتنا فاسلمت متھا فاتبعہ الشیطان فکان من الغادین یعنی اسے پیغمبر ان لوگوں پر اُس شخص یعنی بلعم بن باعوراء کی حکایت بیان کرہ جس کو ہم نے اپنی نظرانیوں عطا کیں پس اُس نے ان آیات کے روگردانی کی چنانچہ شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور وہ گمراہوں میں شامل ہو گیا

برصیعا عابد

دوسرا برصیعا عابد تھا جس نے اولاً عبادت میں اس قدر کوشش کی کہ مستجاب الدعوت ہو گیا لیکن امتحان کے وقت

اِس کا انجام طلب بھلا، شیطان کے قریب میں مبتلا ہو کر ایک رنگ سے رنگا گیا، اپنی ساری محنتوں کو برباد کر دیا، دار پر لٹکایا گیا اور بٹیا سے کافراٹھا چٹا چھسوا ۵۹ (عشر) آیت ملا میں اِس کے دلفظ کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے عَمَلُ الشَّيْطَانِ اِذَا قَالَ لَاسَانُكَ فَلتَا كَهْوَقَالَ اِنِّى بَرِيٌّ مِنْكَ اِنِّى اَخَاكَ اللهُ رَبِّ الْعَالَمِينَ فَكَانَ عَاقِبَتُهَا اَنْهَامَا فِى النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا وَاللَّهُ جَزَا الْعَظَامِينَ دینا یہ منافق (اِش) میں شیطان کے مانند ہیں جس نے انسان سے (یعنی بریلے) ماہر سے کہا کہ کفر اختیار کر اور جب وہ کافر ہو گیا تو اس سے کہا کہ میں تجھ سے بیزار ہوں کیوں کہ میں پروردگار کے مذاب سے ملتا ہوں پس اُن دونوں (شیطان و بریلے) کا یہ انجام ہوا کہ وہ دونوں ہمیشہ جہنم میں رہیں گے یہی دوزخ ظالمین کا بدلہ ہے۔
غرضیکہ آدمی سے اگر کسی زمانے میں کوئی ایک عمل صادر ہوا ہے تو یہ اِس کا انجام بخیر ہونے کی دلیل نہیں ہے اس وجہ سے ہر اہل ایمان ہے کہ وہاں کہو اللہم اجعل عواقب امورنا حیدرا (یعنی خدا دندا ہمارے امور کے نتائج نیک قرار دے)۔

ان چیزوں کے علاوہ آپ خود جانتے ہیں کہ علمائے معانی و بیان کے نزدیک طے شدہ بات ہے کہ کلام میں تاکید کا ذکر اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک مخاطب شک اور شبہ میں مبتلا نہ ہو یا اِس کے خلاف نہ سوچ رہا ہو، اور آیہ شریفہ کی تفسیر سے جس نے اپنا کلام جملہ اسماء و صفات مشددہ کے ساتھ پیش کیا ہے دوسرے فریق کے عقیدے کا فادہ ظاہر ہوتا ہے کہ متزلزل و متزعزع اور شک و شبہ میں مبتلا تھا۔

بلشع، انصاف کیجئے، آپ جیسے انسان کے لئے یہ مناسب نہیں تھا کہ اس حمل پہاڑیسیں بلعم باعورا و اور برصیاء کی مثل پیش کریں۔

خیر طلب، معاف کیجئے شاید آپ نے سنا نہیں میں نے ابھی عرض کیا تھا کہ مثل میں کوئی برائی نہیں ہے، کیوں کہ علمی مباحثات اور مذہبی مناظرات میں ذہنوں کو قریب کرنے اور مقاصد کو ثابت کرنے کے لئے مثالیں بیان کی جاتی ہیں خدا شاہد ہے کہ شواہد و امثال کے ذکر میں میں نے کبھی امانت کا قصد نہیں کیا بلکہ اپنے نظریے اور عقیدے کے ثبوت میں جو نظریے اور مثالیں سامنے آتی ہیں پیش کر دیتا ہوں۔

بلشع، اس آیت کے اندر اثبات فضیلت کی دلیل خود آئی کہ یہ کمالیک ترین ہے کہ فرماتا ہے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَةً عَلَیْہِ چنانچہ سکینہ کی ضمیر البکر رضی اللہ عنہ کی طرف ہوتا دوسروں پر ان کی شرارت و نصیحت اور آپ جیسے لوگوں کا وہم و گمان کرنے کے لئے خود ایک واضح دلیل ہے۔

خیر طلب: آپ کو دھوکا ہو رہا ہے، سکینہ کی ضمیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پرتی ہے اور نزول سکینہ کی محضرت پر ہوا تھا نہ کہ ابوبکر پر، جس کا قرینہ بعد دلائے جملے میں موجود ہے کہ فرمایا وایدہا بجنود و لحد و تر وھا، اور یہ حقیقت ہے کہ غیبی لشکروں کی تائید رسول اللہ کے لئے تھی نہ کہ ابوبکر کے لئے۔

شیخ: یہ مسلم ہے کہ جزد حق کی تائید رسول خدا کے لئے تھی لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اس حضرت کی مصاحبت میں بلے پر نہ تھے۔

نزل سکینہ رسول خدا پر ہوا

خیر طلب: اگر الطاف و مرحم الہیہ میں دونوں ہستیاں شامل مقبول تو قاعدے کے رو سے آیہ شریفہ کے تمام جملوں میں تثنین کی ضمیمہ ہونا لازمی تھا حالانکہ قبل و بعد کی تمام ضمیریں مفرد استعمال ہوئی ہیں تاکہ ذات خاتم الانبیاء کے درج ثابت ہو جائیں اور معلوم ہو جائے کہ پروردگار کی جانب سے جو کوہِ رحمت و مرحمت نازل ہوتی ہے وہ اس حضرت کی ذات سے مخصوص ہوتی ہے اور اگر اس حضرت کے طفیل میں دوسروں پر بھی نازل ہوتا تو ان کا نام ظاہر کیا جاتا ہے۔ لہذا سکینہ و رحمت کے نزول میں بھی اس آیت اور دوسری آیتوں میں صرف پیغمبر کو مورد عنایت قرار دیا ہے۔

شیخ: رسول خدا نزول سکینہ سے مستغنی تھے، ان کو اس کی کوئی احتیاج نہ تھی اور سکینہ ہرگز ان سے جدا نہیں ہوتا تھا پس نزول سکینہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مخصوص تھا۔

خیر طلب: آپ کیوں بے لکھی کی باتیں کرتے ہیں اور بار بار انہیں مطالبہ کو دہرا کے جلسے کا وقت لیتے ہیں، آپ کس دلیل سے کہتے ہیں کہ خاتم الانبیاء نزول سکینہ سے مستغنی تھے حالانکہ افرادِ مخلوق میں سے پیغمبر و امت، امام اور ماموم کو لکھی بھی حق تعالیٰ کے الطاف و عنایات سے مستغنی نہیں ہے کیا آپ سورہ مؤ (توبہ) کی آیت ۷ کو محمول گئے ہیں جو حنین کے واقعے میں کہتی ہے: ﴿ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَى رَسُولِهِ﴾ یعنی اس وقت اللہ نے اپنے سکینہ و وقار دینی شکوہ و سطوت اور جلال ربانی کو اپنے رسول اور مومنین پر نازل فرمایا (نیز سورہ ۸۰ رفیعہ کی آیت ۲۷ بھی اسی آیہ شریفہ کے مانند ہے۔

جس طرح سے کہ اس آیت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مومنین کی طرف اشارہ کیا ہے آیت عار میں بھی اگر ابوبکر اکی مومنین کی ایک فرد ہوتے ہیں کہ سکینہ و وقار میں شامل ہونا چاہیے تو ضرورت تھی کہ تثنین کی ضمیمہ ہوتی یا علیحدہ ان کے نام کا ذکر کیا گیا ہوتا۔ یہ فقہ اثنا واضح ہے کہ خود آپ کے منصف علماء نے بھی انکار کیا ہے کہ سکینہ کی ضمیمہ ابوبکر سے متعلق نہیں تھی۔ بہتر ہے کہ آپ حضرت کتاب نفیض العثمانیہ مولفہ ابو جعفر محمد بن عبد اللہ اسکا فی کو جواب کے اکابر علماء اور شیوخ متقدمین سے یہ مطالبہ کیجئے تو دیکھئے لگا کہ اس مرد عالم و منصف نے ابو عثمانیہ حفظ کی لاطائل باتوں کے جواب میں کس طرح حق کو آشکار کیا ہے اچانچہ ابن ابی الحدید نے بھی شرح فیح البلاغہ جلد سیم ص ۲۵۵ تا ۲۸۱ میں ان میں سے بعض جواب نفی کئے ہیں۔

علامہ ان چیزوں کے خود اہمیت میں ایک ایسا جملہ موجود ہے جس سے مکمل طور پر آپ کے مفقود کے برخلاف نتیجہ نکلتا ہے۔ اور وہ جملہ یہ ہے کہ رسول اللہ نے لائنوں کہہ کے ابو بکر کو حزن و اندوہ سے منع فرمایا۔ اس جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر اس حال میں غم زدہ تھے۔ تو ابو بکر کا یہ حزن آیا کوئی اچھا عمل تھا یا بُرا؟ اگر عمل نیک تھا تو پیغمبر کسی کو عمل نیک اور اطاعت حق سے قطعاً منع نہیں فرماتے اور اگر عمل بد اور گناہ تھا تو ایسے عمل داسے کے لئے کوئی مشرف و بزرگ نہیں ہوتا جس سے خدا کی رحمت اس کے شامل حال ہو اور وہ نزول سکینہ کا عمل قرار پائے۔ بلکہ مشرقت و غیبت صرف مومنین اور باری اللہ کے لئے ہوتی ہے۔

اور اویا اللہ کے لئے کچھ علامتیں ہوتی ہیں جن میں قرآن مجید کے بیان کی بنا پر سب سے اہم یہ ہے کہ حادثات زمانہ کے مقابلے میں ہرگز خوف و حزن اور غم و اندوہ کا اظہار نہ کریں بلکہ صبر و استقامت اختیار کریں، چنانچہ سورہ ذل (یونس) آیت ۱۰۱ میں ارشاد ہے اَلَا اِنَّ اَدِیَارَ اللّٰہِ لَا حُوفَ عَلَیْہِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (یعنی آگاہ ہو کہ دوستانِ خدا کے رلوں میں آئندہ حادثات زمانہ کا کوئی خوف نہیں ہوتا اور نہ وہ دنیا کی اپنی گزشتہ معیبتوں پر) غم و اندوہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ (جب گفتگو بیان تک پہنچی تو مرنوی صاحبان گھڑیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ زراتِ نعت سے کافی زیادہ گزر چکی ہے۔ نواب صاحب نے کہا کہ ابھی آیت کے بارے میں قبیلہ صاحب کا بیان مکمل نہیں ہوا ہے اور کوئی آخری نتیجہ ہمارے ہاتھ نہیں آیا ہے۔ ان حضرات نے کہا کہ ہم اس سے زیادہ زحمت دینا مناسب نہیں سمجھتے لہذا لقیہ باتیں کل شب کے لئے ملتوی کی جاتی ہیں۔ چونکہ یہ اسلامی عیدوں میں سب سے بزرگ یعنی عیدِ بعثت کا شب تھی۔ لہذا جلسے میں شریعت اور مختلف اقسام کا شیرینی آئی اور مسرت و شادمانی کے ساتھ یہ نشست تمام ہوئی)۔

چھٹی نشست

شب چہار شنبہ ۲۸ رجب ۱۳۸۵ھ

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

(قبل غروب جناب غلام امین صاحب جو اہل سنت میں سے ایک معزز تاجر اور شریف و متین انسان ہیں اور پہلی ہی شب سے شریکِ جلسہ تھے شریعت لائے، انہوں نے بہت تہذیب کے ساتھ پر جوش انداز میں ایک مفصل بیان دیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میں نے ذرا جلد اگر آپ کو اس لئے زحمت دی کہ آپ کی توجہ اس طرف مبذول کراؤں کہ آپ نے اپنے مدلل بیانات کے ذریعہ ہم میں سے متعدد افراد کو جذب کر لیا ہے، دل مکمل طور پر متاثر ہیں اور ایسی نئی باتیں سننے میں آئی ہیں جن کو لقیہ کی بنا پر دوسرے لوگ بیان کرنے سے پرہیز کرتے تھے۔ ہم بھی ان نام چیزوں سے بالکل بے خبر تھے لیکن

بجاء اللہ آپ نے ہمت و شجاعت کے ساتھ پردے اٹھا دیے اور ادب کے پیرائے میں ہم کو حقائق سے روشناس فرمایا۔ گزشتہ شب جب ہم لوگ یہاں سے واپس ہوئے تو راستے میں کافی دیر تک حضرات علما پر ہماری چوٹیں ہوتی رہیں اور آپس میں سخت گفتگو کی نوبت آگئی یہاں تک کہ ہم نے مشکل سے حالات کو درست کیا۔ ہمارے درمیان ایک عجیب دورنگی پیدا ہو گئی ہے۔ آج کا شب مولوی صاحبان ہم سے بہت نالاں اور برگشتہ خاطر ہیں۔ راستے میں نماز کا وقت آیا اور انہوں نے مغرب عشاء کی نماز ہماری اذان میں پڑھی اور ہماری طرح سے فریضہ ادا کیا۔ آہستہ آہستہ حضرات تشریف لاسکے چنانچہ معمولی مظاہر تو اذیت چائے نوشی اور از حد اظہارِ رنج و محبت کے بعد نواب عبدالقیوم صاحب کی طرف سے سلسلہ گفتگو شروع ہوا۔

نواب: قبلہ صاحب ہماری خواہش ہے کہ کل شب کے بیان کو مکمل کر دیجئے تاکہ مطلب ناقص نہ رہ جائے اس لئے کہ ہم سب نتیجہ کلام اور اہمیت کے حقیقی مفہوم کے منتظر ہیں۔

خیر طلب: بشرطیکہ آپ حضرات مولوی صاحبان کی طرف اشارہ آمادہ ہوں اور اجازت دیں۔
حافظ: رازِ منگی کے ساتھ کوئی حرج نہیں اگر ابھی کچھ باقی ہے تو فرمائیے ہم سننے کو تیار ہیں۔

خیر طلب: گزشتہ رات یہ کہنے والوں کے رد میں کہ یہ آیت شریفہ خلفائے راشدین کے طریقہ خلافت میں ذکر کی گئی ہے ہم نے ادنیٰ دلائل پیش کئے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ مطالب کو دوسرے رُخ سے زیر بحث لائیں تاکہ پرشہ ہئیں اور حقیقت سامنے آجائے۔

جناب شیخ عبدالسلام نے گزشتہ شب میں فرمایا تھا کہ اس آیت کے اندر چار صفیتیں بتاتی ہیں کہ آیت خلفائے اربعہ اور ترتیب خلافت کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لیکن اول تو فریقین کے بڑے بڑے مفسرین کی طرف سے اس آیت شریفہ کی شان نزول میں ایسا کوئی بیان نہیں دیا گیا ہے، دوسرے آپ خود دہتر جانتے ہیں کہ کوئی صفت جب ہر سید سے موصوف کے ساتھ مطابقت کرتی ہے تب لا ٰئق اعتناء ہوتی ہے اور اگر صفت موصوف سے مطابق نہ ہو تو حقیقت کا مصداق نہیں بن سکتی۔

اگر بغیر محبت اور عدالت کے ہم انصاف کا نگاہ سے دیکھیں اور تحقیق کریں تو دیکھیں گے کہ مندرجہ آید مبارک صفات کے حامل صرف حضرت امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہ تھے اور برگشتہ صفیتیں ان حضرات سے مل نہیں سکتیں جن کو شیخ صاحب نے بیان کیا ہے۔
حافظ: کیا یہ ساری آیتیں جو آپ نے علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں نقل کیں کافی نہیں تھیں جو آپ چاہتے ہیں کہ اس آیت کو بھی اپنی جاودہ بیانی کے زور سے کلی کی شان میں ثابت کریں؟ فرمائیے۔
خیر طلب: کون کون سے اس حدیث کی خلافت سے مطابقت نہیں کرتی۔

علی علیہ السلام کی شان میں تین سو آیتیں

خیر طلب! آپ نے جو یہ فرمایا کہ آیات قرآن کو ہم نے مولانا امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں وارد کیا ہے تو آپ نے یہ ایک عجیب خلط مبعث کیا ہے۔ کیا اس سے آنکھ بند کی جاسکتی ہے کہ خود آپ کا تمام بڑی بڑی تفسیروں اور معتبر کنہوں میں قرآن مجید کی ان کثیر آیتوں کو نقل کیا گیا ہے جو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہیں؟ نہ یہ کہ اس کو ہم سے معصوم بتایا جائے آیا حافظ ابو نعیم اصفہانی جنہوں نے نازل من القرآن فی علی کو در حافظ ابو جعفر شریازی جنہوں نے نزول القرآن فی علی کو مستقل حیثیت سے لکھا ہے شیعہ تھے؟ آیا تمام بڑے بڑے مفسرین جیسے امام علی بن ابراہیم، سید علی ہمدانی، امام فخر الدین رازی اور اکابر علما جیسے ابن کثیر، مسلم، حاکم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد اور احمد بن حنبل وغیرہ ان تک کہ ابن جریر سے متعصب جنہوں نے مواعظ معرقہ میں ان قرآنی آیات کو اکٹھا کیا ہے جو ان حضرت کی شان میں نازل ہوئی ہیں شیعہ تھے؟ بعض علما جیسے طبرانی نے اور محمد بن یوسف گنجی ثاقبی نے بابائے کے شروع میں بسند ابن عباس اور محدث شام نے اپنی تاریخ کبیر میں نیز اور حضرات نے جو قرآن کی تین سو آیات تک ان حضرت کے بارے میں درج کی ہیں تو یہ شیعہ تھے یا آپ کے اکابر علما اور مفسرین تھے؟

بہتر ہوگا کہ آپ حضرات مغویسے غور و تامل کے ساتھ میان کیا کریں تاکہ ندامت و شہابی کا باعث نہ ہو۔

ہم حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی منزلت ثابت کرنے میں کچھ گھڑنے اور وضع کرنے کے محتاج نہیں کہ زبردستی کسی آیت کو ان حضرت کی شان میں نقل کریں آپ کے مدارج آفتاب نصف النہار کی طرح ظاہر ہو رہا ہے، یہ ربیبہ و خوشیہ تاباں ہے جو ابر کے پردے میں نہیں رہتا۔

امام محمد بن ادریس ثاقبی کہتے ہیں میں تعجب کرتا ہوں علی علیہ السلام کے حال سے کیونکہ ان حضرت کے دشمن و ہنر علیہ نقاب اور خوارج البغی و کلبہ کی وجہ سے ان حضرت کے فضائل نقل نہیں کرتے اور دوستان علی بھی خوف و تقیہ کے سبب و کوناقب سے احتیاط کرتے ہیں اس کے باوجود کہتا ہوں حضرت کے فضائل و مناقب سے پُر میں جو ہر جگہ شمع عقل ہیں۔ چنانچہ اس آیت کے موضوع میں ہم کہیں کھڑکی کو دخل نہیں دیتے بلکہ اہل حق ان کو بیان کرتے ہیں کہ ہم نے خود آپ کی ہفت آیتوں سے استدلال کیا ہے اور کہتے ہیں کہ آپ کا مظهر فرما رہے ہیں کہ میں نے اب تک شیعہ روایات سے استدلال نہیں کیا ہے اور نہ اثنائے ائمہ و کلمہ

میں نے منبروں پر اور تقریروں میں بار بار کہا ہے کہ اگر شیعہوں کی تمام کتابیں درمیان سے ہٹائی جائیں تو میں صرف اکابر علمائے اہلسنت سے امیر المومنین علیہ السلام کے مقام و ولایت و خلافت اور اولویت کو بہترین طریقے پر ثابت کروں گا چنانچہ اس آیت شریفہ میں بھی میرا قول نہایت نہیں ہے کہ آپ کو صحرا میں گھسٹا کروں بلکہ خود آپ کے علاوہ دوسرے بھی اس مطلب کی

تقدیر کی ہے۔ مگر اچھی طرح سے یاد رہے کہ فقیہ مفتی عزالدین محدث شام محمد بن یوسف گنجی شافعی نے کفایت الطالب باب میں حدیث تشبیہ کو نقل کرتے ہوئے کہ رسول خدا نے علی کو انبیاء کا شبیہ قرار دیا ہے، کہتے ہیں کہ علی کو جو حکم و حکمت میں توح کی تشبیہ فرمایا تو اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ کا شان شدید اعلیٰ الکافرین رؤفا بالمؤمنین کما وصفہ اللہ تعالیٰ القرآن بقولہ والذین معہ اشدا علی الکفار رحماء بینہم یعنی درحقیقت وہ کافروں پر سخت اور مؤمنین پر مہربان تھے، جیسا کہ خدا نے قرآن میں اس آیت سے اُن کی تعریف کا ہے کہ علیؑ جو ہمیشہ پیغمبر کے ساتھی تھے کفار پر سختی اور مؤمنین پر مہربانی کرنے والے تھے۔ اور جوشیخ صاحب نے یہ فرمایا کہ والذین معہ ابوبکر کے بارے میں ہے اس دلیل سے کہ چند روز غار میں رسول اللہ کے قریب رہے تو لہلا نکہ کل شب کو عرض کر چکا ہوں کہ خود آپ ہی کے علمائے نے لکھا ہے کہ اتنا قبیح طور پر اور آئندہ خطروں سے بچنے کے لئے اُن کو ساقط سے گئے تھے اگر فرض کر لیا جائے کہ آنحضرتؐ مفوض طریقے سے اُن کو اپنے ہمراہ لے گئے تو کیا ایسا فوج چند روز سفر کے عالم میں اُن حضرت کے ساتھ رہا ہو مرتبہ میں اُس شخص کا برابر کی کر سکتا ہے جو داخل عمرہ ہی سے رسول اکرم کے ہمراہ اور اُن حضرت کی تعلیم و تربیت میں رہا ہو؟ اگر انصاف و حقیقت کا نظر سے دیکھیے تو تقدیر کیجیے گا کہ حضرت علیؑ علیہ السلام اس خصوصیت میں ابوبکر اور ان تمام مسلمانوں سے اولیٰ ہیں جو اس آیت کے معنی بن کیوں نہ کہ آپ نے پچھن ہی سے رسول اللہ کے ساتھ اور آنحضرتؐ کے زیرِ تربیت نشو و نما پائی۔ بالخصوص انہذا سے بعثت سے سوا علیؑ علیہ السلام کے دوسرا اُن حضرت کے ساتھ نہیں تھا۔ علیؑ اُس دن بھی پیغمبر کے ہمراہ تھے جب ابوبکر، عمر، عثمان، الزبیر، عمار و انصار و تمام مسلمان دینِ توحید سے مخزنِ اور بت پرستی میں غرق تھے۔

رسول اللہؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے علیؑ تھے

چنانچہ آپ کے اکابر علماء جیسے بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین میں، امام احمد ابن حنبل نے مسند میں، ابن عبد البر نے استیعاب جلد سیم میں، امام ابو عبد الرحمن نسائی نے حضانہ السنوی میں، سبط ابن جوزی نے تذکرہ صلاہ میں، شیخ سلیمان بنی حنفی نے نیا بیع الودت باب میں ترمذی و مسلم سے، محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل فصل اول میں، ابن ابی الحدید نے شرح نہی البلاغ جلد سیم میں ترمذی نے جامع ترمذی جلد دوم میں، محموبی نے فرائد میں امیر سرمد علی بدائی نے موفیہ القریٰ میں، یہاں تک کہ ابن حجر متعصب نے صواعق میں اور آپ کے دوسرے جید علماء نے الفاظ کی عنقذ کی دہشت کے ساتھ انس بن مالک نیز اور لوگوں سے نقل کیا ہے کہ بعثت النبی فی یوم الاثنين وامن علی یوم الثلاثاء یعنی پیغمبر و شب کے روز معوث ہوئے اور علیؑ سہ شنبہ کو ایمان لائے نیز روایت کی ہے بعثت النبی فی یوم الاثنين واصلی علی معہ یوم الثلاثاء یعنی پیغمبر و شنبہ کے روز معوث ہوئے اور سہ شنبہ کو علیؑ نے اُن کے ساتھ نماز پڑھی اور

انہ اول من امن برسول اللہ من الذکور یعنی علیؑ وہ پہلے مرد تھے جو رسول پر ایمان لائے۔
 نیز طبری نے اپنی تاریخ جلد دوم ص ۱۱۱ میں ابن ابی الحدید نے شرح نوح البلاغہ جلد سیم ص ۲۵۱ میں لکھا ہے کہ
 جامع جلد دوم ص ۲۱۵ میں امام احمد نے مستدرج جلد چہارم ص ۳۶۶ میں ابن اثیر نے کامل جلد دوم ص ۱۱۱ میں، حاکم نیشاپوری نے مستدرک
 جلد چہارم ص ۲۱۵ میں اور محمد بن یوسف گنجی شافعی نے کفایت الطالب باب ۱۵ میں اپنے اسناد کے ساتھ ابن عباس سے روایت
 کی ہے کہ اول من صلی علی (اسلام کے اندراج میں) سب سے پہلے نازدا کی وہ علیؑ تھے۔ اور زید ابن ارقم سے
 روایت کی ہے کہ اول من سلم مع رسول اللہ علی بن ابی طالب (یعنی جو شخص سب سے پہلے رسول اللہ کے ساتھ
 اسلام لایا وہ علیؑ ابن ابی طالب تھے اور اس قسم کی روایتیں آپ کی معتبر کتابوں میں بھری پڑی ہیں۔ لیکن مرنے کے لئے
 اسی قدر کافی ہیں۔

علیؑ بچپن ہی سے پختہ کی تربیت میں

خصوصیت سے آپ کو اس طرف توجہ کرنا چاہیے کہ آپ ہی کے ذی علم فقیہ نور الدین بن مباح نے
 فضول المحرم فی ترمیۃ النبی ص ۱۱۱ میں محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل فی اول ص ۱۱۱ میں اور دوسروں نے نقل کیا ہے
 کہ جب سال مکہ معظمہ میں قحط پڑا تھا ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (جو ابھی ظاہری طور پر مبعوث برسات نہ ہوئے
 تھے) اپنے چچا عباس سے فرمایا کہ آپ کے بھائی ابو طالب کثیر البیال ہیں اور زمانہ بھی بہت سخت ہے لہذا ہم لوگ چل
 کے ان کی اولاد میں سے جن کو مناسب سمجھیں ایک ایک نفر کو اپنی کفالت میں لے لیں تاکہ میرے عزیز چچا کا بار بھگایا جائے۔
 عباس نے منظور کیا۔ دونوں حضرات مل کے جناب ابو طالب کے پاس گئے اور اپنے آنے کی عرض بیان کی۔ چنانچہ ابو طالب
 راضی ہو گئے۔ چنانچہ عباس نے جناب جعفر طیار کو اپنے ذمے لیا اور رسول خدا نے حضرت علیؑ کی ذمہ داری لی، اس کے
 بعد مالکی یہ عبارت لکھتے ہیں کہ فلما یزل علی مع رسول اللہ حتی بعث اللہ عز وجل محمدًا نبیا فاتبه
 علی علیہ السلام وامن بیلہ وصدقہ وکان عمرہ اذ ذاک فی السنة الثالثة عشر من عمرہ لم
 یبلغ الحلم وانه اول من سلم وامن برسول اللہ من الذکور بعد خدیجۃ (یعنی علیؑ ہمیشہ رسول
 اللہ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ عدلنے آں حضرت کو مبعوث برسات فرمایا تو علیؑ نے ان کی پیروی کی، ان پر ایمان
 لائے اور ان کی تقدیر کی، حالانکہ ابھی ان کی عمر کے مرتبہ سال گزرے تھے اور وہ بلوغ میں نہیں پہنچے تھے) خدیجہ
 کے بعد مردوں میں آں حضرت پر سب سے پہلے اسلام و ایمان لانے والے ہی تھے۔

اسلام میں علیؑ کی سبقت

پھر اگلی اسی نفل میں امام ثعلبی کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے سورہ ۹ (توبہ) کی آیت **مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَآمَنَ بِأُولَئِیْهِمْ وَأَسْلَمَ لَهَا** کے تحت لکھا ہے کہ **وَاللَّهِ أَعْلَمُ** (اور اللہ جانتا ہے)۔ یہاں پر اس کا تعلق ہے محمد بن منکدر اور ربیعۃ الرائی کہتے ہیں کہ حدیث کے بعد جو شخص سب سے پہلے رسول خدا پر ایمان لایا وہ علیؑ تھے۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ علیؑ کرم اللہ وجہہ نے اس بات کی طرف اپنے اشعار میں اشارہ فرمایا ہے جن کو ثقات علماء نے آپ سے نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

وَحَمْدُهُ سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ عَلِيٌّ	مُحَمَّدٌ الْبَنِيُّ الْخَلِيُّ وَصَنَوِيٌّ
مَنْوُطٌ لِحَمِيْدِهِ وَلِحَمِيٍّ	وَبَنْتُ مُحَمَّدٍ سَكَنِي وَعَرَسِيٌّ
فَايَكُمُ لَهُ سَهْمٌ كَسَهْمِيٍّ (ابن حجر)	وَسَيْطَةُ أَحْمَدٍ وَلِدَايَ مِنْهَا
صَغِيرٌ أَمَا بَلَغْتَ أَوْ أُنْ حَلِيٌّ	سَبَقْتُكُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ طِفْلًا
رَسُولُ اللَّهِ يَوْمَ عَدِيرِ حَمٍّ (ابن طلحہ)	وَأَدْحِبَ لِي دَلَايِمَتَهُ عَلَيْكُمْ
لَمَنْ يَلْتَقِ الْإِلَاحَ عَدَا بَظْلِي	فَوَيْلٌ لِّمَنْ وَبِيلٌ شَمٌّ وَبِيلٌ

(یعنی محمد رسول اللہ میرے بھائی اور میرے چچا کے بیٹے ہیں، اور حمزہ سید الشہداء اور میرے چچا ہیں اور فاطمہ بنت رسول میری زوجہ اور شریک زندگی ہیں۔ اور پیغمبر کے دونوں نواسے میرے دو فرزند ہیں فاطمہ سے، پس تم میں سے کون ہے جس کا حصہ میرے حصے کے برابر ہو، پس تم سب سے پہلے اسلام لایا جب کہ میں کم سن تھا اور عدہ بلوغ کو نہیں پہنچا تھا، اور پیغمبر نے میرے لئے اپنی ولایت کو تم پر فدیہ خرچ کے روز واجب کیا، پھر تین مرتبہ فرمایا کہ واسطے ہو اس پر جو کل (روز قیامت) اس حالت میں خدا سے ملاقات کرے کہ اس نے مجھ پر ظلم کیا ہو۔)

محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل باب اول نفل اول کے ضمن میں صلاً پر اور آپ کے بڑے بڑے علمائے مورخین و محدثین نے نقل کیا ہے کہ حضرت نے یہ اشعار اس موقع پر معاویہ کے جواب میں کہے تھے جب اس نے اپنے خط میں ان حضرت کے مقابلے میں فخر و مباہات کیا تھا کہ میرا باپ زائد جاہلیت میں سردار قوم تھا اور اسلام میں اس نے بادشاہی کی، اور میں خال المذنبین، کتابت و محاسبہ و مصالح فضائل ہوں۔

حضرت نے خط پڑھنے کے بعد فرمایا: **يَا لَهْ ضَائِلٌ يَفْخَرُ عَلَيَّ ابْنُ الْكَلْبَةِ** (اے کلبہ کا بیٹا میرے سامنے جگر چبانے والی (یعنی معاویہ کی ماں ہندہ جس کے لئے احمد میں سید الشہداء حمزہ کا جگر لایا گیا اور اس نے منہ میں رکھ کر چبایا) کا دل کا فضائل

فخر جتنا ہے۔ اس کے بعد مذکورہ بالا اشعار اس کو لکھے جن میں غدیر خم کی طرٹ اشارہ فرمایا اور ثابت فرمایا کہ آپ ہی امام و خلیفہ اور رسول خدا کے بعد آنحضرت ہی کے حکم سے مسلمانوں کے امور میں اولیٰ بہ تعریف ہیں اور معاویہ باوجود جبکہ آپ کا اتنا سخت مخالف تھا ان مفاخرات میں آپ کی تکذیب نہیں کر سکا۔ نیز عالم البوناقسم اسکا ہی جو آپ کے بہت بڑے عالم اور آپ کے علماء کے معتمد علیہ ہیں آیہ مذکورہ کے ذیل میں عبد الرحمن ابن عوف سے نقل کرتے ہیں کہ تشریف میں سے دس نفر ایمان لائے جن میں سب سے پہلے علی ابن ابی طالب تھے۔

آپ کے اکابر علماء جیسے احمد ابن حنبل، مسلم بن الحجاج، ترمذی، مناقب میں اور سلیمان بنی حنفی، نیا بیع المودہ بابا میں انس ابن مالک۔ یہ روایت کرتے ہیں کہ رسول نے فرمایا صلیت اللہ علیہ وسلم علی وعلیٰ علیٰ سیمین و ذالک انہ لم یترفع شہادۃ ان لا الہ الا اللہ الا اللہ الی السماء الا متی ومن علیٰ ذلین ملائکہ نے سات سال مجھ پر اور علی پر صلوٰۃ بھیجی کیونکہ اس مدت میں سوامیرے اور علی کے کسی اور کی طرف سے کلمہ شہادت آسمان کی جانب بلند نہیں ہوا۔

ابن ابی الحدید متسرلی نے شرح النجیۃ جلد اول میں صفحہ ۳۷۳ سے صفحہ ۳۷۴ تک آپ کے روایات و علماء کے سلسلوں سے بکثرت روایتیں نقل کی ہیں کہ علی علیہ السلام اسلام و ایمان میں سارے مسلمانوں سے آگے تھے، اور تمام اخبار و اختلاف اقوال کے آخر میں کہتے ہیں فذل مجعوماً ما ذکرناہ ان علیاً علیہ السلام اول الناس اسلاماً وان المخالف فی ذالک شاذ و الشاذ لا یعتد بہ (یعنی یہ سب جو ہم نے ذکر کیا اس پر دلالت کرتا ہے کہ علی علیہ السلام سب سے پہلے اسلام لائے اور اس امر کے مخالف بہت کم ہیں اور تو ان شاذ قابلِ توجہ نہیں ہوتا)۔

امام ابو عبد الرحمن نسائی نے جو ائمہ صحاح ستہ میں سے ایک ہیں حضرات العلوی کی پہلی چھ حدیثیں اسی موضوع میں نقل کی ہیں اور تصدیق کا ہے کہ سب سے پہلے رسول اللہ پر ایمان لانے والے اور ان حضرات کے ساتھ نماز پڑھنے والے علی علیہ السلام تھے۔

اور شیخ سلیمان بنی حنفی نے نیا بیع المودہ بابا میں ترمذی، حموی، ابن ماجہ، احمد، حنبل، حافظ ابو نعیم، امام شعبی، ابن منذری، ابو المودہ، بخاری اور ویلی سے مختلف مضامین کے ساتھ انہیں روایتیں نقل کی ہیں جن سب کا خلاصہ اور نتیجہ یہ ہے کہ علی علیہ السلام ساری امت سے پہلے اسلام و ایمان لائے، ایمان تک کہ ابن عمرؓ کی جیسے متعصب نے بھی صواعق محرقہ فص دوم میں انہیں مضامین کی روایتیں نقل کی ہیں، چنانچہ سلیمان بنی نے بھی نیا بیع المودہ میں ان میں سے بعض روایتیں ان سے نقل کی ہیں اور نیا بیع المودہ بابا کے آخر میں اپنے اسناد کے ساتھ ابن زبیرؓ کی سے اور انہوں نے جابر ابن عبد اللہ انصاری سے مناقب کے سب سے پہلے ایک مبارک روایت نقل کی ہے جس کو آپ حضرات کی اجازت سے پیش کر رہا ہوں تاکہ محبت تمام ہو جائے رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے۔ ان اللہ یتارک و تعالیٰ اصطفا فی و اختار فی وجعلنی رسولاً و انزل علی سیداً لکتاب فقلت الیہی و سیدی انت اسلمت موسیٰ الیٰ فرعون فسلمت ان ففعل معہ اخاۃ ہلرون وزیراً

لَيْسَ لَهُ عَصَدَةٌ وَيُصَدِّقُ بِهِ قَوْلَهُ وَإِنِّي اسْتَلْتُ يَا سَيِّدِي وَاللّٰهُ إِن تَجْعَلَ لِي مِّنْ أَهْلٍ وَزَيْرًا
تَشْدُدُ بِهِ عَصَدِي فَاجْعَلْ لِي عِلْيَا وَزَيْرًا وَاجْعَلِ الشَّجَاعَةَ فِي قَلْبِهِ وَالْبَيْهَ اِبْهِيَّةً عَلَى عَدُوِّهِ وَهُوَ
أَوَّلُ مَنْ آمَنَ بِي وَصَدَّقَنِي أَوَّلَ مَنْ وَحَدَ اللَّهُ مَعِيَ وَإِنِّي سَأَلْتُ ذَلِكَ رَبِّيَّ عَنِ وُجُلِ فَاعْطَانِيهِ فَهُوَ سَيِّدُ الْأَوْصِيَاءِ
الْأَحْقَقُ بِهِ سَعَادَةُ وَالْمَوْتُ فِي طَاعَتِهِ شَهَادَةٌ وَاسْمُهُ فِي التَّوْرَةِ مَقْرُونٌ إِلَى اسْمِي وَنَزَوِجَتُهُ
الصَّدِيقَةُ الْكُبْرَى ابْنَتِي وَابْنَاهُ سَيِّدُ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَبْنَايَ وَهُوَ وَهْدَا وَالْأَسْمَةُ مِنْ لَعْنِهِمْ
يَحْيَى اللَّهُ عَلَى خَلْقِهِ بَعْدَ النَّبِيِّينَ وَهَمَّ الْبَوَابِ الْعِلْمُ فِي أَمَّتِي مَنْ تَبِعَهُمْ نَجَى مِنَ النَّارِ وَمَنْ اقْتَدَى
بِهِمْ هَدَى إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ لَمْ يَهَبِ اللَّهُ مَحَبَّتَهُمْ لِعَبْدٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ (الْجَنَّةَ) لَانْتَهَى
(مَنْ عَتَبَ) وَيَا أَوَّلِي الْأَبْصَارِ (بِعَيْنِي) خَدُّعُ تَنَاسَلُ نَسَبِي كَوْنِي بَرْكَزِيْدَهُ اَوْرَنْتَنَبُ كِيَا (مَخْلُوقَاتِ مِيْنِ سَمِي) مَجْمُوعُ كَوْنِي
بَنِيَا اَوْرِ مَجْمُوعُ سَبْ سَمِي بَرْكَتَابِ نَزَلُ كِيَا - پَسِ مِيْنِ نَسَبِي عَرْضُ كِيَا اِسْمِي مِيْرِي مَجْمُوعُ اَوْرِ اَلَكُ تُوْنِي مَوَسِي كُوْفَرُوْنِ كِيَا طَرَفُ
بِيْجِيَا تُوْ اُنْهَرُوْنِ نَسَبِي مَجْمُوعُ دَعَا كِيَا كَمِيْرِي بَعَا اِيْ بَارُوْنِ كُوْمِيْرَا اَوْرِ بِيْرَا نَدَا كِيَا تَا كِيَا اُنْ سَمِيْرَا زُوْمَعْبُوْطُ مَوَاوِرَانِ كِيَا
فُوْرِيْ سَمِيْرِي قُوْلُ كِيَا تَعْدِيْقُ حُوْ - چُنَا بَابِ مِيْنِ تَجْمُوعُ سَمُوَالِ كِيَا تَا مَوِيْنِ كِيَا خُدَا وَنَدَا مِيْرِي اَهْلِيْ مِيْنِ سَمِيْرِي لَمِيْ
اِيْكَ اَوْرِ بَرْكَزَارُوْ سَمِيْرِي مِيْرَا زُوْمَعْبُوْطُ حُوْ - پَسِ مَلِيْ كُوْمِيْرَا اَوْرِ بِيْرَا مِيْرَا بَعَا اِيْ بَنِيَا شَجَاعَتُ كُوْ اُنْ كِيَا دَلِيْ مِيْنِ قَاتَمُ كِيَا اَوْرِ
اُنْ كِيَا دُشْمَنُوْ كِيَا مَقَابِلِيْ مِيْنِ اُنْ كُوْمِيْرِيْ عَطَا كِيَا - مَلِيْ وَهْ پِيْشِيْ شَخْصُ مِيْنِ جُوْمَجْمُوعُ بَرَا اِيْمَانِ لَمِيْ اَوْرِ مِيْرِيْ تَعْدِيْقُ كِيَا اَوْرِ سِيْكَ پِيْشِيْ
مِيْرِيْ سَاقِدُ خُدَا كِيَا وَحْدَانِيَّتُ كَا اَقْرَارُ كِيَا - اِسْ كِيَا بَعْدُ فَرِيَا كِيَا مِيْنِ نَسَبِي خُدَا سَمِيْ سَمُوَالِ كِيَا تُوْ اُنْ سَمِيْرِي مَجْمُوعُ عَطَا بِيْشِيْ فَرِيَا اَوْرِ مِيْنِ
مَلِيْ كُوْمِيْرَا اَوْرِ بَعَا اِيْ قَرَارُ دِيَا) پَسِ مَلِيْ اَوْمِيَا دُ كِيَا سَرْدَارُ مِيْنِ اُنْ سَمِيْ دَالِيْسْتُ مَوْنَا سَعَادَتُ اَوْرِ اُنْ كِيَا اَطَاعَتُ مِيْنِ شَرَا
شَهَادَتُ مِيْنِ تُوْرِيْتُ مِيْنِ اُنْ كَا نَامُ مِيْرِيْ سَمِيْرِيْ نَامُ كِيَا سَاقِدُ مِيْنِ اُنْ كِيَا زُوْمَجْمُوعُ لِيْقَةُ كَمِيْرِيْ مِيْرِيْ مِيْشِيْ سَمِيْ اُنْ كِيَا دُوْ
بِيْشِيْ جُوْ اَنَامُ جَنَّتُ كِيَا سَرْدَارُ مِيْنِ اُنْ مِيْرِيْ فُوْرِيْدُ مِيْنِ مَلِيْ اَحْسَنُ اَحْسِيْنُ اَوْرِ اُنْ كِيَا بَعْدُ سَارِيْ اِمَامُ اَنْبِيَا دُ كِيَا بَعْدُ نَامُ
خَلْفَتُ مِيْرَا كِيَا جَنَّتُ مِيْنِ اَوْرِ مِيْرَا مِيْرِيْ اَمَّتُ مِيْنِ عِلْمُ كِيَا دُرُوْزُ مِيْنِ جِيْشُ شَخْصُ مِيْنِ اُنْ كَا پِيْرُوْ كِيَا اُنْ سَمِيْ اَتَشُ جَنَمُ
سَمِيْ نَجَاتُ پَا اَوْرِ جِيْشُ مِيْنِ اُنْ كِيَا اَقْتَدَا كِيَا اُنْ سَمِيْرَا مُسْتَقِيْمُ كِيَا اِهْدِيْتُ پَا اِيْ خُدَا جِيْشُ بِنْدُ سَمِيْرَا كِيَا مَحَبَّتُ عَائِشَتُ فَرِيَا اِسْ كُوْمُوْرُوْ
جَنَّتُ مِيْنِ دَاخِلُ كَرِيْ كَا لَهْزَا اِسْمِيْ صَا جَبَانُ بَعِيْرَتُ بَعْرَتُ حَاصِلُ كَرُوْ -

اگر میں چاہوں کہ بغیر کتب شیعہ کی سند کے صرف وہی سب روایتیں پیش کروں جو محض آپ ہی کے روات اور اکابر
علماء کے سلسلوں سے اس بارے میں مروی ہیں تو ساری رات صرف ہو جائے گی۔ میرا خیال ہے کہ نمونے کے طور پر
اس قدر کافی ہے جس سے آپ حضرات سمجھ لیں گے کہ علی وہ شخص ہیں جو ابتدا سے رسول خدا کے ساتھ تھے لہذا
ادنیٰ و احق بات یہ ہے کہ ہم انہیں بزرگوار کو والدین معہ کام صدق سمجھیں نہ کہ اس کو جو غار کی مسافت میں چند راتیں
رسول کے ہمراہ رہا۔

علی کے ایمان طفلی میں اشکال اور اس کا جواب

حافظ - یہ بات تو ثابت ہے اور کسی نے اس حقیقت کا انکار نہیں کیا ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ ساری امت سے سابق الاسلام تھے لیکن یہ حکمت قابلِ توجہ ہے کہ یہ سبقت دوسرے صحابہ پر علی کرم اللہ وجہہ کی تعلیم و شرافت کی دلیل نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ خلفائے معظم ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم علی کرم اللہ وجہہ کے ایک مدت بعد ایمان لائے لیکن ان کا ایمان علی کے ایمان سے فرق رکھتا تھا اور قطعاً ان کا ایمان علی کے ایمان سے افضل تھا کیوں کہ علی ایک نابالغ بچے اور یہ لوگ سن رسیدہ اور کامل العقل تھے۔

بدیہی چیز ہے کہ ایک تجربہ کار جہاں دیدہ اور پختہ عقل رکھنے والے بڑھے کا ایمان ایک نوجوان نابالغ رکھنے والے کا ایمان سے افضل اور بالاتر ہے۔ اس کے علاوہ علی کا ایمان تقلیدی اور ان لوگوں کا تحقیقی تھا تحقیقی ایمان تقلیدی ایمان سے قطعاً افضل ہے اس لئے کہ نابالغ اور غیر مکلف بچہ بغیر تقلید کے سرگزا ایمان نہیں لاتا اور علی تیرہ سال کے ایک کم سن بچے تھے جن پر کوئی شرعی تکلیف نہیں تھی لہذا یقیناً انہوں نے محض تقلید میں ایمان قبول کیا۔

خیر طلب : آپ جیسے علما نے قوم سے اس قسم کی گفتگو سن کے تعجب میں ہوتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کی ان باتوں کا کیا مطلب سمجھیں۔ آیا یہ کہوں کہ آپ محض عناد کی بنا پر ہٹ دھرمی کر رہے ہیں لیکن اس پر میرا دل آما وہ نہیں ہوتا کہ ایک عالم کی طرف ایسی نسبت دوں، تو کیا یہ کہوں کہ آپ بغیر سوچے سمجھے اپنے اسلاف کی پیروی میں اس قسم کی باتیں کرتے ہیں یعنی آپ صرف (بنی امتیہ کے ذریعہ) خارج دنیا صیب کی تقلید میں بول رہے ہیں اور اپنی تقریر میں کسی تحقیق سے مطلب نہیں رکھتے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آیا بچپن میں علی علیہ السلام کا ایمان اپنی خواہش اور ارادے سے تھا یا رسول اللہ کی دعوت پر؟ حافظ: پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ طریقہ گفتگو سے کیوں متاثر ہوتے ہیں کیوں کہ جب شدید اور اشکال دل میں الجھیں پیدا کرتا ہے تو اس کو زیر بحث لانا ضروری ہوتا ہے تاکہ حقیقتوں کا انکشاف ہو۔

دوسرے آپ کے جواب میں یہ طے شدہ امر ہے کہ علی رسول خدا کی دعوت پر ایمان لائے، اپنی خواہش اور ارادے سے نہیں۔

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

خیر طلب : آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب علی علیہ السلام کو اسلام کی دعوت دی تو آپ یہ جانتے تھے کہ بچے کے اوپر بلوغ سے پہلے کوئی شرعی تکلیف نہیں ہے یا نہیں جانتے تھے؟ اگر یہ کہیں کہ نہیں جانتے تھے تو آپ نے ان حضرت کا طرف جہالت کی نسبت دی اور اگر جانتے تھے کہ چھوٹے بچے کے لئے کوئی دینی ذمہ داری نہیں ہے اس کے باوجود ان کو دعوت دی تو ایک لغو وہم اور بے عمل کام کیا۔ بدیہی چیز ہے کہ رسول اللہ کی طرف لغو اور عبث کام کی نیت دینا کھلا ہوا

کفر ہے کیونکہ پیغمبر لغو اور فضول باتوں سے پاک و مبرا ہے خصوصاً خاتم الانبیاء و علیہ السلام کیونکہ خدا سورہ ۵۴ (الجم) آیت ۴ میں اُن حضرت کے لئے فرماتا ہے وما یبطق من الہدیٰ ان ہوا لا وحی یوحیٰ یعنی رسول خدا اپنی خواہش نفس سے کوئی بات نہیں کہتے ہیں وہ از روئے وحی ہوتا ہے جو اُن پر نازل ہوتی ہے۔

بچپن میں علی کا ایمان اُن کی عقل و فضل کی زیادتی کی دلیل ہے،

پس قطعاً اُن حضرت نے علیؑ کو دعوت دینے کے قابل اور اہل جان کے دعوت دی کیوں کہ اُن حضرت سے کوئی لغو فعل سرزد نہیں ہوتا اس کے علاوہ کم سنی کمال عقل کی متافی نہیں ہوتی، بلوغ و جب تکلیف کی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ صروت احکام شرعی میں اس کا لحاظ کیا جاتا ہے نہ کہ عقلی امور میں، اور ایمان ایک عقلی امر ہے تکلیف شرعی نہیں ہے لہذا ایسا ان علیؑ فی الصغر من نعمائکۃ بچپن میں علیؑ کا ایمان اُن کی ایک فضیلت ہے، جیسا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علی نبینا و آلہ و علیہ السلام کے لئے جو ابھی نوزائیدہ بچے تھے خدا نے تعالیٰ سورہ ۱۹ (مریم) آیت ۳۳ میں خبر دینا ہے کہ اُنہوں نے کہا فی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیاً (یعنی وحیقت میں خدا کا ایک خاص بندہ ہوں، اُس نے مجھ کو آسمانی کتاب عطا کی اور نبی بنایا ہے) اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے اسی سورے کی آیت ۳۴ میں فرماتا ہے وایتناہ الحکمہ صبیئاً (یعنی ہم نے یحییٰ کو بچپن ہی میں منصب نبوت عطا کیا)۔

بہ اسبیل حمیری یعنی متوفی ۱۹۹ھ ہجری لکھنے جو دوسری صدی ہجری کے مشہور شعراء میں سے تھے اُن اشعار میں جو انہوں نے حضرت کی مدح میں کہے تھے اس پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے :

وصی محمد والیوبنیہ دوارثہ وفارسہ الوقیا

وقد اوتی الہدیٰ وللعلم طفلاً کیجیٰ یوم اوتیہ حبیباً

(یعنی جس طرح کبھی عالم طفلی میں نبوت پر فائز ہوئے اسی طرح جانشین پیغمبر، آپ کے فرزندان کے باپ، آپ کے وارث اور جاں نثار شہسوار علیؑ علیہ السلام بھی بچپن ہی میں ولایت و ہدایت کے حامل ہوئے)۔

جو فضیلت و منزلت عطا فرماتا ہے وہ سن بلوغ تک بچپن کی متاع نہیں ہے بلکہ عقل کی پختگی اور صلاحیت

طبع پاک طہیت کا نتیجہ ہے جس سے فقط ہر سر و حتی کا جاننے والا خدا ہی واقف ہے لہذا اگر کبھی بچپن میں اور علیؑ

گہوارے میں نبوت تک اور علیؑ تیرہ سال کے سن میں ولایت مطلقہ تک پہنچ جائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

آپ کی اس گفتگو پر جس سے میں متاثر ہوا زیادہ تر تعجب یہ تھا کہ ایسے شبہات و اعتراضات نواصب و خوارج اور برائے آپ کے پروپیگنڈے سے متاثر معاندین کے پیروؤں سے سُننے میں آتے ہیں جو علیؑ علیہ السلام کے ایمان پر کچھ چینی کرتے

ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا ایمان معرفت و یقین کا بنیاد پر نہیں تھا بلکہ تلقین و تقلید کی بنا پر تھا۔

اول تو آپ کے سارے موثق اکابر علماء اس فعینیت کے معترف ہیں، دوسرے اگر کم سنی کا ایمان ان حضرت کے لئے باعث فخر و بزرگی نہیں تھا تو آپ نے صحابہ کے مقابلے میں اس قدر فخر و مباہات کیوں فرمایا۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا آپ کے اکابر علماء جیسے محمد بن طلحہ شافعی، ابن صبار مالکی، ابن ابی الحدید اور دوسروں نے یہی حضرت کے اشعار نقل کئے ہیں کہ آپ نے ضمانت فرمایا:

سبقتکم اہل الاسلام طراً صغیراً ما بلغت اوان حملی

یعنی میں نے اس وقت تم لوگوں پر اسلام طرّاً صغیراً میں سبقت کی جب کہ میں ایک چھوٹا بچہ تھا اور سن بلوغ کو نہیں پہنچا تھا۔

۱۲ مترجم عفی عنہ

اگر بچپن میں ان حضرت کا ایمان کوئی فضل و شرف نہ ہوتا تو رسول خدا ان بزرگوار کو اس فعینیت کے ساتھ خصوصیت نہ دیتے اور آپ خود اس بات پر فخر و مباہات نہ کرتے، چنانچہ سیماں لم یحی حقاً نبی بیع المودۃ فمن بائس مثلاً میں ذخائر العقبی امام الحرم احمد بن عبد اللہ شافعی سے بسند قطیفہ ثانی عن ابن خطاب نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں، ابو بکر، ابو عبیدہ جراح اور ایک جماعت خدمت رسول میں حاضر تھے کہ ان حضرت نے اپنا دست مبارک علی کے شانے پر رکھا اور فرمایا یا علی انت اول المسلمین ایہنا و اولہم اسلاماً وانت منی بمنزلۃ ہلویون من موسیٰ (یعنی یا علی تم ایمان و اسلام میں تمام مومنین و مسلمین سے اول ہو اور تم میرے لئے بمنزلہ ہارون ہو موسیٰ کے لئے)۔

نیز امام احمد ابن حنبل سند میں ابن عباس (خیر امت) سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں، ابو بکر، ابو عبیدہ بن جراح اور دوسرے صحابہ کا ایک مجمع پیغمبر کی خدمت میں حاضر تھے کہ ان حضرت نے علی ابن ابی طالب کے شانے پر دست مبارک رکھ کے فرمایا انت اول المسلمین اسلاماً وانت اول المسلمین ایہنا و انت منی بمنزلۃ ہلویون من موسیٰ کذب یا علی من ذہم انتہ یحییٰ ویبغضک دینی تم اسلام و ایمان میں تمام مسلمانوں اور مومنوں سے آگے ہو۔ اور تم میرے لئے بمنزلہ ہارون ہو موسیٰ سے۔ اے علی جوڑ کھتا ہے وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ محمد کو دوست رکھتا ہے وہ غافل و کمزور ہے۔

ابن صبار مالکی فضول المہم ۱۵۹ میں اسی طرح کی روایت کتاب خصائص سے بروایت ابن عباس نیز امام ابو عبد اللہ حنفی ثانی خصائص العلوی میں نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے عمر ابن خطاب (خلیفہ ثانی) کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ علی کا ذکر نیکی کے ساتھ کرو کیونکہ میں نے پیغمبر سے سنا ہے کہ فرمایا تم میں تین خصلتیں ہیں، میں (یعنی عمر) چاہتا تھا کہ ان میں سے ایک ہی مجھ کو حاصل ہوتی کیونکہ ان صفتوں میں سے ہر ایک میرے نزدیک ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر آفتاب چمکتا ہے پھر لہا کہ ابو بکر، ابو عبیدہ اور صحابہ کا ایک گروہ بھی حاضر تھا کہ ان حضرت نے علی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

فرمایا سابق الامہ ثلاثہ لم یشرکوا باللہ طرفۃ عین علی بن ابی طالب وصاحب یاسین
وصومن ال فرعون قہم الصدیقون حبیب البخار ومومن لیل یاسین وحزقیل ومومن ال فرعون
وعلی بن ابی طالب وهو افضلہم (یعنی تمام انھوں میں ایمان و توحید کی دھڑ میں) سبقت لے جانے والے تین شخص ہیں جنہوں
نے چشم زدن کے لئے بھی خدا کے ساتھ شرک نہیں کیا، علی ابن ابی طالب صاحب یاسین اور مومن آل فرعون اس میں لوگ کچھ ہیں یعنی
حبیب بخار مومن آل یاسین حزقیل مومن آل فرعون اور علی ابن ابی طالب اور آپ ان سب میں افضل ہیں۔)

چنانچہ تاریخ البلاغ میں ہے کہ حضرت نے خود فرمایا فانی ولدت علی القبطۃ وسبقت الی الایمان والہجرۃ
(یعنی میں فطرت از حد پر پیدا ہوا اور رسول خدا کے ساتھ ایمان و ہجرت میں پیش قدمی کی)

نیز حافظ البرنیم مصنفی، شافعی اور آپ کے دوسرے علماء جیسے ابن ابی الحدید نے نقل کیا ہے ان علیا لہ
یکفربا للہ طوقۃ عین (یعنی حقیقتاً علی علیہ السلام نے پلک جھپکنے کے برابر ہم خدا کے ساتھ کفر نہیں کیا) اور امام
احمد بن حنبل نے منہ اور سلیمان بن حنفی نے نیابیع المودۃ میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے زمزم بن خارجہ سے کہا اے
لہ یعبد صغیراً ولم یشرک خیراً وکان اول الناس اسلاماً (یعنی علی علیہ السلام نے ہرگز بت کو سجدہ نہیں کیا
اور کبھی شراب نہیں پی اور تمام انسانوں سے پہلے اسلام لائے)۔

آپ جو یہ کہتے ہیں کہ شیعین کا ایمان علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ایمان سے افضل تھا تو کیا آپ نے یہ حدیث
شریف نہیں دیکھی ہے جس کو ابن مغالہ شافعی نے فضائل میں، امام احمد ابن حنبل نے مسند میں، خطیب خراز می نے مناقب
میں سلیمان بن حنفی نے نیابیع المودۃ میں اور آپ کے دوسرے اکابر علمائے رسول اگر ہم سے نقل کیا ہے کہ فرمایا لو وزن
ایمان علی وایمان امتی لو حج ایمان علی وایمان امتی الی یوم القیامۃ (یعنی اگر علیؑ کے ایمان کا میری
امت ایمان سے وزن کیا جائے تو علیؑ کا ایمان میری امت کے قیامت تک کے ایمان پر بھاری ہوگا)۔

نیز میر سید علی ہمدانی نے سورۃ القدر فی مودت ہفتم میں خطیب خراز می نے مناقب میں اور امام ثعلبی نے اپنی
تفسیر میں حلیۃ ثانی عمر ابن خطاب سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول خدا کو یہ فرماتے ہوئے سنا
لو ان السموات السیم والارضین السیم وضعن فی کفۃ میزان ووضعت ایمان علی فی کفۃ میزان لو حج
ایمان علی (یعنی اگر ساتوں آسمانوں کو زمینوں کو آوازوں کے پلے میں رکھیں اور علیؑ کا ایمان دوسرے پلے
میں تو یقیناً علیؑ کا ایمان سب پر بھاری پڑے گا)۔

اور ایک مشہور شاعر سفیان بن مصعب بن کوثر نے اسی نبی پر اپنے اشعار میں نغم کیا ہے،

اشہد باللہ لقد قال لنا محمد والقول متہ ما حقی
لوان ایمان جمیع الخلق من سکن الارض ومن جیل السماء

یجعل فی کفۃ میزات لکی یوفی بایمان علی ما وفی

(یعنی خدا کی قسم میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد رسول اللہ نے ہم سے بیان فرمایا کہ کسی پر عہفی نہ رہے کہ اگر زمین و آسمان میں بسنے والے کل مخلوقات کا ایمان ترازو کے ایک پلے میں رکھا جائے اور علی کا ایمان دوسرے پلے میں تب بھی علی ہی کا ایمان وزنی ہوگا۔)

علی تمام صحابہ اور اُمت سے افضل تھے

شافعی فقیہ و عارف میر سید علی ہمدانی نے کتاب مودۃ القرابی میں اس سلسلے کی بکثرت ایسی روایتیں نقل کی ہیں جو دلائل و براہین اور احادیث صحیحہ کے ساتھ علی علیہ السلام کی افضلیت ثابت کرتی ہیں۔ منجملہ اُن کے مودت، ہفتم میں ابن عباس و خیر امت سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا افضل رجال العالمین فی زمانہ فی ہذا علی علیہ السلام یعنی عالمین کے مردوں میں سب سے افضل میرے زمانے میں یہ علی علیہ السلام ہیں۔

اور آپ کے اکثر منصف علماء علی علیہ السلام کی افضلیت پر عقیدہ رکھتے تھے، چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ جلد سیم ص ۱۱۱ میں لکھا ہے کہ فرقہ معتزلہ کے پیٹھ ابو جعفر اسکا فی کا ایک کتاب محمد کو علی جس میں لکھا ہوا تھا کہ بشر بن معتمر ابو موسیٰ جعفر بن بشر اور بغداد کے دوسرے علمائے متقدمین کا مذہب یہ تھا کہ ان افضل المسلمین علی بن ابی طالب شہ ابنہ الحسن شہ ابنہ الامین شہ حمزہ بن عبد المطلب شہ جعفر بن ابی طالب الخ (یعنی تمام مسلمانوں سے افضل و بزرگ علی بن ابی طالب پھر آپ کے فرزند حسن پھر آپ کے دوسرے فرزند حسین پھر حمزہ بن عبد المطلب پھر جعفر بن ابی طالب) معروف ہے طیارہ ہمارے شیخ ابو عبد اللہ بصری، شیخ ابو القاسم طبری اور شیخ ابو الحسن خیاط (جو متاخرین علمائے بغداد کے شیخ تھے) کو ابو جعفر اسکا فی کے اسی عقیدے پر تھے (یعنی حضرت علی کو افضلیت تھی) اور افضلیت سے مراد یہ تھی کہ یہ حضرات خدا کے نزدیک تمام انسانوں سے بزرگ تھے، ان کا ثواب سب سے زیادہ تھا اور ذرئیات ان کا ورثہ سب سے بلند ہوگا۔ اس کے بعد شرح نہج البلاغہ کے اسی ص ۱۱۱ کے آخر میں معتزلہ عقیدے کی تفصیل نظم کی ہے اور کہا ہے :

Presented by: <https://jamilibrary.com/>

و حیدر خلق اللہ بعد المصطفیٰ اعظمہم یوم الفخار شرفا
السید المعظم الوصی بعل البتول المرآة علی
وابناہ شہ حمزہ و جعفر شہ عتیق بعد ہمہ لا ینکر

(یعنی رسول خدا کے بعد انسانوں میں سب سے بہتر اور اپنے شرف پر فخر کرنے کے روز سب سے بزرگ سید)

بزرگوار، دمی پیغمبر اور شوہر بنول (فاطمہ زہرا) علی مرتضیٰ ہیں، اور اُن کے بعد اُن کے دونوں فرزند (حسن و حسین) پیغمبر
پیر جعفر (طیار) تھے۔

شیخ: اگر آپ نے خلیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی انصافیت ایمان کے ثبوت میں علماء کے اقوال دیکھے ہوتے تو ایسی باتیں کہتے
خیر طلب: آپ بھی اگر متعصب لوگوں کے اقوال سے منہ موڑ کے اپنے محقق اور منصف علماء کے بیانات پر توجہ کرتے
تو دیکھنے کو وہ سب کے سب انصافیت علی علیہ السلام کی تصدیق کرتے ہیں۔

نوٹ: کے لئے شرح نفع البلوغ ابن ابی الحدید معتزل جلد سیم ص ۲۶۴ کی طرف رجوع کیجئے جس میں آپ کے اس بیان کو حفظ
سے نقل کیا ہے کہ ابوبکر کا ایمان علی علیہ السلام کے ایمان سے افضل تھا، اس کے بعد فرقہ معتزلہ کے بڑے عالم دریشع ابوجعفر
اسکافی نے اس کے رد میں جواب دیا ہے اس کو تفصیل سے درج کیا ہے، چنانچہ عقلی و نقلی دلائل سے کئی صفحات میں ثابت
کرتے ہیں کہ پچھن میں حضرت علی کا ایمان ابوبکر اور تمام صحابہ کے ایمان سے افضل تھا، یہاں تک کہ ص ۲۶۵ میں کہتے ہیں کہ ابوجعفر
نے کہا ہے انا لا منکر فضل الصحابة و سواہم و لكننا نكر تفصيل احد من الصحابة علی بن علی بن

ابی طالب انتہی (یعنی ہم صحابہ کے فضائل کا انکار نہیں کرتے لیکن ان میں سے کسی کو علی ابن ابی طالب سے برتر نہیں مانتے)
ان اقوال سے قطع نظر دراصل امیر المؤمنین کا نام دوسرے صحابہ کے مقابلے میں لانا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ ان حضرات

کی منزل اس قدر بلند ہے کہ صحابہ وغیرہ میں سے کسی کے ساتھ ہرگز اس کا موازنہ نہیں ہو سکتا جس سے آپ فضائل صحابہ کو بغیر
یکطرفہ روایتوں کے سہارے (اگر ان کو صحیح بھی مان لیا جائے) اُن حضرات کے جامع و مانع کمالات کے مقابلے پر لانے کی کوشش
کریں۔ چنانچہ میر سید علی سہدانی مودۃ القربا کی مودت بقیہ میں احمد بن محمد انکری بغدادی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں
نے عبداللہ ابن احمد ابن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے باپ احمد ابن حنبل سے فضیلت صحابہ کا درجہ دریافت کیا تو وہ ابوبکر
، عمر اور عثمان کا نام لے کر خاموش ہو گئے۔ فقلت یا ابی! ابی علی بن ابی طالب قال هو من اهل البيت لا يقاس به

هو كما لا يعین میں نے کہا اے پیر بزرگوار علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ یعنی ان کا نام کیوں نہیں لیا؟ میرے باپ نے کہا کہ وہ
اہل بیت رسالت میں سے ہیں اُن پر اُن لوگوں کا قیاس نہیں ہو سکتا، یعنی جس طرح سے اہل بیت رسالت کا مقام و مرتبہ آیات

قرآنی اور ارشادات رسول کے حکم سے تمام مقامات و مراتب سے بلند تر ہے اسی طرح علی علیہ السلام کے بلا رنج تمام
صحابہ وغیرہ سے بالاتر ہیں، چنانچہ آپ کا نام صحابہ کے ثمر میں نہ لانا چاہیے بلکہ وہ نبوت اور منصب رسالت کے ساتھ منسوب ہو گا۔
جیسا کہ آیہ مباہلہ میں حضرت کو نفس رسول کا جگہ پر بتایا گیا ہے۔

اس مقصد پر ایک دوسری حدیث بھی گواہ ہے جو اسی نفس اور مودت بقیہ میں بروایت عبداللہ ابن عمر ابن خطاب ابی وائل
سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا ایک مرتبہ ہم نے اصحاب پیغمبر کو شمار کیا تو ابوبکر، عمر اور عثمان کا نام لیا، ایک شخص نے کہا یا
ابا عبد الرحمن دعنی ما هو قال علی من اهل البيت لا يقاس به احد هو مع رسول الله صلى الله عليه

والہ فی درجہ دلین اے ابو عبد الرحمن (عبداللہ ابن عمر کی کیفیت) علی کا نام کیوں چھوڑ دیا؟ تو میں نے کہا علیؑ اہل بیت رسالت میں سے ہیں کسی کا ان پر تکیا نہیں ہو سکتا وہ رسول خدا کے ساتھ ان کے درجے میں ہیں یعنی علی علیہ السلام کا حباب اُمت اور صحابہ سے الگ اور خود پیغمبر کے ساتھ شامل ہے۔ آپ رسول اللہ کے ہمراہ آئے حضرت کے درجے میں ہیں۔ اجازت دیجئے کہ اسی فضل اور مروت سے ایک حدیث اور پیش کردوں۔ جابر بن عبد اللہ انصاری سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ایک روز مہاجرین و انصار کے سامنے رسول اللہ نے حضرت علیؑ سے فرمایا یا علی لو ان احدا عید اللہ حق عبادتہ بشئ شاک فیک و اهل بیتک انکسر افضل الناس کان فی الناس (یعنی اے علی اگر کوئی شخص خدا کی پوری عبادت کرے پھر تمہارے اور تمہارے اہل بیت کے تمام لوگوں سے افضل ہونے میں شک کرے تو وہ جہنم میں جھونک دیا جائیگا۔) ربہ حدیث سنئے ہی سارے اہل جلد خصوصاً حافظ صاحب نے استغفار کیا، شک کرنے والوں میں شمار نہ ہوں۔

خلاصہ یہ کہ ان احادیث کثیرہ میں سے جو صحابہ اور تمام اُمت پر امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی تفصیلات اور حق تقدم کے بارے میں وارد ہوئی ہیں یہ مشتے نمونہ از خروار ہے۔ اب یا تو ان اخبار صحیحہ کی جواب دہی کی میسر نہ ہوگی میں موجود ہیں روکیجئے یا عقل و نقل کے حکم سے تسلیم کیجئے کہ ان حضرت کا ایمان تمام صحابہ اور اُمت سے افضل تھا جن میں ابو بکر اور عمر بھی تھے۔

اگر آپ فریقین کی اس متفق علیہ حدیث پر توجہ کیجئے جو غزوہ احزاب اور جنگ خندق میں امیر المؤمنین کے ہاتھ سے مشہور رہا و عمر بن عبد دو کے مارے جانے پر رسول اللہ نے ارشاد فرمائی کہ ضمیمۃ علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین (یعنی خندق کے روز علیؑ کا ایک وار و عمر بن عبد و پر احسن و انس کی عبادت سے بہتر ہے) تو آپ خود تقدیر کیجئے کہ اگر جب حضرت علی علیہ السلام کا ایک غل جن و انس کی عبادت سے بہتر ہے تو اگر آپ کے سارے اعمال و عبادات شامل ہو جائیں تو یقیناً آپ کی افضلیت ثابت ہوگی اور اس سے سوا متعصب اور کینہ پرور انسان کے اور کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

اگر تمام صحابہ اور اہل عالم پر آپ کی افضلیت کے لئے اور کوئی دلیل نہ ہوتی تو صرف آیت مباہلہ ہی اس کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہوتی جس میں خدا نے علی کو بمنزلہ نفس رسول قرار دیا ہے۔ کیونکہ یہ مسلم ہے کہ رسول اللہ اولین و آخرین میں تمام انسانوں سے افضل تھے۔ لہذا یہ شریعہ میں کلام الفنا کے حکم سے علی علیہ السلام بھی اولین و آخرین میں سب سے افضل مقرر تھے ہیں۔ پس آپ حضرات تقدیر کیجئے کہ والذین معہ کے حقیقی مصداق امیر المؤمنین علیہ السلام ہیں جو تمام مسلمانوں سے پہلے ظہور اسلام کی ابتدا ہی سے رسول خدا کے ہمراہ تھے اور ان کے ساتھ ان سے درجہ برابر بھی کوئی لغزش نہیں ہوئی۔

دعا کا وقت ہو گیا ہذا مولوی صاحبان فریقہ ادا کرنے آئے، فرغت کے بعد چائے نوشی ہوئی پھر میری طرف سے سلسلہ کلام شروع ہوا۔

خیر طلب، یہی بات کہ شب ہجرت امیر المؤمنین رسول خدا کے ہمراہ کیوں۔ راز نہ نہیں جوئے تو یہ بہت واضح خیر ہے کیوں کہ ان حضرت کے حکم سے چند اہم کام آپ کے سپرد تھے جن کو مکہ معظمہ میں ٹھہر کے انجام دینا تھا۔

اس لئے کہ پیغمبر کے نزدیک علیؑ سے زیادہ کوئی امین نہیں تھا جو ان آمانتوں کو جو ان حضرت کے پاس جمع تھیں، ان کے مالکوں تک پہنچاتا۔

دوست و دشمن کا اتفاق ہے کہ رسول خدا اہل مکہ کے امین تھے، یہاں تک کہ دشمن بھی اپنی امانتیں آنحضرت کے پاس جمع کرتے تھے تاکہ تمتع ہونے سے محفوظ رہیں۔ اسی وجہ سے آنحضرت مکہ میں محمد امین کے نام سے مشہور تھے۔ دوسرا فرض امیر المؤمنین کے ذمے یہ تھا کہ ان حضرت کے اہل و عیال اور باقی مسلمانوں کو مدینے پہنچائیں۔ علاوہ ان چیزوں کے اگر علی علیہ السلام اس رات غار میں نہیں تھے تو قطعاً اس سے بالاتر منزل حاصل کی کہ رسول اللہ نے بستر اور چادر میں آرام فرمایا اگرچہ عقیقہ ابو بکرؓ ان حضرت کے طفیل میں ثانی اتینہ کہے جاتے ہیں لیکن اس شب میں مصاحبت غار سے زیادہ نیک اور اہم عمل کے سلسلے میں مستقل طور پر ایک آیت حضرت کا شان میں نازل ہوئی، اور یہ عمل خود آپ کی ایسی نفیست و منقبت ہے جس پر فریقین رشید و ستمی کا اتفاق ہے کیونکہ اگر اس رات امیر المؤمنینؑ فداکاری اور جان نثاری نہ فرماتے تو رسول اللہ کا جان مبارک بہت بڑے خطرے میں تھی۔

شب ہجرت بستر رسولؐ پر سونے سے علیؑ کی شان میں نزول آیت

چنانچہ آپ کے موثق اکابر علماء نے اپنی تغیروں اور معتبر کتابوں میں اس بزرگ نفیست کو نقل کیا ہے جیسے ابن سبع مغزلی نے شفاء الصدور میں، طبرانی نے اوسط اور کبیر میں، ابن اثیر نے اسد الغابہ جلد چہارم ص ۵۵ میں نور الدین بن مبارک مالکی نے فضول المہدیٰ معرفت اللہ ص ۳۳ میں، ابواسحق ثعلبی، فاضل نیشاپوری، امام محمد الدین رازی اور جلال الدین سیوطی نے اپنی تغیروں میں، حافظ ابو نعیم اصفہانی مشہور شافعی محدث نے بائزلال القرآن فی علی میں، خلیفہ خوارزمی نے مناقب میں، شیخ الاسلام ابراہیم بن محمد عینی نے فرائد میں، محمد بن یوسف گنجدی شافعی نے کفایت الطالب باب ۶۲ میں، امام احمد حنبل نے مستدرک میں، محمد بن جریر نے مختلف طریقوں سے، ابن ہشام نے سیرۃ النبی میں، حافظ محدث شام نے الربعین طوال میں، امام غزالی نے احیاء العلوم جلد سوم ص ۳۳ میں، ابوالسعادات نے فضائل العزۃ الطاہرہ میں، ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں، ابی جوزی نے تذکرۃ خواص الامة ملا میں اور آپ کے دوسرے بڑے بڑے علماء نے مختلف عبارات و الفاظ میں اس مطلب کا خلاصہ نقل کیا ہے اور شیخ سلیمان بنی حنفی نے نیا بیع المودۃ باب میں بکثرت علماء سے نقل کیا ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حکم خداوندی سے مدینہ منورہ کے لئے آمادہ ہوئے تو شب ہجرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے فرمایا کہ میرا بستر خضریٰ چادر جو میں رات کو استعمال کرتا ہوں اوڑھ لو اور میرے بستر پر سوجاؤ پس علیؑ آنحضرت کا بگڑ سورہے اور وہ بستر چادر سر سے اوڑھ لی تاکہ گھر کا محاصرہ کئے ہوئے کفار یہ نہ سمجھیں کہ بستر پر علیؑ ہیں، یہاں تک کہ رسول خدا بھیج و سلامت تشریف لے گئے۔

حافظ (نامی) کے شبہات کے رد میں معتزلیوں کے بہت بڑے عالم دیشیخ امام ابو جعفر اسکانی کے بیانات اور دلائل پر
 گہری نظر ڈالئے تو دیکھئے گا کہ یہ اضافہ پسند عالم مضبوط دلیلوں کے ساتھ بصر احاطہ ثابت کرتا ہے کہ پیغمبر کے بستر پر حضرت
 کے حکم سے علی کا سونا غار کے سفر میں ابوبکر کی چند روزہ مصاحبت سے افضل تھا، یہاں تک کہ لکھا ہے قال علماء المسلمین
 ان فضیلة علی تلتک الليلة لا فضل لاحد من البشر قال مثلها الا ما کان من اسحق و ابراهیم عند استلام
 للذبح یعنی علمائے مسلمین کا اتفاق ہے کہ حقیقتاً اس رات میں علی کی وہ فضیلت ہے جس کو کوئی انسان نہیں پاسکا سو اسحق و
 ابراہیم کے جب وہ ذبح اور قربانی پر آمادہ تھے (لیکن اکثر مفسرین و مرجمین اور علمائے اخبار کا عقیدہ ہے کہ ذبیح امیلس تھے
 نہ کہ اسحق) اور صلیبیوں کے آخر میں ارغمان جاحظ (نامی) کے جواب میں ابو جعفر اسکانی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں قد بینا
 فضیلة المبییت علی الفراش علی فضیلة الصحیفة فی الغار یما هو واضح لمن انصف ونزید یھھنا
 تاکید ایما لم تذکرہ فیما تقدم فنقول ان فضیلة المبییت علی الفراش علی الصحیفة فی الغار
 لوحین احدهما ان علیا قد کان استی بالنبی صلی اللہ علیہ والہ وھن لہ بمصاحبتہ قدیماتش
 عظیم والے شدید فلما فارقه عدم ذلک الاستی وھن لہ ابوبکر کان ما یجیدہ علی علیہ السلام
 من الوحشة والسرقة موجبا زیادة ثوابہ کان الثواب علی قدر المشقة - وثانہما ان ابابکر
 کان یؤثر الخروج من مکة و قد کان خرج من قبل فرد فاردا و کراھیة للمقام فلما خرج مع
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وھن وافق ذلک ہو علی قیلہ و محبوب نفسه فلم یکن لہ من الفضلة ما
 یوزع فی فضیلة من احتتمل المشقة العظيمة و من نفسه لوضع السیوت و راسہ لوضع الحجاب و
 لان علی قدر سہولة العبادۃ یكون نقصان الثواب (ما حصل مطالب یہ کہ میں پہلے شبہ ہجرت علی کے بستر رسول
 پر سونے کو ابوبکر کے غار میں پیغمبر کے ساتھ ہونے سے اس طرح افضل ثابت کر چکا ہوں کہ کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں
 رہ جاتی اب مزید تاکید کے لئے جو کہ کہہ چکا ہوں اس کے علاوہ آورد و صورتوں سے اس مقصد کو ثابت کرتا ہوں۔ رسول اللہ کے ساتھ
 علی علیہ السلام کو قدیمی مصاحبت کی وجہ سے شدید انس و محبت تھی لہذا جب جدائی ہوئی تو سارا کھٹ الفٹ جاتا رہا اور اس کے
 برعکس ابوبکر کو بھی چیز حاصل ہو گئی پس اس موقع پر علی علیہ السلام جو درخشندہ اور درجہ بڑی محسوس کر رہے تھے اس سے آپ کا
 ثواب بڑھ رہا تھا کیونکہ ثواب عمل مشقت کے لحاظ سے ہوتا ہے و صا کہ تو ان سے افضل الاعمال احسنھا یعنی
 جو عمل زیادہ سخت ہے وہی افضل ہے) اور ابوبکر چونکہ برابر کے سے نکلنے پر تیار تھے چنانچہ پہلے کہیں اکیلے نکل بھی چکے
 تھے، لہذا ان کے لئے قیام مکہ کی ناگواری بڑھ گئی، پس جب وہ رسول اللہ کے ساتھ وہاں سے نکلے تو ان کی متانے علی
 اور مراد قلبی برائی لہذا ان کے لئے کوئی ایسی فضیلت ثابت نہیں ہوتی جو فضیلت علی کے مقابل لائی جاسکے جنہوں نے عظیم
 مشقت برداشت کی، اپنی جان کو طوروں کے سامنے اور سر کو دشمنوں کی شکار رکھ کر دیا۔ یہی چیز ہے کہ

سہولت کے حساب سے عبادت کا ثواب گنٹ جاتا ہے۔ اور ابن سبیع مغربی ثناء اللہ ورمیں بسلسلہ بیان شجاعت علی علیہ السلام کہتے ہیں۔ علماء العرب اجمعوا علی ان نؤمن علی علیہ السلام علی فراس رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم افضل لمن حذر وحیہ معہ وذلک انہ وطن نفسه علی مقاہاتہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وشرح حیاتہ واخلطہ شجاعۃ بین افراۃ دینی علای عرب کا اجماع ہے کہ شبِ ہجرت علی علیہ السلام کا لستر رسول پر سونا اُن کے اُن حضرت کے ہمراہ باہر نکلتے سے افضل تھا کیونکہ آپ نے اپنے نفس کو آنحضرت کا قائم مقام بنایا اپنی زندگی کو اُن حضرت پر قربان کیا اور اپنے ہم عصروں کے درمیان (اپنی شجاعت ثابت کر دی) یہ مطلب اس قدر واضح ہے کہ کسی نے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا ہے سوا حذو با حزن سے بذکرہ تعصب کی وجہ سے بس اتنا ہی کافی ہے۔ میں معافی چاہتا ہوں کہ اس مقام پر گفتگو کا سلسلہ طولانی ہو گیا، بہتر ہے کہ اب ہم پھر اصل مطلب پر آجائیں آپ نے جو یہ فرمایا کہ اشداء علی الکفار سے خلیفہ ثانی عمر ابن خطاب مراد ہیں تو فقط آپ کے دعوے سے یہ بات نہیں مانی جاسکتی، دیکھنا چاہیے کہ آیا یہ صفت بھی موصوف کی حالت سے مطابقت کرتی ہے یا نہیں چنانچہ اگر مطابقت ہے تو ہم دل و جان سے ماننے کے لئے تیار ہیں۔

علمی مباحث اور دینی مناظروں میں عمر کے اندر کوئی تیزی نہیں تھی

یہ بھی بات ہے کہ شدت اور تیزی دو طرح کی ہو سکتی ہے ایک علمی مباحث اور دینی مناظروں میں تاکہ مخالف علماء کے مقابل زور کلام دکھایا جاسکے۔ دوسرے میدان جنگ اور جہاد فی سبیل اللہ میں بذاتِ خود ثباتِ قدم، شجاعت اور درشتی کا ثبوت دیا جائے۔ چنانچہ علمی مباحث اور دینی مناظروں کے سلسلے میں تاریخ کے اندر خلیفہ عمر کی قطعاً کوئی مضبوطی نظر نہیں آتی کیونکہ جہاں تک میں نے فریقین (شیعوں و سنی) کی کتب اخبار و تواریخ اور غزوات کی کتابت میں پڑھی ہے اس بارے میں خلیفہ عمر کی کوئی شدت اور شدت زوری نہیں دیکھی، چنانچہ اگر آپ حضرات نے موصوف کی کوئی علمی مہارت دینی مباحث اور غیر مذہب کے عالموں سے مناظرے اُن کی ساری تاریخِ زندگی میں دیکھے ہوں تو بیان کیجئے ہیں ممنون ہوں گا کیونکہ اس سے میرے معلومات میں اضافہ ہوگا۔

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

عمر کا اقرار کہ علی مجھ سے علم و عمل میں بہتر ہیں

البتہ جہاں تک مجھے معلوم ہے اور آپ کے بڑے بڑے علاؤ نے بھی اپنی معتبر کتابوں میں لکھا ہے خلفاء ثلاثہ کے

زمانوں میں سر علی اور مذہبی شکل مسئلہ کو حل کرنے والے صرف علی علیہ السلام تھے۔

بادجو بیکہ بنی اُمیہ اور خلفائے ثلاثہ کے عقیدت مندوں نے خلفاء کے فضائل میں اس کثرت سے روایتیں گھڑی ہیں جیسا کہ خود آپ کے علاوہ جرح و تعدیل کا کتابوں میں لکھا ہے (لیکن وہ لوگ ان حقیقتوں کو نہیں چھپا سکے کہ جس وقت یہودی عیسائی اور دوسرے مخالفت فریقوں کے علاوہ البکر، عمر اور عثمان کے دور خلافت میں ان کے پاس اگر یا خطوط بھیج کر مشکل مسائل دریافت کرنے تھے تو یہ لوگ جمہور ہو کر علی علیہ السلام کا وسیع اختیار کرتے تھے اور کہتے تھے ان پیچیدہ اور مشکل سوالات کا سوا علی ابن ابی طالب کے اور کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ چنانچہ آپ تشریف لاتے تھے اور اس طریقے سے ان کو جواب دیتے تھے، کہ وہ مطمئن ہو کر مسلمان ہو جاتے تھے، جیسا کہ خلفاء کے تاریخی حالات میں تفصیل سے درج ہے، خلفاء زبیر و عمر و عثمان) کا علی علیہ السلام کے مقابلے میں اپنی مجبوری ظاہر کرنا، ان حضرت کی بزرگی کا اقرار اور یہ کہنا کہ اگر علی نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے، اس مقصد کو ثابت کرنے کیلئے کافی ہے۔ چنانچہ آپ کے محقق اکابر علاوہ نے نقل کیا ہے کہ خلیفہ البکر کہتے تھے۔ اقبیلونی اقبیلونی فلست بخیر کعبہ و علی فیکعبہ (یعنی محمد کو بطرف کرو و محمد کو بطرف کرو و کیونکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں جب کہ علی تم میں موجود ہوں)

اور خلیفہ عمر نے مختلف معاملات اور مواقع پر ستر مرتبہ سے زیادہ اقرار کیا کہ لولا علی لہلک عبدی یعنی اگر علی نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو گیا ہوتا۔ کتابوں میں ان خطرناک مواقع میں سے اکثر کا ذکر موجود ہے۔ لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ اب جلسے کا زیادہ وقت خواب ہو کیونکہ شاید اس سے اہم مسائل پر گفتگو کرنا ضروری ہو۔

نواب: قبلہ صاحب اس موضوع سے بڑھ کے کون سا مطلب اہم ہو گا کیا یہ کلمات ہماری معتبر کتابوں میں موجود ہیں؟ اگر ہیں اور آپ کے پیش نظر ہیں تو ہماری مزید بصیرت کے لئے بیان فرمائیے ہم ممنون ہوں گے۔

سیخ مطلب: میں نے عرض کیا کہ اکابر علمائے اہل سنت اس بات پر متفق ہیں (سوا چند متعصب اور مذہبی لوگوں کے) اور مختلف عبارات و الفاظ کے ساتھ متعدد مقامات پر اس کو نقل کیا ہے۔ میں مطلب کی وضاحت اور اتمامِ محبت کے لئے ان میں سے بعض اسناد و کتب کی طرف جو اس وقت مجھ کو یاد ہیں اشارہ کرتا ہوں۔

قول عمرؓ لولا علی لہلک عمرؓ کے اسناد

(۱) قاضی فضل الشربین روز بہان متعصب نے ابوالباطل الباطل میں (۲) ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے تہذیب التہذیب مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۳۳ھ میں (۳) نیز ابن حجر نے اصابہ جلد دوم مطبوعہ مصر ۱۲۵۵ھ میں (۴) ابن قتیبہ دینوری متوفی ۳۸۰ھ نے کتاب تادیل مختلف الحدیث طبع ۱۲۸۲ھ میں (۵) ابن حجر مکی متوفی ۸۵۳ھ نے مواعظ عمر و صفحہ ۷۱ حاج احمد آفری نے ہدایت المرتاب طبع ۱۲۸۵ھ میں (۶) ابن اثیر جزیری متوفی ۷۳۳ھ نے اسد الغابہ جلد چہارم ص ۲۷ میں (۷) جلال الدین

سیوطی نے تاریخ الخلفاء ۷۷۱ میں (۹) ابن عبد البر قرطبی متوفی ۴۶۳ھ نے استیعاب جلد دوم ص ۱۰۷ میں (۱۰) بید مومن شافعی نے نور الابصار ص ۱۵۱ میں (۱۱) شہاب الدین احمد بن عبد القادر عجمی نے ذخیرۃ المآل میں (۱۲) محمد بن علی الصبان نے مسامع الراغبین ص ۱۵۱ میں (۱۳) نور الدین بر صباغ مکی متوفی ۵۵۵ھ نے فصول المہر ص ۱۸۱ میں (۱۴) نور الدین علی بن عبد اللہ محمودی متوفی ۹۱۱ھ نے جواہر العقدین میں (۱۵) ابن ابی الحدید معتزلی متوفی ۵۵۵ھ نے شرح بیح البیان جلد اول ص ۱۶۱ میں (۱۶) علامہ قرطبی نے شرح تجرید ص ۱۶۱ میں (۱۷) خطیب خازمی نے مناقب ص ۱۶۱ میں (۱۸) محمد بن طلحہ شافعی نے مطاب السؤل عن فضل ششم ص ۱۶۱ میں (۱۹) امام احمد بن حنبل نے فضائل اور سند میں (۲۰) بسط ابن جوزی نے تذکرہ ص ۱۶۱ میں (۲۱) امام شعبی نے تفسیر کشف البیان میں (۲۲) علامہ ابن قیم جوزی نے طرق الحکیم میں ان حضرت کے تعدد و فضا یا نقل کرتے ہوئے ص ۱۶۱ سے ص ۱۶۳ تک (۲۳) محمد بن یوسف گنئی شافعی متوفی ۶۵۵ھ نے کفایت الطالب باب ۱۶ میں (۲۴) ابن ماجہ قزوینی نے سنن میں (۲۵) ابن مغازی شافعی نے مناقب میں (۲۶) الراسم بن محمد حموی نے فرائد میں (۲۷) محمد بن علی بن الحسن الحلیم ترمذی نے شرح فتح المبین میں (۲۸) دیلمی نے فردوس میں (۲۹) شیخ سلیمان بنی حنفی نے ینایع المودة باب ۴ میں (۳۰) حافظ ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء اور منازل القرآن فی عمل میں ، اور آپ کے دوسرے بہت سے جلیل القدر علماء نے مختلف الفاظ و عبارات کے ساتھ خلیفہ عمر کے اقوال نقل کئے ہیں اور زیادہ تر ان تعینوں کے مواقع درج کرتے ہوئے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے ولا علی لہلک الخ

بعض وہ مواقع جہاں علیؑ نے خلفاء کو نجات دلائی اور انہوں نے اقرار کیا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے

مجمد ان کے فقیہ گنئی شافعی نے کفایت الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب باب ۱۶ میں چند مستند روایتیں نقل کرتے کے بعد حذیفہ بن الیمان کی روایت نقل کی ہے جس کو آپ کے دوسرے علماء نے بھی درج کیا ہے کہ ایک روز عمر نے ان سے کلمات کی اور پوچھا کہ تم نے کس حال میں مسیح کی؟ حذیفہ نے کہا اصیحت و اللہ اکبر الحق واجب الفتنة و انتہد مہا السراسر و احفظ غیر المخلوق و املی علی غیر و متوء ولی فی الارض ما لیس للہ فی السماء دینی میں نے اس حالت میں مسیح کی کہ حق سے کراست کرتا ہوں ، فتنے کو دوست رکھتا ہوں ، ایسی چیز کی کہ وہی دنیا ہوں جس کو دیکھا نہیں ہے ، غیر مخلوق کو حفظ کرتا ہوں ، صلوات بغیر و متوء کے پڑھتا ہوں اور زمین میں میرے لئے وہ ہے جو خدا کے لئے آسمان میں نہیں ہے ان الفاظ سے غضب ناک ہوئے اور ان کو نرا دینا چاہی ملتے میں امیر المؤمنین علی علیہ السلام تشریف لائے اور عمر کے چہرے پر غصے کے آثار دیکھ کر فرمایا تم کیوں غضب ناک ہو؟ انہوں نے واقعہ بیان کیا تو حضرت نے فرمایا یہ تو کوئی اہم معاملہ نہیں ہے ، انہوں نے ساری باتیں بچ کہیں ہی ۔

حق سے مراد موت ہے جس سے یہ کراہت کرتے ہیں، نفلتے سے مراد مال و اولاد ہے، جس کو دست رکھتے ہیں، ابن دیکھی چیز سے مراد ذات و وحدہ لا شریک نیز موت، قیامت، بہشت، دوزخ اور صراط ہے جن میں سے کسی کو نہیں دیکھا ہے پھر ان کی گواہی دیتے ہیں، غیر مخلوق سے مراد قرآن ہے جس کو حفظ کرتے ہیں، صلوة بغیر وضو سے مراد رسول پر درود بھیجنا ہے جس کے لئے وضو کی ضرورت نہیں اور یہ کہنا کہ زمین میں میرے لئے وہ ہے جو خدا کے لئے آسمان میں ہیں تو اس سے مراد زوجہ ہے کیونکہ خدا کے لئے زوجہ اور اولاد نہیں۔

عمر نے کہا کادیہا مات ابن خطاب لہو کا علی بن ابی طالب (یعنی قریب تھا کہ عمر ہلاک ہو جائے اگر علی نہ پہنچ جاتے) ۱۴۱ کے بعد مؤلف لکھی کہتے ہیں کہ یہ بات (یعنی خلیفہ کہتے تھے کہ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا) اہل خبر کے نزدیک ثابت ہے اور ابابیر کی ایک بڑی جماعت نے اس کو نقل کیا ہے۔

صاحب مناقب کہتے ہیں کہ خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ بار بار کہتے تھے لا غشث فی امۃ لست فیہا یا ابالحسن (یعنی میں زندہ نہ ہوں اس اُمت میں جس میں تم نہ ہو اسے ابوالحسن (کنیت علی علیہ السلام) نیز کہتے تھے عفتت النساء ان سب دن مثل علی بن ابی طالب (عورتیں علی کی ایسی اولاد پیدا کرنے سے عاجز ہیں)۔

محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل میں اور شیخ سلیمان بن حفص نے بیابیع المودۃ بابا میں ترمذی سے نقل کرتے ہوئے بسند ابن عباس ایک فضل روایت لکھی ہے جس کے آخر میں کہتے ہیں کانت الصحابة رضی اللہ عنہم یرجعون الیہ فی احکام الکتاب و یأخذون عنہ الفتاوی کما قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی عدۃ مواطن لہو علی لہلک عمر۔ وقال صلی اللہ علیہ وآلہٖ و آلہٖ الصلوٰۃ علی بن ابی طالب (یعنی اصحاب رسول احکام قرآن میں علی علیہ السلام کی طرف رجوع کرتے تھے اور ان سے فتوے لیتے تھے، چنانچہ عمر ابن خطاب نے اکثر موافق پر کہا ہے کہ اگر علی نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا اور حضرت رسول خدا نے فرمایا ہے کہ اُمت میں سب سے بڑے عالم و دانا علی ابن ابیطالب ہیں وقت کے لحاظ سے اس منقر بیان پر غالباً آپ تصدیق کریں گے کہ مذہبی مناظروں اور علمی مباحثوں میں کبھی خلیفہ عمر کی کوئی شدت اور مضبوطی نہیں دیکھی گئی بلکہ وہ خود اپنی معذوری کا اقرار کرتے تھے اور اس بات کی تصدیق کرتے تھے کہ علیؑ ان کے فریادرس تھے اور خطرناک مراحل سے ان کو بچھا کر لاتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے متعصب علماء جیسے ابن حجر مکی صلوٰۃ تحرقہ فضل سیم میں ابن سعد سے نقل کرتے ہیں کہ عمر کہتے تھے القود باللہ من معضلة لیس لہا ابوالحسن یعنی علیؑ (یعنی میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں ایسے دشوار اور سخت مرحلے سے جس کے لئے ابوالحسن یعنی علیؑ موجود نہ ہوں)۔

حافظ! آپ نے آہستہ آہستہ بے لطفی میں شدت پیدا کر دی اور خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ جیسے انسان کی جو مسلمانوں کے لئے باعث فخر تھے، ان کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں کو بڑے بڑے فتوحات نصیب ہوئے، اور ساری جنگوں میں انہیں کے وجود سے لشکر اسلام کو فتح حاصل ہوئی ہے توہین کیا ہے، ایسی بزرگ ہستی کو بزدل اور چوڑا اور ان کی ذات کو مسلمانوں کا شکت کا ذمہ دار ثابت کرتے ہیں۔ آیا یہ مناسب ہے کہ آپ جیسا شریعہ، انسان خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ جیسے بزرگ حقارت کا جو مسلمانوں کے لئے سرمایہ فخر و مباہات ہیں اس قدر اہانت کر کے اور ہم بھی چپکے رہیں اور دم نہ ماریں۔

غیر طلب: آپ کو سخت غلط فہمی ہوئی۔ تعجب ہے کہ اتنی باتوں کے بعد بھی آپ نے مجھ کو صحیح طریقے سے نہیں پہچانا اور یہ سمجھتے ہیں کہ شاید میں اپنے جذبات اور جاہلانہ محبت و دشمنی کی بنا پر بغیر دلیل و برہان کے اشخاص کی تعریف یا مذمت کرتا ہوں یا بالخصوص اُن افراد کی جو تاریخ کے اندر نہرت رکھتے ہیں، چاہے جس طبقے کے ہوں، صرف ایک بڑا عیب جو اس طرح کے صلہ میں پایا جاتا ہے اور جو صدیوں سے مسلمانوں کے درمیان بدگفتی کا سبب بنا ہوا ہے غلط بنی اور بدگمان ہے جس پر حکم قرآن کے خلاف مسلمانوں کا عمل ہے۔ باوجودیکہ سورہ ۴۹ (مجادلہ) آیت ۱۲ میں کھلا ہوا ارشاد ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَدَعْ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمًا وَإِذَا ظَنَّنَا مَعًا لَّيْسَ مِنَّا لَهُ فَنَاءٌ وَلَا نَصِرُ لَكَ بِهِ شَيْئًا

کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں۔

چونکہ یہ جملے جو میں نے عرض کئے ہیں ایک شیعہ کی زبان سے نکلے ہیں لہذا آپ نے بدیہی سے کام لیتے ہوئے انکو دہانت سمجھا، حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے، کیونکہ جو کچھ آپ کے علاؤ موعظین نے لکھا ہے میں نے ایک لفظ اُس سے زیادہ نہیں کہا، ظاہر ہے کہ ہم اور آپ گزشتہ زمانہ میں نہیں تھے لیکن عقل کہتی ہے کہ صفات تاریخیہ کے رو سے ہم کو انخاص کے اچھے بُرے افعال کا فیصلہ کرنا چاہیے۔

دوبارہ اظہار حقیقت

آپ نے جو یہ فرمایا کہ میں نے خلیفہ عمر کی توہین کی ہے تو معاف کیجئے گا اس مقام پر آپ کو مغالطہ ہوا ہے۔ یا پھر آپ نے اس جیسے سے ہمارے مخالفین کو میٹر کا ناچا ہا ہے حالانکہ خلیفہ کے ہارے میں ہماری گفتگو بات کے پہلو سے نہیں تھی بلکہ میں نے تاریخ کا سچا واقعہ بیان کیا ہے اور خود ہمپ کے بڑے بڑے علماء مورخین نے جو کچھ لکھا ہے اس سے زیادہ نہ کچھ کہا ہے نہ کہتا ہوں۔ اب میں مجبور ہوں کہ پردہ افشاؤں اور مطلب کو زیادہ تشریح اور وضاحت سے بیان کروں تاکہ یہ یگانہ دفع ہو۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اسلام کے اہم فتوحات خلیفہ عمر کے مرہون منت ہیں، تو کسی کو اس سے انکار نہیں کہ حکومت عمر کے زمانے میں اسلام کو بڑے بڑے فتوحات حاصل ہوئے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی نہ بھولنا چاہیے کہ آپ کے اکابر علماء کی شہادت اور اقرار کے مطابق جیسا کہ قاضی ابوبکر خطیب نے تاریخ بغداد میں، امام احمد حنبل نے مسند میں، ابن ابی الحدید نے شرح نفع البلاغ میں نیز دوسروں نے لکھا ہے منام ملکی اور انتظامی امور میں بالخصوص فوج کشی کے موقع پر عتیق عمر حضرت علی عید السلام سے مشورہ کرتے تھے اور انہیں کی ہدایت کے مطابق عمل کرتے تھے۔

علاوہ ان چیزوں کے ہر دور اور زمانے کے اسلامی فتوحات میں فرق تھا۔ پہلی قسم اسلام کے ان ابتدائی فتوحات کی ہے جو خود حضرت عاتق الامینؑ کے عہد میں حاصل ہوئے اور جو امیر المومنین علی علیہ السلام کی ذات والا صفات کے مرہون منت تھے بقول شاعرؒ

سیا ہی لشکر نباید بکار / کہ یک مرد جنگی بہ از حد ہزار

وہ جو افراد تان جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے سرمایہ فخر و مہابت اور جس کا وجود لشکر اسلام کی فتح و فوری کامیابی تھا و امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے کیونکہ اگر آپ کسی جنگ میں موجود نہ ہوتے تھے تو فتح بھی حاصل نہ ہوتی تھی، چنانچہ خیر میں جب کہ آپ کو آئٹوب چشم تھا اور میدان میں جانا لیکن نہیں تھا مسلمانوں نے سپہ درپے شکست کھائی یہاں تک حضرت نے رسول اللہ کی دعا سے ٹٹا پائی اور دشمن ہر جگہ کے خیر کے قلعے فتح کئے۔

غزوہ احد میں جب سارے مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے تو صرف حضرت علی ہی تھے جو پیغمبر کی نصرت میں ثابت قدم رہے یہاں تک کہ باغ عیب نے ندا دی لا سیف الا ذوالفقار لا فتی الا علی (یعنی سوا ذوالفقار کے کوئی تلوار نہیں اور سوا علی کے کوئی جو نر نہیں)۔

اور دوسری قسم ان فتوحات کی ہے جو وفات پیغمبر کے بعد ہوئے اور وہ سب کے سب نامی بہادروں، اسلام کے بڑے سرداروں اور ان کا تدبیر جنگ اور تجربہ کاری کے ممنون احسان تھے کیونکہ وہ میدان جنگ میں طاقت ور دشمنوں

کے مقابل شجاعت و فداکاری اور جان بازی دکھا کر ان پر غلبہ حاصل کرتے تھے۔

لیکن ہماری گفتگو فتوحات اسلامی کے بارے میں نہیں تھی جو خلافتِ عطاء اور بالخصوص خلیفہ عمر کے زمانہ میں ہوئے بلکہ خلیفہ عمر کی ذاتی شدت و شجاعت اور پامردی کے موضوع پر تھی جن کے متعلق میں نے عرض کیا کہ تاریخ میں اس کا جو نہیں۔ حافظ، یہ اہانت نہیں ہے کہ آپ فرماتے ہیں خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ میدانِ جنگ سے بھاگے اور ان کا یہ عمل مسلمانوں کی شکست کا باعث ہوا؟

خیر طلب: اگر لوگوں کے تاریخی واقعات کا نقل کرنا اہانت ہے تو اس طرح کی اہانت کو خود آپ ہی کے بڑے بڑے علماء اور مورخین نے نقل کیا ہے اور میں نے بھی وہی کہا ہے جن کو آپ کے مورخین نے درج کیا ہے لہذا اگر آپ کا کوئی اعتراض یا اشکال ہے تو اپنے ہی علماء پر وار کیجئے۔

حافظ: کس جگہ ہمارے علماء نے لکھا ہے کہ خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ میدانِ جنگ سے بھاگے اور کہاں مسلمانوں کی شکست کا باعث بنے؟

خبر میں ابو بکر و عمر کی شکست

خیر طلب: ان حضرات نے لڑائی کے بہت سے میدانوں میں شکست کھائی جن میں سے ایک خاص واقعہ جنگِ خیبر کا ہے۔ چونکہ حضرت علی علیہ السلام کی آنکھیں درد کر رہی تھیں لہذا پہلے بروزِ حضرت رسول خدا نے فوجِ اسلام کا علم ابو بکر کو دیا، یہ مسلمانوں کے سردارِ لشکر بن کر یہودیوں کے مقابلے پر گئے اور غرقِ سی لڑائی کے بعد شکست کھا کر واپس آ گئے، دوسرے روز نشانِ فوج عمر کو دیا گیا لیکن یہ ابھی یہودیوں کے مقابل بھی نہیں پہنچے تھے کہ ڈر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

حافظ: آپ کے یہ بیانات معنی شیعوں کے گھرے ہوئے ہیں ورنہ یہ حضرات بہت ہی دلیر اور بہادر تھے۔

خیر طلب: میں نے بار بار عرض کیا ہے کہ شیعہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے پیرو ہیں جو صادق و مصدق تھے۔ نہ ہم نے جھوٹ کہا ہے نہ کہتے ہیں کیونکہ جمیٹ کو گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں اور نہ ہم کو قطعاً حدیث گھڑنے کا کوئی ضرورت ہے غزوہ خیبر خاتم الانبیاء کے دور زندگی کا ایک اہم واقعہ ہے جو کئی روایات کے قیام علماء و مورخین نے لکھا ہے، چنانچہ جتنا اس وقت میرے پیش نظر ہے اس کو عرض کرتا ہوں۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی متوفی سنہ ۳۸۰ھ نے حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۱۸۱ میں، محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل ص ۱۱۱ میں سیرۃ ابن ہشام سے، محمد بن یوسف گنجی شافعی نے کفایت الطالب باب ۱۱ میں نیز

آپ کے دوسرے اکابر علماء و مورخین نے لکھا ہے۔ لیکن سب کے اقوال نقل کرنے کا وقت نہیں ہے البتہ ان سارے اقوال سے نہ بادہ اہم اور آپ کے نزدیک محل وثوق و اطمینان دو بڑے عالموں کی تصدیق پیش کرتا ہوں۔ محمد بن اسمعیل

بخاری نے اپنی صحیح جلد دوم مطبوعہ مصر ۱۳۲۵ھ میں اور مسلم بن حجاج نے اپنی صحیح جلد دوم مطبوعہ مصر ۱۳۲۵ھ میں سرکھا لکھا ہے فرجع ایضا منہزمًا یعنی (خلیفہ عمر) دو مرتبہ میدان جنگ سے بھاگ کر واپس آئے۔

اس مطلب کے واضح دلائل میں سے ابن ابی الحدید معتزلی کے وہ کھلے ہوئے اشعار ہیں جو انہوں نے اپنے سات مشہور قعیدوں میں سے جو آیات سے نام سے موسوم اور حضرت امیر المومنین کے فضائل میں نظم کئے گئے ہیں قعیدہ بابیہ میں باب خیر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

الم تخبر الا حیا در فی فتح حنین	فقیہا الذی اللہ الملت اعاجیب
وما اتی لاس الذین تعقد ما	وفرهما والفرقد علما حوب
وللتراية العظمی وقد دھبا بیھا	ملا بس ذل نوقھا وجلا بیب
یشاہما من ال موسی شمر دل	طویل یجا والسیف احید یعوب
یبع متوناً سیفہ و سنانہ	ویلہب ناماً اُعبدہ والا تابیہ
احضریہما ام حضراً خرج خاصب	وذا نھما ام ناعماً الخد مضوب
عند ترکما ان الحمام یمیغض	وان لقاء النفس للنفس محیوب
لیکرہا طعام الموت والموت طالب	فکیف یلد الموت والموت مطلوب

(مطلب یہ کہ آیاتم نے فتح خیر کا راستہ انہیں سنی ہے جس میں عجیب عجیب نکات و رموز پوشیدہ ہیں، اچھے سے عقلمند حیران ہیں۔ چونکہ وہ دونوں (ابوبکر و عمر) علم سے کوئی انسان اور عبادت کی عادت نہیں رکھتے تھے لہذا بجا لکھ رہے ہوئے حالانکہ جانتے تھے کہ میدان جہاد سے بھاگنا ایک کفر آمیز گناہ ہے۔ اور جو با عظمت نشان فوج لے گئے تھے اُن کو بھی ذلت و خاری کا جام پہنا دیا۔ کیونکہ یہودی سرداروں میں سے ایک بہادر اور بلند قامت جوان برہنہ تلوار لئے ہوئے ایک کوہ پیکر گھوڑے پر سوار پُر شہرت و شہرت مرغ کی طرح جس کو موسم بہار کی ہوا اور سبز سے نئے قومی بنا دیا ہو اُن پر حملہ آور ہوا۔ گویا وہ خوبصورت ہند کی لگاٹے ہوئے معشوقوں کی طرف جارہا تھا۔ اس کی تلوار اور نیزے کی بجلی آتش مرگ کی شعلہ میں نکلتی دیکھ کر یہ دونوں ڈر گئے (پھر ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ) میں آپ (دونوں صاحبان) (ابوبکر و عمر) کی جگہ پر غور خواہی کرتا ہوں، موت ہر شخص کی نظر میں کہ (اور زندگی محبوب ہے۔ لہذا آپ بھی موت سے بیزار تھے، حالانکہ موت ہر شخص کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ پس کہیں تک آپ موت نہ پہنچتے اور اس کا مزہ چکھتے) اب غالباً آپ تصدیق کریں گے کہ میں رہبانیت کا ارادہ نہیں رکھتا تھا بلکہ فقط یہ سمجھانے کے لئے تاریخی واقعات نقل کئے تھے کہ لڑائی کے میدانوں میں خلیفہ کے اندر کوئی ذاتی شدت و درشتی اور شجاعت نہیں تھی جس سے استاذ اعلیٰ الکفار میں شامل ہو سکیں بلکہ طاقور دشمن کے مقابلے میں جگہ چھوڑ کر جنگ سے منہ موڑ لیتے تھے آپ اگر غرور و انصاف کی پوری نظر ڈالیں تو تصدیق کریں گے کہ اس بلند صفت کے حامل بھی ملے تھے جو تمام معرکوں میں کفار پر شدید انصاف اور غالب رہتے چنانچہ خدائے تعالیٰ سورہ عہ (مائدہ) آیت ۵۹ میں اس کی توثیق

فرماتا ہے ارشاد ہے یا ایہا الذین امنوا من یرئد منکم من دینہ فاقبلوا فی اللہ یقوم بحتہم ویجوزہ
 اذلت علی المؤمنین اعداۃ علی الکافرین یجاہدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومة لائم ذالک فضل اللہ
 یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم دین اے ایمان لانے والو تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو عنقریب
 خدا ایسی قوم کو لائے گا جن کو وہ دوست رکھتا ہے اور وہ بھی خدا کو دوست رکھتے ہیں، مومنین سے انکار اور فرتنی اور کافروں
 سے عظمت و افتخار کے ساتھ پیش کرتے ہیں (جیسے علیؑ اور ان کے پیرو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور اس راستے میں کسی ملامت
 کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور خدا کی رحمت دینے ہے، وہ ہر شے
 کی حالت سے خوب واقف ہے)۔

حافظ: تعجب ہے کہ آپ اپنی خوش بیانی سے اس آیت کو جو ان تمام مومنین کی شان میں ہے جن میں یہ غنیمتیں
 موجود تھیں اور خدا کا لطف و کرم جن کے شامل حال تھا زبردستی علیؑ کرم اللہ وجہہ کی شان میں ثابت کر رہے ہیں۔
 خیر طلب: آپ نے مکرر تجربہ کیا ہے اور دیکھا ہے کہ میں نے اب تک بلا دلیل کوئی بات نہیں کہی ہے جیسا کہ
 آپ نے برابر یاد کیا ہے اور ان کا جواب سنا ہے لیکن پھر بھی اعتراض کرتے ہیں۔ بہتر یہ تھا کہ آپ سوال کے انداز میں
 فرماتے کہ اس دعوے پر دلیل کیا ہے تاکہ میں جواب عرض کر دیتا۔ اب آپ کے ارشاد کا جواب پیش کرتا ہوں۔
 پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر یہ آیت تمام مومنین کے لئے نازل ہوئی ہوتی اور وہ سب اس کے مصداق ہوتے تو میدان
 جنگ سے ہرگز فرار نہ کرتے۔

حافظ: آیا یہ انصاف ہے کہ مومنین اور اصحاب رسولؐ کو جنہوں نے اس قدر جنگیں کیں اور فتوحات حاصل کئے آپ
 امانت آمیز انداز میں فرار کرنے والے بتا رہے ہیں؟
 خیر طلب: اول تو میں نے کوئی امانت کی کوشش نہیں کی ہے بلکہ ان کی کیفیت بیان کی ہے۔ دوسرے ان کو میں نے
 فرار نہیں کہا ہے بلکہ تاریخ ہی بتاتی ہے۔ گویا آپ حضرات اصدا و حنین کی لڑائیوں میں مومنین اور صحابہ کفار کرتا معمول ہی گئے
 جب کہ بالعموم حتیٰ کہ کبار صحابہ بھی چل دیے تھے اور پیغمبر اسلامؐ کو کفار کے مقابلے میں تنہا چھوڑ دیا تھا، جیسا کہ طبری اور آپ کے
 دوسرے بڑے مؤرخین نے لکھا ہے۔

یہ کیونکر ممکن ہے کہ ان لوگوں نے میدان جنگ میں پیٹھ دکائی؟ اچھا اسے حدیث اور رسولؐ خدا کو دشمنوں کے سامنے اکیلے
 چھوڑ دیا وہ خدا و رسولؐ کے محبوب ہوں۔

تیسرے اس آیت کا علیؑ عیر اسلام کی شان میں نازل ہونا میں نے نہیں بتایا ہے بلکہ آپ ہی کے بڑے بڑے علماء جیسے
 ابوالاسحاق امام احمد ثعلبی جن کے متعلق آپ کا عقیدہ ہے کہ اصحاب حدیث کے امام تھے اپنی تفسیر کشف البیان میں کہتے ہیں، اکبر
 آیر شریف علی ابن ابی طالب کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ تمام صفات مندرجہ آیت کا حامل سوا حضرت کے اور کوئی نہیں تھا۔

اور ساری جھٹکیں لڑائیوں میں جو رسول اللہ کو پیش آئیں اپنے یا بیگانے کسی مؤرخ نے نہیں لکھا ہے کہ علی علیہ السلام نے ایک مرتبہ بھی میدان جنگ اور جہاد فی سبیل اللہ سے متہ موڑا ہو۔ یہاں تک کہ جنگ احد میں جب تمام اصحاب بھاگ گئے تو سخت جنگ مغلوبہ اور مسلمانوں پر دشمنوں کی پانچ ہزار سوار و پیادہ فوج کے حملے میں رسول اللہ کے چچا جناب حمزہ سید الشہداء کی شہادت کے بعد جو تنہا انسان میدان میں جارا ہوا اور فتح و فیروز کی آخری منزل تک ثابت قدم رہا وہ مولانا امیر المومنین علی علیہ السلام تھے باوجودیکہ تقریباً نوے زخم بدن مبارک پر لگے تھے، کثرت سے خون نکل جانے کا وجہ سے سارے اعضا نڈھال ہو رہے تھے، اور متعدد بار آپ زمین پر تشریف لائے لیکن ثابت قدمی کے ساتھ رسول اللہ کی حفاظت کی اور جنگ مسلمانوں کے حق میں تمام کی۔

حافظ، کیا یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ آپ صحابہ کبار کو فرار کی نسبت دیں حالانکہ تمام اصحاب اور دونوں برحق خلیفہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر دائرہ وار رسول اللہ کے گرد پھرتے تھے اور ان حضرات کی حفاظت کرتے تھے۔

خیر طلب: آپ تو ایسی باتیں کر رہے ہیں کہ گویا تاریخ پڑھی ہی نہیں ہے۔ مؤرخین نے عام طور سے لکھا ہے احد و حنین اور خیبر کی جنگوں میں تمام صحابہ بھاگ گئے تھے۔ خیبر کے متعلق اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ حنین میں بھی مسلم ہے کہ سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے تھے، چنانچہ حمیدی جمع بن الصمیمین میں اور علی سیرۃ الجلید جلد سیم ص ۱۲۷ میں کہتے ہیں کہ سوا چار نفر کے تمام اصحاب فرار کر گئے علی علیہ السلام اور عباس پیغمبر کے آگے، ابوسفیان بن حارث ان حضرات کے مرکب کی لگام تھامے ہوئے اور عبداللہ ابن مسعود ان حضرات کے بائیں جانب کھڑے ہوئے تھے۔ اور احد میں تو بالعموم سارے مسلمانوں کے بھاگنے سے کسی نے بھی انکار نہیں کیا ہے۔ بہتر ہے کہ سیرت و تاریخ کا مطالعہ کیجئے تاکہ آپ پر حقیقت آشکار ہو جائے خصوصیت کے ساتھ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جلد سیم ص ۲۷ میں حافظ ناصبی کی ہرزہ برائوں کو رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ فرار المسلمون یا جمعہم لا اراہ علی فانزیر وطلحة و ابو وجانہ یعنی احد کے روز تمام مسلمان بھاگ گئے سوا ان چار نفر (علی، زبیر، طلحہ اور ابو وجانہ) کے۔ پس جب سارے مسلمانوں میں سے صرف چار افراد کو متشتی کیا، تو ظاہر ہے کہ ابوبکر، عمر اور عثمان بھی بھاگنے والوں میں سے تھے۔ لہذا جبریل نے ندا دی لا سیف الا ذوالفقار و لا علی۔ چنانچہ آپ کے اکابر عطاء اور بزرگ مؤرخین مثلاً ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں، نور الدین مالک نے ضوالیہ ص ۱۱ میں اور دوسروں نے درج کیا ہے کہ جیسا پہلے عرض کر چکا ہوں اسی روز ندا دی کا آواز اور بائیں کی ندا بلند ہوئی لا فقی الا علی لا سیف الا ذوالفقار، یعنی نہیں ہے کوئی اور بزرگ سوا علیؑ، کیا انہیں حصہ کوئی تو اس وقت انھار کے (جو حضرت علیؑ کی تلوار تھی)۔

تمام لڑائیوں میں حضرت کو تائید الہی حاصل تھی اور لاکھ آپ کی نصرت و نگہبانی پر آمادہ رہتے تھے، چنانچہ محمد بن یوسف گنجدی ثانی کفایت الطالب بائیں میں اپنے اسناد کے ساتھ عبداللہ ابن مسعود سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا ما بعث علی فی سربۃ الا رایت جبریل من یمینہ و میکائیل من یسارہ والصحابۃ نطلہ حتی یروقہ اللہ انھم

(یعنی حیب بھی کسی جنگ میں علی تنہا بھیجے گئے تو میں نے دیکھا کہ جبریل ان کے داہنی جانب میکائیل بائیں جانب اور ایک ابر ان پر سایہ کئے ہوئے ہے یہاں تک کہ اللہ نے ان کو فتح عنایت کی)۔

اور امام ابو عبد الرحمن نسائی حضانہ العلومی حدیث ۲۷۳ میں نقل کرتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام سیاہ عمامہ پہنے ہوئے لوگوں کے سامنے آئے اور اپنے باپ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جنگِ خیبر میں جس وقت حضرت علیؑ قلعے کی طرف گئے تو یقیناً جبریل بن میمنہ و میکائیل بن یساکہ (یعنی جبریل ان کے داہنی طرف اور میکائیل بائیں طرف جنگ کر رہے تھے) حرمِ عقیقہ لہذا تمام لڑائیوں میں نصرت و نظر حضرت کی تلوار کے زیر سایہ رہتی تھی، چنانچہ آپ انتہائی شدت و شہادت کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کرتے تھے یہاں تک کہ فتحِ یاب ہوتے تھے، خدا و رسولؐ کے محبوب فرما پاتے تھے اور دو مقرب فرشتے جبریل و میکائیل حاضر خدمت ہو کر آپ کے دونوں طرف جنگ کرتے تھے حتیٰ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اسلام صرف علیؑ علیہ السلام کی تلوار سے مضبوط ہوا۔

علیؑ خدا و رسولؐ کے محبوب تھے

چوتھے اسی آیت میں ارشاد ہے کہ جو لوگ ان صفات کے حامل ہیں خدا ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ بھی خدا کو دوست رکھتے ہیں یہ عیسویت کی صفت امیر المومنینؑ کے خصوصیات میں سے ہے اور اس مقصد پر دلائل بکثرت ہیں جن میں سے ایک روایت یہ ہے جس کو محمد بن یوسف گنئی شافعی نے کفایت الطالب باب میں اپنے اسناد کے ساتھ عبد اللہ ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک روز میں اپنے باپ عباسؓ کے ساتھ رسول اللہؐ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ علیؑ علیہ السلام وارد ہوئے اور سلام کیا، رسول اللہؐ جواب سلام دینے کے بعد بشارت کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھے، علیؑ کو آنکھوں میں سے کران کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور اپنے داہنی جانب بٹھایا۔ میرے باپ عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آیا آپ ان کو دوست رکھتے ہیں ان حضرت نے فرمایا اے چچا واللہ! شد جالہ منی (یعنی خدا کی قسم محمدؐ سے زیادہ ان کو اللہ دوست رکھتا ہے)۔

فتحِ خیبر میں حدیثِ راہت

امیر المومنینؑ کے محبوب خدا اور میدانِ جنگ میں لڑاؤ غیر فرار ہونے پر سب سے بڑی دلیل حدیثِ راہت ہے جو آپ کے معتبر صحابہ میں درج ہے اور سوانحی یا متعصب مخالفت کے اکابر علانے اہل سنت میں سے کسی نے اس سے انکار نہیں کیا ہے۔
نو اب: قبلہ صاحب حدیثِ راہت کہا ہے؟ متمنی ہوں کہ اگر رحمت نہ ہو تو اس کے اسناد کا سلسلہ بیان فرمائیے۔

خیر طلب: فریقین (شیعوں و سنی) کے اکابر علماء و مورخین نے بالاتفاق حدیث راایت کو نقل کیا ہے۔ مثلاً محمد بن اسمعیل بخاری نے اپنی صحیح جلد دوم کتاب الجہاد والسیر باب دعا والقیۃ نیز صحیح جلد سیم کتاب الغازی باب غزوہ خیبر میں، مسلم بن حجاج نے اپنی صحیح جلد دوم ص ۳۲ میں، امام ابو عبد الرحمن نسائی نے حقائق العلوی میں، ترمذی نے سنن میں ابن حجر عسقلانی نے اصباح جلد دوم ص ۵۵ میں، محدث شام نے اپنی تاریخ میں، احمد ابن حنبل نے مسند میں، ابن ماجہ و نسائی نے سنن میں، شیخ سلیمان بلخی حنفی نے یتابع المودۃ باب میں، اسبط ابن جوزی نے تذکرہ میں، محمد بن یوسف کجی شافعی نے کفایت الطالب باب میں، عمر بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل میں، حافظ ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں، ابوالقاسم طبرانی نے اوسط میں اور ابوالقاسم حسین بن محمد رغبی (اصفہانی) نے محاضرات الاولیاء جلد دوم ص ۲۱ میں، غرض کہ عام طور پر آپ کے موضوعین و محدثین نے اپنی معتبر کتابوں میں اس حدیث کو نقل کیا ہے یہاں تک کہ حاکم کہتے ہیں ہذا حدیث دخل فی حد المتواتر (یعنی یہ حدیث حد متواتر میں داخل ہے) اور طبرانی کہتے ہیں فتح علیٰ الخیر ثبت یا المتواتر (یعنی خیبر میں ٹکی کی فتح تواتر سے ثابت ہے) روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس زمانے میں لشکر اسلام خیبر کے قلعوں کا محاصرہ کئے ہوئے تھا تو ابو بکر اور عمر کی عداوت میں جیسا کہ میں اشارہ کر چکا ہوں لشکر اسلام کے تین مرتزق شکست کھا کر بھاگنے کے بعد اصحاب ان پر درپے شکستوں سے جن کے مسلمان عادی نہیں تھے اور وہ بھی نااہل و ہودہ کے مقابلے میں) متاثر اور دلی شک ہوئے تو رسول اکرم نے اصحاب کی تقویت قلب اور فتح و فیروز کی بشارت کے لئے فرمایا واللہ لاعطین الراية عذار حیلہ کو اس اغیر فرار یغیر علیٰ ید یدہ یحبت اللہ ورسولہ و یحبت اللہ ورسولہ (یعنی خدا کی قسم میں ضرور بالفرض وکل ایسے مرد کو علم دوں گا جو دشمنوں پر بڑھ بڑھ کے حملہ کرنے والا ہوگا اور بھاگنے والا نہ ہوگا۔ خدا اس کے ہاتھوں پر فتح عنایت کرے گا۔ وہ خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول اس کو دوست رکھتے ہیں۔) اس رات تمام اصحاب اس نغمہ میں جاگتے رہے کہ دیکھیں کل فیض و ثمر کس کو ملتا ہے، جب صبح ہوئی تو سب اذات حرب پچھ لپچھ کر اپنے کو پیغمبر کے سامنے آیا کرنا شروع کیا، اسوقت آنحضرت نے ہماکے اوپر ایک نظر ڈالی اور فرمایا یا ابی داؤد بن علی بن ابی طالب کہاں میں میرے بھائی اور بھائی کے بیٹے علی ابن ابیطالب۔

علی کو کہ حلال ہر مشکل دوست علی کو کہ مفتاح تفضل دل دوست

لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کو اتنا سخت آثوب چٹم ہے کہ حرکت نہیں کر سکتے، آپ نے سلمان سے فرمایا کہ ان کو بلاؤ، سلمان گئے اور علی کا ہاتھ پکڑے ہوئے اس حالت سے خدمت رسول میں حاضر ہوئے کہ آپ کی آنکھیں بند تھیں آپ نے سلام عرض کیا کہ آنحضرت نے جواب سلام کے بعد فرمایا کیفیت حالت یا ابی الحسن کیا حال ہے تمہارا اے ابو الحسن؟ عرض کیا بحمد اللہ خیر اصداء ہر اصداء یعنی کا الیوم معہ (یعنی بحمد اللہ خیریت ہے) میرے سر اور آنکھوں میں اتنا درد ہے کہ میں کچھ دیکھ نہیں سکتا، فرمایا ادن متی میرے پاس آؤ، آپ قریب آئے قیصق فی عینہ و دعا لہ فیروا حتی کان لہر مین یہ و یح د یعنی ان حضرت نے آپ کی دونوں آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور دعا فرمائی فوراً آنکھیں کھل گئیں اور مرض اس طرح سے دفع ہوا کہ گویا کہیں درد تھا ہی نہیں! پھر اسلام کی فتح و فیروز کا نشانہ

عطا فرمایا، آپ نے غیر کئے ظلموں پر چڑھائی کی، یہودیوں سے جنگ کی، حرب، حارث، ہشام اور علقمہ وغیرہ کے ایسے افسروں اور بہادروں کو قتل کیا اور خیر کے قلعے فتح کئے۔

ابن صباغ مالکی نے فتول المہملہ ص ۱۱ میں یہ روایت صحاح ستہ سے نقل کی ہے۔ نیز محمد بن یوسف گنجی شافعی لغایت الطالب باب ۱۴ میں روایتیں لکھنے کے بعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے منصوص شاعر حسان بن ثابت موجود تھے انہوں نے حضرت علیؑ کی مدح میں فی البدیہ یہ اشعار نظم کئے۔

وکان علی امر مد العین یتقی	دواعق لہم یحس مد ادیا
شفا دسول اللہ منہ یتقلہ	فیورک مرقیا ویورک لاقیا
وقال ساعطی التوایة الیوم فارسا	کدیا شجاعا فی الحروب عاصبا
یحجب الالہ والالہ یحجبہ	بلہ یفقه اللہ الحصون الادایا
فخص بہادون الیرمۃ کلہا	علیا وسباہ الوصی الموأخیا

(یعنی علیؑ کو آشوب چشم تھا جس کے علاج کی ضرورت تھی لیکن جب کوئی معالج نہیں ملا تو رسول اللہ نے اپنے لعابِ بہن سے شفا بخشی پس معالج اور مرینق دونوں بابرکت ہیں اس حضرت نے فرمایا کہ آج میں ایسے شہسوار کو علم دوں گا جو بہت دیر شجاع اور جنگوں میں میرا مددگار رہے۔ وہ اللہ کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اس کو دوست رکھتا ہے چنانچہ اس کے ذریعے دشمنوں کے قلعوں پر فتح دے گا۔ اس کے بعد ساری دنیا کو چھوڑ کر صرف علیؑ کو منتخب کیا اور ان کو اپنا وصی اور عیالیٰ قرار دیا۔ ۲۔ (ترجمہ غنی عند) ابن صباغ مالکی نے صحیح مسلم سے نقل کیا ہے کہ عمر ابن خطاب نے کہا میں نے کیسے علمداری کی تمنا نہیں کی لیکن اس روز مجھ کو اس کی ہوس تھی اور میں بار بار اپنے کو پیغمبر کے سامنے نمایاں کر رہا تھا کہ شاید بلا لیں اور یہ مشرف مجھی کو نصیب ہو جائے لیکن اس کے باوجود علیؑ کو طلب فرمایا اور یہ نحران کے حصے میں آیا۔

سبط ابن جوزی نے تذکرہ مصنفین میں اور امام ابو عبد الرحمن احمد بن علی نسائی نے خصائص العلوی میں بارہ روایتیں اور حدیثیں نقل کرنے کے بعد خیر بن عمارؒ کی اس کے موضوع پر بھی عمر کی روایت اور ان کی آنروے علمداری اٹھارہویں حدیث میں نقل کی ہے نیز جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں، ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں اور ابن شیرین فردوس الاخبار میں نقل کرتے ہیں کہ عمر ابن خطابؓ کہتے تھے، علیؑ کو تین چیزیں ایسی دی گئیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھ کو مل جائی تو میں اس سے زیادہ پسند کرتا تھا کہ سرخ بالوں کے اونٹ میرے قبضے میں ہوں (۱) علیؑ کے ساتھ فاطمہؓ کی نزدیکی (۲) ہر حالت میں مجھ کے اندر سکونت، اور یہ امر سوا علیؑ کے اور کسی کے لئے حلال نہیں تھا (۳) اور فتح خیر میں آپ کی علمداری۔ خلاصہ یہ کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام اُمت کے درمیان تمنا جو شخص خدا اور رسول کا محبوب قرار پایا وہ علیؑ علیہ السلام تھے۔ اور حدیث طبرہمی جو گذشتہ شب میں ذکر ہو چکی ہے خدا و رسول کے نزدیک حضرت کی محبوبیت پر دوسری دلیل ہے اور یہ باتیں سوا جاہل و بے خبر یا ہٹ دھرم اور متعصب

لوگوں کے کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

آپ کے موثق راویوں کے نقل کئے ہوئے ان دلائل کے بعد جن میں سے کچھ نمونے کے طور پر پیش کئے گئے ثابت ہوا کہ تمام صفات حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کے مجموعہ اور آیہ شریفہ میں بھستہ و بھستوتہ کے مصداق امیر المؤمنین علیہ السلام تھے نہ کہ دوسرے مومنین یا صحابہ۔ اب آپ حضرات کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ میرا مقصد اہانت نہیں تھا بلکہ اصل واقعہ اور تاریخی حقیقت عرض کی گئی تھی جس کو خود آپ کے علماء صحیح دلیلوں سے ثابت کرتے ہیں اور واضح ہوتا ہے کہ لڑائی کے میدانوں اور علمی مباحثوں میں آیہ شریفہ اشداء علی الکفار سے مراد علی علیہ السلام تھے۔

علاوہ میری گفتگو کے آپ کے بڑے بڑے علماء اقرار کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ ہی کی تعریف میں نازل ہوئی، چنانچہ اس وقت جس قدر میرے پیش نظر سے عرض کرتا ہوں، محمد بن یوسف گنئی شافعی متوفی ۲۵۸ھ کھاتہ الطالب بانی میں رسول اکرمؐ کی یہ حدیث نقل کرنے کے بعد کہ جو شخص آدم و نوح اور ابراہیم کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علیؑ کو دیکھے کچھ اور باریں بیان کرتے ہیں یہاں تک کہ کہتے ہیں علیؑ وہ شخص ہیں جن کی تعریف خدا نے قرآن میں اس آیت کے ساتھ کی ہے والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم الخ (چنانچہ اسی کتاب میں تفصیل سے اس کا بیان ہو چکا ہے) اور خدائے تعالیٰ نے آپؐ کو اہل شریفی میں گواہی دینا ہے کہ علیؑ علیہ السلام کفار پر غالب اور سخت تھے، کیونکہ اگر بڑے بڑے معرکوں میں حضرت کی شجاعت و فائز مناظروں اور مباحثوں میں ان بزرگوار کے علمی دلائل اور مشکل مسائل میں آپ کے منطقی جوابات نہ ہوتے تو اسلام کے اندر کوئی رونق اور مسلمانوں کا کوئی اقتدار نہ ہوتا۔

چنانچہ محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل میں رسول اکرمؐ سے نقل کیا ہے کہ فرمایا اسلام نے فقط علیؑ کی شمشاد و خدیجہ کے مال سے طاعت پکڑ لی۔ لہذا علیؑ علیہ السلام اس مقام و مرتبہ کے لئے ہر ایک سے زیادہ اولیٰ و اہل اور مستحق تھے اور جو آپؐ نے یہ فرمایا کہ رحماء بینہم عثمان ابن عفان کا شان میں ہے اور تیسرے نمبر پر ان کے منصف خلافت کا اشارہ ہے کیونکہ وہ بہت رفیق القلب اور رحم دل تھے۔ نوافس سے کہ یہ عقیدہ بھی تاریخی شہادت کی روشنی میں ان حالات و اخلاق سے میل نہیں کھاتا۔ اس مقصد پر دلائل بہت ہیں لیکن دل میں پہنچ کے ٹھہر گیا۔ آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اسی قدر گفتگو پر اکتفا کیجئے اور اس موضوع سے چشم پوشی فرمائیے۔ ورنہ میں ڈرتا ہوں کہ آپ کو رنج پہنچ جائے گا۔ حافظ! جب آپ دلائل و براہین اور اس واقعہ بیان کیجئے گا تو کہیں ان کو دل و دماغ نہیں ہے۔ لہذا اگر غش باتوں کے علاوہ کچھ دلیلیں ہیں تو بیان فرمائیے۔

خیر طلب! اول تو یہ کہ میں غش بولنے والا انسان نہیں ہوں، چنانچہ حاضرین جلسہ گواہ ہیں کہ ان راتوں میں مجھ کو خوش باتیں سُنتا پڑیں لیکن ان کا جواب بھی میں نے صرف دلیل و برہان سے دیا۔

دوسرے دلائل اس کثرت سے ہیں کہ اگر میں ان سب سے استدلال کرنا چاہوں تو ہماری نشست کا یہ مختصر وقت

کافی نہیں ہے لیکن چونکہ آپ نے حکم دیا ہے لہذا ان میں سے بعض کا خلاصہ پیش کرتا ہوں تاکہ آپ حضرات خدمتِ اعلیٰ سے فیصلہ فرمائیں اور اپنی جگہ پر رحم و عطوفت اور رقتِ قلب کا اندازہ کریں۔

ابوبکرؓ و عمرؓ کے برخلاف عثمان کا طرز عمل

ہمارے اور آپ کے تمام مورخین مثلاً ابن خلدون، ابن خلکان اور ابن اعثم کو فی کا اتفاق ہے صحاحِ سنہ اور آپ کی معتبر کتابوں میں درج ہے، نیز مسعودی نے مروج الذهب جلد اول ص ۴۲ میں، ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ جلد اول میں اور آپ کے دوسرے علاؤ نے لکھا ہے کہ عثمان ابن عفان جب عہدہ خلافت پر پہنچے تو سنتِ رسولؐ اور سیرتِ شیعین (ابوبکر و عمر) کے خلاف عمل کرنے لگے۔

حالا تک فریقین اور تمام مورخین متفق ہیں کہ مجلسِ شوریٰ میں عبدالرحمن ابن عوف نے ان سے کتابِ خدا، سنتِ رسولؐ اور طریقہ شیعین پر سمیت کی تھی اور یہ شرط تھی کہ بنی اُمیہ کو دخل نہ کریں گے اور نہ ان لوگوں پر مستط کریں گے۔ لیکن جب معاملہ سمجھ گیا تو ان حضرات کی سیرت کے بالکل خلاف چلنے لگے اور کلمہ کھلا وعدے کے برعکس کیا۔ آپ خود جانتے ہیں کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے حکم سے عہد و پیمان کو توڑنا گناہ کبیرہ ہے اور آپ کے اکابر علماء و مورخین کی صراحت و شہادت کی بناء پر طریقہ عثمان نے عملاً نقص عہد کیا، سادے دور خلافت میں ذریعہ شیعین (ابوبکر و عمر) کے برخلاف عمل کرتے رہے، ابھی اُمیہ کو لوگوں کے جان و مال اور عزت پر مستط کیا اور یہ پہلا بہت بڑا دافع تھا جس نے ان کے دامن کو اکوٹھ کیا۔

حافظ، کیونکہ سنتِ رسولؐ اور سیرتِ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے خلاف عمل کیا؟

خیر طلب: پہلا قدم جو سنتِ رسولؐ اور طریقہ شیعین کے برخلاف اٹھایا وہ جیسا کہ مورخین نے تفصیل سے لکھا ہے اور مشہور و مقبول فریقین محدث و مؤرخ مسعودی نے مروج الذهب جلد اول ص ۴۲ میں مختصراً ذکر کیا ہے کہ بقرہ کا ایک نقش و نگار والا مکان تعمیر کرایا جہ میں ساگون اور سرو کے دروازے لگوائے کبیر مال و دولت جمع کیا اور اس کے علاوہ جیت تک زندہ رہے بنی اُمیہ وغیرہ پر بے جا بخشش و انعام کی بارش کرتے رہے (مثلاً بلادِ آرمینیا کا جنس جو ان کے لٹنے میں مدد فرماتا تھا بغیر کسی شرعی حوالہ کے) مردانِ عہد کو بخش دیا، بیت المال سے ایک لاکھ درہم دیے، چار لاکھ درہم عبد اللہ ابن خالد کو، ایک لاکھ درہم معون و طرید رسولؐ حکم ابن ابی العاص کو اور دو لاکھ درہم ابوسفیان کو بیت المال سے عنایت کئے (جیسا کہ ابن ابی الحدید نے بھی شرح نہج البلاغہ جلد اول ص ۴۱ میں لکھا ہے) اور جس روز وہ قتل کئے گئے ہیں ان کے ذاتی خزانچہ کی تحویل میں ایک لاکھ پچاس ہزار دینار اور دو کروڑ درہم نقد موجود تھے علاوہ ان کی اس جائداد کے جو دواوی القریٰ اور حنین میں تھی جس میں ایک لاکھ دینار اور صحرانوں کے اندر بے شمار گائیں بھیڑیں اور اونٹ تھے۔

ان کے اسی عمل کا نتیجہ تھا کہ بنی اُمیہ وغیرہ کے تمام بڑے لوگوں نے جن کو وہ برسرِ اقتدار رہے اُسے بھٹے ان سے زیادہ دولت جمع کی اور لوگوں کے اموال کو لوٹنے میں مشغول ہو گئے۔ انتہی

کیونکہ مشہور ہے اناس علی دین ملوکہ (یعنی لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں شیخ فرماتے ہیں)

اگر باغ رعیت ملک خور دیکھے
بر آوردن غلامان اور دست زبیر

اُس دور میں اس طرح کے افعال اور کثیر دولت کی فراہمی علاوہ اس کے کہ اُس زمانے کے محتاج و تنہا دست لوگوں کے مقابلے میں خلیفہ رسولؐ کے لئے عقلی و نقلی حیثیت سے بہت بُری بات تھی، اُن کے رفقاء ابوبکر و عمر کے رویہ اور طریقے کے بھی برخلاف تھی جب کہ وہ شور و غوغا کے روزِ عہدِ پیمان کر چکے تھے کہ اُن دونوں کے قدم بہ قدم چلیں گے۔

مسعودی مردح الذہب جلد اول ضمن حالات عثمان میں لکھتے ہیں کہ خلیفہ عمر اپنے بیٹے عبداللہ کے ساتھ حج کرنے گئے تو اُنے جانے میں دانتے کا خرچ سولہ دینار ہوا۔ انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا کہ ہم نے اپنے اخراجات میں اسراف کیا۔ اب آپ حضرت خلیفہ عمرؓ کے طریقہ زندگی اور عثمانؓ کی فضول خرچیوں اور زیادتیوں کے درمیان موازنہ کیجئے۔ تو عقیدت کیجئے گا کہ عثمانؓ کا طریقہ و کار عہدِ مینا کے بالکل برعکس تھا۔

عثمانؓ کا بنی اُمیہ کے بدکاروں کو ترقی دینا

دوسرے یہ کہ بنی اُمیہ کے فاسق و فاجر لوگوں کو جاہ و منصب دے دے کہ لوگوں کے جان و مال اور آب و ہوا پر مسلط کیا چنانچہ بلادِ مسلمین میں بنی اُمیہ کی حکومتوں سے ایک انتہائی پھیل گئی تھی را در رسول خدا و شیخین (ابوبکر و عمر) کے خلاف مرضی انھما کو عہدوں پر معین کر دیا جیسے اپنے ملعون چچا حکم بن ابی العاص اور اس کے بیٹے مردان ابن حکم کو جن کے لئے نابینہ گواہ ہے کہ یہ دونوں رسول اللہؐ کے زائدہ درگاہ، دھتکار رہے ہوئے۔ شہر بدر کئے ہوئے اور اُس حضرت کے اُشاد سے

مردود و ملعون تھے۔

حافظ: خصوصیت سے ان لوگوں کے مردود و ملعون ہونے پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟

بنی اُمیہ، حکم بن ابی العاص اور مروان خدا و رسولؐ کے ملعون تھے

خیر طلب: لعنت کی ویسے ہی وقیم کی ہیں۔ ایک عمومی حیثیت رکھتی ہے جس میں خدائے تعالیٰ نے بنی اُمیہ کو صریحاً شجرہ ملعونہ فرمایا ہے، سورہ مائدہ (بنی اسرائیل) آیت ۷۵ میں ارشاد ہے واللسجورۃ الملعونۃ فی القرآن یعنی قرآن

بن لعنت کیا ہوا درخت۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی، طبری، قرطبی، نیشاپوری، سیوطی، اشوکانی، اکوسی ابن ابی حاتم خطیب بغدادی، ابن مردودہ، حاکم، مقرئ، ہیثمی اور آپ کے دوسرے مفسرین و علماء نے اس آیت مذمت کے ذیل میں ابن عباس (خیر امت) رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ قرآن میں شجرہ ملعونہ سے مراد بنی امیہ تھے، کیونکہ رسول اکرمؐ نے ان لوگوں کو خواب میں دیکھا کہ بندروں کی شکل میں آپ کے محراب و مینار کو اپنی اُچھیل کود کا تختہ مشق بنائے ہوئے ہیں، بیدار ہونے کے بعد جبرئیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے اور خبر دی کہ یہ بندر بنی امیہ ہیں جو آپ کے بعد خلافت خصب کریں گے اور آپ کے محراب و مینار ایک ہزار ہینے تک اُن کے تصرف میں رہیں گے۔

امام فخر الدین رازی ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ تمام بنی امیہ میں رسول حکم بن ابی العاص کا نام خاص طور سے لیتے تھے پس بحکم قرآن مجید حکم بن ابی العاص ملعون ہے اس لئے کہ شجرہ ملعونہ میں سے ہے اور پیغمبر بالمقصود اس کا نام لعنت کے ساتھ زبان پر جاری فرماتے تھے اور فریقین (شیعہ و سنی) کے معتبر راویوں سے ان لوگوں کے مردود و ملعون ہونے پر کثرت سے حدیثیں مروی ہیں لیکن چونکہ ہم نے پہلے شب میں طے کر لیا ہے کہ احادیث شیعہ سے استدلال نہ کریں گے۔ لہذا فی الحال جس قدر آپ کے علماء نے لکھا ہے اور میرے پیش نظر ہے اسی میں سے بعض اقوال عرض کرتا ہوں تاکہ حقیقت ظاہر ہو جائے۔

حاکم نیشاپوری مستدرک جلد چہارم ۴۸۷ میں اور ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں حاکم سے نقل کرتے ہیں کہ یہ صحیح حدیث رسول خدا سے منقول ہے کہ اُن حضرت نے فرمایا ان اہلبیتی سیلقون بعدی من امتی قتلًا و تشدیداً وان اشتر قومنا لنا یعضاً بنو امیہ و بنو المغیرۃ و بنو اھنوزم و سمران بن الحکمہ کان طغلاً قال للہ البتہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو الذم و الملعون بن الملعون یعنی یقیناً میرے اہل بیت عنقریب میری اُمت کے باحقوں قتل اور پرگندگی میں مبتلا ہوں گے اور درحقیقت بنی امیہ بنی مغیرہ اور بنی اھنوزم ہماری عداوت میں سب سے زیادہ سخت ہیں۔ مروان ابن حکم اُس زمانے میں بچہ تھا تو اُن حضرت نے فرمایا کہ یہ چھپکلی کا بچہ چھپکلی اور ملعون پسر ملعون ہے۔

نیز ابن حجر نے ایک حدیث کے فاصلے سے عمر بن مرۃ الجہنی سے، طبری نے سیرۃ الخلیفہ جلد اول ۳۳۳ میں، بلاذری نے انساب جلد پنجم ۱۲۱ میں، سیبان بنی نے نیا بیع المودۃ میں، حاکم نے مستدرک جلد چہارم ۴۸۷ میں، دمیسی نے حیات الخیران جلد دوم ۲۹۱ میں، ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں، امام الحرم نے ذخائر العقبیٰ میں اور دوسروں نے بھی عمر بن مرہ سے نقل کیا ہے کہ ان الحکمہ بن ابی العاص استاذ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ہون موتہ فقال ابی ذوالہ علیہ لعنۃ اللہ و علی من ینخرج من صلبہ الا المؤمن منہم و ذلیل ما ھم (یعنی حکم بن العاص نے خدمت رسول میں آنے کی اجازت چاہی، اُن حضرت نے اُس کی آواز پہچانی تو فرمایا اُس کو اجازت دے دو اس پر اور اس کے صلب سے پیدا ہونے والی اولاد پر خدا کی لعنت ہو علاوہ اُن کے جو اُن میں سے مومن ہوں اور وہ بہت کم ہوں گے)۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر جلد پنجم میں آیۃ و الشجرۃ الملعونۃ اور اُس کے مفہوم کے ذیل میں ام المؤمنین

عائشہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے مروان سے کہا لعن اللہ ایٹاک وانت فی صلیبہ فانت بعض من لعنہ اللہ
 (یعنی خدا نے تیرے باپ پر لعنت فرمائی در آنحالیکہ تو اس کے صلیب میں موجود تھا ہذا تو بھی اس کا جز ہے جس پر خدا نے لعنت فرمائی)
 علامہ مسعودی مروج الذهب جلد اول صفحہ ۳۳۵ میں لکھتے ہیں کہ مروان ابن حکم رسول اللہ کا طریقہ اور راندہ درگاہ تھا جو مدینہ
 سے شہر بدر کر دیا گیا تھا۔ خلافت ابو بکر و عمر کے زمانے میں اس کو مدینہ آنے کی اجازت نہیں ملی لیکن حبيب عثمان غلیفہ ہوئے تو
 رسول اکرم اور ابو بکر و عمر کی سیرت و عمل کے خلاف اُس کو آنے کی اجازت
 دی اقام بنی الحمیہ کے ساتھ اس کو بھی اپنے پاس رکھا اور ان لوگوں پر ہد
 سے زیادہ مہربانی کرتے تھے۔

نواب: قبیلہ صاحب حکم بن ابی العاص کون تھا اور کن وجہ سے پیغمبر نے اُس کو دشمن کر دیا تھا؟۔

حکم بن ابی العاص

خیر طلب: حکم بن ابی العاص غلیفہ عثمان کا چچا تھا، جیسا کہ طبری، اثیر اور بلاذری نے انساب جلد پنجم ص ۱۱ میں لکھا ہے
 زمانہ جاہلیت میں یہ رسول اللہ کا ہمسایہ تھا اور اُن حضرت کو بہت اذیت پہنچاتا تھا خصوصاً بعثت کے بعد، یہ فتح مکہ کے بعد
 مدینہ میں آیا اور ظاہری اسلام قبول کیا لیکن برابر لوگوں میں اُن حضرت کی توہین کیا کرتا تھا جس وقت اُن حضرت چلتے تھے تو یہ
 پیچھے آکر آنکھ، سرمستہ اور ہاتھوں سے طرح طرح کی ٹھکیں بنا کر در فضیلت اُن حضرت کو اذیت پہنچاتا تھا۔ یہاں تک کہ نماز میں تمیز کے
 ساتھ انگلی سے اُن حضرت کی طرف اشارہ کرتا تھا چنانچہ اُن حضرت کی نفرین سے مستقل اسی طرح تشیع کی حالت پر قائم رہا۔ اس کے علاوہ
 فاجر العقل اور نیم مجنون بھی ہو گیا تھا۔ ایک روز اُن حضرت کے گھر پر گیا۔ آپ جوڑے سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ کوئی شخص
 اس کی طرف سے سفارش نہ کرے اب اس کو اور اس کے بیٹوں مروان وغیرہ کو مدینہ سے نکل جانا چاہیے، چنانچہ اُن حضرت
 کے حکم سے فیہ را مسلمانوں نے اُس کو طاعت کی طرف نکال باہر کیا۔ ابو بکر و عمر کے زمانے میں عثمان نے سفارش کی کہ حکم میرا چچا ہے لہذا
 آپ اجازت دیجئے کہ وہ مدینہ واپس آجائے لیکن ان دونوں صاحبان نے منظور نہیں کیا اور کہا کہ وہ رسول اللہ کا نکال ہوا اور
 شہر بدر کیا ہوا ہے ہم اس کو واپس نہیں لائے جتنے حبیب عثمان غلیفہ نے پیغمبر کو بلایا، ہر چند مسلمانوں اور اصحاب
 رسول نے اعتراض کیا لیکن انہوں نے کوئی اعتنا نہیں کیا بلکہ ان پر انعام و اکرام اور داد و دہش کی بارش کرتے رہے، مروان کو اپنا
 پیچھا کراد اور بار خلافت کا افسر بنایا اقام اشتر ابن اُمیہ کو اپنے گرد جمع کیا ان کو بڑے بڑے منصب اور نمایاں عہدے پر رکھے
 یہاں تک کہ حلیفہ دوم عمر کی پشین گوئی کے مطابق وہی لوگ اُن کی بد بختی کا سبب بنے۔

ولید فاسق نے نشے کی حالت میں نماز پڑھائی

من جلد ان کے ولید بن عقبہ بن ابی السبط بھی تھا جس کو کوفے کی ولایت و امارت پر بھیجا۔ ولید وہ شخص ہے کہ بنا بر رواست مسعودی مروج الذهب جلد اول ذیل حالات عثمان، پیغمبر نے اس کے بارے میں فرمایا تھا استہ من اهل النار یعنی وہ یقیناً اہل جہنم میں سے ہے۔ وہ فسق و فجور میں انتہائی بے باک تھا چنانچہ مسعودی مروج الذهب میں، البراءۃ اپنی تاریخ میں یوں تاریخ الخلفاء ص ۱۸۱ میں البراءۃ فرج اغا جلد چہارم ص ۱۸۱ میں امام احمد ابن حنبل مسند جلد اول ص ۱۸۱ میں طبری اپنی تاریخ جلد پنجم ص ۱۸۱ میں، بیہقی سنن جلد ہشتم ص ۱۸۱ میں، ابن اثیر کامل جلد سیم ص ۱۸۱ میں، یعقوبی اپنی تاریخ جلد دوم ص ۱۸۱ میں ابن اثیر اسد الغابہ جلد پنجم ص ۱۸۱ میں، اور دوسرے لوگ لکھتے ہیں کہ امارت کوفہ کے زمانے میں ایک مرتبہ رات بھر غصہ و عیش و عشرت گرم رہی، صبح کو جب موزن کی آواز آئی تو نشے کی حالت میں مسجد پہنچ گیا اور لوگوں کو سب کی نماز چار رکعت پڑھائی اس کے بعد کہا کہ اگر تم لوگوں کی خواہش ہو تو اور پڑھا دوں۔ ان میں سے بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ عرب کے اندر تھے کہ دیکھا جس سے تمام لوگ پریشان ہوئے اور عثمان کے پاس کیا گئے۔ من جلد ان کے مشہور و معروف آدمی معاویہ بھی تھا اس کو شام کا گورنر بنایا۔ اور ولید کے بعد سعید بن عاص کو کوفے بھیجا۔ ان دونوں کے حرکات سے تمام بلاد سین نظم و فساد سے بھر گئے، فریادیں بلند ہوئیں اور جشن و شادی جہاں سے آیا ایک فریاد کی تحریر ساتھ لایا لیکن اس کو دوبار خلافت سے دستکار دیا گیا۔

عثمان کی غلط کاریاں ان کے قتل کا باعث ہوئیں

جب رسول اللہ کی سنت و سیرت تھی کہ ابوبکر و عمر کے طور طریقے کے برخلاف ان کے یہ چال چلن مشہور ہوئے تو نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کے خون میں جوش پیدا ہوا اور ایک متحدہ محاذ قائم ہو گیا، پھر جو ہونا تھا ہوا۔ اپنے قتل اور بغیسی کے ذمہ دار وہ خود تھے کیونکہ انہوں نے اپنے کاموں پر نظر ثانی نہیں کی۔ امیر المومنین علیہ السلام کی نصیحت پر کان نہیں دھرے اور اپنے حاشیہ لیکن بجا امیر کی چکنی چٹری باتوں میں بھولے رہے یہاں تک کہ ان کی محبت میں اپنی جان سے ہاتھ دھوئے۔ جیسا کہ خلیفہ عمر نے اس کی پیشین گوئی کر دی تھی اس لئے کہ وہ عثمان کی خصلتوں سے واقف تھے چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ جلد سیم ص ۱۸۱ میں ابن عباس سے عمر کی گفتگو نقل کی ہے، یہاں تک کہ کہتے ہیں خلیفہ عمر نے جو نفر اصحاب شوم خا میں سے ہر ایک کے بارے میں کچھ نہ کچھ کہا اور کسی نہ کسی عیب کی گرفت کی۔ جب عثمان کا نام آیا اذلا ثا و اللہ لئن ولیہا یصلن بقی ابی معیط علی ذقاب الناس ثم لئنہن علیہ انہرب فتقتلہ۔ (یعنی تیرا مرتبہ آہ کھینچنے کے بعد کہا کہ اگر زام حکومت

عثمان کے ہاتھوں میں پہنچے گی تو وہ (بڑے بڑے عہدے دے کر) اپنی معیشت کو لوگوں کی گردنوں پر سوار کر دیں گے پھر یقیناً عرب ان کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے اور ان کو قتل کر دیں گے۔

نیز ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جلد اول ص ۱۱۱ میں جملہ مذکورہ نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ عمر کا اندازہ صحیح اُنٹرا کیونکہ جب عثمان غنیؓ کو جیسا عمر پیشین گوئی کر چکے تھے، بنی امیہ کو اپنے گرد جمع کر دیا ان کو لوگوں کی گردنوں پر سوار کر دیا اور ولایتوں کی گورنری عطا کی جس سے اُن لوگوں نے وہ کچھ کیا جو نہ کرنا چاہیے تھا۔ باوجودیکہ یہ ایسا کر سکتے تھے کہ اُن کو معزوں کر دیں، تبادلہ کر دیں اور مروان ملعون کو اپنے سے الگ کر دیں لیکن کیا یہاں تک کہ لوگوں میں ناراضگی پھیل گئی اور شورش و قتل تک نہ پہنچی۔ اُن کے سر پر یہ تمام آفتیں اور بدلتیں مروان اور ان کے دوسرے حاشیہ نشینوں کی لائی ہوئی نقیض اور اُمت کی درخواستوں سے بے اعتنائی ان کے قتل تک منجر ہوئی صاحبان انصاف! پتہ ہے کہ آپ تیسری صدی ہجری کے اپنے بزرگ اور مستند علیہ عالم محمد بن جریر طبری کی تاریخ ص ۳۵ کی طرف رجوع کیجئے جس میں لکھا ہے۔ وقد رای رسول اللہ ابا سفیان مقبلاً علی حمارہ ومعاویۃ یتوقیہ ویزید ابنہ یسوق بہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ المارکب واللقائد والسائق (یعنی پیغمبر نے دیکھا کہ ابوسفیان اپنے گھڑے پر سوار آ رہا ہے، معاویہ اُس کو آگے سے کیٹھن رہا اور اُس کا دوسرا بیٹا یزید پیچھے سے ہٹکا رہا ہے تو فرمایا کہ سوار کیٹھنے والے اور سہکانے والے تینوں پر خدا لعنت کرے۔ ۲۰)

اس کے بعد فیصلہ کیجئے کہ خلیفہ عثمان نے پیغمبر کے ملعون اور زندہ درگاہ اشخاص کو کس لئے عزت و احترام کے ساتھ اپنے اغوشِ محبت میں یا بلکہ اُن کو امارت و حکومت بھی عطا کی تاکہ وہ دین اسلام کے اندر انقلاب برپا کریں۔

خلیفہ کے ان افعال اور بنے ہوئے حکم پر صرف ہم ہی تعجب نہیں کر رہے ہیں بلکہ طبری اور ابن اثم کوئی جیسے آپ کے بڑے بڑے علماء نے بھی حیرت کا اظہار کیا ہے اور اپنی تاریخوں میں درج کیا ہے کہ جس وقت ابوسفیان نے خلافت عثمان کے شروع میں سرورِ بارِ اسلام اور نزولِ وحی و جبرئیل کا انکار کیا تو خلیفہ نے اُس کو قتل کیوں نہیں کیا اور فقط معمولی سی ناراضگی پر بات ختم کر دی، حالانکہ تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ایسا ملعون واجب القتل تھا۔ قاعتیروایا املی الایصاص ۵

لوگوں میں غم و غصہ پھیلانا قتل عثمان تک منجر ہوا

Presented by: <http://jafrilibrary.com>

جو کچھ عرض کیا جا چکا اس کے علاوہ نہج البلاغہ کے خطبہ ۱۳۷ اور اسکا طرح اس روایت پر توجہ کیجئے جو ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ جلد دوم (مطبوعہ مصر) ص ۴۸۲ میں خطبے کی شرح کرتے ہوئے طبری کی تاریخ بزرگ سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ کے بعض اصحاب نے مختلف مسووبوں میں خطوط لکھ کر مدینے کے اندر عثمان کی سرپرستی میں بنی امیہ کے ظلم و جور کے خلاف دعوتِ جہاد دی۔ اور ۳۳ھ میں عثمان کے عاملوں سے ناراض لوگوں کی ایک بڑی جماعت مدینے پہنچ کر خدمت امیر المؤمنینؓ میں حاضر ہوئی

اور حضرت کو درمیان میں ڈالا، آپ خلیفہ کے پاس تشریف لے گئے اور جہاں تک ممکن تھا اُن کو نصیحت کی کہ حال کے تبادلے اور طرز عمل پر نظر ثانی کریں، اُن کو حالات کے نتائج سے آگاہ کیا اور سمجھایا کہ یہ جان جو کھوں کا معاملہ ہے، یہاں تک کہ فرمایا وَاِنَّ اَشَدَّ اَللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ اِمَامَ هَذِهِ الْاُمَّةِ الْمَقْتُولِ فَاَنْتَ كَاَنْ يَقْتَالَ يَفْتَنُ فِي هَذِهِ الْاُمَّةِ اِمَامٌ يَفْتَنُ عَلَيْهِ الْقَتْلُ وَالْقِتَالُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (یعنی میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اس اُمت کے مقتول پیشوا نہ بنو گے) اس سے قبل کہا جا چکا ہے کہ اس اُمت میں ایک ایسا پیشوا قتل کی جائے گا جس کے مارے جانے سے روز قیامت تک قتل موقوف ہو گا دروازہ کھل جائے گا۔

لیکن مروان اور اموی معاویہ نے حضرت کا سچی نصیحتوں کا اثر نہ مونسے دیا۔ چنانچہ حضرت کی واپسی کے بعد عثمان نے حکم دیا کہ لوگ مسجد میں جمع ہوں، پھر منبر پر جا کر بجائے اس کے کہ شکایت کرنے والوں کی تابعت قلوب اور دل دہی کریں اور کہیں کہ متعین حال اس رقت سے معزول کئے گئے، اس طرح کی باتیں کہیں کہ رنجیدہ دلوں کو اور صدمہ پہنچا اور انجام حقیقہ عمر کے پیشین گوئی تک پہنچا یعنی عثمان ناراض جماعت کے ہاتھوں مارے گئے۔

پس قتل عثمان کا سبب اُن کی نادانیاں تھیں کہ بزرگوں کی نصیحتوں پر کان نہیں دھرے حتیٰ کہ اپنے پاداشِ عمل کو پہنچے، برخلاف ابوبکر و عمر کے کہ وہ امیر المؤمنین علیہ السلام کے نصائح کو سن کر اثر لیتے تھے اور قدر دان کر کے پورا فائدہ اٹھاتے تھے۔

اصحاب رسولؐ پر عثمانؓ کی زد و کوب

دوسرے یہ کہ وہ چند اصحاب رسولؐ جو تامع و غیر خواہ اور اُن کے غلط رویے پر معترض تھے اُن کے حکم سے اس قدر مارے پیٹے گئے کہ اکثر انہیں چوٹوں کے اثر سے مر گئے اور جو زندہ رہے وہ علیل و ناتوان ہو گئے۔

منجملہ اُن کے عبداللہ ابن مسعود تھے جو حافظ و قاری، محافظ بیت المال، کاتب قرآن اور رسول خدا کے خاص صحابی تھے یہاں تک کہ ابوبکر و عمر کے نزدیک بھی قابلِ احترام اور اُن کے مشیر کار تھے۔

خصوصیت سے ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ خلیفہ عثمانؓ عمر اپنے زمانہ مخالفت میں کوشش کرتے تھے کہ عبداللہؓ سے جدا نہ ہوں اس لئے کہ یہ قرآن اور احکام دین سے پوری واقفیت رکھتے تھے اور رسول اللہؐ نے اُن کی بہت تعریف فرمائی تھی چنانچہ ابن ابی الحدید اور دوسروں نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

ابن مسعود کی زد و کوب اور اُن کی موت

آپ کے علاوہ مورخین نے بالعموم لکھا ہے کہ جب عثمانؓ نے قرآن کو جمع کرنا چاہا تو کاتبوں سے تمام نسخے حاصل

کئے من جملہ ان کے عبداللہ ابن مسعود سے بھی جو کاتبین وحی میں سے اور رسول اللہ کے معتمد علیہ تھے ان کا قرآن طلب کیا لیکن انہوں نے نہیں دیا عثمان خود ان کے گھر پر گئے اور زبردستی ان سے قرآن وصول کیا جس وقت عبداللہ تے سنا کہ دوسرے قرآنوں کی طرح ان کا قرآن میں جلا دیا گیا تو ان کو بہت صدمہ ہوا چنانچہ مجالس و محافل میں جو حدیثیں ان کو قدح عثمان میں یا وضو بیان کرتے تھے اصلیت سے پرے اٹھاتے تھے اور اشادات سے لوگوں کو حقائق سمجھاتے تھے جب یہ خبریں عثمان کو پہنچیں تو ان کے حکم سے غلاموں نے جا کر عبداللہ کو اس قدر مارا کہ ضربات کی شدت سے ان کے دانت ٹوٹ گئے اور وہ بہتے لگ گئے یہاں تک کہ تین دن کے بعد دنیا سے چل بسے۔ چنانچہ ابن ابی العدید نے سرح نبیج ابلغہ جلد اول مطبوعہ مصر ۱۳۲۵ و ۴۲۷ عن جعفر ششم میں ان واقعات کو تفصیل سے لکھا ہے یہاں تک کہ کہتے ہیں عثمان عبداللہ کی عبادت کر گئے اور دونوں میں کافی بات چیت ہوئی تاہم عثمان نے کہا استغفر لی یا ابا عبد الرحمن صلی اللہ علیہ وسلم ان یاخذنی صلی اللہ علیہ وسلم حقاً (یعنی اے عبدالرحمن رکعت عبداللہ ابن مسعود) میرے لئے استغفار کرو۔ عبداللہ نے کہا کہ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ تم سے میرا حق وصول کرے (یعنی میں ہرگز تم سے راضی نہ ہوں گا)۔

نیز نقل کیا ہے کہ جس وقت ابوذر کو ریزہ کی طرف جلا وطن کیا گیا تو ان کی مشابہت کے جرم میں عبداللہ کے جسم پر چالیس تازیانے لگائے لہذا عبداللہ نے عمار یا سرکو وصیت کی کہ عثمان کو میرے جنازے پر ناز نہ پڑھنے دینا، عمار نے بھی اسکو منظور کیا اور عبداللہ کی وفات کے بعد اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ ان کے جنازے پر ناز پڑھ کے دفن کیا۔ جس وقت عثمان کو اس کی اطلاع دی گئی تو عبداللہ کی قبر پر آئے اور عمار سے کہا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا میں ان کی وصیت سے مجبور تھا عمار کا یہی عمل اس کیلئے کا سبب ہوا جو بعد کو ان کے ساتھ بڑھا گیا۔

واقعاً خلیفہ عثمان کے حرکات جیسا کہ کپ کے اکابر علماء و مورخین نے لکھا ہے حیرت انگیز ہیں خصوصاً وہ بڑے جو وہ رسول اللہ کے خاص اور پاکیزہ اصحاب کے ساتھ عمل میں لاتے تھے کیونکہ ابو بکر اور عمر نے جس ہرگز ایسے کام نہیں کئے بلکہ وہ عثمان کے طریقے کے خلاف اصحاب رسول کا پورا احترام کرتے تھے۔

عثمانؓ کے حکم سے عمارؓ کی دو کوب

Presented by: <https://jaanlibary.com/>

عثمان کے جو اعمال ان کی رحم دلی پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے پیغمبر کے خاص صحابی جناب عمارؓ یا سر کی توہین اور زد و کوب بھی ہے چنانچہ فریقین کے علماء و مورخین نے لکھا ہے کہ جب بلاد اسلام میں عمال بنی امیہ کا ظلم و تعدی بہت بڑھ گیا تو اصحاب رسولؐ نے جمع ہو کر عثمان کو ایک خط لکھا جس میں ان کے منالام یاد دلانے اور مشفقانہ نصیحتیں گوش گزار کیں کہ اگر آپ ظلم اموی عمال کے رویے کی پیروی اور حمایت کرتے رہتے گا اور نیز آپ سے مساجدین کے طور طریقے پر نظر ثانی نہ

کیجئے گا تو اس سے جو کچھ آپ اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں اُس سے زیادہ خود آپ کو اس کے نتائج اور خبیازہ بھگتنا پڑے گا اس کے بعد مشورہ کیا کہ یہ خط کون لے جائے۔ بالآخر طے پایا کہ عمار کا لے جانا مناسب ہوگا اس لئے کہ ان کے فضل و تقویٰ اور عظمت کے خود عثمان بھی قائل ہیں اور ان کو بارہا یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ ایمان عمار کے خون اور گوشت میں پیوست ہے۔ نیز اُس حضرت سے یہ بھی نقل کرتے تھے کہ فرمایا، بہشت میں ان شخص کی مشتاق ہے، علی ابن ابی طالب، سلمان اور عمار یا سر لہذا اصحاب کی درخواست پر جناب عمار وہ کاغذ لے کر عثمان کے گھر گئے۔ عثمان گھر سے نکل رہے تھے، دروازے پر عمار کو دیکھا تو پوچھا یا ابابلیق عثمان (رکنیت عمار) کیا کام ہے؟ کہا میرا کوئی ذاتی کام نہیں ہے بلکہ اصحاب رسول کی ایک جماعت نے اس خط میں آپ کی نیکی اور خیر خواہی کی کچھ باتیں درج کی ہیں اور میرے ذریعے سے جیسا ہے لہذا اس کو پڑھ کر جواب دے دیجئے انہوں نے خط لیا اور جو بہ چیزیں سطر میں پڑھیں بوجھ گئے اور لالی پلے ہو کر خط کو زمین پر چمک دیا جناب عمار نے فرمایا آپ نے اچھا نہیں کیا، اصحاب رسول کے خط کا احترام کرنا چاہیے تھا اُس کو زمین پر کیوں پٹک دیا چاہیے تو یہ تھا کہ اُس کو باقاعدہ پڑھتے اور جواب دیتے انہوں نے انتہائی غصے کے ساتھ کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو اس کے بعد اپنے غلاموں کو حکم دیا جنہوں نے جناب عمار کو سختی سے مارا پیٹا۔ ان کو زمین پر گر کر اُمارتے رہے یہاں تک کہ خود عثمان نے بھی ان کے پیٹ پر کئی ٹانیں ماریں جن کی چوڑوں سے یہ بزرگوار مرض فقر میں مبتلا ہو گئے اور بے ہوش ہو گئے، ان کے اعزہ اگر ان کو اُم المؤمنین ام سلمہ کے گھر اُٹھائے گئے جہاں یہ ظہر کے وقت سے لے کر آدھی رات تک بے ہوش پڑے رہے یہاں تک کہ چار غلاموں کا وقت گزر گیا۔ جب ہوش میں آئے تو ان کی قفسا پڑھی۔

آپ کی معتبر کتابوں میں ان قصیوں کی پوری تفصیل موجود ہے۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں اور مسعودی مروج الذهب جلد اول صفحہ ۴۳ میں مطاعن عثمان کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ قبیلہ بنی نضیر اور بنی مخزوم کا عثمان سے برگشتہ ہو جانا عبد اللہ بن مسعود اور عمار یا سر کے ساتھ ان کے سخت بڑاؤ اور مار پیٹ کی وجہ سے تھا۔

اب فیصلہ آپ حضرات کے انصاف پر چھوڑتا ہوں تاکہ ان کی رقت قلب اور رحمدلی کی جانچ کر سکیں۔

ابوذر کی ایذا اور جلا وطنی اور صحابہ کرام کے رزہ میں ان کی وفات

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

جو بھٹے رسول اللہ کے خاص اور محبوب صحابی جناب بن جنادہ ابوذر غفاری کے ساتھ جو صحابہ میں اسلام کے

دوسرے بڑے عالم تھے ان کا طرز عمل ہر آزاد منش انسان کو متاثر کرتا ہے

فریقین کے تمام ارباب عدیث اور بڑے بڑے مورخین کو اعتراف ہے کہ یہ نوے سال کے مرد بزرگ کس قدر

دلت و ادبیت کے ساتھ شام کو اور وہاں سے مدینہ اور مدینے سے اپنی لڑائی کے ہمراہ بے کبارہ ادب پر رزہ کے

بے آب دگیا، صحرای طرط جلاوطن کئے گئے، میان تک کہ انکی بیابان میں ابوذر کی وفات ہوئی اور ان کی تدفین بھی اُس غرناک وادی میں بے سرپرست اور تنہا رہ گئی۔ آپ کے بڑے بڑے عماد و مورخین جیسے ابن سعد نے طبقات جلد چہارم ص ۱۱۱ میں بخاری نے اپنی صحیح کتاب ذکوة میں، ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ جلد اول ص ۱۱۱ نیز جلد دوم ص ۱۱۱ تا ص ۱۱۲ میں، یعقوبی نے اپنی تاریخ جلد دوم ص ۱۱۱ میں، چشتی صدی کے مشہور و معروف محدث و مؤرخ ابوالحسن علی ابن الحسین مسعودی متوفی ۳۴۵ھ نے مروج الذهب جلد اول ص ۱۱۲ میں اور دوسروں نے بھی جن کے مفصل تذکرے کا وقت نہیں ہے اس مرد بزرگ، مومن پاک نفس اور محبوب رسولؐ کے ساتھ عثمان اور معاویہ و مروان وغیرہ جیسے اموی عمال کے سخت برتاؤ نیز ابوذر کی شایعت کرنے کے جرم میں امیر المومنین علیہ السلام کی امانتیں اور اسی جرم میں حافظ و کاتب وحی عبداللہ ابن مسعود کو چالیس کورے مارنے کا حال درج کیا ہے۔

حافظ: اگر ابوذر کو کوئی تکلیف پہنچی تو نا اہل عاملوں کے طرزِ عمل سے پہنچی ورنہ خلیفہ عثمان تو بہت ہی رحم دل اور رقیق القلب تھے اور ایسی حرکتوں سے قطعاً نادان تھے۔

خیر طلب: مثل مشہور ہے کہ ”ماں سے زیادہ وائی مہربان“ جناب مالی خلیفہ عثمان کی طرف سے جو صفائی پیش کر رہے ہیں وہ حقیقت اور واقعے کے بالکل خلاف ہے۔ اگر آپ اپنی معتبر تاریخی کتابوں کی طرف رجوع کیجئے تو ماننا پڑیگا کہ قطبی مکیلیغیس اور اذہبی جناب ابوذر کو پہنچیں وہ خود خلیفہ کے صریحی نام سے پہنچیں۔

اس بات پر آپ کے اکابر عماد کی مستبر کتابیں گواہ ہیں امیری درخواست ہے کہ نمونے کے لئے نبایہ ابن اثیر جلد اول تاریخ یعقوبی اور بالخصوص شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید (مطبوعہ مصر) جلد اول ص ۱۱۱ کو ملاحظہ فرمائیے جن میں معاویہ کے نام خلیفہ کا خط درج کیا گیا ہے کہ جب معاویہ نے شام سے ابوذر کی بدگوئی کی تو خلیفہ عثمان نے اُن کو لکھا کہ ان کو نعمتی کے ساتھ دیتے روانہ کرو۔ اصل خط یہ ہے فکتب عثمان الی معاویۃ اما بعد فاحمل جند بالی علی اخلظ مرکب وادعوا فوجہ بہ مع من ساریہ اللیل والنهار وحملہ علی شارق لیس علیہا الاقتب حتی قدم بہ المدینۃ وقد سقط لحم فخذیه من الجہد۔ (یعنی عثمان نے معاویہ کو لکھا کہ جند ابوذر کا نام) کو ایک بوڑھے اور بے کبی وہ اونٹ پر بٹھا کر ایک بد مزاج انسان کے ہمراہ جو رات دن اُس کو دوڑاتا ہوا میرے پاس لائے روانہ کرو ورنہ خیر ان کے حکم کے مطابق اُسے عذاب و زناہم اور عذاب خدا و رسولؐ صحابی کو اسی طریقے سے لایا گی جس وقت یہ دیکھتے پہنچتے ہیں تو ان کی رانوں کا گوشت کٹ کٹ کر گر گیا تھا)۔

خدا کے لئے انصاف کیجئے کیا عطف و مہربانی اور رحم و رقت قلب کے ہی معنی ہیں؟

الوذر محبوب خدا و رسول اور امت کے سب سے سچے انسان تھے

کیا الوذر کے بارے میں خدا نے تمنا کی اور پیغمبر اسلام کی طرف سے کافی ہدایتیں صادر نہیں ہوئی ہیں اور ان مفصل روایات کو آپ کے بڑے علماء نے اپنی مبسوط کتابوں میں درج نہیں کیا ہے۔

چنانچہ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء جلد اول میں، ابن ماجہ قزوینی نے سنن جلد اول میں، شیخ سیماں بنی حنفی نے جامع المودۃ باب ۱۱ میں صواعق ابن حجر مکی سے اُن چالیس حدیثوں میں سے پانچوں حدیثوں کو انہوں نے فضائل امیر المؤمنین میں ترمذی و حاکم سے نقل کیا ہیں۔ بشرط صحت کے ساتھ بریدہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے، ابن حجر عسقلانی نے (صابرہ جلد سیم ص ۵۵) میں، ترمذی نے صحیح جلد دوم ص ۱۲۱ میں، ابن عبد البر نے استیعاب جلد دوم ص ۵۵ میں، حاکم نے مستدرک جلد سیم ص ۱۱ میں اور سیوطی نے جامع الصغیر میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ ان اللہ اصرنی یحیت امریۃ واحیۃ فی اتہ یحیہم قیل یا رسول اللہ سہل لنا قال علی منہم یتقول ذالک ثلاثا والوذر ومقداد وسلمان یعنی خدا نے مجھ کو چار شخصوں کی محبت کا حکم دیا ہے اور خبر دی ہے کہ وہ بھی ان کو دوست رکھتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے لئے اُن کے نام بیان فرمائیے تو فرمایا اُن میں سے علی ہیں، علی ہیں، علی ہیں اور الوذر و مقداد و سلمان پس معلوم ہوا کہ یہ چاروں حضرت خدا و رسول کے محبوب ہیں۔ آیا آپ حضرت کا الفاظ اس کی اجازت دیتا ہے کہ خدا و رسول کے محبوب سے ایسا غیر منفعت نہ برتاؤ کیا جائے اور اُن کا نام رحمہ اللہ اور رقت قلب رکھا جائے؟ ابوبکر و عمر کو یہ الزام کیوں نہیں دیا گیا؟ چونکہ انہوں نے ایسا نہیں کیا لہذا تاریخ میں آیات ہم نے کہا۔

حافظ، جیسا کہ مورخین نے لکھا ہے الوذر ایک ہنگامہ پسند انسان تھے شام کے اندر علی کرم اللہ وجہہ کے نام پر سخت پرہیزگار رہتے تھے اور شاہمیوں کو علی کی طرف ترغیب دے رہے تھے، کہتے تھے کہ میں نے پیغمبر سے سنا ہے کہ فرمایا علی تم سے خفیہ ہیں۔ چونکہ یہ دوسروں کو غاصب اور علی کو خلیفہ مخصوص ظاہر کرتے تھے لہذا خلیفہ عثمان رضی اللہ عنہ مجبور رہتے کہ اتحاد کی حفاظت اور فساد کا روک تھام کے لئے اُن کو شام سے بلا لیں۔

جس وقت کوئی شخص لوگوں کو اجتماعی مصلحت کے خلاف اگسائے تو خلیفہ وقت پر واجب ہے کہ اس کو محل انقلاب سے نکال دے۔

خیر طلب: اول یہ کہ اگر کوئی شخص حق بات کہے تو کیا یہی چاہیے کہ اس کو جلا وطن اور مبتلائے مصیبت بنا دیا جائے کہ تم کیوں اپنے سچے معلومات کو ظاہر کرتے ہو؟ فرض کیجئے کہ ایک معمولی مسلمان ہو تو کیا بلا تحقیق اور بغیر حجتی کھانے والے کلمات کا جھوٹ بیج پر کہے ہوئے اس کو شہر بدر یا دارا خلافت کو روانہ کرنے کا حکم دے دیا جائے؟ آیا اسلام کا

مقدس قانون پر حکم دیتا ہے کہ ایک نیعت اور ضیعت انسان کو بوڑھے اور بے کجاوہ اونٹ پر سوار کر کے ایک تھنہ غلام کے شکبے میں دے کر بھیجنے کی تاکید کی جائے جو رات دن نہ سوتے دے نہ ٹھہرنے دے اور حیب منزل پر پہنچے تو اس کے پاؤں کا گوشت اڑ چکا ہو؟ کیا یہ ہیں رقت قلب اور رحم و مروت کے معنی؟

اس کے علاوہ اگر خلیفہ کے پیش نظر اتحاد کی حفاظت اور فساد کی روک تھام ہی تھی تو فسادی امویوں کو جیسے رسول خدا کے طریقہ پرانہ ڈروگاہ مروان اور علی الاعلان فسق و فجور کرنے والے بے دین دلید کو جو نشے کی حالت میں نماز پڑھتا تھا اور مسجد کی محراب میں تھے کرتا تھا نیز اسی طرح کے اور لوگوں کو کیوں نہیں اپنے پاس سے نکال باہر کیا تاکہ ان کے طور طریقے جماعت کے اندر فساد اور خلیفہ کے قتل کا باعث نہ بنیں؟

حافظ: یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ ابوذر سیح کہتے تھے اور صحیح معلومات کا اظہار کرتے تھے اور رسول خدا کے نام سے حدیث نہیں گھڑتے تھے؟

انصاف سے فیصلہ کرنا چاہیئے تاکہ جہالت کے پردے چاک ہوں

غیر طلب: یہاں سے معلوم ہوا کہ خاتم الانبیاء نے خود ان کی صداقت اور سچائی کی تصدیق فرمائی ہے، چنانچہ معتبر روایات میں وارد ہے اور آپ کے اکابر علامہ نے درج کیا ہے کہ ان حضرت نے فرمایا میری امت کے اندر ابوذر صداقت و راستی اور زہد و تقویٰ میں ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل کے اندر حضرت عیسیٰ -

چنانچہ محمد بن سعد نے جو آپ کے اکابر علامہ محدثین میں سے ہیں طبقات جلد چہارم ص ۱۶۷ و ۱۶۸ میں، ابن عبد البر نے استیعاب جلد اول باب جذب ص ۱۸۵ میں، ترمذی نے صحیح جلد دوم ص ۱۸۵ میں، حاکم نے مستدرک جلد سیم ص ۳۱۵ میں، ابن حجر نے اصحاب جلد سیم ص ۱۶۲ میں، منفی ہندی نے کنز العمال جلد ششم ص ۱۶۹ میں، امام احمد بن حنبل نے مسند جلد دوم ص ۱۶۳ و ۱۶۴ میں، ابن العسکری نے شرح نہج البلاغہ جلد اول ص ۱۸۵ میں، واحدی نے حاشیہ اربعہ جلد اول ص ۱۸۵ میں اور صاحب لسان العرب و نیا بیع المودۃ نے اخبار ابوذر غفاری میں منعقد دستوں کے ساتھ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ما اقلست الاعتبار وما اظلمت الحضیۃ و علی رجل اصدق لہجۃ من ابی ذر (یعنی زمین نے کسی ایسے مرد کو نہیں اٹھایا اور آسمان نے کسی ایسے مرد پر سایہ نہیں ڈالا جو ابوذر سے زیادہ سچ بولنے والا ہو۔)

یہی بات ہے کہ آپ کے علامہ کی شہادت کے مطابق پیغمبر تھے جس کی راست گونئی کی تصدیق کی ہو وہ جو کچھ کہتا تھا، یقیناً سچ کہتا تھا اور خدا کسی مجبوثے جملہ ساز اور حدیث گھڑنے والے کو ہرگز اپنا محبوب نہیں بناتا۔ بہتر ہو گا کہ انصاف کی نگاہوں سے دیکھئے تاکہ حق کو حقیقت سامنے آجائے۔ اگر ابوذر کے مجبوث بولنے کی کوئی مثال ہوتی تو آپ کے علامہ

مقتدین قطعاً اس کو نقل کرتے ہیں کہ ابوہریرہ وغیرہ کا کچھ چٹھا نقل کیا ہے۔

آپ کو خدا کا واسطہ تھوڑا غور کیجئے اور ذرا انصاف سے کام لیجئے کہ جو شخص رسول اللہ کا خاص صحابی، خدا و رسول کا محبوب اور امت کا حادق و راست گو ہو وہ اگر اپنے دینی فرض پر عمل کرتے ہوئے امر بالمعروف اور اشاعت حق کرے تو اس کی اس خطا پر کہ رسول اللہ کی حدیثیں لکھیں بیان کیں اس قدر تو مہین اور قہر و توبیخ کریں، یہاں تک کہ وہ ایک بے آب و گیاہ بیابان میں دنیا سے کوچ کرے۔ کیا رحم و مروت اور رقت قلب کے معنی یہ ہیں؟

اور وہ بھی ایسے شخص کے بارے میں کہ حبیب رسول اللہ ان کی آنے والی مصیبتوں کی خبر دے رہے تھے تو ان کی بد مزگاری کی گواہی بھی دی تھی، چنانچہ حافظ ابو نعیم اصفہانی حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۱۷۱ میں اپنے اسناد کے ساتھ ابوذر غفاری سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں خدمت رسول میں کھڑا ہوا تھا کہ اُس حضرت نے مجھ سے فرمایا انت رجل صالح و سیہیک بلا و بعدی قلت فی اللہ قال فی اللہ قلت مرعباً بامسا للہ یعنی تم ایک مرد صالح ہو اور عقرب میرے بعد تم پر بلا میں نازل ہوں گی کہ میں نے عرض کیا کہ خدا کی راہ میں؟ تو فرمایا یا خدا کی راہ میں۔ میں نے کہا میں امر الہی کو خوش آمدید کہتا ہوں، (آیا معاویہ اور عثمان کے قریب بارگاہ نبی اُمیہ کے ماعتوں ان دونوں کے حکم سے بزرگ صحابی ابوذر کا اتلا دیے اب و گیاہ صحرا میں ان کی جلا وطنی اور شدید تکلیفیں وہ عظیم بلا نہیں تھی جس کی خبر رسول خدا سے چلے تھے کہ وہ خدا کے لئے اس آفت میں مبتلا ہوں گے؟ فاعتبروا لیلا اولی الابصار)۔

آپ حضرات کے متفاد حالات سے سخت تعجب ہوتا ہے کہ ایک طرف تو یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے میرے سارے اصحاب ستاروں کے مثل ہیں ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے پھر ایستہ پا جاؤ گے، اور دوسری طرف جب ایک بزرگ ترین صحابی رسول کو اس جرم میں کہ علی کی طرفداری کیوں کی اس قدر غم و تشدد کر کے مار ڈالتے ہیں تو آپ ظالموں کی طرف سے صفائی دینے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔

اب یا تو آپ اپنے تمام بزرگ علماء کو جھٹلا بیٹے جنہوں نے ان واقعات اور احادیث کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے یا تصدیق کیجئے کہ صفات آیت مذکورہ کے حامل وہ لوگ نہیں تھے جنہوں نے رسول خدا کے پاک صحابہ پر ایسے مظالم کئے۔

ربذہ کی طرف ابوذر کا زبردستی اخراج

حافظ: یہ تو مسلم ہے کہ ابوذر نے اپنا خواہش اور اختیار سے ربذہ کو قبول کیا اور اس طرف روانہ ہوئے۔
خیر طلب: آپ کی یہ گفتگو اُن بے جا کوششوں کا اثر ہے جو آپ کے متعصب مناصرین علماء نے اسلاف کی کھڑکی پر پردہ ڈالنے کے لئے کی ہیں، ورنہ جناب ابوذر کا زبردستی نکالا جانا عام طور پر مسلم ہے۔ نمونے کے لئے ایک روایت

پر اکتفا کرتا ہوں جس کو امام احمد بن حنبل نے مسند جلد پنجم ص ۱۵۶ میں، ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ جلد اول ص ۲۳۱ میں اور واقدی نے اپنی تاریخ میں ابوالاسود دوئلی سے (جو آپ کے علاقے رجال کے نزدیک ثقافت میں سے ہیں) نقل کیا ہے کہ میں چاہتا تھا کہ ریزہ میں ابوذر سے ملاقات کر کے ان کی جلالت کا سبب دریافت کروں لہذا میں گیا اور ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا مجھ کو در دستہ شہر بدر کر کے اس بے آب و گیاہ صحرائ میں بھیجا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ مجھ کو اس کی خبر بھی دے چکے تھے ایک روز میں مسجد میں سو گیا تھا، اسی حضرت تشریف لائے اور پاؤں مار کر فرمایا کہ مسجد میں کیوں سو رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ مجھ کو بے اختیار نیند آگئی، تو فرمایا کہ اس وقت تم کیا کر گئے جب مدینے سے نکال دیئے جاؤ گے؟ میں نے عرض کیا کہ شام کی تقدس سرزمین پر چلا جاؤں گا؟ فرمایا اُس وقت کیا کر گئے جب وہاں سے بھی تم کو نکال دیں گے؟ میں نے عرض کیا پھر مسجد کی طرف واپس آ جاؤں گا۔ فرمایا اس وقت کیا کر گئے جب یہاں سے بھی نکلے جاؤ گے؟ میں نے عرض کیا تو ارکین کر جنگ کروں گا فرمایا کیا میں تم کو ایسی بات بتاؤں جس میں تمہاری بھلائی ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں، تو فرمایا انشق معہم حیث شئتوا کہ وتسمع وتطيع، پس میں نے سنا اور اطاعت کی، اس وقت فرمایا واللہ لیلقین اللہ عشان وھو اشرفی جنہ یعنی خدا کی قسم عثمان اس حالت میں خدا کے سامنے جائیں گے کہ وہ میرے معاملہ میں گنہگار ہوں گے۔

علی ابن ابی طالب کا رحم و کرم

اگر غرض انصاف اور غیر جانبداری کا نظر سے دیکھئے تو تصدیق کیجئے گا کہ اس رحم و کرم اور شفقت و عفویت میں سب سے اولیٰ و اہل اور احق حضرت امیر المومنین علیہ السلام تھے کیونکہ حبیب آپ خلافت ظاہری کی مسند پر بیٹھے توجہ کیا کہ آپ کے تمام مومنین اور بالخصوص ابن ابی الحدید نے تفصیل سے لکھا ہے۔ بدعتوں کو بظن کیا۔ حکام و عمال جو روافد اور فاسقین بنی امیہ وغیرہ کو جو زمانہ خلافت عثمان میں اسلامی ممالک کی حکومتوں پر مسلط کر دیئے گئے تھے، معزول کر دیا۔

لبعض ظاہر میں سیاستدانوں اور دلچسپ رکھنے والے دوستوں نے اس جامع و مانع ذات کے سامنے یہ مشورہ رکھا کہ چند روزانہ معاویہ جیسے حکام کو ان کی جگہوں پر رہنے دیجئے تاکہ آپ کی حکومت مضبوط ہو جائے، اس کے بعد ان کو معزول کرنے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ حضرت نے فرمایا واللہ لا اداھن فی دینھا ولا اعطی السیما فی امری (یعنی خدا کی قسم میں دین کے معاملے میں چال بازی اور اپنے کام میں دیکھ بھل کاری نہیں کرتا)۔

تم مجھ کو روافداری پر مجبور کرتے ہو لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ جتنی مدت تک وہ میری طرف سے حکومت پر برقرار رہیں گے

یہ دستور ظلم و تعدی میں مشغول رہیں گے اور مجھ کو خدائے عزوجل کی بارگاہ میں جواب دینا ہوگا جس کی مجھ میں طاقت نہیں چاہیے۔ یہ حکام جو کہ معزولی چند معاویہ جیسے جاہ طلب لوگوں کی مخالفت کا سبب اور جمل مصنفین کی لڑائیوں کا پیش خمیر بنی جس وقت ظلم اور زبردستی کو فتنے اور مسر کی حکومت مانگنے آئے تھے اگر حضرت اُن کو حاکم بنا دیتے تو وہ مخالفت پر آمادہ نہ ہوتے اور پھر سے کافیتہ اور جنگ برپا نہ کرتے۔

بعض کوتاہ فہم اور ظاہر بین لوگ حضرت کا مستحکم سیاست پر اعتراض کرتے ہیں، حالانکہ آپ سیاست عادلانہ کے مرکز تھے۔ عام معنی میں سیاست جس پر دنیا داروں کا عمل ہے یعنی دوزخ پالیسی، اربا کاری، چالپرسی، جھوٹ، دشمنوں کی خدشا اور ظاہری منفعتوں کے لئے اُن کو فریب دینا وغیرہ تو یہ البتہ حضرت سے کوسوں دور تھی کیونکہ آپ عدل انصاف اور خوف الہی کے مجسم اور روز جزا کے معتقد تھے۔

جس وقت آپ نے بالائے میزان اپنے خطبوں کے درمیان گریز فرمایا اور لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا میں نے سنا ہے کہ معاویہ کا فوجوں نے ایک گاؤں پر چھاپہ مار کر ایک یہودی کی لڑکی کے پاؤں سے پازیب اتار لی حالانکہ وہ جزیہ اور اسلام کی پناہ میں ہے اُن حضرت کی رحمہ کی دوست و دشمن سب کے ساتھ ملیں تھی۔ باوجودیکہ عثمان نے حضرت کے ساتھ اس قدر بدسلوکیاں کی تھیں جس قدر ابوبکر و عمر نے بھی علاوہ خلافت ابوبکر کے ابتدائی زمانے کے ظاہر و باطن ہر لمحہ انہیں کی نفی، پھر بھی جس وقت اُن کا محاصرہ کیا گیا ہے اور انہوں نے اپنے مکان کی حیدت پر سے حضرت کو یہ پیغام دیا کہ ہم پر کھانا پانی بند کر دیا گیا ہے تو حضرت نے فوراً آب و طعام مینا کر کے اپنے دونوں فرزندوں حسن و حسین علیہما السلام کے ذریعے اُن کے پاس بھیجا، چنانچہ ابن ابی العدید نے شرح نفع البلاغ میں اور دوسروں نے بھی اس کی تفصیل لکھی ہے۔

دوست و دشمن کے ساتھ حضرت کی عنایت و مہربانی سے کسی کو انکار نہیں تھا، بے بس عزتوں اور سبکیں جیہوں سے اس قدر ہمدردی فرمائی کہ ایوا لا راصل والا یتام والمساکین (میراثوں، یتیموں اور مسکینوں کے باپ) مشہور ہو گئے تھے۔ خلافت ظاہری کے زمانے میں ایک عورت کو دیکھا کہ راستے میں پانی کی مشک سے بہت پریشان اور تنگی مہرٹی ہے آپ نے بغیر اپنے کو ظاہر کئے ہوئے مشک اُس سے لے کر اپنے کاٹھ پر رکھی اور اُس کے گھر پہنچا دی اُس کے لئے خرچے لے گئے، اُس کے قیمتی بچوں پر شفقت فرمائی اور تنور میں اُن کے لئے روٹیاں پکا کر ان کی تسکین کا سامان فرمایا۔

خلیفہ عثمان نے بھی محادثہ اور گفتگو میں نام پیدا کیا لیکن صرف اپنے گھرنے والوں کے ساتھ، چنانچہ ابوسفیان حکم ابن ابی العاص اور واثل بن ابی امیہ وغیرہ مسلمانوں کے بیت المال سے بغیر کسی شرعی حق کے ناقعداد دولت کیسٹے تھے۔

زیادہ امداد مانگنے پر عقیس کی تنبیہ

لیکن امیر المؤمنین علیہ السلام اپنے قریبی خاندان کو بھی ضرورت کی کم سے کم مقدار دیتے تھے، جس وقت حضرت کے

بڑے بھائی جناب عقیل نے حاضر خدمت ہو کر معمولی حقوق سے زیادہ امداد طلب کی تو آپ نے کوئی توجہ نہیں فرمائی انہوں نے حد سے زیادہ اصرار کیا کہ آپ چونکہ آج خلیفہ اور سارے نظم و نسق کے مالک ہیں لہذا ہمارا حاجت روائی اور امداد زیادہ ہونا چاہیئے حضرت نے اپنے بھائی کو متنبہ کرنے کے لئے چپکے سے ایک روپے کا ٹکڑا آگ میں گرم کیا اور عقیل کے جسم سے قریب لے گئے فہم صحیح ذی دقت من المہلہ وکاد ان یحترق من میسمہا (یعنی انہوں نے اس کی تکلیف سے دردناک چیخ ماری اور قریب تھا کہ اُس کے اثر سے جل جائیں) حضرت نے فرمایا شکلتک الشواکل یا عقیل اثنت من حديدہ احماھا السامھا للعبہ ونجوتی الی نار سجدھا جیسا لغضبہ اثنت من الاذی ولا اثنت من نظی (یعنی رونے والیاں تمہارے سوگ میں بیٹھیں اے عقیل آیاتم اُس روپے کے ٹکڑے سے فریاد کرتے ہو جس کو انسان نے کھیل کے طور پر گرم کیا ہے اور مجھ کو اس آگ کی طرف کیونچ رہے ہو جس کو خدا نے قہار نے اپنے غضب سے بھڑکایا کیا تم اس معمولی سی تکلیف سے فریاد کر دو اور میں آتش جہنم سے پناہ نہ مانگوں؟) اب یہ آپ حضرات کے انصاف پر ہے کہ ان دونوں خلیفہ کی حالت اور طرز عمل کا موازنہ کر کے حقیقت کو پرکھیں اور حق کی پیروی کریں۔ آپ کی شفقت و مہربانی دوستوں سے مخصوص نہ تھی بلکہ اس نطف و کرم کے بڑاؤ میں حضرت کے نزدیک دوست و دشمن سب برابر تھے۔

مروان، عبداللہ ابن زبیر اور عائشہ کے ساتھ حضرت کی عنایتیں

آپ جس وقت دشمنوں پر غالب آئے تھے تو ایسی ہمسریاں فرماتے تھے کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔ حضرت کا ایک بھائی دشمن جس کا بغض و عداوت آپ سے مزب النش بن گیا تھا، ملعون ابن ملعون مروان ابن حکم شقی تھا لیکن جب آپ جنگ جمل میں اُس پر غالب ہوئے تو فصیح عتہ اُس سے درگزر فرمائی اور بخش دیا۔ من جملہ حضرت کے بڑے دشمنوں کے عبداللہ ابن زبیر بھی تھے جو لیشتمہ علی رؤس الاشهاد و خطب البصیرۃ فقال قد اتاکم الوعب اللیثم علی بن ابی طالب (یعنی علانیہ اور کھلم کھلا آپ کو گالی دیتے تھے اور جب بصرے میں خطبہ پڑھا تو لوگوں سے کہا کہ تمہارا بھائی حضرت علیؑ کے وقت کیلئے وکیل اور نبیل علی ابن ابی طالب آئے ہیں) (معاذ اللہ) اس کے باوجود جس وقت آپ نے جنگ جمل ختم کی اور یہ قید کر کے حضرت کے سامنے لائے گئے تو آپ نے کوئی سخت لفظ استعمال کیا نہ غصہ دکھایا بلکہ درگزر کرتے ہوئے اپنا منہ پھیر لیا اور اُس کو بخش دیا۔

اور سب سے بالاتر ام المؤمنین عائشہ کے ساتھ آپ کا سلوک نقاحس نے عفتوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ انہوں نے آپ کے شروع زمانہ خلافت میں جس طریقے سے فتنہ انگیزی کی، آپ کے مقابلے میں صفت اُرا ہوئیں اور آپ کو بدنام کیا

یہ انسان کو اتنا برا فروخت کر دیتا ہے کہ جب ایسے شخص پر قابو پاتا ہے تو اس کا بیچنا نکال دیتا ہے، اور سخت سزا بھی دیتا ہے لیکن جب حضرت اُن پر غائب ہوئے تو اُن کو کوئی ہلکی سی امانت بھی نہیں کی، بلکہ اُن کے بھائی محمد بن ابی بکر کو اُن کی خدمت کے لئے معین فرمایا۔ کاموں سے فارغ ہونے کے بعد غصے اور بے مروتی کے عوض رحم و کرم سے پیش آئے اور آپ کے حکم سے قبیضہ عبدالغیس کی بیٹی عدتہ زریں عورتیں مردانہ لباس پہنتے تھیں کمر سے لگائے اور چہروں پر نقاب ڈالے ہوئے تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ یہ عورتیں ہیں عائشہ کے ہمراہ مدینے روانہ ہوئیں۔ جس وقت یہ نہاں مدینہ اور ازواج رسولؐ کے سامنے حضرت علیؑ کے لئے تشکر و اتقان کا اظہار کر رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ میں زندگی بھر علیؑ کی منون احسان رہوں گی، مجھ کو یہ خیال نہیں تھا کہ علیؑ اس قدر عالی ظرف ہوں گے کہ باوجود میری اس قدر دشمنی اور فتنہ انگیزوں کے مجھ کو ایک لکھ بھی نہیں کہیں گے بلکہ اتنا ہی مہربانی اور رحم و کرم سے کام لیں گے۔ لیکن اُن سے ایک شکایت ہے کہ مجھ کو اجنبی مردوں کے ساتھ مدینے کیوں بھیجا۔ ان کمینوں نے اگر فوراً مردانہ لباس اتار دیا اور چہرے کھول دیے تب معلوم ہوا کہ یہ سب کمینز ہیں تھیں جو مردانہ لباس میں ہمراہ تھیں تاکہ ایک طرف تو راستے کے لوگ یہ سمجھیں کہ مردانہ دستہ ہے۔ لہذا رہنمائی کی ہمت نہ کریں اور دوسری طرف عائشہ کی روانگی بھی دروں کے ساتھ نہ ہو۔ ٹھیک ہے۔

ع چہن کنند بزرگان چہ کہد باید کار

معاویہ کا پانی روکنا اور علیؑ کا اُن پر مہربانی کرنا

جنگ صفین میں معاویہ کا لشکر پہلے پہنچ کے ہنرفرات پر قابض ہو گیا اور بارہ ہزار سپاہی اُس کی نگرانی پر مقرر کر دیے جب امیر المومنینؑ کی فوج پہنچی تو ان لوگوں نے پانی بہنے سے روکا حضرت نے معاویہ کو پیغام دیا کہ ہم لوگ یہاں پانی پر جنگ کرنے نہیں آئے ہیں۔ اپنے آدمیوں سے کہہ دو کہ پانی بند نہ کریں تاکہ دونوں لشکر آزادی سے میراب ہوں۔ معاویہ نے کہا کہ میں ہرگز پانی نہیں دوں گا یہاں تک کہ علیؑ مع اپنی فوج کے پیاس سے دم توڑ دیں۔ جس وقت حضرت نے یہ جواب سن مالک اشتر کو سواروں کے ایک دستے کے ساتھ بھیجا جنہوں نے ایک ہی جھلے میں معاویہ کے لشکر کو پرانگندہ کر دیا اور فرات پر قبضہ کر لیا۔ اصحاب نے عرض کیا کہ یا امیر المومنینؑ اگرچہ ہم بھی انتقام لیں اور اُن پر پانی بند کر دیں تاکہ وہ لوگ پیاس سے ہلاک ہو جائیں یا پھر طرآن جلد ختم ہو جائے۔ حضرت نے فرمایا لا داء الا لله لا اکافینہم کمثل فعلہم اسبحوا للہم من بعض الشریعہ (یعنی نہیں خدا کی قسم میں انہیں کی ایسی حرکت کر کے بدلا نہیں لوں گا اُن کے لئے ہر ایک ایک حصہ چھوڑ دو) (یعنی اُدھر کا کنارہ اُن کو دے دو اس طرف کا پانی تمہارے لئے کافی ہے) میں نے جلسہ کا وقت دیکھتے ہوئے دشمنوں پر حضرت کی عنایت و مہربانی کے معقل حالات سے مشتہ فرما کر خدا سے چند مختصر باتیں پیش کی ہیں، لیکن آپ کے

بڑے بڑے علماء نے ان سارے مطالب کو تشریح و تفسیر سے درج کیا ہے۔ جیسے طبرانی نے اپنی تاریخ میں، ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں، سیان بلخی حنفی نے نیایع المودۃ بابہ میں اور مسعودی نے مروج الذهب میں، نیز دوسرے مورخین نے بھی حوالہ دیا ہے تاکہ روشن خیالی اور مصحف مزاج حضرات دونوں خلیفہ (عثمان و علی علیہ السلام) کے حالات کا الگ الگ جائزہ لیں اور عقل سلیم سے غور کریں کہ ان دونوں میں سے کون عقیقہ آئی شریفہ و رحماء بینہم کا مصداق ہے پس اگر غرور انصاف سے دیکھیں گے تو تعجب بن کریں گے کہ آئی شریفہ کے معنی اس طرح ہوتے ہیں محمد رسول اللہ مبتداء، والذین معہ معطوف بر مبتداء اور اُس کی خبر اور جو کچھ اس کے بعد ہے خبر بعد از خبر ہے اور یہ ساری صفیں ایک ہی شخص کی ہیں۔ یعنی پیغمبر کے ساتھ ہونا، میدان جنگ اور علی و ندویس مباحثوں میں کفار پر سخت و درشت ہونا اور دوست و دشمن پر مہربان و رحمدل ہونا یہ تمام صفات اسی شخصیت سے وابستہ ہیں جو دم مبر رسول خدا سے جدائے رہا ہو بلکہ عبد اُنی کا خیال بھی نزدیک ہو (جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں) اور وہ صرف علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ چنانچہ میں عرض کر چکا ہوں کہ علامہ فقید محمد بن یوسف گنجی شافعی نے کفایت الطالب میں کہا ہے کہ خدائے اس آئی شریفہ سے علی علیہ السلام کی تعریف کی ہے۔

بیان: آپ کے بیانات کے جوابات بہت ہیں، لیکن اگر آیت کے معنی یہی ہیں جو آپ کہہ رہے ہیں تو الذین معہ کے ساتھ درست نہیں ہوتے کیونکہ الذین معہ جمع ہے اور خود یہ عبارت بتاتی ہے کہ آیت ایک شخص کے بارے میں نازل نہیں ہوئی ہے کیونکہ اگر یہ صفات ایک ہی شخص کے لئے تھیں تو جمع کی لفظ کیوں ذکر ہوئی۔

خیر مطلب: اَدُل تو آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ تمہارے بیانات کے جوابات بہت ہیں تو آخر آپ حضرات وہ جوابات کیوں نہیں دیتے تاکہ بات صاف ہو جائے؟ پس آپ حضرات کی خاموشی خود اس کی دلیل ہے کہ میرے دلائل منطقی ہیں (یہ دوسری بات ہے کہ ہٹ دھرمی اور مغالطہ بازی کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے) اور آپ حضرات چونکہ انصاف پسند ہیں لہذا میرے معقول جوابات کے مقابلے میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔

آیت میں جمع کی لفظ تعظیم و تکریم کے لئے ہے

دوسرے جناب عالی کا یہ بیان محض کچھ بحثی ہے کیوں کہ اَدُل تو آپ خود جانتے ہیں کہ کلام عرب و عجم میں تعظیم و تکریم یا دوسرے اسباب کی بنا پر جمع کا اطلاق واحد پر عام طور سے رائج اور مستعمل ہے۔

باتفاق جمہور آئیہ ولایت کا نزول علی کی شان میں

چنانچہ قرآن مجید جو ہمارے لئے مضبوط آسانی سند ہے اُس کے اندر ایسی مثالیں بکثرت ہیں، مثلاً آئیہ مبارکہ ولایت

سورہ ۵ (مائدہ) آیت ۶ میں ارشاد ہے اَلَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هُمْ رُسُلُهُم وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ رَلْعِي سَوَاسٍ كَيْفَ تَبَارَكُ دَلِي امْرُؤٍ اُولَى بِالْقُرْآنِ صِرَتْ خَدَايَا رُسُلٍ اور وہ جو مبین ہیں جو نماز قائم کرتے اور حالت رکوع میں رکوع (اداکرتے ہیں) جس پر جلد معتزین و محدثین کا اتفاق ہے جیسے امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیرہ جلد ۳ ص ۴۳ میں (۲) امام ابو اسحق ثعلبی نے اپنی کشف البیان میں (۳) جابر اللہ عثمانی نے تفسیر کشف جلد اول ص ۲۳ میں (۴) طبری نے اپنی تفسیر جلد ششم ص ۱۸ میں (۵) البراء بن ربیع نے اپنی تفسیر میں (۶) ابن ہوازن نے نیشاپوری سے اپنی تفسیر میں (۷) ابن سعد بن قریطی نے اپنی تفسیر جلد ششم ص ۲۲ میں (۸) نسفی حافظ نے اپنی تفسیر ص ۲۵۲ دبر شاہ تفسیر خازن بغدادی میں (۹) فاضل نیشاپوری نے غرائب القرآن جلد اول ص ۱۶ میں (۱۰) البراء بن ربیع نے اسباب النزول ص ۱۳ میں (۱۱) حافظ البیہقی نے تفسیر احکام القرآن ص ۵۲ میں (۱۲) حافظ ابوبکر شیری نے فیما نزل من القرآن فی امیر المؤمنین میں (۱۳) ابویوسف شیخ عبدالسلام قزوینی نے اپنی تفسیر کبیرہ میں (۱۴) فاضل بیضاوی نے الزوائد التنزیل جلد اول ص ۲۳ میں (۱۵) علاء الدین سیوطی نے در المنثور جلد دوم ص ۲۹ میں (۱۶) فاضل شروکانی نے تفسیر فتح القدیر میں (۱۷) سید محمد آدمی نے اپنی تفسیر جلد دوم ص ۳۴ میں (۱۸) حافظ ابن ابی شیبہ کو فی نے اپنی تفسیر میں (۱۹) البراء بن ربیع نے اپنی تفسیر جلد اول ص ۲۹ میں (۲۰) حافظ بغوی نے معالم التنزیل میں (۲۱) امام البراء بن ربیع نے اپنی تصحیح میں (۲۲) محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل ص ۲۳ میں (۲۳) ابن ابی الحدید نے شرح النبی (بلاغہ جلد ۳ ص ۲۵) میں (۲۴) خازن علاء الدین بغدادی نے اپنی تفسیر جلد اول ص ۱۶ میں (۲۵) اسیمان حنفی نے نیایع المودة ص ۲۱ میں (۲۶) حافظ ابوبکر بیہقی نے کتاب مصنف میں (۲۷) زبیر عبد ربی نے جمع بین الصحاح (سند میں (۲۸) ابن عساکر دمشقی نے تاریخ شام میں (۲۹) سبط ابن جوزی نے تذکرہ ص ۳۰ میں (۳۰) فاضل عبدالحی نے مواقف ص ۲۵ میں (۳۱) سید شریف جرجانی نے شرح مواقف میں (۳۲) ابن صبار مالکی نے فصول المهمہ ص ۱۳ میں (۳۳) حافظ ابوسعید سمعانی نے فضائل الصحابة میں (۳۴) ابوجعفر سکانی نے نقص التتمة میں (۳۵) طبرانی نے اوسط میں (۳۶) ابن مغازی فقید شافعی نے مناقب میں (۳۷) محمد بن یوسف گنجی شافعی نے کفایت الطالب میں (۳۸) مولی علی قوشچی نے شرح تخریج میں (۳۹) سید محمد من شبلخی نے نور الابصار ص ۱۴ میں (۴۰) حب الدین طبری نے ریاض النضر جلد دوم ص ۲۳ میں (۴۱) نیز اور آپ کے اکثر ارباب علم و دانش نے سدی (۴۲) مجاہد حسن بصری (۴۳) عطش (۴۴) عتبہ بن ابی حکیم (۴۵) غالب بن عبد اللہ (۴۶) قیس بن ربیع (۴۷) عباس بن ربیع (۴۸) عبد اللہ ابن عباس (خیر امت و ترسان القرآن) (۴۹) ابو زر غفاری (۵۰) جابر بن عبد اللہ انصاری (۵۱) عمارہ (۵۲) البراء بن ربیع (۵۳) عبد اللہ بن سلام وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے تعبدیق کیا ہے کہ یہ آیت مبارکہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے اور ہر ایک نے مختلف عبارتوں کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ جس وقت حضرت نے حالت رکوع میں اپنی انگلیں راہ خدا میں مسائل کو دی تو یہ آیت شریفہ نازل ہوئی حالانکہ اس میں یہی جمع کا لفظ استعمال ہوا ہے جو صرف منصب ولایت کی تعظیم و تکریم اور حضرت کی امامت و خلافت کو ثابت کرنے کے لئے ہے کیونکہ کلمہ حصر (انا) کے ساتھ ارشاد ہوا ہے

کہ امت کے اُمور میں خدا و رسول کے بعد اولیٰ بالمعروف و نہی شخص ہے جس نے بحالت دلوغ خدا کی راہ میں صدقہ اور خیرات دی ہے اور وہ علی ابن ابی طالب ہیں۔

شیخ: یقیناً آپ کو ماننا پڑے گا کہ یہ مطلب اتنا حکم نہیں ہے جتنا آپ نے فرمایا ہے کیونکہ اس آیت کی شان نزول میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں انصار کی شان میں نازل ہوئی، کچھ کہتے ہیں عبادہ بن صامت کی شان میں آئی اور بعض نے عبد اللہ بن سلام کے لئے لکھا ہے۔

خیر طلب: آپ جیسے صاحبان علم سے تعجب ہے کہ (علاوہ تواثر ملائے شیعہ کے) خود اپنے جہود مضمرین اور اکابر علماء کے خیالات و فتاویٰ کے خلاف جنہوں نے اس آئے شریف کو شان امیر المؤمنین میں نازل ہونے کی تائید و تصدیق کی ہے۔ چند متعصب اور مجہول و ضعیف القول افراد کے اختلافات کا جو شاذ و مردود اور ناقابل قبول ہیں بہار طحاوی نے بھی حلال کیا ہے کہ آپ کے عقیدت والے کافر و فلاح نہ اس معنی پر اتفاق کا دعویٰ کیا ہے، مثلاً فاضل تفتازانی اور مولیٰ علی توشی جو شرح تہذیب میں کہتے ہیں۔ انہما نزالت باتفاق المفسرین فی حق علی ابن ابی طالب علیہ السلام حیث اعطی السائل خاتمہ و ہوس اکرم فی صلواتہ رعین بر اتفاق مفسرین یہ آیت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی جب کہ آپ نے نماز کے اندر رکوع کی حالت میں اپنی انگلی سائل کو عطا کی۔

آیا ایک مقصد اور عالم انسان کی عقل اجازت دیتی ہے کہ اہل سنت کے جہود مضمرین اور اکابر علماء کے اقوال کو نظر انداز کر کے بچے کچھ خوارج و نواصب میں سے چند متعصب بلکہ معاند شخص کے جمل دے معنی آکا دکا اقوال پر پھر کرے؟

آیہ ولایت میں شبہات و اشکالات اور ان کے جوابات

شیخ: جناب عالی نے اپنے بیان میں کوشش کی ہے کہ اس آیت کو نقل کرتے ہوئے اپنی چابکدستی سے علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل اور امامت ثابت کر دیں حالانکہ اس آیت میں ولی کا لفظ محب اور دوست دار کے معنی میں ہے نہ کہ امام اور حلیف بلا فصل کے معنی میں۔ اگر آپ کا فرمانا صحیح ہو کہ ولی سے حلیفہ اور امام مراد ہے تو العبیرۃ بعدوم اللفظ لا بخصوص السبب کے قاعدے سے یہ صرف ایک ذات مشترکہ ہوگا بلکہ دوسرے افراد بھی اس میں شامل ہوں گے جن میں سے ایک علی کرم اللہ وجہہ بھی ہیں۔ نیز کلمہ دیکھو اللہ اور کلمہ الذین میں جمع کا صیغہ عموم کے لئے ہے اور جمع کا جمل واحد پر بغیر کسی دلیل کے اور کلام خدا کی تاویل اور بلا توجہ کے جائز نہیں ہے۔

خیر طلب: پہلی چیز تو یہ کہ آپ کو کلمہ دیکھ کر میں دھوکا ہوا ہے اس لئے کہ "ولی" مفرد ہے اور "کلم" جمع ہے جس کا تعلق امت سے ہے لہذا یہاں واحد پر اطلاق نہیں ہے جس میں آپ اشکال وارد کر سکیں۔ البتہ ولی فرد واحد ہے

جس کو ہر زمانے میں اُمت پر ولایت حاصل ہے۔ دوسرے یہ کہ جن کلمات جمع میں بعض متعینین اور غرار ج ذوالصاحب
اعراض و اشکال وارو کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ واحد پر حمل نہیں ہو سکتے ہیں۔

اس اشکال کا جواب بھی اس مطلب کے اندر میں اپنی گفتگو میں دلیل کی حیثیت سے عرض کر چکا ہوں کہ اہل علم و ادب کے
یہاں راجح اور ثابت ہے اور ادباء و فضلا کے بیانات میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ تعظیم و تکریم یا دوسرے اسباب کی بنا پر جمع کو
واحد پر حمل کیا ہے۔ علاوہ اس کے جیسا کہ آپ دعویٰ کر رہے ہیں عموم لفظ کے لحاظ سے ہم بھی کلمہ حصر افعال کے مطابق اس آیت
شریفہ کا نزول حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں سمجھتے ہیں لیکن اس کے مخصوص ہونے کا دعویٰ ہمیں کرتے بلکہ دوسرے
افراد معصومین کو بھی اس میں شامل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے معتبر اخبار و احادیث میں مروی ہے کہ حضرت طاہرہ میں سے باقی
اُمّہ بھی اس آیت میں داخل ہیں، اور ہر امام منزل اُمت کے قریب پہنچنے کے اس فضیلت اور خصوصیت پر فائز ہوتا ہے
وہی ہیں وہ افراد جن کے لئے آپ کا دعویٰ ہے کہ ان کو امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ اس آیت میں شامل ہونا چاہیئے۔
چنانچہ جابر اللہ زعمشہ کی کثافت میں کہتے ہیں کہ اگرچہ اس آیت شریفہ میں صریح ہے۔ اور یہی علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی
ہے لیکن جمع کے ساتھ ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے بھی اُن حضرت کی پیروی پر راجح ہوں۔

تیسرے یہ کہ آپ نے عوام کو شبہ میں ڈالنے کے لئے اپنے بیان میں ایک بہت بڑا مغالطہ دیا ہے کہ شیعوں
نے اس آیت کو تاویل کر کے علی علیہ السلام سے مخصوص کیا ہے حالانکہ (سوا چند گئے چنے معاندین و متعصبین کے افریقین
و شیعہ و سنی) کے تمام مفسرین و محدثین کا اتفاق ہے کہ جیسا پہلے عرض کر چکا ہوں۔ اس آیت کی تفسیر ہی امیر المومنین کی شان میں
ہوئی ہے نہ کہ شیعوں کی تاویل سے یہ منصب اُن حضرت کی طرف منسوب کر دیا گیا ہو۔

شیخ: اس آیت میں "ولی" قطعاً نامہ کے معنی میں ہے کیونکہ اگر اولیٰ یا تصرف کے معنی میں ہوتا جو خلافت و امامت
کی منزل ہے تو رسول اللہ کی زندگی میں بھی اس عہدے پر فائز ہوتا چاہیئے تھا حالانکہ یہ بات صریح طور پر باطل ہے۔

خیر طلب: نہ صرف یہ کہ اس عقیدے کے باطل ہونے پر آپ کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ آیت کا ظاہری و قریبی بھی
اُن حضرت کے لئے اس مقام و منصب کے دوام کو ثابت کرتا ہے کیونکہ جلد اسمیہ کی ولایت اور یہ کہ "ولی" صفت
مشبہ ہے دونوں اس بلند منزلت کے ثبات و دوام کی دلیل ہیں اور پیغمبر کا عز و توقیر میں مدینہ منورہ کے اندر حضرت
علیؑ کو اپنا خلیفہ بنانا اور پھر مرتے دم تک رسول اللہ کو اس عہدے کی تائید کرتا ہے۔ نیز حدیث منزلت بھی اس مطلب کی
تائید ہے کہ رسول اللہ نے بارہا فرمایا علی متی بمنزلۃ ہرود من موسیٰ جس کی ہم گذشتہ شبوں میں پوری
تشریح کر چکے ہیں اور رسول اللہ کے زائد حیات میں اور بعد وفات اُن حضرت کی ولایت پر مجاہدے خود یہ بھی ایک دوسری دلیل ہے۔

شیخ: میرا خیال ہے کہ اگر حقوٰد اغوٰہ کیجئے تو ہمارے لئے یہی کہنا مناسب ہوگا کہ یہ آیت اُن جناب کی شان میں نازل
نہیں ہوئی کیونکہ علیؑ کرم اللہ وجہہ کی منزل اس سے بلند ہے کہ اس آیت سے اُن کے لئے کوئی فضیلت ثابت کی جائے،

قطع نظر اس سے کہ یہ کوئی فضیلت ثابت کرتی اُن جناب کے فناء میں پڑنے لگتی ہے۔

خیر طلب : اول تو ہم اور آپ بلکہ اُمت کی کوئی فرد یہاں تک کہ صحابیہ کبار بھی اس کا حق نہیں دیکھتے کہ آیتوں کی شان نزول میں دخل دیں، کیوں کہ آیات کی شان نزول دلی خواہش پر نہیں ہوتی، بلکہ اگر کچھ شخص اپنی مرستی سے معافی اور نزول آیات میں تصرف کرے تو یقیناً وہ لوگ بے دین ہوں گے۔ جیسے یکو تین جنہوں نے شہر جعلاز عکرمہ کے قول پر اس آیت کا نزول ابو بکر کے بارے میں بتایا ہے۔

دوسرے جناب عالی جب بولتے ہیں تو واقعاً رموز و اسرار کا انکشاف کرتے ہیں اس لئے کہ یہ پہلا موقع ہے جب میں آپ سے ایسی بات سن رہا ہوں، حقیقتاً آپ کا دماغ بہت بلند ہے اور خوب نکتہ نکالا ہے۔ بہتر ہے دیکھیں کس پہلو سے یہ آیت حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے مرتبہ ولایت پر ضرب لگاتی ہے۔

میشخ : مولانا علی کرم اللہ وجہہ کے درجات عالیہ میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نماز کے وقت خدا کی طرف ایسی توجہ رکھتے تھے کہ کبھی کسی نے اپنی طرف متوجہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھا اور ہمارے نزدیک ثابت ہے کہ ایک لڑائی میں آپ کے جسم پر چند تیرا بے لگے تھے کہ اُن کا نکلنا سخت تکلیف کا باعث تھا لہذا جب آپ نماز پر کھڑے ہوتے تو وہ تیر نکال لئے گئے اور انتہائی خشوع و خضوع اور رحمت الہی میں استغراق کی وجہ سے آپ کو بالکل توجہ اور درد کا احساس نہیں ہوا۔ پس اگر یہ واقعہ صحیح ہو کہ ان جناب نے نماز میں مسائل کو انگوٹھی دی تو اس سے آپ کی نماز پر بہت بڑی ضرب لگتی ہے۔ یہ کیونکہ ممکن ہے کہ جو شخص بارگاہ خداوندی میں انتہائی حضور قلب کی وجہ سے نماز میں درد و الم کی طرف توجہ نہ کرے جو ہر انسان کی فطرت ہے وہ ایک سائل کی آواز پر اس طرح متوجہ ہو جائے کہ رکوع کی حالت میں اپنی انگوٹھی اُس کو دیدے؟

اس کے علاوہ عمل خیر اور دہ بھی ادا سے زکوٰۃ میں نیت ضروری ہے لہذا حالت نماز میں جب کہ ستر یا پا خدا کی طرف متوجہ رہنا چاہیے نیت نامانہ سے دوسری نیت کی طرف عدول اور غلو کی طرف توجہ کیونکہ کی جاسکتی ہے؟ چونکہ ہم ان جناب کی منزل بلند سمجھتے ہیں، لہذا اس مفہوم کا تصدیق نہیں کرتے۔ اگر سائل کو کچھ عطا بھی ہوا تو ہرگز حالت نماز میں نہیں ہوا۔ اس لئے کہ رکوع کا مطلب خشوع و تواضع ہے یعنی آپ سے خشوع و تواضع کے ساتھ انگشت سائل کی کوئی نہ حالت نماز میں۔

خیر طلب : عزیز من ”آپ نے درد تو اچھا سیکھا لیکن دعا کا راستہ بھول گئے“ آپ کا یہ اشکال تو کمٹ ہی کے جاوے سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ عمل اُن حضرت کے سب سے پہلے کوئی ضرب نہیں لگاتا بلکہ سائل کی طرف توجہ کرنا اُس کو معذرت دینا اور اُس کا دل خوش کرنا تو موجب کمال ہے، اس لئے کہ حضرت علی علیہ السلام ہر وقت اور ہر حال میں خدا اور اس کی رضا کی طرف متوجہ رہتے تھے اور اس عمل میں بھی عبادت جسمانی و روحانی کو عبادت مالمی (یعنی دُعا میں لالہ دینا) میں افتاد کے ساتھ جمع کر دیا تھا۔

عزیز گرامی! جس انتہا کے لئے آپ نے سنا ہے کہ نماز کے خشوع کو دھچکا پہناتا ہے اور عبادت کو کمزور بناتا ہے وہ انور دنیا اور اخرت میں نفسانی کی طرف لافقت ہونا ہے، ورنہ عمل خیر کی طرف جو خود عبادت ہے دوسری عبادت کے اندر توجہ

نماز واجب کمال ہے مثلاً اگر کوئی شخص نماز کے اندر اپنے اعزہ کے لئے گریہ کرے چاہے وہ عزیز ترین مخلوق یعنی خاندان محمد و آل محمد سلام اللہ علیہم اجمعین ہی کے لئے ہو تو اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے لیکن اگر کوئی حالت نماز میں اشتیاق و خفا و خوف خداوندی سے روئے تراستہائی و فصیلت کا باعث ہے۔

دوسرے جو آپ نے فرمایا کہ رکوع خشوع و تواضع کے معنی یہ ہیں کہ کسی مقررہ موقع پر صبح ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر رکوع نماز کے حکم کو جو ایک معین اور واجب فعل ہے آپ لغوی حیثیت سے خشوع پر عمل کرنا چاہیں تو صاحبان عقل و علم اور اہل دین آپ کا مفہم اڑائیں گے۔

اس آیت شریفہ میں بھی آپ نے ظاہر کے خلاف نظر دوڑائی ہے اور لفظ کو قطعاً اپنے حقیقی اور عرفی معنی سے الگ کرنے کی کوشش کی ہے، اس لئے کہ آپ خود جاسے ہیں کہ اصطلاح شرح میں رکوع کا اطلاق ارکان میں سے ایک رکن پر ہوتا ہے جس کا مطلب اس حد تک خم ہونا ہے کہ ہاتھ کی ہتھیلیاں زانو تک پہنچ جائیں۔ اور اس معنی کی تصدیق خود آپ کے اکابر علامتے بھی کی ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا، چنانچہ فاضل قوشچی شرح تخرید میں جمہور مفسرین کے اقوال کی توضیح کرتے ہیں کہ آپ ہی نماز کے اندر رکوع کر رہے تھے یعنی اُن حضرت نے رکوع نماز کی حالت میں نگہ تری عطا کی۔

اور ان تمام باتوں سے قطع نظر یہ فرمائیے کہ کلمہ صحر کے ساتھ یہ آیت شریفہ مدح میں نازل ہوئی یا مذمت میں؟ شیخ: ظاہر ہے کہ مدح کے موقع پر آئی ہے۔

غیر طلب: پس جب کہ فریقین (شیعہ و سنی) کے جملہ اکابر علماء و مفسرین اور محققین و محدثین نے یہ طے کر دیا کہ آیت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی اور من جانب پروردگار مدح و تمجید کی حامل ہے تو اب آپ جیسے حضرات کے اس قسم کے اختلافات و ایرادات کی کیا گنجائش رہ گئی جن کا سہارا لے کر ان غلط تعبیر اور خوارج و لواصب آپ کے ایسے صاف دل انخاص کے دماغ میں پھینچے ہیں سے یہ باتیں راسخ کر دیں اور آپ بغیر سوچے سمجھے ایسے باقاعدہ جسے میں انتہائی شان کے ساتھ یہ فرمادیں کہ ہم اس واقعے کی تصدیق نہیں کرتے۔

شیخ: حضرت معاذ کیسے لگا جناب عالی چونکہ خطیب و ذاکر اور تقریر میں مشتاق ہیں۔ لہذا کبھی کبھی اپنے ارشادات کے تحت میں اس کے کنایے استعمال کر جاتے ہیں چنانچہ واقف لوگوں میں ایسے خیالات پیدا کر سکتے ہیں جن کے متعلق اچھے نہ ہوں، لہذا بہتر ہے کہ اپنے بیانات میں ان باتوں کا لحاظ رکھیے۔

غیر طلب: میرے بیانات میں حقائق کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ خواہ شاہد ہے کہ میں نے کسی کنایے کا قصد نہیں کیا اور نہ اس کی کوئی ضرورت ہی تھی اس لئے کہ میں جو کچھ کہتا چاہتا ہوں صاف صاف کہتا ہوں نہ کہ کنایتاً۔ ممکن ہے آپ کو غلط فہمی ہوئی یا عیب ہوئی کے مزیدے میں ایسا خیال پیدا ہوا ہو لہذا فرمائیے کہ وہ کنایہ کون سا ہے؟

شیخ: ابھی ابھی گفت کے دوران میں صفات مندرجہ آیت محمد رسول اللہ کو بیان کرتے ہوئے آپ

نے فرمایا کہ یہ مفتی علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے مخصوص ہیں جن کے ایمان میں آدل سے آخر تک شک اور ارتداد پیدا نہیں ہوا۔ یہ جلد اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ آپ دوسروں کے شک اور ارتداد کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کیا خلفائے راشدین یا دوسرے صحابہ اپنے ایمان میں شک و ارتداد رکھتے تھے؟ قطعاً سارے اصحاب کلہم جمیع علی کرم اللہ وجہہ کے مانند ایمان لانے کے اوّل وقت سے آخر تک بغیر شک و ارتداد کے اپنے عقیدے میں ثابت قدم رہے اور ایک لمحے کے لئے بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے انحراف اور جدائی اختیار نہیں کی۔

خیر طلب: آدل تو میں نے اس عبارت کے ساتھ جو آپ نے فرمائی کچھ کہا ہی نہیں ہے، دوسرے آپ خود جانتے ہیں کہ کسی شے کا اثبات اُس کے ماسوا کی نفی نہیں کرتا، تیسرے اگرچہ آپ نکتہ جہنم کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن دوسروں نے غالباً ایسا نہ کیا ہوگا۔ آپ نے یقیناً اپنے اس بیان میں (معاف فرمائیے گا) مغالطہ دینے کی سعی کی ہے، خدا اگرچہ کہ نہ میں نے کیا ہے سے کام لیا اور نہ ایسا خیال رکھا جیسا آپ کا ہے، فرض کیجئے کہ کوئی خیال آپ کے ذہن میں آیا بھی تھا اگر مغالطہ بازی اور شبہ سازی کا مقصد نہ رہا ہو تو بہتر تھا کہ اس جملے کو آہستہ مجھ سے دریافت کر لیتے تاکہ میں اثبات یا نفی میں جواب عرض کر دیتا۔

شیخ: آپ کے انداز گفتگو سے پتہ چل رہا ہے کہ کوئی بات ہے، البتہ جواب سے خاموشی خود اس قسم کے خیالات پیدا کرتی ہے اتنا س ہے کہ جو کچھ آپ کی نظر میں ہو صحیح سند کے ساتھ بیان فرمائیے۔

خیر طلب: خیالات پیدا کرنے کے باعث تو آپ ہی ہوئے کہ یہ سوال قائم کیا، میں پھر عرض کرتا ہوں کہ بہتر ہے اس مسئلے کو نظر انداز ہی کر دیجئے اور اصرار نہ فرمائیے۔

شیخ: اگر کوئی غلط اخلاق بات سمجھتی تو وہ ہو چکی، اب تو آپ کے لئے سوا جواب کے کوئی چارہ نہیں، اگر اثبات یا نفی میں واضح جواب نہ دیجئے گا تو لازمی طور پر میں خود جائزہ لوں گا اور سمجھوں گا کہ نتائج کے لحاظ سے کوئی اچھی بات نہ رہی ہوگی۔

خیر طلب: میں اپنی طرف سے کہی سو ادب نہیں کرتا لیکن آپ کا اصرار نیز آپ نے دوسری عبارت میں مجھ کو جو دھکی دیا ہے وہ اس کا باعث ہوئی کہ حقائق کا انکشاف ہو، روزِ آدل ہی سے اس طرح کے حقائق کا ظہار خود آپ کے علاوہ کی طرف سے ہوا کیا ہے جنہوں نے تحقیقوں کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے، چنانچہ اس موضوع میں میں سب کا اتفاق ہے کہ اکثر صحابہ جن کا ایمان ابھی کامل نہیں ہوا تھا۔ کبھی کبھی شک اور ارتداد میں گرفتار ہوا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض اسی شک و ارتداد کی حالت پر باقی رہتے تھے اور ان کی مذمت میں آیتیں نازل ہوتی تھیں، مثلاً منافقین جن کی مذمت میں پورا ایک سورہ قرآن مجید کے اندر موجود ہے۔

لیکن اخلاقاً مناسب نہیں ہے کہ اس قسم کے سوالات علانیہ ہوں، تاکہ سادہ لوح اشخاص جاہلانہ محبت و عداوت

کے ماتحت خوردگی نہ کریں، میں پھر درخواست کرتا ہوں کہ اس موضوع سے چشم پوشی کیجئے یا اجازت دیجئے کہ اس کا جواب کسی مناسب موقع پر خود ہی آہستہ عرض کر دوں۔

شیخ: یعنی آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم شک کرنے والوں میں سے تھے؟

خیر طلب: آپ واقعی غلط فہمی پھیلارہے ہیں اور جذبات کو بظہار سے ہیں، اب جب آپ کا اصرار ہی ہے تو میں بھی آپ کو بغیر جواب دینے نہیں چھوڑوں گا۔ البتہ اگرناہنم عوام کے اندر اس کا کوئی مدخل پیدا ہوتا تو اس کی ذمہ داری آپ کے سر ہوگی۔ آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ تم کہتے ہو تو یہ آپ کا غلط فہمی ہے یا جان بوجھ کر انجان بننے ہیں کیونکہ خور آپ کے بڑے بڑے علماء نے اس کو نقل کیا ہے اور تاریخ میں درج کیا ہے۔

شیخ: کس موقع پر لکھا ہے؟ کہاں پر ان کو شک ہوا ہے؟ اور کن اشخاص نے شک کیا ہے؟ ہر بانی مکر کے بیان فرمائیے۔ خیر طلب: اچانک کتب اخبار و توازیخ اور سیر سے پتہ چلتا ہے کچھ اشخاص ایک مرتبہ نہیں بلکہ بار بار شک کرتے تھے اور حقیقت کھنے کے بعد پلٹ آتے تھے، لیکن بعض اسی شک پر قائم رہتے تھے اور غضب الہی کے مستحق قرار پاتے تھے۔

حدیبیہ میں عمر کا نبوت پیغمبر میں شک کرنا

چنانچہ مشہور و معروف فقیر شافعی ابن منازلی نے مناقب میں اور حافظ ابو عبد اللہ محمد بن ابی نصر حمیدی نے جمع بین الصیغین بخاری و مسلم میں لکھا ہے قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ما شککت فی نبوة محمد قط لکھنؤ یوم الحدیبیۃ (یعنی عمر ابن خطاب نے کہا کہ میں نے محمد کی نبوت میں کبھی ایسا شک نہیں کیا تھا جیسا شک حدیبیہ کے روز کیا)۔

خلیفہ کا اندازہ کلام بتاتا ہے کہ ان حضرت کی نبوت میں شک تو کئی مرتبہ کر چکے تھے لیکن حدیبیہ میں سب سے بڑا

شک ہوا

نواب: معاف فرمائیے گا قبلہ صاحب حدیبیہ میں کیا ہوا تھا جن کا وجہ سے مرنے میں شک پیدا ہوا؟

خیر طلب: اس واقعے کی تفصیل تو بہت ہے لیکن میں وقت کے لحاظ سے اس کا خلاصہ پیش کئے دیتا ہوں۔

واقعہ حدیبیہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ اصحاب کے ہمراہ مکہ تشریف لے گئے اور

حافظ: قید صاحب ہم لوگ آپ کی ملاقات اور خصوصاً آپ کے اخلاق سے بہت خوش ہوئے، ہماری خواہش تھی کہ آپ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت صرف کریں۔ کیونکہ آپ کے اندر اس قدر حذب و کشش ہے کہ جس شخص کو آپ کی ہم نشینی و ہم کلامی حاصل ہو وہ ہمہ تن محو اور ساکت ہو جاتا ہے اور کوئی بات کہتا بھی چاہتا ہے تو وہ اُس کے دل ہی میں رہ جاتا ہے، چنانچہ میرے دماغ میں بھی بہت سی باتیں تھیں اور میں جو کہنے سے رہ گئیں، لیکن کیا کیا جلتے کہ اب وطن کی دالیں لاریں ہیں اس لئے کہ وہاں بھی ہم کو بہت سے اہم ذاتی اور قومی کام درپیش ہیں جن کا حرج ہو رہا ہے لہذا اُمید ہے کہ جناب عالی میرا کافی فرما کر ہمارے گھر پر تشریف لائیں گے تاکہ آپ کی صحبت سے ہم پورا فائدہ اٹھا سکیں۔

نواب: (حافظ صاحب سے) ہم لوگ آپ کو جانے نہیں دیں گے کیونکہ اب معاملہ بہت نازک منزلوں سے گزر رہا ہے اور بات میں کیسوی پیدا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ آپ حضرات ہمیشہ ہم لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ رافضی صاحبان (شیعہ فرقہ) کے پاس قطعاً کوئی دلیل و برہان نہیں ہے اور وہ تنہائی میں خوب باتیں بناتے ہیں، اگر ہمارے سامنے آجائیں تو بہت جلد لاجواب ہو جائیں گے۔ لیکن اس دعوے کے برعکس ان جلسوں میں ہم آپ ہی کو بالکل لاجواب اور نزہوں حال پارہے ہیں لہذا ضرورت اس کی ہے کہ پختہ طور سے حقیقت معلوم ہو جائے تاکہ ہم حاضرین جلسہ اور باقیمتین جس طریقے کو حق پائیں اُس کی پیروی کریں۔

حافظ: (نواب سے) ایہ آپ کی غلط فہمی ہے کہ ہم کو لاجواب اور مغلوب سمجھ رہے ہیں، بلکہ خاضع مقرر کی اخلاق کشش، زبانِ کوری اور حسنِ بیان نے ہم کو خاموش کر دیا ہے کیونکہ ہم ادب کا لہجہ کرتے ہوئے عزیزِ مہمان کو تکلیف نہیں دینا چاہتے۔ ورنہ اسی تو ہم نے بناوٹی گفتگو شروع ہی نہیں کی ہے۔ اور اگر ہم پوری طرح بحث کرتے پر اجابیں گے تو دلائلِ مایات کے ذریعے آپ دیکھیں گے کہ حق ہمارے ہی ساتھ ہے اور ہمارے ہی دلائل سے حقیقت ثابت ہوتی ہے۔

نواب: (حافظ صاحب سے) ہم نے آج کا شب تک جو کچھ آقاؑ قید سلطان الراحین صاحب سے سنا ہے سب کا سب مطابق عقل اور دین و جہان کے ساتھ تھا اور آپ کو ان بظن اور دین کے خلاف میں بے یس پایا۔ پھر بھی اگر آپ فرماتے ہیں کہ کچھ دلائل میں تو قطعاً آپ کو ٹھہرتا چاہیے اور وہ دہلیں قائم کرنا چاہیے۔ میں آپ سے صاف صاف کہے دیتا ہوں اور خطرے سے آگاہ کئے دیتا ہوں کہ ان دنوں کی گفتگو اور رسائل و اخبارات میں اس کی اشاعت سے اکثر لوگوں کے عقیدے پٹ گئے ہیں۔ اور اگر کا حق حق کا اظہار نہ کیجئے گا تو قطعاً آپ کو بانی شریعت کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا۔

(اس وقت جیسے پر ایک حیرت انگیز سکوت طاری ہو گیا۔ پھر تھوڑی خاموشی کے بعد)

حافظ: (اُترے ہوئے چہرے کے ساتھ نواب سے) آپ ان جہان عزیز مولانا صاحب ہی کا کچھ خیال کیجئے کہ وہ جیسا خود فرما چکے ہیں، مشہد مقدس کو جا رہے ہیں، ان کا وقت بھی عزیز ہے گویا وہ روانگی پر بالکل تیار تھے محض ہماری خاطر سے غمگین تھے ہیں لہذا یہ ادب و اخلاق کے خلاف ہے کہ ہم ان کو اور زیادہ زحمت دیں۔

خیر طلب: میں آپ کی عنایت کا بہت ممنون ہوں، میری روانگی کے متعلق جو آپ نے فرمایا درست ہے لیکن اس وقت چاہے جتنا اہم کام درپیش ہو دینی خدمات کے مقابلے میں میں اس کو یا کچھ سمجھتا ہوں، میری طرف سے کوئی عذر نہیں ہے اگر آپ حضرات پر سے سال بھر بھی تشریف رکھیں تو میں حاضر رہوں گا اس لئے کہ ہمارا فرقہ یہی ہے کہ حجت تک قیامِ نفاذ نہ ہو جائے برابر اپنی ذمہ داری پوری کرتے رہیں، اس فریضے کے علاوہ محمد کو اہل علم کی صحبت سے بھی خوش ہوتی ہے کیونکہ اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے، خصوصاً جناب عالی نے تو اپنے اخلاق سے مجھ کو گراں دیدہ بنالیا ہے۔ فقط میں محترم میزبان جناب مرزا یعقوب علی خاں سے ضرور کافی شرمندہ ہوں کہ ہماری وجہ سے ان کو زحمت اٹھانا پڑی۔

برادرانِ محترم مرزا یعقوب علی خاں، ذوالفقار علی خاں اور علالت علی خاں نے بوسریر آوردہ قریباًش حضرات میں سے ہیں ایک ساتھ بے چین ہو کر آواز بلند کی کہ ہم کو آپ سے ایسی باتوں کی امید نہیں تھی، ہم مکان کے مالک نہیں ہیں بلکہ آپ کے خدمت گزار ہیں اگر جناب عالی زندگی بھر اس مکان میں قیام فرمائیں تو ہم کو کوئی زحمت نہ ہوگی بلکہ آپ کا وجود ہمارے لئے باعثِ فخر ہوگا۔
(پشاور کے مشائخ میں سے جناب آقا سید محمد شاہ اور علامہ شیعہ میں سے جناب مولوی سید مدلل اختر صاحب نے فرمایا کہ اگر ممکن ہو تو چند شب اس دینِ بزم سے ہمارے گھر کو سر فراز فرمائیے)

(آقا مرزا یعقوب علی خاں نے فرمایا یہ ناممکن ہے، حجت تک قبۃ سلطان الوداعین پشاور میں ہیں اور یہ جیسے قائم ہر ایسی جگہ رہنا چاہیے)

خیر طلب: میں تمام حضرات کا عموماً اور محترم میزبانوں کا خصوصاً انتہائی شکر گزار اور ممنون ہوں۔

حافظ: منظور ہے سکوت کے بعد کوئی عرض نہیں ہے، جب آپ حضرات کی یہی خواہش ہے تو ہم چند روز اور پھر جائیں گے، لیکن جیسا کہ قبلہ صاحب نے فرمایا ہر شب یہاں جمع کا اکٹھا ہونا باعثِ رحمت ہے، بہتر ہوگا کہ اب ہماری قیام گاہ کو مباحثات کا مرکز قرار دیجئے تاکہ پوری ہم آہنگی حاصل ہو جائے۔

خیر طلب: مجھ کو کوئی اصرار نہیں ہے کہ آپ حضرات ضرور ہی میان تشریف لائیں۔ پھر اس مکان میں کافی وسیع عمارت اور باغ موجود ہے جس میں جمع کے لحاظ سے بہت مناسب ہے۔ لہذا آپ ہی حضرات نے اس کو منتخب کیا تھا، ورنہ میری طرف سے کوئی عذر نہیں ہے۔ آپ جس جگہ کے لئے حکم دیں میں بہت خوشی سے حاضر ہوں گا۔

میرزا یعقوب علی خاں: اس مکان اور جماعت قریباًش کی طرف سے کوئی مانع نہیں ہے۔ اگرچہ جناب حافظ صاحب تازہ وارد ہیں اور ہمارے حال سے واقفیت نہیں رکھتے، لیکن یہاں کے تمام باشندے جانتے ہیں کہ قریباًش لوگ بالعموم

قوم کے خادم ہیں اور مہانوں کا خاطر خواص اور خدمت سے گریز نہیں کرتے، پھر یہ مکان تو ہمیشہ سے آنے والوں کا مرکز رہا ہے، بالخصوص جب سے اُس کو یہ رونق عطا کی گئی ہے، علمی صحبت اور دینی و مذہبی بحث و مناظرہ سب کو زیادہ سے زیادہ مسرور و مشکور رہا ہے۔

حافظ: باوجودیکہ میرے لئے اپنا ور میں ٹھہرنا بہت دشوار ہے کیونکہ وطن میں بہت سے کام معطل پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن آپ حضرات کا تعمیل ارشاد کے لئے منظور کرتا ہوں۔ پس اب ہم لوگ آتشِ دل کی شب تک کے لئے رخصت ہوتے ہیں۔

ساتویں نشست

(شب پنجشنبہ ۲۹ رجب ۱۳۴۵ھ بمطابق)

(شام کے بعد سب حضرات تشریف لائے اور معمولی بات چیت اور چائے نوشی کے بعد مولوی صاحبان کی طرف سے گفتگو شروع ہوئی)

سید عبدالحی: (امام جماعت اہل سنت) قید صاحب چند باتیں قبل آپ نے کچھ بیانات فرمائے تھے۔ جن پر قید جناب حافظ صاحب نے آپ سے دلیل مانگی تھی لیکن آپ نے یا توجید سازی سے کام لیا یا علمی اصطلاحات سے ہم کو مغالطہ میں ڈال دیا اور مطلب خطہ ہو گیا۔

خیر طلب: فرمائیے کون سا مطلب تھا اور آپ کا کون سا سوال بغیر جواب کے رہ گیا؟ میری نظر میں نہیں ہے آپ یاد دلادیجئے۔

سید: کیا آپ نے چند شب قبل یہ نہیں فرمایا تھا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ رسول خدا کے ساتھ اتنا ولفانی رکھتے تھے ہذا تمام اقبیاء سے افضل تھے؟

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

خیر طلب: صحیح ہے۔ میرا بیان اور عقیدہ یہی تھا اور ہے۔

ستیا: پھر آپ نے ہمارے اشکال کا جواب کیوں نہیں دیا؟

خیر طلب: آپ کو سمجھ نہ رہی ہے۔ آپ سے تعجب ہے کہ تمام باتوں میں بہتر تن گوش رہے پھر بھی مجھ کو حیلہ نہ دیا اور مغالطہ بازی کا الزام دے رہے ہیں۔ کوئی حیلہ اور مغالطہ قطعاً ہمیں تھا بلکہ مقتضائے اس کلام بیکر الکلام بات سے بات نکال کر تھی۔ اگر آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ میں نے کوئی غیر متعلق بات نہیں کہی تھی بلکہ مولوی صاحبان نے کچھ سوالات کیے

تھے جن کا جواب دینا میرا فرض تھا۔ اب آپ کا جو سوال ہر بیان فرمائیے میں جائید الہی جواب کے لئے حاضر ہوں۔
سید: ہم یہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ دو ذاتوں کا انہم میں متحد ہونا کیونکر ممکن ہے؟ اور پھر ان کے درمیان ایسا تضاد
اتحاد پیدا ہو جائے کہ دونوں ایک ہو جائیں۔

اتحاد مجازی حقیقی میں فرق

غیر طلب: ظاہر ہے کہ دو ذاتوں کے درمیان حقیقی اتحاد محال اور باطل ہے۔ اس کا نام ممکن ہونا اپنی جگہ پر ثابت
بلکہ بدیہیات اولیہ میں سے ہے۔ پس اتحاد کا دعویٰ صرف مجاز اور مبالغہ کلام کی حقیقت سے ہے۔
اس لئے کہ دشمن جب آپس میں شدید محبت یا کسی جہت سے مشابہت رکھتے ہیں تو اکثر اتحاد کا دعویٰ کرتے
ہیں عرب و عجم کے بڑے بڑے ادیبوں اور شاعروں کے کلام میں اس طرح کے مبالغے بہت ہیں یہاں تک کہ
ادیبائے خدا کے کلمات میں بھی کافی نظر آتے ہیں۔ من جملہ ان کے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی طرف منسوب دیوان
کے اندر ارشاد ہے:

ہموم رجال فی امور کثیرۃ وھمی فی الدنیا مدیق مساعد
یکون کروح بین حبیبین قسمت نجسھا جسمان والروح واحد

یعنی مردان عالم کی بہت سے مختلف امور میں ہوتی ہیں اور میرا مقصد صرف ایک بھر در دوست ہے
جو دو جسموں میں ایک روح کے مانند ہو۔ پس ہمارے جسم دو ہیں اور روح ایک ہو۔

مجنوں عامری کے حالات میں مشہور ہے کہ جب اس کی قصد کھونا چاہی تو اس نے کہا میری قصد نہ کھو ورنہ مجھ کو
خوف ہے کہ نشتر میری لیل کو لگ جائے گا کیوں کہ وہ میری ہر رگ دپے میں پیوست ہے۔ چنانچہ ادیبوں نے اس
مطلب کو نظم بھی کیا ہے:

گفت مجنوں من نہ ترسم نہ نیش صبر من از کوہ سنگیں است و بیش
لیک از لیلی دجو من پراست این صدف پراز صفات آن دراست
واند آن عقلے کہ آن دل روشنی است در میان لیلی و من فرق نیست
ترسم اے نفا دچوں قدم کنی قیش زانا گاہ بر لیلی نہ فی
من کیم لیلی دلیلی کیفیت من مایگی روحیم اندر دو بدن
روحہ روحی و روحی روحہ من یری الروحین عاشا فی البدن

اعوان شعر کا مطلب یہ ہے کہ اس کی روح میری روح اور میری روح اس کی روح ہے۔ کس نے دیکھا ہے کہ دو مرد میں ایک ایک بدن میں زندگی بسر کرتی ہوں۔ یعنی درحقیقت ایک روح ہے جو دو بدنوں میں مقیم ہے۔

اگر اباب ادب کی کتاب میں ملاحظہ فرمائیے تو مبالغے کی حیثیت سے مجازاً اس قسم کے تعبیرات بکثرت ملیں گے۔ چنانچہ ایک شیریں بیان ادیب اور شاعر نے نظم کیا ہے۔

انا من اھوی ومن اھوی انا محن دوحان حللتا جدنا
فاذا البصر تنی البصر تنہ واذا البصر تنہ کان انا

یعنی میں اور میرا معشوق دونوں ایک ہیں۔ ہماری دو رو میں ایک جسم میں حلول کئے ہوئے ہیں۔ لہذا اگر تم نے مجھ کو دیکھا تو اس کو دیکھ لیا اور اگر اس کو دیکھا تو وہ میں ہی ہوں۔

پیغمبر و علی کا اتحاد نفسانی

تہمید میں اس سے زیادہ آپ حضرات کا ذلت نہیں لوں گا۔ آپ نتیجہ یہ اخذ کرتا ہوں کہ اگر میں نے یہ عرض کیا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اتحاد دفعی رکھتے تھے تو آپ کا خیال اتحاد حقیقی کی طرف نہ جانا چاہیے کیونکہ کسی نے حقیقی اتحاد کا دعویٰ نہیں کیا ہے اور اگر کوئی ایسے اتحاد کا قائل ہو تو یہ قطعاً غلط اور درجہ اعتبار سے ناقص ہوگا پس یہ اتحاد مجازہ کی حیثیت سے ہے نہ کہ حقیقتاً اور اس سے روح و کمالات کی شرکت مراد ہے۔ نہ کہ جسم کی اور یہ مسلم ہے کہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام تمام فضائل و کمالات اور صفات میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شریک تھے۔ الاما خرج بالمعق والدین رسوا ان چیزوں کے جو نفس اور ربیل کے ساتھ مستثنیٰ ہیں۔

حافظ: پس اس قاعدے کی رو سے محمد و علی دونوں کو پیغمبر ہونا چاہیے اور آپ کی یہ گفتگو ثابت کر رہی ہے کہ علی بھی پیغمبر میں شریک تھے اور لازمی طور سے دونوں پر برابر وحی بھی نازل ہوتی تھی۔

خیبر طلب: یہ آپ نے کھل کر اعلان فرمایا ہے۔ جو آپ کہہ رہے ہیں ایسا نہیں ہے۔ ہم یا کوئی شیعہ ہرگز یہ عقیدہ نہیں رکھتا۔ آپ سے یہ امید نہیں کہ کسی کو جتنی کرے جسے کادفت صالح کریں گے تاکہ کہی ہوئی باتیں پھر دہرائی جائیں میں نے پورا اصرار کیا ہے کہ تمام کمالات میں مقدم ہیں الاما خرج بالمعق والدین رسوا ان چیز کے جو نفس اور ربیل سے مستثنیٰ ہیں اور وہ میں عزت خاصہ اور اس کے شرائط کا مقام ہے جس میں احکام اور وحی کا نزول بھی ہے۔ غالباً آپ گذشتہ راتوں کے بیانات بشکل چکے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو رسائل و اخبارات کی اشاعتیں ملاحظہ فرمائیے نظر آجائے گا کہ گذشتہ شیروں میں ہم نے حدیث منزلت کے ضمن میں ثابت کیا ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام منصب نبوت کے حامل تھے

لیکن خاتم الانبیاء کے دین و شریعت کے پیرو اور پابند تھے لہذا حضرت پر دہی کا نزول نہیں ہوتا تھا اور آپ کی منزلت وہ تھی جو حضرت موسیٰ کے زمانے میں ہارون کو حاصل تھی۔

حافظ: جب آپ جملہ فضائل و کمالات میں شرکت اور برابری کے قائل ہو گئے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نبوت اور شرائط نبوت میں بھی مساوات کا عقیدہ ہونا چاہیے۔

خیر طلب: نظام ہر مملکت میں ایسا معلوم ہوتا ہو لیکن تقویٰ اور عزت کیلئے کا تو ظاہر ہو جائے گا کہ مطلب اس کے علاوہ ہے جیسا کہ پچھلی باتوں میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ آیات قرآنی کے حکم سے نبوت کے بھی مختلف درجے ہیں اور انبیاء و مرسلین اپنے مراتب کے لحاظ سے ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں مرثیہ ارشاد ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ (یعنی ہم نے انبیاء و مرسلین میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، اور تمام مراتب انبیاء سے اکمل نبوت خاصہ محمدیہ کا مرتبہ ہے اسی درجہ سے آیت عذرا سورہ صافات ۲۴۱) حزاب میں ارشاد ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (یعنی محمد تمہارے مروجوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن خدا کے رسول اور پیغمبروں کے خاتم ہیں) یہی نبوت خاصہ کا کمال ہے جو حاقیت کا سبب بنا پس اس کمال خصوصی میں کسی اور کو دخل نہیں ہے، لیکن دوسرے کمالات میں شرکت یا مساوات پائی جاتی ہے جس کے ثبوت میں بے شمار دلائل و برہین موجود ہیں۔

سید: آیا اس دعوے کے ثبوت میں آپ کے پاس قرآن مجید سے بھی کوئی دلیل ہے؟

آیہ مباہلہ سے استدلال

خیر طلب: کھلی ہوئی بات ہے، البتہ ہماری پہلی دلیل قرآن مجید سے ہے جو ایک معنوی آسمانی سند ہے۔ اور قرآن مجید میں سب سے بڑی دلیل آیہ مباہلہ ہے جس میں مرثیہ ارشاد ہے فَمَنْ حَاجَلِك فَبِهِ مِنْ بَعْدِ مَا جِئْتُمْ مِنْهُ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ (یعنی پس جو شخص وہی کے ذریعے تمہارے پاس علم آجائے گے بعد عیسیٰ کے بارے میں تم سے ہمارے ہمارے کہلو کر آدمی ہم و ذمہ آپ کے بیٹے ہیں اور آپ کے بھائی کو جو جان کے برابر ہیں، جمع کر کے آپ میں مباہلہ کریں) یعنی ایک دوسرے کے لئے تعزین اور بددعا کریں تاکہ جمعہ لوگوں کو عذاب خدا میں گرفتار کریں، آیت سورہ سہ آل عمران ۶۰ آپ کے خاص خاص اور بزرگ علماء و مفسرین جیسے امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں، امام ابو اسحق ثعلبی نے تفسیر شفاء البیان میں، جلال الدین سیوطی نے در المنثور میں، قاضی بیضاوی نے انوار التنزیل میں، جابر اللہ زحرفی نے کشف میں، مسلم بن حجاج نے صحیح میں، ابوالحسن قیسیہ نے ابن مغزیل شافعی واسطی نے مناقب

میں، حافظ البوعینم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں، نور الدین مالکی نے فصول المہمہ میں، شیخ الاسلام حموی نے فرائد میں، البرالمؤید خوارزمی نے مناقب میں، شیخ سلیمان بنی حنفی نے نیایع المودت میں، صبط ابن جوزی نے تذکرہ میں۔ محمد بن عکرم نے مطالب السؤل میں، محمد بن یوسف گنئی شافعی نے کفایت الطالب میں، ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں اور دوسروں نے بھی الفاظ اور عبارت کی مختصر کی و بیش کے ساتھ اس آیت کا نزول مباہلے کے روز لکھا ہے جو ذوالحجہ کا چوبیس یا پچیس تاریخ تھی۔

نصارائے نجران سے پیغمبر کا مباحثہ

حبیب خاتم الانبیاء نے نجران کے عیسائیوں کو اسلام کی دعوت دی تو ان کے بڑے بڑے علماء جیسے سید عاتق جاثیق اور علقمہ وغیرہ جو ستر سے بھی زیادہ تھے اپنے تقریباً تین سو پیروؤں کے ساتھ مدینہ آئے اور متعدد نشستوں میں پیغمبر کے ساتھ علمی مناظرے کئے لیکن آنحضرت کے مفصل اور مضبوط دلائل کے سامنے لاجواب ہو گئے اس لئے کہ آنحضرت نے ان کی معتبر کتابوں سے اپنی حقانیت اور اس بات پر کہ حضرت عیسیٰ نے آثار اور علامات کے ساتھ ان حضرات کے آنے کی خبر دی ہے اور نصاریٰ ان اخبار کی رو سے ایسے ظہور کے منتظر ہیں کہ اونٹ پر سوار ہو کر (سکے میں) نارن کے پہاڑوں سے ظاہر ہو کر عیاد اور اُحد کے (جو مدینہ میں ہے) درمیان ہجرت کریں گے ایسی قوی دلیلیں دین کہ سوا پرلہذاختہ ہو جانے کے اور کوئی چارہ نہ تھا لیکن مسند اور اقتدار کی محبت نے قبول نہ کرنے دیا۔ جب انہوں نے اسلام اور معقولیت سے روگردانی کی تو رسول خداؐ نے حکم الہی ان کے سامنے مباہلے کی تجویز رکھی تاکہ سچے اور جھوٹے میں امتیاز ہو جائے، نصاریٰ نے اس کو مان لیا اور یہ امر دوسرے دن پر رکھا گیا۔

مباہلے کے لئے نصاریٰ کی تیاری

حبیب دوسرے روز عیسائیوں کی تیاری چاہتے ہوئے مدینہ سے زیادہ علماء کے ساتھ دروازہ مدینہ کے باہر پہاڑ کے دامن میں ایک طرف کھڑی ہوئی منتظر تھی کہ رسول اللہؐ کو مرعوب کرتے کے لئے لازمی طور پر انتہائی شان و شوکت چور سے ساز و سامان اور کثیر جمع کے ساتھ تشریف لائیں گے۔

اتنے میں قلعہ مدینہ کا دروازہ کھلا اور خاتم الانبیاءؐ اس حالت سے باہر آئے کہ ایک جوان دامن طرف ایک بادقار برقع پوش عورت بایں طرف اور دو بچے آگے آگے تھے یہاں تک کہ نصاریٰ کے مقابل ایک درخت کے

نیچے قیام فرمایا اور کوئی دوسرا شخص اُن کے ساتھ نہیں آیا تھا، سب سے بڑے نصرانی عالم اسقف نے مترجمین سے پوچھا کہ مجھ کے ہمراہ یہ کون لوگ آئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ وہ جوان اُن کا داماد اور سپریم علی ابن ابی طالب، وہ عورت اُن کی بیٹی فاطمہ اور وہ دو بچے اُن کے نواسے حسین و حنین ہیں۔

اسقف نے نصرانی عالموں سے کہا کہ دیکھو محمدؐ کس قدر مطمئن ہیں کہ اپنے فرزندوں اور قریب ترین خاص عزیزوں کو مباہلے میں لاکر معرکہ جلا میں ڈال دیا ہے، قسم خدا کی اگر ان کو اس بارے میں ذرا بھی شک و شبہ یا خوف ہوتا تو ہرگز ان کو منتخب نہ کرتے اور حتماً مباہلے سے گریز کرتے یا کم از کم اپنے اعزہ کو اس خطرے سے الگ رکھتے۔ اب ان سے مباہلہ کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ اگر قیصر روم کا خوف نہ ہوتا تو ہم ایمان لے آتے۔ پس مصلحت اسی میں ہے کہ ہم لوگ جن شرائط پر وہ چاہیں اُن سے صلح کر لیں اور اپنے وطن کو چھوڑ جائیں۔ سب نے کہا کہ آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ اسقف نے اُن حضرات کے پاس پیغام بھیجا کہ انا لا یشاہلک یا ایا القاسم ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرتا چاہتے بلکہ صلح چاہتے ہیں۔ اُن حضرات نے بھی اس کو منظور فرمایا امیر المومنینؑ کے قلم سے اس شرط پر صلح نامہ لکھا گیا کہ وہ لوگ دو ہزار اورانی مٹھے جن میں سے ہر ایک کی قیمت چالیس درہم ہو اور ایک ہزار مثقالی سونا ادا کریں، اس مطالبے کا نصف محرم میں اور نصف رجب میں پورا کریں۔ اس کے بعد طرفین کے دستخط ہوئے اور وہ لوگ واپس ہوئے راستے میں اُن کے عالم غائب نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ قسم خدا کی ہم اور تم جانتے ہیں کہ یہ محمدؐ ہی پیغمبر موعود ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں خدا کی طرف سے کہتے ہیں واللہ جن لوگوں نے بھی کسی پیغمبر سے مباہلہ کیا ہے وہ ہلاک ہوئے ہیں اور ان کا کوئی چھوٹا بڑا زندہ نہیں بچا ہے۔ اگر ہم لوگ بھی مباہلہ کرتے تو قطعاً سب کے سب ہلاک ہو جاتے اور روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہ رہتا۔ خدا کی قسم جب میں نے ان لوگوں پر نظر ڈالی تو ایسی سورتیں دیکھیں کہ اگر خدا سے دعا کر دیتے تو یہاں اپنی جگہ سے ہٹ جاتے۔

حافظ، جو کچھ آپ نے بیان فرمایا سب درست ہے اور سارے مسلمان اس کو مانتے ہیں۔ لیکن ان باتوں کو ہمارے موضوع بحث سے کیا ربط ہے کہ علیؑ کرم اللہ وجہہ رسول خدا کے ساتھ اتحاد و نصاف رکھتے ہیں؟

خیر مطلب: اس آیت میں ہمارا استدلال جملہ افغان سے ہے کیونکہ اس تفسیر میں کئی اہم مطالب ظاہر ہوتے ہیں۔ اولاً حقانیت رسول خدا کا اثبات ہے کہ اگر حق پر نہ ہوتے تو مباہلے کی جرأت نہ فرماتے اور بڑے بڑے مسیحی علماء میدان مباہلہ سے فرار نہ کرتے۔ دوسرے یہ کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ امام حسن و امام حسین علیہما السلام رسول اللہ کے فرزند ہیں رجباً کہ ہم پہلی شب میں اشارہ کر چکے ہیں، تیسرے اس آیت مباہلہ کے ثابت ہوتا ہے کہ علیؑ فاطمہ اور حسن و حسین علیہم السلام حضرت ختمی مرتبت کے بعد سارے مخلوقات سے افضل اور آل حضرت کے نزدیک تمام انسانوں میں عزیز ترین تھے۔ جیسا کہ آپ کے سارے متعصب علماء جیسے زعفرانی، میفادی اور محمد بن رازی وغیرہ نے بھی لکھا ہے اور خصوصیت سے جابر اللہ زعفرانی نے اس آیت شریفہ کے ذیل میں مذکورہ بالا تفصیل کے ساتھ اس پختہ

آلِ مباح کے اجتماع سے کئی حقیقتوں کا تذکرہ کیا ہے یہاں تک کہ کہتے ہیں یہ آیت اتنی زبردست دلیل ہے کہ پیغمبر کے ساتھ چادر کے نیچے جمع ہونے والے پختہ پاک کی افضلیت پر اس سے قوی دلیل اور کوئی نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام جلد اصحاب رسول سے بلند اور افضل تھے۔ اس دلیل سے کہ خدائے تعالیٰ نے آیت شریفہ میں اُن کو نفس رسول قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ انفسا سے خود حضرت خاتم الانبیاء و کذا آتی نفس مراد نہیں ہے۔ کیونکہ جلد کسی دوسری ہستی کو چاہتا ہے اور انسان کو ہرگز یہ حکم نہیں دیا جاتا کہ خود اپنے کو بلائے۔ پس ضروری ہے کہ کسی اور کو دعوت دینا مقصود ہو جو پیغمبر کے لئے بمنزلہ نفس ہو۔ چونکہ فریقین (شیعہ و سنی) کے مؤثر مفسرین و محدثین کا اتفاق ہے کہ مباح میں اُن حضرت کے ہمراہ علی، حسن حسین اور فاطمہ علیہم السلام کے علاوہ کوئی اور موجود نہ تھا لہذا جلد ابناء و ابناء تک سے حسین علیہم السلام اور فاطمہ و سادات کھ سے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا خارج ہو جاتے ہیں اور دراصل جو انفسا سے مراد دیا جائے اُس مقدس گروہ میں سوا امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے کوئی نہیں تھا پس اسی جلد انفسا سے محمد و علی علیہما السلام کے درمیان اتحاد و نفسانی ثابت ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے علی کو نفس محمد فرمایا ہے اور چونکہ دونوں میں اتحاد حقیقی محال ہے لہذا قطعاً مجازی اتحاد مراد ہے۔

آپ حضرات بہتر جانتے ہیں کہ علم اصول میں لفظ کو مجاز بعید کے مقابلے میں قریب تر مجاز پر عمل کرنا اولیٰ ہے اور قریب تر مجاز جلد اور اوراد سارے کمالات میں شرکت ہے سوا اُس کے جو دلیل سے خارج ہو جائے اور ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ جو چیز دلیل اور اجماع سے خارج ہے وہ اُن حضرت کی نبوت خاصہ اور نزول وحی سے لہذا ام علیہ السلام کو اس خصوصیت میں پیغمبر کا شریک نہیں جانتے ہیں لیکن حکم آیت شریفہ دیگر کمالات میں شریک ہیں، اور قطعاً مبارک و فانی سے پیغمبر کے ذریعے علی کو علی الاطلاق فیض پہنچا اور یہ خود اتحاد و نفسانی کی دلیل ہے جو ہمارا مدعا ہے۔

حافظ: یہ آپ کہاں سے کہہ رہے ہیں کہ اپنے نفس کو مجازاً دعوت دینا مراد نہیں ہے اور یہ مجاز دوسرے مجاز سے اولیٰ نہیں ہے؟۔

خیر طلب: میری درخواست ہے کہ خواہ مخواہ اختلاف کر کے جسے کا وقت ضائع نہ کیجئے اور انصاف کے راستے سے نہ ٹٹلے۔ حق پسندی کا تقاضا یہ ہے کہ جب کوئی بات اپنی منزل تک پہنچ جائے تو اس کو چھوڑ کر آگے بڑھئے آپ جیسے طویل القدر اور متصف عالم سے ہم قطعاً مجادے اور کٹ جھگڑ کی امید نہیں رکھتے۔ کیوں کہ آپ خود جانتے ہیں اور صاحبان علم و فضل کے نزدیک ثابت ہے کہ مجازاً نفس کا اطلاق دوسرے مجاز سے زیادہ مستقل ہے اور عرب و عجم کے فضلا و ادباء اور شعراء کی زبان اور کلام میں کافی رواج ہے کہ مجازاً اتحاد کا دعویٰ کرتے ہیں جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ ہم میری جان کی جگہ پر ہو اور خصوصیت سے اخبار و احادیث کا زبان میں یہ بات حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے بارے میں کثرت سے وارد ہوئی ہے جو مقصد کے اثبات میں الگ الگ ایک مستقل دلیل ہے۔

اتحاد پیغمبر و علیؑ پر اخبار و احادیث کے شواہد

من عبد امام احمد بن حنبل مستند میں، ابن مغازی فقید شافعی مناقب میں اور موفق بن احمد خطیب بخارا زم مناقب میں نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا مکر فرماتے تھے۔ علی منی وانا منہ من احبہ فقد احببني ومن احببني فقد احب الله (یعنی علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں جو شمنی ان کو دوست رکھے اُس نے مجھ کو دوست رکھا اور جو شمنی مجھ کو دوست رکھے اُس نے خدا کو دوست رکھا)۔

ابن ماجہ نے سنن جزو اول ص ۱۶۱ میں، ترمذی نے معجم میں، ابن جریر نے ان چالیس حدیثوں میں سے جو مواعظ میں نقلی امیر المؤمنین میں نقل کی ہیں چھٹی حدیث میں امام احمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ سے، امام احمد بن حنبل نے مستدرک ج ۱ ص ۱۶۱ میں، محمد بن یوسف گنئی شافعی نے کفایت الطالب باب ۶۷ میں مسند بن ہماک جز چہارم اور معجم کبیر طبرانی سے، امام ابو عبد الرحمن نسائی نے حقائق میں اور سلیمان بن حنفی نے بیایع المودۃ باب میں مشکوٰۃ سے سب نے پیش بر جاوہ سلفی سے روایت کی ہے کہ سفر حجۃ الوداع میں عرفات کے اندر رسول اللہؐ نے فرمایا علی منی وانا من علی وکلیو دی عنی الانا وعلی (یعنی علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں اور میری طرف سے کوئی ادا نہیں کرتا ہے) یعنی میرے رفیق تبلیغ کو انجام نہیں دیتا ہے) سو میرے یا علیؑ کے؟

سلیمان بن حنفی نے بیایع المودۃ باب میں زوائد مسند عبد اللہ بن احمد بن حنبل سے بسند ابن عباس نقل کیا ہے کہ پیغمبرؐ نے (ام المؤمنین) ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا علی منی وانا من علی لحمدہ من لحمدہ ومن دعی وھو منی بمنزلۃ ھرون من موسیٰ یا ام سلمہ اسمعی واشہدی ھذا علی سید المسلمین (یعنی علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں اُن کی کا گوشت اور خون میرے گوشت اور خون سے ہے اور وہ مجھ سے بمنزلہ ہارون ہیں موسیٰ سے اے ام سلمہؓ سنا اور گواہ رہو کہ یہ علیؑ مسلمانوں کے سید و آقا ہیں)۔

حمید بن محمد بن العیصی میں اور ابن ابی الحدید نے شرح فی البلاغ میں نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا علی منی وانا منہ وعلی منی بمنزلۃ المراس من السبد من اطاعہ فقد اطاعنی ومن اطاعنی فقد اطاع الله (یعنی علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں علیؑ مجھ سے بمنزلہ سر ہیں بدن سے جس نے ان کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے میری اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی)۔

محمد بن جریر طبری اپنی تفسیر میں اور میر سیّد علی ہرانی فقید شافعی مودۃ القریب ص ۱۶۱ میں رسول اکرمؐ سے نقل کرتے ہیں کہ فرمایا ان الله تبارک و تعالیٰ اسد هذا الذین یعنی وانا منہ ونبیہ انزل امن کان

علی بینہ من ربہ ویتلوہ شاہد منہ (یعنی درحقیقت خدا نے اس دین کی علی کے ذریعے
 تائید فرمائی ہے کیونکہ وہ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں اور اُن کے بارے میں اُن کے شرفیہ صلوٰۃ (مہربانوں)
 ہوئی ہے جن کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر خدا کی طرف سے قرآن جیسی روشن دلیل رکھتے ہیں اور ان کا (علی جیسا) سچا گواہ
 ہے (جو اپنے ہر قول و فعل سے رسالت کی سچائی ثابت کرتا ہے)، اور شیخ سلیمان بن حنفی نے ینابیع المورۃ کے باب،
 کو اس موضوع سے مخصوص کیا ہے اس عنوان کے ساتھ کہ الباب السایم فی بیان ان علیاً کرم اللہ وجہہ کنعنی
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و حدیث علی متی وانا منہ (یعنی ساتواں باب اس بیان میں کہ علی کرم اللہ وجہہ
 رسول اللہ کے نفس کے مانند ہیں اور اس حدیث میں کہ علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں) اس باب میں غفلت طریقوں اور
 متفاوت الفاظ کے ساتھ رسول خدا سے جو بیس حدیثیں نقل کرتے ہیں کہ فرمایا علی میرے نفس کی جگہ پر ہیں اور آخر باب میں
 مناقب سے بروایت جابر ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ فرمایا علیؑ میں ایسی
 خصلتیں ہیں کہ اگر کسی شخص کے لئے اُن میں سے ایک بھی ہوتی تو اُس کے نفس و شرف کے لئے کافی تھی اور اُن خصلتوں
 سے مراد علیؑ کے بارے میں رسول اللہ کے ارشادات ہیں مثلاً من کنت مولاً فعلی مولاً - یا - علی متی کھڑوں
 من موسیٰ - یا - علی متی وانا منہ - یا - علی منی کنعنی طاعتہ طاعتی ومعصیتہ معصیتہ یا یارب علی
 حرب اللہ وسلم علی سلمہ اللہ - یا - ولی علی ولی اللہ وعدہ علی وعدہ اللہ - یا - علی حجتہ
 اللہ علی عبادہ - یا - حب علی ایمان وبقضہ کفوریہ - حزب علی حزب اللہ وحزب اعدائہ
 حزب الشیطان - یا - علی مع الحق والحق معہ لا یفترقان - یا - علی قیما الجنة و
 النار - یا - من فارق علیا فقد فارقنی ومن فارقنی فقد فارق اللہ - یا - شیعۃ علی
 هم الغائون یوم القیامۃ (یعنی جس شخص کا میں مولا ہوں پس علی بھی اُس کے مولا (اس کے امر میاں و
 بقرون) ہیں - علی مجھ سے مثل ہارون کے ہیں موسیٰ سے - علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں - علی مجھ سے مثل میرے
 نفس کے ہیں اُن کی اطاعت میری اطاعت ہے اور اُن کی نافرمانی میری نافرمانی ہے - علیؑ کے ساتھ جنگ خدا کے ساتھ
 جنگ ہے اور علیؑ کے ساتھ صلح و آشتی خدا کے ساتھ صلح و آشتی ہے - علیؑ کا دوست خدا کا دوست اور علیؑ کا دشمن
 خدا کا دشمن ہے - علیؑ خدا کی محبت میں اُس کے بندوں پر، علیؑ کی محبت ایمان اور اُن کی عداوت کفر ہے - علیؑ کا گروہ
 خدا کا گروہ اور اُن کے دشمنوں کا گروہ شیطان کا گروہ ہے - علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق اُن کے ساتھ ہے -
 دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے، علیؑ نہشت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں جو شخص علیؑ سے جدا
 ہوا وہ مجھ سے جدا ہوا اور جو شخص مجھ سے جدا ہوا وہ خدا سے جدا ہوا - علیؑ کے شیعہ قیامت کے روز رستگار ہیں -
 آخر میں مناقب سے ایک اور مفصل حدیث نقل کرتے ہیں جس کے خاتمے میں ارشاد ہے (قتلہ اللہ الذی

اعشى بالنبي و جعلني خيرا لبرية اتك لحجة الله على خلقه وامينه على سره وخليفته
 الله على عباده دینی قسم ہے خدا کی جس نے محمد کو نبوت کے ساتھ مبعوث کیا اور محمد کو بہترین خلق قرار دیا۔ و تحقیقت
 تم اسے علیؑ خدا کی حجت ہو اس کی مخلوق پر اور اس کے امانت دار ہو اس کے راز پر اور خلیفہ خدا ہو اس کے بندوں پر
 امر قسم کے اخبار و احادیث صحاح اور آپ کی معتبر کتابوں میں بکثرت وارد ہوئے ہیں جو آپ کی نظر سے گذر
 چکے ہوں گے یا اُن کا مطالعہ کریں گے تو تصدیق کریں گے کہ یہ سب اس حجاز کا قرینہ ہیں، پس کلام الفنا نبی و حبی
 ظاہری و باطنی اور علوی یعنی کلمات میں حضرت علیؑ علیہ السلام کے انتہائی ارتباط و اتحاد پر واضح دلالت کرتا ہے۔ آپ
 چونکہ صاحب علم و عقل ہیں لہذا اُمید ہے کہ انشاء اللہ خداوند بہت دھری سے الگ رہ کر تسلیم کریں گے کہ یہ قرینہ
 مطلب و مقصود کے اثبات میں ایک قاطع دلیل ہے۔ اور اسی آیت سے آپ کے دوسرے سوال کا جواب بھی دیا جاتا
 ہے جب ہم ثابت کر چکے علیؑ علیہ السلام سوانح نبوت خاصہ اور نزول وحی کے حکم آیہ الفنا خاتم الانبیاء کے ساتھ تمام کلمات
 میں شریک تھے تو معلوم ہوا کہ آپ کے کلمات اہم مراتب اور مضامین میں سے جملہ صحابہ اور امت پر افضل ہونا بھی ہے
 اور نہ صرف صحابہ و امت پر افضل تھے بلکہ اس کے آیہ مباہکہ کی دلیل اور عقل کے حکم سے انبیاء پر بھی بلا استثنا افضل تھے
 چاہیے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء و امت پر افضل تھے۔

چونکہ پیغمبر انبیاء پر افضل ہیں لہذا علیؑ بھی ان سے افضل ہیں

اگر آپ اپنی معتبر کتابیں جیسے احیاء العلوم امام غزالی، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحداد، معتزلی تفسیر امام فخر الدین رازی
 تفسیر جلال الدین عسکری و بیضاوی و نیشاپوری وغیرہ مطالعہ فرمائیے تو دیکھیں گے کہ رسول اکرمؐ سے نہ حدیث نقل کی گئی ہے
 کہ علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل (یعنی میری امت کے علماء انبیائے بنی اسرائیل کے مثل ہیں) اور دوسری
 حدیث میں ارشاد ہے علماء امتی افضل من انبیاء و بعد اسرائیل (یعنی میری امت کے علماء انبیاء کے بعد بنی اسرائیل
 سے افضل و بہتر ہیں) اس وقت از روئے الفاظ کتاب طے لگا کہ جب اس امت کے علماء معض اس وجہ سے کہ ان کا علم
 سرچشمہ و علم محمدی کا فیض ہے انبیاء بنی اسرائیل کے مثل یا ان سے بہتر قرار پائے تو علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام تو
 یقیناً ان سے افضل ہوں گے کیوں کہ ان کے لئے قول رسولؐ کی یہ بات موجود ہے جس کو آپ کے بڑے علمائے علما نے نقل
 کیا ہے کہ انا مدینۃ العلم و علیؑ یا بھلاؤ انا دار الحکمة و علیؑ یا بھلاؤ یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کے
 دروازہ ہیں اور میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں اور اس میں ہرگز کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا خود حضرت
 علیؑ علیہ السلام سے جب اس موضوع پر سوال کیا گیا تو آپ نے افضلیت کے بعض پہلوں کو ظاہر فرمایا۔

انبیاء سے افضل ہونے کے سبب میں صمصعہ کے سوالات

اور حضرت عیسیٰ کے جوابات

ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ کی بیسویں تاریخ جب شفیق ترین اولین و آخرین (جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بتا دیا) تھی (عبدالرحمن ابن ملجم مرادی ملعون کی زہر آلود تلوار کے زخم سے حضرت پر موت کے آثار طاری ہوئے تو اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام سے فرمایا کہ جو شیعوں کے دروازے پر مجتمع ہیں ان کو اندر بلا لوتا کہ مجھ سے ملاقات کر لیں، جب وہ لوگ آئے تو چاروں طرف سے بستر کو گھیر لیا اور حضرت کی حالت پر چپکے چپکے رونے لگے، حضرت نے انتہائی ناتوانی کے ساتھ فرمایا سلونی قبل ان تفقدونی و لکن خففوا مائلکم (یعنی مجھ سے جو چاہو پوچھ لو قبل اس کے کہ مجھ کو نہ پاؤ لیکن سبک اور مختصر سوالات کرو) چنانچہ اصحاب باری باری سوال کرتے تھے اور جواب سنتے تھے۔

من جملہ ان کے صمصعہ بن صوحان بھی تھے۔ جو ایک سربراہ اور دہ شیعوں، کوفہ کے مشہور خطیب اور بزرگ راولوں میں سے ہیں جن کی روایتوں کو علاوہ علمائے شیعہ کے آپ کے بڑے بڑے علماء یہاں تک کہ صاحبان صحاح نے بھی علی علیہ السلام اور ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ ان کی سیرت نقل کرنے میں آپ کے کیا رعا جیسے ابن عبد البر نے استیعاب میں، ابن سعد نے طبقات میں، ابن قتیبہ نے معارف میں اور دوسروں نے بھی کافی تفصیل سے کام لیا ہے اور ان کی توثیق کا ہے کہ ایک عالم دانا مثل اور صادق و متدین انسان اور علی علیہ السلام کے اصحاب خاص میں سے تھے صمصعہ نے عرض کیا۔

احمد بن ابی انت افضل ام ادم مجھ کو خبر دیجئے کہ آپ افضل ہیں یا آدم؟ حضرت نے فرمایا نزلت الذی لا یزال لنفسه قبیح انسان کے لئے خدا اپنی تعریف کرنا اچھا نہیں ہے لیکن لغو اسے و اما بنعمۃ ربک فحدث (یعنی اپنے خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو بیان کرو) میں کہتا ہوں کہ انا افضل من ادم میں آدم سے افضل ہوں۔ عرض کیا ولعلہ اللہ یا امیر المؤمنین

کس دلیل سے ایسا ہے؟ حضرت نے مفصل تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آدم کے لئے بہشت میں رحمت اور نعمت کے سارے وسائل مہیا تھے صرف ایک درخت گندم کے دانے کے لئے تھے لیکن وہ باز نہ رہے۔ اور اس شجرہ ممنوعہ میں سے کھایا جس کی وجہ سے بہشت اور اللہ کے جوار رحمت سے خارج ہوئے۔ لیکن باوجودیکہ خدا نے مجھ کو گندم

کھانے سے منع نہیں فرمایا تھا میں نے چونکہ دنیا کو قابل توجہ نہیں سمجھا لہذا اپنی مرضی اور ارادے سے گیسوں نہیں کھایا مطلب یہ ہے کہ خدا کے نزدیک انسان کی نفیست و بزرگی، نہد و ورع اور تقویٰ سے ہے۔ دنیا اور شہوات دنیا سے جس شمع کی پرہیزگاری جتنی زیادہ ہے یقیناً خدا کی بارگاہ میں اس کا قرب و منزلت بھی زیادہ ہے اور نہد کی انتہا یہ

ہے کو غیر ممنوع مباح سے بھی پرہیز کرے۔

عرض کیا انت افضل ام نوح آپ افضل ہیں یا نوح؟ قال انا افضل من نوح فرمایا میں نوح سے افضل ہوں
 عرض کیا لہذا اللہ کس وجہ سے؟ فرمایا نوح نے اپنی قوم کو خدا کی طرف دعوت دی تو ان لوگوں نے قبول نہیں کیا بلکہ ان
 بزرگوار کو بہت تکلیفیں پہنچائیں یہاں تک کہ انہوں نے بددعا کی کہ یا تضرعی الا رض من الکافرین دیار
 (یعنی پروردگار اے زمین میں کافروں میں کسی باشندے کو زندہ نہ چھوڑ) لیکن مجھ کو قائم الانبیاء کے بعد اُمت نے باوجودیکہ
 اس قدر صدمات اور بے شمار آذنیں پہنچائیں لیکن میں نے بددعا نہیں کی بلکہ کل صبر اختیار کیا (جیسا کہ خلیفہ شفیقہ کے ضمن
 میں فرمایا ہے صبرت وفي العین قذی وفي الحلق شجی) یعنی میں نے صبر کیا در آنحالیکہ آنکھ میں نمکا اور
 حلق میں بڑی تھکی (کنایہ اس طرف ہے کہ خدا کی طرف سب سے زیادہ قریب وہ ہے جس کا صبر پورا پرہیز زیادہ ہو۔
 عرض کیا انت افضل ام ابراہیم آپ افضل ہیں یا ابراہیم؟ فرمایا انا افضل من ابراہیم عرض کیا لہذا اللہ
 ایسا کس لئے ہے؟ فرمایا ابراہیم نے عرض کیا دے ارنی کیعت تجی السمواتی قال اولو تو من قال بلی ولکن
 لیطمئن قلبی یعنی پروردگار مجھ کو دکھا دے کہ تو کیوں کر مردوں کو زندہ کرے گا، خدا نے فرمایا کیا تم ایمان نہیں رکھتے
 عرض کیا ایمان نور رکھتا ہوں لیکن چاہتا ہوں کہ (مشاہدہ کر کے) اطمینان قلب حاصل کروں (لیکن میرا ایمان اس منزل پر پہنچا
 ہوا ہے کہ میں نے کہا لو کشف الغطاء ما اذرون یقیناً یعنی اگر پردے ہٹا دیے جائیں جب بھی میرے یقین میں زیادتی
 کی گنجائش نہیں) مقصد یہ کہ انسان کی رفعت اس کے یقین کے مطابق ہے یہاں تک کہ حق الیقین کی منزل پر پہنچ جائے
 عرض کیا انت افضل ام موسیٰ آپ افضل ہیں یا موسیٰ؟ قال انا افضل من موسیٰ فرمایا میں موسیٰ سے افضل ہوں عرض کیا۔
 کس سبب سے؟ فرمایا جس وقت خدا نے اُن کو مامور کیا کہ مصر جا کر فرعون کو حق کی دعوت دیں تو انہوں نے عرض کیا۔ رب
 اتی قلت متهم نفسا فاحاف ان یقتلون و اتی ہطرون ہوا ففزع منی لساناً فاسسلہ معی مراد یہی تھی
 افاحاف ان یکذبون (یعنی خداوند میں نے اُن میں سے ایک شخص کو قتل کیا ہے لہذا ڈرتا ہوں کہ وہ مجھ کو قتل
 کر دیں گے اور میرے بھائی ہارون چونکہ مجھ سے زیادہ خوش بیاں ہیں لہذا اُن کو میرا شریک کار بنا کر بیچ دے تاکہ
 وہ میری تصدیق کریں۔ مجھ کو خوف ہے کہ وہ لوگ میری رسالت کو جھٹلائیں گے) لیکن جب مجھ کو من جانب خدا رسول الکریم
 نے مامور کیا کہ مکہ معظمہ پہنچ کر خانہ کعبہ کی چھت کے سوراخ برات کے شروع کی آیتیں لگا کر قریش کے سامنے پڑھوں تو ہر چہ
 بہت کم ایسے لوگ تھے جن کے بھائی یا باپ یا چچا یا ماموں یا دوسرے عزیز و قریب میرے ہاتھ سے قتل نہ ہو چکے
 ہوں لیکن میں نے قطعاً خوف نہیں کیا اور تمہیل حکم کرتے ہوئے تنہا جا کر اپنا فرض انجام دیا اور سورہ برات ان کو سنا کر واپس آیا۔
 اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ انسان کی فضیلت توکل علی اللہ سے ہے جس کا توکل سب سے زیادہ ہے اس کا مرتبہ
 بھی سب سے زیادہ ہے موسیٰ نے اپنے بھائی پر بھروسہ کیا لیکن ابراہیم و یونس علیہ السلام نے ذات الہی اور اس کے لطف و کرم پر

کاملی افتخار رکھا۔

قال انت افضل ام عیسیٰ عرض کیا آپ افضل ہیں یا عیسیٰ! قال انا افضل من عیسیٰ فرمایا میں عیسیٰ سے افضل ہوں۔ قال لحد ذلالت عنہ کیا ایسا کیوں ہے؟ فرمایا جب مریم کے گریبان میں جبرئیل کے دم کرنے سے وہ بقدرتِ خدا حاملہ ہو گئیں اور وضع حمل کا وقت قریب آیا تو مریم کو وحی ہوئی کہ اخرجی عن البیت فان ہذا بیت العبادۃ لا بیت الوکالات بیت المقدس سے باہر چلی جاؤ کیونکہ یہ عبادت کا گھر ہے زوجہ خانہ نہیں ہے چنانچہ وہ بیت المقدس سے نکل کر محراب میں ایک خشک درخت خرما کے نیچے گئیں اور وہیں عیسیٰ کی ولادت ہوئی۔

لیکن میں جس وقت مسجد الحرام کے اندر میری ماں فاطمہ بنت اسد کو دروازہ عارض ہوا تو متباہر کعبہ سے متمک ہو کر دعا کی کہ مژدہ خدا اس گھر اور اس گھر کے بنائے والے کا واسطہ اس درد کو میرے پر آسمان فرما۔ اُس وقت دیوار خانہ کعبہ میں شکاف پیدا ہوا اور میری ماں فاطمہ کو کعبہ سے آواز آئی کہ یا فاطمۃ ادخلی البیت (یعنی اے فاطمہ خانہ کعبہ میں داخل ہو جاؤ) فاطمہ اندر گئیں اور وہیں میری ولادت ہوئی۔

مُراد یہ ہے کہ شرافت انسانی کا پہلا درجہ حب و نسب اور مہارت مولد ہے۔ جس کی روح، نفس اور جسم پاکیزہ ہے وہ افضل ہے۔ خانہ کعبہ میں داخل ہونے کے لئے فاطمہ کو حکم مژدہ ہونے اور مریم کو بیت المقدس میں وضع حمل سے منع کرنے سے نیز بیت المقدس پر مکہ معظمہ کی مغیبت کے پیش نظر مریم پر فاطمہ کی اور حضرت عیسیٰ پر حضرت علی علیہ السلام کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔

علی تمام انبیاء کے اُبّیستہ

رمز کا وقت آگیا ہذا مولوی صاحبان اُٹھ گئے۔ ادائے فریضہ اور چائے نوشی وغیرہ کے بعد میں نے سلسلہ کلام شروع کیا جو کچھ عرض کر چکا اس کے علاوہ خود آپ کے ملاک کا معتبر اور موثق کتابوں میں موجود ہے۔ کہ علی علیہ السلام کو تمام انبیاء کے صفات کا آئینہ اور ان کا حامل قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ جلد دوم ص ۱۴۱ میں، حافظ البکر فقیہ شافعی احمد بن محمد بن یحییٰ بن عقیل نے مناقب میں، امام احمد بن حنبل نے مسند میں، امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں، آئینہ مبارکہ کے ذیل میں، امی الدین عری نے کتاب یواقیت و جواہر کے مبحث ۱۱۱ ص ۱۱۱ میں، شیخ سلیمان طنجی حنفی نے نیایع المودۃ شرح باب میں مسند احمد، مسیح بیہقی اور شرح المواقف والطریقۃ الحمیدیہ سے، نور الدین مالکی نے فضول المہمہ ص ۱۱۱ میں بیہقی سے، محمد طہر شافعی نے مطالب السؤل ص ۱۱۱ میں اور محمد بن یوسف گنئی شافعی نے کفایت الطالب ص ۱۱۱ میں الفاظ و عبارات کی منتظر کی و بیشی کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا من اراد ان ینظر الی ادم فی علمہ والی نوح فی تقواہ (فی حکمتہ) دالا

ابراہیم فی خلتہ (فی حملہ) والی موسیٰ فی حیثتہ والی عیسیٰ فی عبادتہ فلینظر الخ علی بن ابیطالب
یعنی جو شخص جانتا ہے کہ آدم کو ان کے علم میں نوح کو ان کے تقویٰ یا حکمت میں، ابراہیم کو ان کی خلعت یا حلم میں، موسیٰ کو
ان کی حبیبیت میں اور عیسیٰ کو ان کی عبادت میں دیکھے تو وہ علیؑ ابن ابی طالب کو دیکھے

اور میر سید علی مہدائی شافعی نے مودۃ القربا مورث ہشتم میں اس حدیث مبارک کو چند اضافوں کے ساتھ نقل کیا ہے ان کے
آخر میں جابر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا فان فیہ تسعین حصۃ من حصال الانبیاء رجمہا اللہ
فیہ و لہم یجمعہا فی احد عنبر (یعنی درحقیقت خدا نے علیؑ کے اندر انبیاء کی نوے حصتیں جمع کر دیں جو دوسرے
کو نہیں دیں)۔

حدیث تشبیہ کے بارے میں گنجی شافعی کا بیان

شیخ فقیہ محدث شام صدر الحفاظ محمد بن یوسف گنجی شافعی یہ حدیث نقل کرتے کے بعد بعنوان قلت (میرا قول ہے)
مزید بیان دیتے ہیں کہ آدم کے ساتھ ان کے علم میں علیؑ کی تشبیہ اس وجہ سے دی گئی کہ خدا نے آدم کو ہر چیز کا علم اور صفت تعلیم کی
تھی جیسا کہ سورۃ بقرہ میں فرمایا ہے و علمہ ادم الا سوا و کلھا (یعنی خدا نے آدم کو سارے اسماء کی تعلیم دی۔ آیت ۳۱
سورۃ بقرہ) اور اسی طرح کوئی چیز یا حادثہ واقعہ ایسا نہیں ہے جس کا علم اور اس کے مقصد کا ادراک و استنباط علیؑ کے
پاس نہ ہو اسی علم الہی کا نتیجہ تھا کہ حضرت آدم خلعت خلافت سے سرفراز ہوئے جیسا کہ خدا آیت ۳۱ سورۃ بقرہ میں خبر دیتا
ہے کہ انی جاہل فی الادب خیفۃ (یعنی میں زمین میں خیفہ مقرر کرنے والا ہوں) پس ہر باذن انسان آن حضرت کی تشبیہ
سے سمجھ سکتا ہے کہ جب یہ علم آدم افضلیت و برتری، مسجودیت، مائیکہ اور منصب خلافت کا سبب بنا تو علیؑ بھی تمام مخلوقات
سے افضل و برتر اور خاتم الانبیاء کے بعد عہدہ خلافت پر فائز ہیں۔

نوح کے ساتھ ان کی حکمت میں تشبیہ دینے سے گویا یہ مراد ہے کہ علیؑ علیہ السلام کفار پر سخت اور مومنین پر مہربان
تھے جیسا کہ خدا نے قرآن مجید میں ان کی تعریف فرمائی ہے کہ مالذین معہ اشداء و علی الکفار و رحماء بینہم
(روایات بھی ایک دلیل ہے اس بات پر کہ یہ آیت علیؑ علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے)
کیونکہ نوح کفار کے لئے بہت سخت تھے چنانچہ قرآن مجید خبر دے رہا ہے وقال نوح رب لا تذہب علی الاذن من
الکافرین دیا سرا دینے نوح نے عرض کیا کہ خداوند ازمین پر کافروں میں سے کسی باشندے کو نہ چھوڑ آیت ۱۰۷ سورہ
نوح اور ابراہیم کے ساتھ علم میں علیؑ کی تشبیہ دینے سے یہ مقصد ہے کہ قرآن میں ابراہیم علی نبینا و آلہ علیہم السلام کا
اس صفت کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے ان ابراہیمہ والا حلیہ (یعنی درحقیقت ابراہیم یقیناً آہ و زاری کرنے

نفس کی جہت سے نہیں بلکہ فضیلت کی وجہ سے، اس لئے کہ وہ رسول خدا کے بعد تمام انسانوں سے افضل اور سب سے ممتاز اور زیادہ خلافت کے حقدار تھے۔

آپ کو پروردگار عالم کی بزرگ ذات کی قسم ذرا انصاف کی نظر سے دیکھیے، آیا یہ بے انصافی نہیں ہے کہ بعض عادت کی بنا پر اور اپنے اسلاف کی تقلید کرتے ہوئے بغیر غور و فکر اور دلیل و برہان کے ایسی بزرگ شخصیت کے مقابلے میں ان لوگوں کو مقدم کر دیا جائے جو ان صفات سے محروم تھے۔

آیا صاحبان عقل و دانش پچھلے لوگوں کے فہم و شعور کا مذاق نہ اڑائیں گے کہ انہوں نے سیاست اور گردہ بندی کی بنا پر اُمت کے افضل انسان کو خاتمہ نشینی پر مجبور کیا اور ہر حیثیت سے مفضل (کم تر بہ) شخص کو مسند خلافت پر بٹھا دیا اور کم سے کم اتنا بھی نہ کیا کہ سقیفہ کے اندر خلافت جیسے امر عظیم میں مشورہ کرنے کے لئے ان بزرگوں کو بھی خبر نہ دیتے، تاکہ یہ ذات بالکل ہی نظر انداز ہو جائے۔

حافظ، بے انصاف ہم ہیں یا جناب عالی! جریہ فرما سہے ہیں کہ اصحاب رسولؐ نے بغیر دلیل و برہان کے دوسروں کو مقدم قرار دیا اور خلافت غصب کر لی۔ واقعی آپ نے ہم سب کو بے عقل و نادان اور بے سرو پا مقلد فرض کر لیا ہے۔ کون سی دلیل اجماع کی دلیل ہے بالآخر ہوگی جب کہ تمام صحابہ و اُمت نے حتیٰ کہ مولانا علی کریم اللہ وجہ نے بھی اجماع کر کے ابوبکر کی خلافت قائم کی اور اس پر راضی ہوئے؟

مخالفین کا قول کہ اجماع برحق ہے

یہی چیز ہے کہ اُمت کا اجماع حجت اور اس کی اطاعت واجب ہے کیونکہ رسول خداؐ نے فرمایا ہے لا یجتمع اُمتی علی الخطأ ولا تجتمع اُمتی علی العتلا لہ (یعنی میری اُمت خطا پر یا میری اُمت گمراہی پر جمع نہیں ہوتی) چنانچہ ہم نے اپنے اسلاف کی اندھی تقلید نہیں کی ہے بلکہ جب وفات پیغمبرؐ کے بعد پہلے ہی روز تمام اُمت نے اجماع کر کے خلافت ابوبکر کا فیصلہ کر دیا اور ایک طے شدہ امر ہمارے سامنے آیا تو عقلاً ہم کو صرف یہ دیکھ کر ناچاہیے۔ خیر طلب! سچے بتائیے رسول کریمؐ کے بعد خلافت کی کیا دلیل ہے؟ لیکن خلافت کس دلیل سے ثابت ہوتی ہے؟

حافظ: ظاہر ہے کہ رسول خداؐ کے بعد دیگر خلیفہ کے اثبات پر سب سے بڑی دلیل تمام اُمت کا اجماع ہے اس کے علاوہ جس دلیل کے سامنے ہر صاحب عقل و دانش کو گھٹنے ٹیکن پڑتے ہیں وہ عمر کی زیادتی اور بڑھاپا ہے جس نے ابوبکرؓ کو تقدم کا حق دیا اور علیؓ کو وجہ باوجود انتہائی نفس و کمال اور قربت رسولؐ کے جس کو ساری اُمت نامتی ہے

کم سن اور جوانی کا وجہ سے پیچھے رہ گئے اور از روئے انصاف ایک نوجوان کو بزرگ صحابہ سے آگے ٹھکنے کا حق بھی نہیں تھا۔

خلافت کی حیثیت سے علی کرم اللہ وجہہ کے اس پیچھے رہ جانے کو ہم نقص نہیں سمجھتے کیونکہ ان جناب کی انصافیت سب کے نزدیک ثابت ہے۔ نیز خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ نے جو حدیث نقل کی ہے کہ فرمایا لا یجتمع البتة والملک فی اهل بیت واحد یعنی فوت اور سلطنت ایک خاندان میں جمع نہیں ہوتی۔ اس نے بھی علی کرم اللہ وجہہ کو منصب خلافت سے برطرف کر دیا۔ چونکہ علی اہل بیت رسول نہیں سے تھے لہذا خلافت کا عہدہ پا ہی نہیں سکتے تھے۔

غیر طلب: جب آپ کے ایسے ذی علم اور مؤمنانوں سے اس قسم کی دلیلیں سننے میں آتی ہیں تو سخت حیرت اور تعجب ہوتا ہے کہ آپ لوگ اپنی نادانیت کے کس قدر پابند ہو چکے ہیں کہ بغیر سوچے سمجھے آنکھ بند کر کے حق کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور ایسی دلیلیں بیان کرتے ہیں جن پر سپر مرد عورتیں بھی ہنس پڑیں۔ اگر آپ غور و فکر سے بھی غور کر لیں تو سمجھیں آجائے کہ اس طرح کے دلائل بالکل جھل اور شک کا سہارا ہیں۔ لیکن انھوں نے تو اس کا کہہ کر آپ حضرات ایک لمحے کے لئے بھی اس پر تیار نہیں ہوتے کہ ذرا تعصب اور سنیت کی عینک اتار کے اپنے بے سرو پا دلائل کے مقابل شیعہ علماء کی دلیلوں پر انصاف اور غور و فکر کی نظر ڈالیں۔

صرف آپ کے غلام ہی ان دلائل سے ناواقف نہیں ہیں بلکہ جہاں جہاں میں تھے آپ کے علماء سے گفتگو کیا، ان کو بھی شیعوں کے دلائل و براہین سے بے خبر اور تعصب میں غرق پایا۔ یہ سب محض اس وجہ سے ہے کہ اگر مشکلیں و محدثین اور علمائے شیعہ کی معتبر کتابیں آپ کے کتب خانوں میں مطالعے کے لئے رکھی رہی نہیں جاتیں بلکہ ان کتب ضلال کہہ کے ایک دوسرے کو ان کے مطالعے سے منع کیا جاتا ہے۔

میں نے خود لبرہ، بغداد، شام، بیروت اور حلب وغیرہ بلاد اہل سنت کے بازاروں میں کتب فروشوں سے علمائے شیعہ کی معتبر کتابوں میں سے ایک ایک کا نام پوچھا لیکن انہوں نے یہی کہا کہ ہم کو معلوم نہیں۔ بلکہ وہ خاص خاص کتابیں بھی جو علمائے اہل سنت نے اہل بیت طہارت اور عترت رسول کی تعریف اور منزل و ولایت کے اثبات میں لکھی ہیں اور شائع بھی ہو چکی ہیں دوکانوں میں نہیں بگاتے۔

اگر آپ حضرات کبھی اتفاقاً طور پر شیعوں کی کوئی کتاب دیکھ بھی لیتے ہیں تو چونکہ کینے اور عداوت کی نظر سے دیکھتے ہیں لہذا اس قدر برا بیگنہ اور مشتعل ہو جاتے ہیں کہ انصاف اور علم و منطق کے ترازو پر اس کو توڑنا ہی نہیں چاہتے جس سے انکشاف حقیقت ہو کہ صحیح فقہ برآمد ہو لیکن اس کے برعکس ہماری شیعہ جماعت کی طرف سے آپ کے علماء کا کتنا بے نثر کرنے میں کوئی روک ٹوک نہیں ہے بلکہ انہوں نے جو معتبر کتابیں حدیث و تفسیر یا ادب میں سپر و حکم کا ہیں وہ شیعوں کے بازار میں فروخت کے لئے موجود رہتی ہیں اور مکانوں یا ذاتی اور عمومی کتب خانوں میں ان کے مطالعے سے

نتائج اخذ کئے جاتے ہیں۔

اب میں اپنی اہم ذمہ داری کے خیال سے مجبور ہوں کہ آپ حضرات کو متوجہ کرنے کے لئے وقت کے لحاظ سے مختصر جواب عرض کروں تاکہ آپ کو یہ غلط فہمی نہ رہ جائے کہ واقعی آپ کی دلیلیں مضبوط اور ناقابل تردید ہیں۔

اجماع کے رد میں دلائل

پہلے آپ نے حدیث پیش کر کے فرمایا ہے کہ اُمت کا اجماع حجت اور مضبوط دلیل ہے۔

یقیناً آپ بہتر جانتے ہیں کہ یاٹے متکلم کے ساتھ اُمت کا لفظ عموم کا نائدہ دیتا ہے پس حدیث کے معنی (اگر صحیح فرض کر لی جائے) یہ ہوتے ہیں کہ میری تمام اُمت خطا اور گمراہی پر جمع نہیں ہوتی۔ یعنی جس وقت پیغمبر کی ساری اُمت کسی امر پر متفق ہو جائے تو وہ غلط نہیں ہوتا ہم بھی اس مطلب کو قبول کرتے ہیں کہ بغیر کسی ایک فرد کو متفقہ سے کئے ہوئے تمام اُمت کا اجتماع صحیح نتیجہ پیدا کرے گا، اس لئے کہ خدا نے اس اُمت کے خصوصیات میں سے قرار دیا ہے کہ ہمیشہ اس کے اندر کچھ ایسے افراد موجود رہیں گے جن کے ساتھ حق ہوگا اور وہ حق کے ساتھ ہوں گے یعنی حتمی طور پر حجت خدا اور الہامی نائدہ موجود رہے گا، اور ساری اُمت کے مجتمع ہوجانے کا صورت میں وہ اہل حق اور حجت خدا میں اس کے درمیان ہوگا جو اُمت کو غلط کاری اور گمراہی سے منع کرے گا۔ اگر آپ سنجیدگی کے ساتھ غور کیجئے تو ثابت ہوگا کہ یہ حدیث (بہ فرض محتم) - رکن اس بات کا ثبوت نہیں دیتی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعین خلافت کے حق سے (غور و دستبردار ہو کر) اُمت کو سروراز کر دیا تھا۔

اگر آپ کا یہ قول اور عقیدہ صحیح ہو کہ صاحب دین کامل پیغمبر نے لا یتجتمعون امتی علی الخطایا علی الضلالة فرما کر تعین خلافت کا حق اپنے سے الگ کر کے اُمت کے قبضے میں دیدیا تھا (حالاںکہ قطعاً اس کی کوئی دلیل نہیں) تو یقیناً یہ پوری اُمت کا حق ہے یعنی چونکہ جملہ مسلمان امر خلافت سے فائدہ اٹھانے میں ہذا خلافت کی رائے اور مشورے میں بھی سب کو داخل ہونا چاہیئے اور وفات رسول کے بعد کل اُمت کا مجمع ہونا ضروری تھا تاکہ مشورہ کر کے سب کی رائے سے ایک کامل فرد کو خلیفہ مقرر کر دیا جاتا۔

اب میں آپ سے پوچھنا ہوں کہ آیا وفات رسول کے بعد اُن چند دنوں میں ایک ستیفہ نام کے چھوٹے سے چھتے کے اندر جس وقت خلافت ابوبکر کو آرازا کھٹی تو ایسا اجماع جس میں تمام مسلمانوں نے متفقہ رائے دے دی ہو واقع ہوا تھا یا نہیں؟

حافظ: آپ تو ایک انوکھی بات کہہ رہے ہیں۔ دو سال سے کچھ زائد مدت کے اندر جس میں ابوبکر رضی اللہ

مسئلہ خلافت پر برقرار رہے عام طور پر مسلمانوں نے ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا اور یہی اجماع کے معنی ہیں جو حقانیت کی دلیل ہے۔

خیر طلب: دراصل آپ نے جواب میں مغالطہ دینے کا کوشش کی ہے، میرا سوال خلافت ابوبکر کے پورے دور کے متعلق نہیں تھا بلکہ میں نے عرض کیا تھا کہ عقیقہ بنی ساعدہ میں خلافت ابوبکر کی رائے دینے کے وقت اُمت کا باقاعدہ اجماع ہوا تھا یا فقط چند اشخاص نے جو ایک چھوٹا سا گروہ بنائے ہوئے تھے اس چھوٹے سے چمچے کے اندر رائے دے کر بیعت کر لی۔

حافظ: یہ تو بدیہی بات ہے کہ وہ کبار صحابہ میں سے چند نفر تھے لیکن بعد کو رفتہ رفتہ اجماع واقع ہو گیا۔
خیر طلب: میں بہت ممنون ہوں کہ آپ نے بات کو گھمایا نہیں اور حقیقت بیان کر دی۔ خدا کے لئے انصاف کیجئے کیا رسول خدا نے جو اس کے لئے اولیٰ اور احق تھے کہ اُمت کے سامنے سراط مستقیم اور راہ راست کو واضح کریں اس عظیم ذمہ داری کو اپنی گردن سے اتار کر اُمت کے سرخداں دیا کہ صرف چند افراد سیاسی گٹھ جوڑیں اور ان میں سے ایک دوسرے کی بیعت کرے نیز غلطی سے سامنی باراتی بھی بیعت کر لیں اور قبیلہ اوس والے اس عداوت کی بنا پر جو وہ ہمیشہ سے قبیلہ خزرج کے ساتھ رکھتے تھے اور اس خوف کی وجہ سے بیعت کر لیں کہ ایسا نہ ہو وہ لوگ پیش قدمی کر جائیں اور سعد بن عبادہ (امیر بنی حابش) بعد کو رفتہ رفتہ لوگ خوف یا لالچ میں فرمانبرداری بنیں اور ایک حکومت ہو جائے تاکہ آج کی رات جناب عالی ان چند اشخاص کا نام اجماع رکھیں؟ آیا بلالہ دمکہ، یمن، جدہ، طائف، حبشہ اور دوسرے شہروں اور دیہات میں پھیلے ہوئے باقی مسلمان اُمت مرحومہ میں نہ تھے اور خلافت کے معاملے میں ان کو رائے دینے کا حق نہ تھا؟ اگر کوئی سازش نہیں کی گئی تھی، پہلے سے کچھ قراردادیں اور سیاسی چالیں پیش نظر تھیں اور آپ کی یہ سب سچی تھی تو اتنا صبر کیوں نہیں کیا کہ خلافت جیسے اہم کام میں سارے مسلمانوں کا نقطہ نظر معلوم کر لیا جائے تاکہ تمام اُمت کا حقیقی اجماع صادق آجائے اور اس میں کسی غلطی یا گمراہی کی گنجائش نہ رہ جائے؟

چنانچہ دنیا کی ساری ترقی یافتہ قوموں کا دستور ہے کہ جمہوری حکومت قائم کرنے یا اپنا قائد چننے کے لئے عام اعلان کیا جاتا ہے اور پوری قوم کی رائے کا احترام کرتے ہوئے اکثریت کی تجویز پر غلطی آمیز ہونا ہے۔ تاریخ عالم کو چھان ڈالئے ایسی بے بنیاد تشکیل دہی سے رئیس کا تقرر جو مسطورے سے لوگوں کے ہاتھوں کا کرشمہ ہو ڈھونڈھے نہ ملے گا۔ بلکہ تمدن فرمانروا اور صاحبان عقل و ہوش اس عمل کی ہنسی اُٹاتے ہیں۔ پھر تعجب بالائے تعجب یہ کہ ایک چھوٹے سے چمچے کے اندر ایسے مختصر سے مجمع کا نام اجماع رکھا جائے اور متعجب لوگ ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد اب بھی اس بے عمل

لے عقیقہ انصار کے قبیلہ بنی ساعدہ کا ایک چمچہ تھا جس میں وہ لوگ محض موقع پر صلاح و مشورہ کیا کرتے تھے۔

لفظ اور بے سرو پا عمل پر خواہ مخواہ اڑے رہیں اور کہیں کہ اُمت کا اجماع حقیقت خلافت کی دلیل ہے یعنی کچھ آدمیوں کا مٹھی بھر جماعت نے ایک گوشے میں اکٹھا ہو کر پوری ملت اور اُمت کے سیاہ و سفید کا اختیار ایک شخص کے ہاتھ میں دیدیا لہذا یہ برحق ہے اور لامحالہ اس کی اطاعت میں سر جھکانا ہی چاہیئے۔

حافظ: آپ کیوں بے لطفی کی بات کرتے ہیں۔ اجماع سے مراد صاحبان عقل اور بزرگان صحابہ کا اجماع تھا جو سقیفہ کے اندر واقع ہوا۔

خیر طلب: آپ کا یہ فرمانا کہ اجماع سے مراد صاحبان عقل اور بزرگان صحابہ کا اجماع تھا محض زبردستی اور بغیر دلیل کی منطوق ہے اس لئے کہ آپ کے پاس سوا اس حدیث کے اور کچھ نہیں ہے فرمائیے جس حدیث پر آپ کا سارا دار و مدار ہے اس میں صاحبان عقل اور بزرگان صحابہ کی بات کہاں سے نکلتی ہے؟ آپ اپنی مشارکے مطابق حدیث کے ایسے معنی کرتے ہیں کہ عقلمند اور اہل علم حیران رہ جاتے ہیں۔

سالانہ میں عرض کر چکا کہ اُمتی میں یا مے نسبت عمومیت کا پتہ دینا ہے نہ کہ چند نفر صحابہ کا چاہے وہ عاقل و فاضل بھی کیوں نہ ہوں۔ اگر محوڑی دیر کے لئے فرض کر لیا جائے کہ آپ کا فرمانا کہ عقلاً، کبار صحابہ کا اجماع مراد ہے، درست ہے تو کیا صاحبان عقل اور بزرگان صحابہ صرف وہی گئے جسے افراد تھے جنہوں نے سقیفہ کے مختصر سے چھتے میں ابوبکر و عمر اور ابو عبیدہ جراح (گوگرکن) کا پیشوائی کے لئے رائے دی اور بیعت کی۔

آیا مسلمانوں کے دوسرے شہروں میں صاحبان عقل اور بزرگان صحابہ نہیں رہتے تھے؟ آیا قوم کے سارے عقلمند اور کبار صحابہ وفات رسول کے وقت مدینے کے اندر اور وہ بھی ایک چھوٹے سے چھتے میں جمع تھے اور سب نے مل کر اس امر پر اجماع کیا تھا تاکہ آج کی شیف وہ آپ کے لئے دلیل بنے؟

حافظ: چونکہ خلافت کا معاملہ اہم تھا اور ممکن تھا کہ کوئی فتنہ اٹھ کھڑا ہو لہذا اس کا موقع نہیں تھا کہ دیگر مقامات کے مسلمانوں کو اطلاع کی جائے۔ چنانچہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے جس وقت یہ سنا کہ کچھ انصار وہاں جمع ہیں تو فوراً خود بھی پہنچے اور بات چیت کی۔ عمر چونکہ ایک سیاست دان انسان تھے لہذا انہوں نے اُمت کی بھلائی اسی میں دیکھی کہ ابوبکر کی بیعت کر لیں چیز اور اشخاص نے بھی ان کی پیروی میں بیعت کی لیکن انصار کی ایک جماعت اور قبیلہ خزرج نے سعد بن عبادہ کا ساتھ دیتے ہوئے بیعت نہیں کی اور سقیفہ سے چلے گئے۔ یہ تھا جلدی کرنے کا سبب۔

خیر طلب: تو جیسا کہ آپ کے سارے موصیٰ اور اکابر علماء تصدیق کر چکے ہیں آپ نے بھی تصدیق کر دی کہ سقیفہ کی بنیاد کا کارروائی میں کوئی اجماع واقع نہیں ہوا۔ ابوبکر نے سیاسی مصلحت سے عمر اور ابو عبیدہ جراح کو پیش کیا وہ اور ان لوگوں نے بھی پیش کش کو پلٹاتے ہوئے کہا کہ آپ سب سے زیادہ لائق اور اولیٰ ہیں، از روئے سیاست فوراً بیعت کر لی اور قبیلہ اوس کے کچھ لوگوں نے بھی جو وہاں موجود تھے خزرج والوں سے اپنی سابقہ عداوت کے

پیش نظر بیعت کر لی تاکہ ایسا نہ ہو یہ لوگ آگے بڑھ جائیں اور سعد بن عبادہ امیر ہو جائیں۔ یہاں تک کہ اس میں بعد کو رفتہ رفتہ توسیع ہوتی گئی حالانکہ اجماع کی دلیل اگر مستفیض چیز تھی تو اتنا توقف کرنا چاہیے تھا کہ ساری امت پر باقول آپ کے عقلمند گروہ جمع ہو جائے اور مجمع عام کے اندر استغواب رائے کر لیا جائے تاکہ صحیح طور پر اجماع صادق آجائے۔
حافظ: میں نے عرض کیا کہ فتنے اٹھ رہے تھے۔ اوس و خزرج دو قبیلے سیقیفہ میں جمع تھے اور آپس میں نزاع کر رہے تھے۔ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ مسلمانوں کی امارت و حکومت کا تقرر اپنی طرف سے کرے بدیہی بات ہے، کہ ایک ادنیٰ سی غفلت بھی انصار کے حق میں مفید ثابت ہوتی اور مہاجرین کا کوئی قابو نہ رہتا، اسی وجہ سے مجبور تھے کہ کام میں جلدی کریں۔

خیر طلب: ہم بھی چشم پوشی کرتے ہوئے آپ کی بات تسلیم کیئے لیتے ہیں اور آپ ہی کے قول سے سند لیتے ہیں نیز جیسا کہ آپ کے مومنین شدہ محمد بن جریر طبری نے اپنی تاریخ جلد دوم ۸۵۴ میں اور دوسروں نے لکھا ہے کہ مسلمان سیقیفہ میں امر خلافت پر رائے زنی کرنے جمع نہیں ہوئے تھے بلکہ اوس و خزرج کے دو قبیلے چاہتے تھے کہ اپنے لئے امیر معین کریں۔ ابوبکر و عمر نے بھی اپنے کو اس سفت آرائی میں پہنچایا اور اس اختلاف سے خود فائدہ اٹھایا۔ اگر واقعی امر خلافت میں صلاح و مشورہ کرنے اکٹھا ہوئے ہوتے تو پہلے حیلہ مسلمانوں کو موزر خبر دیتے کہ رائے دینے کے لئے حاضر ہوں۔

بازنیکروں سے اسامہ کی گفتگو

چنانچہ جیسا آپ نے فرمایا کہ تمام مسلمانوں کو خبر دیتے کا موقع نہیں تھا اور وقت گزرا جا رہا تھا۔ ہم بھی آپ کے ہم آواز ہو کر کہتے ہیں کہ ممکنہ زمین، طاقت اور دوسری مسلمان آبادیوں تک دسترس نہیں تھا مگر کیا اسامہ بن زید کے لشکر تک بھی رسائی ممکن نہ تھی جو مدینے کے باہر ہی پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا کہ ان بزرگ اصحاب کو بجا کر مشورہ سے لیتے جو اس فوج میں شامل تھے اور جن میں سے ایک نمایاں فرد مسلمانوں کے امیر شکر اسامہ بن زید بھی تھے جن کو خود رسول اللہ نے افسری عطا فرمائی تھی اور ابوبکر و عمر بھی ان کے ماتحت تھے۔ جس وقت اسامہ بن زید نے اسامہ بن زید کے ذریعے تین آدمیوں کے ہاتھوں خلیفہ سازی ہوئی ہے اران لوگوں نے بغیر کسی مشورے اور اطلاع کے ایک شخص کی بیعت کر لی ہے تو سوار ہو کر مسجد رسول میں آئے اور بقول تمام مومنین کے ایک نعرہ مارا کہ تم لوگوں نے یہ کیا ہنگامہ برپا کر رکھا ہے؟ کس کی اجازت سے خلیفہ گھڑیا ہے؟ تم چند زکریا جینیت رکھتے تھے کہ مسلمانوں اور بزرگان صحابہ کے مشورے اور اجماع سے خلیفہ مقرر کر لیا؟ عمر نے لیب پوت کرتے ہوئے کہا اسامہ کام ختم ہو چکا اور بیعت واقع ہو چکی، اب پھوٹ نہ پیدا کرو بلکہ تم بھی بیعت کر لو۔ اسامہ کو ڈانڈا لیا،

انہوں نے کہا کہ پیغمبرؐ نے مجھ کو تمہارا سردار بنایا تھا اور امارت سے معزول بھی نہیں کیا تھا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ تم لوگوں پر رسولؐ خدا کا منتخب فرمایا جوامیل اپنے ماتحتوں اور محکموں کی بیعت کرے۔ اس کے علاوہ اور بہت کچھ بات چیت ہوئی لیکن نہ تو اسی قدر کافی ہے۔ اگر آپ کہیں کہ اس کا لشکر بھی شہر سے کچھ فاصلے پر تھا اور وقت نکلا جا رہا تھا تو حضرات کیا سقیفے سے مسجد اور خانہ پیغمبرؐ بھی بہت دور تھا؟ آخر علی علیہ السلام کو جو باتفاق فریقین مسلمانوں کے اندر ایک بڑی شخصیت کے مالک تھے، عم رسولؐ عباس کو تمام بنی ہاشم اور عترت پیغمبرؐ کو جن کے لئے آنحضرتؐ نے وصیتیں فرمائی تھیں اور جو عدیل قرآن تھے اور کبار صحابہ کو جو وہاں موجود تھے کیوں مطلع نہیں کیا تاکہ ان کی رائے سے فائدہ اٹھایا جائے؟

حافظ: میرا خیال ہے کہ صورت حال ایسی خطرناک تھی کہ غفلت اور سقیفہ سے باہر آنے کا موقع نہیں تھا۔
خیبر طلب: آپ زیادتی کر رہے ہیں، موقع تھا لیکن انہوں نے جان بوجھ کر علی علیہ السلام، بنی ہاشم اور کبار صحابہ کو جو خانہ رسولؐ میں جمع تھے اطلاع کرتا مناسب نہیں سمجھا۔

حافظ: اُن کے عہد اِسیا کہ نے پر آپ کی دلیل کیا ہے؟
خیبر طلب: سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ خلیفہ عمر رسولؐ اللہ کے دروازے تک آئے تھے لیکن اندر داخل نہیں ہوئے تاکہ اُس گھر میں مجتمع علی علیہ السلام، بنی ہاشم اور اصحاب کبار کو خبر نہ ہونے پائے۔
حافظ: یہ بات تو قطعاً رافضیوں کی گھڑی ہوئی ہے۔

خیبر طلب: پھر آپ نے بے لطفی کی بات کی۔ یہ بات کسی کی گھڑی ہوئی نہیں ہے۔ بہتر ہوگا کہ آپ اسے تیسری صدی کے بڑے عالم محمد بن جریر طبری کی مشہور تاریخ جلد دوم ص ۲۵۵ کا مطالعہ فرمائیے۔

وہ لکھتے ہیں کہ عمر خانہ رسولؐ کے در تک آئے لیکن اندر نہیں گئے بلکہ ابوبکرؓ کو پیغام بھیجا کہ جلدی آؤ بہت ضروری کام ہے۔ ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ اس وقت مجھ کو فرصت نہیں ہے۔ انہوں نے پھر کہلایا کہ ایک خاص کام درپیش ہے جس میں تمہاری موجودگی ضروری ہے۔ ابوبکرؓ باہر آئے تو خفیہ طور سے اُن کو سقیفے میں انصار کے جمع ہونے کا معاملہ بتایا اور کہا کہ ہم کو فوراً وہاں پہنچ جانا چاہیے۔ یہ دونوں چلے اور راستے میں ابوعبیدہ (گو رکھن) کو بھی ساتھ لے لیا۔ تاکہ تین آدمی مل کر اجماع اُمت کی تشکیل کریں اور آج آپ اُمی کا سہارا لیں۔ خدا کے لئے انصاف کیجئے کہ اگر کوئی سازش اور قرار داد کام نہیں کر رہی تھی تو عمر خانہ پیغمبرؐ تک جا کر اندر نہیں گئے تاکہ صورت واقعہ کو تمام بنی ہاشم اور کبار صحابہ کے گوش کر کے سب سے مدد طلب کریں؟ کیا ساری اُمت رسولؐ میں صرف ایک ابوبکرؓ ہی عقل کل رہ گئے تھے اور دوسرے صحابہ اور عترت رسولؐ سب بیگناہ تھے جن کو اس حادثے کی خبر ہی نہ ہونا چاہتے تھے؟

چشم باز و گوش باز دایں نمی حیرتم از چشم بندی خدا

آیا آپ کا یہ خود ساختہ اجماع جیسا کہ آپ کے تمام مؤرخین نے لکھا ہے فقط تین آدمیوں (ابوبکرؓ و عمرؓ

اور ابو عبیدہ جراح دگورکن کے ہاتھوں پر قائم ہو گیا؟ آیا دنیا کے کس خطے میں یہ عقیدہ قابل قبول ہے کہ اگر تین شخص یا کوئی حقیقت کسی شہر یا دارالسلطنت میں اکٹھا ہو اور فرمن کیا جائے کہ اس شہر کے باشندے کسی شخص کی ریاست و حکومت یا خلافت پر اجماع بھی کر لیں تو دوسرے مقامات کے صاحبان عقل و علم اور دانش مندوں پر ان کی پیروی واجب ہو جائے؟ یا ایسے چند عقلمندوں کی رائے جن کو دوسروں نے منتخب نہ کیا ہو باقی عقلمندوں کے لئے واجب العمل بن جائے؟ آیا یہ جائز ہے کہ ایک گروہ کی ہنگامہ سازی اور دھکی کے مفیلے میں پوری قوم کے خیالات کا گلا گھونٹ دیا جائے؟ حضرت انصاف کیجئے! اگر ایک جماعت دالے حق بات کہنا چاہیں اور علمی مباحثوں اور علمی تنقیدوں کی روشنی میں بتائیں کہ یہ خود خلافت و اجماع کسی دینی یا دنیاوی قانون کے مطابق صحیح نہیں ہے تو ان کو رافضی، مشرک اور عیسٰی کہا جائے، ان کا قتل واجب سمجھا جائے اور کوئی ایسی تہمت باقی نہ رہے جو ان پر مقبول دیا جائے؟

آپ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے خلافت کا معاملہ اُمت پر (یا بقول آپ کے عقلائے اُمت پر) چھوڑ دیا خود کے لئے انصاف سے کہنے کا کہ اُمت اور عقلائے اُمت کیا فقط تین ہی آدمی تھے (ابوبکر و عمر اور ابو عبیدہ جراح دگورکن) جنہوں نے آپس میں بیعت کر کے دو تے ایک کو مان لیا تو سارے مسلمانوں پر فرض ہو گیا کہ انہیں کے راستے پر چلیں، اور اگر کچھ لوگ یہ کہہ دیں کہ یہ تینوں اشخاص بھی باقی اُمت اور صحابہ کے مانند تھے لہذا سارے اصحاب سے صلاح و مشورہ کیوں نہیں کیا؟ تو وہ کافر، مردود اور گردن زدنی قرار پائیں؟

باتفاق فریقین اجماع کا واقع نہ ہونا

حضرات اگر آپ تعصب کا جامہ اتار کر معطر اعجاز کیجئے تو بخوبی واضح ہو جائے گا کہ اقلیت و اکثریت اور اجماع کے درمیان بڑا فرق ہے۔ اگر کسی خاص مقصد کے لئے بزم مشاورت منعقد کی جائے اور منظورے لوگ کوئی رائے دیں تو کہا جائے گا کہ جلسے کا اقلیت نے یہ رائے دی، اگر زیادہ جمع رائے دے تو اکثریت کی رائے کہی جائے گی اور اگر سب کے سب باتفاق رائے کوئی بات کہیں تو کہا جائے گا کہ اجماع واقع ہوا یعنی ایک فرد بھی مخالفت نہیں کرتا۔ اب یہ رائے خدا یہ بتائیے کہ کیا سقیفہ میں اور جس کے بعد مسجد میں پھر شہر مدینہ میں لوگوں نے خلافت ابوبکر کے لئے ایسی جماعتی رائے دی اگر آپ کے حسب خواہش ہم جبراً ساری اُمت سے حق رائے دہندگی چھین لیں اور آپ کی آواز میں آواز ملا کر کہنے لگیں کہ اجماع سے صرف مرکز اسلامی یعنی مدینہ منورہ کے عقلا و اور کبار صحابہ ہی کو مراد لینا کافی ہے تب بھی آپ کو خدا کی قسم سچ بتائیے کہ آیا ایسا اجماع واقع ہوا جس میں مدینے کے غلام عقلا و اور کبار صحابہ نے بالاتفاق خلافت ابوبکر کے لئے رائے دی ہو؟ آیا اس معطوری سے جماعت نے بھی متفقہ رائے دی تھی جو سقیفہ میں حاضر تھے؟ قطعاً

جواب نفی میں ہوگا۔ چنانچہ صاحبِ موافقت نے خود اعتراضات کیا ہے کہ خلافت ابوبکر میں کوئی اجماع واقع نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ خود مدینے کے اندر اور اہل محل و عقد میں بھی، اس لئے کہ سعد بن عبادہ انصاری اُن کی اولاد، خاص خاص معیار تمام بنی ہاشم، اُن کے دوست اور علی ابن ابی طالب علیہ السلام چھ ماہ تک مخالفت کرتے رہے اور بیعت نہیں کی۔ دراصل جب ہم حق و انصاف کے روبرو سے تاریخ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو نظر آتا ہے کہ خود مدینہ منورہ میں بھی جو نبوت اور حکومت اسلامی کامرکز تھا ایسا اجماع واقع نہیں ہوا جس میں وہاں پر موجود صاحبانِ عقل اور صواب نے خلافت ابوبکر کی مستحکم تائید کی ہو۔

چنانچہ خود آپ کے اکثر ثقہ راویوں اور بڑے بڑے مورخوں نے جیسے امام فخر الدین رازی، جلال الدین سیوطی ابن ابی الحدید معتزلی، طبری، بخاری اور مسلم وغیرہ نے مختلف عبارتوں کے ساتھ بتایا ہے اور نقل کیا ہے کہ خود مدینے میں پورا اجماع منعقد نہیں ہوا۔

علاوہ اس کے کہ تمام بنی ہاشم در رسول اللہ کے اہل بیت جو عدیل قرآن تھے اور دوسرے اہل خاندان جن کی رائے اچھی خاصی اہمیت رکھتی تھی اور بنی امیہ بلکہ عام اصحاب بھی سوائے نضر کے سقیفہ میں خلافت پر رائے دینے کے لئے حاضر نہ تھے۔ بلکہ سننے کے بعد انہوں نے اس پر پورا اعتراض بھی کیا۔ یہاں تک کہ ہاجرین و انصار میں سے جن بزرگ اصحاب نے بیعت سقیفہ کو غلط بتایا تھا اُن میں سے چند مقتدر حضرات نے مسجد میں جا کر ابوبکر سے احتجاجات بھی کئے جیسے ہاجرین میں سے سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد بن اسود کندی، عمار یا سراہہ، سیدہ اسمیٰ اور خالد بن سعید بن عاص اموی، اور انصار میں سے ابوہشیم بن القہتان، خذیمہ بن ثابت ذوالشہداء، دینار بن جحش، اکرمؓ نے ذوالشہداء تین لقب دیا تھا، ابوالیوب انصاری، ابی بن کعب، اسہل بن حنیف اور عثمان بن حنیف۔ ان میں سے ہر ایک نے مسجد کے اندر کافی اور شافی دلائل و براہین پیش کئے جن کی تفصیل بیان کرنے کا وقت نہیں ہے۔ صرف حاضرین اور سامعین کی بعیرت افروری اور تمام حجت کے لئے یہ مختصر خاکہ پیش کر دیتا تاکہ واضح ہو جائے کہ اجماع مکمل طور پر باطل اور بے بنیاد ہے کیونکہ خود مدینے میں بھی اجماع واقع نہیں ہوا بلکہ مدینے کے عقلا اور اکابر اصحاب کا اجماع بھی صریح جھوٹ ہے کچھ مخالفین خلافت کے نام آپ کی معتبر کتابوں سے عرض کرتا ہوں۔

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>
کبار صحابہ کی بیعت ابوبکرؓ سے علیحدگی

ابن حجر عسقلانی اور بلاذری تاریخ میں، محمد خاندن شاہ روضۃ الصفا میں، ابن عبد البر استیعاب میں، اور دوسرے علماء کہتے ہیں کہ سعد بن عبادہ، قبیلہ خزرج اور قریش کے ایک گروہ نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی نیز اٹھارہ

نفر بزرگان صحابہ نے بیعت نہیں کی اور رافضی ہو گئے۔ یہ لوگ علی ابن ابی طالب کے شیعہ تھے۔

ان اطہارہ اصحاب کے نام یہ تھے (۱) سلمان فارسی (۲) ابوذر غفاری (۳) مقداد بن اسود کندی (۴) عمارؓ (۵) خالد بن سعید بن العاص (۶) بريدة الاسلمی (۷) ابی بن کعب (۸) خذیمہ بن ثابت ذوالشہداء (۹) ابوالمثنیٰ بن النبیان (۱۰) سہل بن حنیف (۱۱) عثمان بن حنیف ذوالشہداء (۱۲) ابویوب انصاری (۱۳) جابر بن عبد اللہ انصاری (۱۴) خذیفہ بن الیمان (۱۵) سعد بن عبادہ (۱۶) قیس بن سعد (۱۷) عبد اللہ بن عباس (۱۸) زبید بن ارقم۔

یعقوبی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ لقد تخلفت عن بیعتہ ایی یحکم قوم من المهاجرین والانصار وما لوا مع علی ابن ابی طالب۔ متھمد العباس بن عبد المطلب والفضل بن العباس والزبیر بن العوام بن العاص وخالد بن سعید والمقداد بن عمرو وسلمان الفارسی والیوذر الغفاری وعمار بن یاسر والید بن عازب وابی بن کعب (یعنی مہاجرین و انصار کی ایک جماعت نے بیعت ابوبکر سے اختلاف اور علیہ کی اختیار کی اور علی ابن ابی طالب کی طرف ہٹل ہوئی من جملہ اُن کے عباس ابن عبد المطلب، فضل بن عباس، زبیر بن العوام بن العاص، خالد بن سعید، مقداد بن عمرو، سلمان فارسی، ابوذر غفاری، عمار بن یاسر، ید بن عازب اور ابی بن کعب بھی تھے)۔

تو کیا یہ افراد قوم کے صاحبان عقل، اکابر اصحاب اور رسول اللہ کے ہمدرد و ہمراز نہیں تھے؟ کیا علی علیہ السلام، عباس عم پیغمبر اور دوسرے بزرگان بنی ہاشم عقلائے قوم نہ تھے؟ خدا کے لئے ذرا انصاف سے بتائیے یہ کیسا اجماع تھا، جو عزیزان حضرات کی موجودگی، مشورے، رضامندی اور تصدیق کے قائم ہو گیا؟ اس مجمع کے درمیان سے رازدارانہ طور پر صرف تنہا ابوبکر کو بلا کر لے جائی اور دوسرے کبار صحابہ کو نہ کوئی اطلاع دیں نہ اُن سے صلاح و مشورہ لیں نہ آیا اس سے اجماع کے معنی پیدا ہوتے ہیں یا یہ مطلب نکلتا ہے کہ ایک سیاسی سازش کام کر رہی تھی؟ پس علاوہ اس کے کہ تعین خلافت کے موقع پر تمام امت کا اجماع منعقد نہیں ہوا تمام اہل مدینہ کا اجماع ہو سکا بلکہ سعد بن عبادہ اور ان کے ہمراہیوں کے نکل جانے سے اہل یمن کے اس چھوٹے موٹے گروہ میں بھی اجماع نہیں ہو سکا البتہ یہ وہ پہلا کعبہ تھا جو عالم اسلام نے انسانی تاریخ کو امانت دیا۔

حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ

ان سب سے قطع نظر بنی ہاشم اور عترت و اہلبیت رسولؐ بھی جن کا اجماع یقیناً حجت تھا یا اعتبار حدیث مسلم میں الفریقین جن کو میں گزشتہ شبوں میں معتبر اسناد کے ساتھ عرض کر چکا ہوں کہ رسول خداؐ نے فرمایا انی تارک و

فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہل بیتہ ان تمسکتہ بہما فقد تمسکتہ بنوتمہ (وقتی نسخۃ) بنی تفضلہ
بعد ہا ایدا (یعنی میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑ رہا ہوں، اللہ کی کتاب اور میری عزت) اہل
الکران دونوں سے تمک رکھو گے تو یقیناً نجات پاؤ گے (اور ایک نسخے میں ہے) ہرگز گمراہ نہ ہو گے (دیکھئے اس
کتاب کا صفحہ ۷) نہ سقیفہ میں موجود تھے نہ خلافت ابوبکر کی حمایت کی زمین ان کو اطلاع ہی نہیں دی گئی کہ وہاں اکٹھا ہوں تاکہ
اجماع صادق آسکے۔

دوسری مشہور حدیث جو حدیث سفینہ کے نام سے موسوم ہے اور پچھلی راتوں میں مع اسناد کے ذکر کی جا چکی ہے
کہ اُخترت نے فرمایا: ان اہل بیتی کمثل سفینۃ نوح من تو سل بہم نجی ومن تخلت عنہم هلك
(یعنی میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کے مانند ہے جو شخص ان سے متوسل رہے گا وہ نجات پائے گا اور جو شخص
ان سے رد گردانی کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا) ثابت کرتی ہے کہ جس طرح طوفانی اور بلاؤں میں اُمت نوح کی نجات سفینے
کے ذریعے سے تھی اس اُمت کو بھی حوادث اور آفات میں اہل بیت رسول کے دامن سے متمسک رہنا چاہیئے تاکہ نجات حاصل
ہو۔ اسی طرح جو ان سے دور اور الگ رہے گا ہلاک ہو گا۔

نیز ابن حجر صواعق محرقہ ذیل آیہ چہارم ص ۱۰۱ میں ابن سعد سے دو حدیثیں اہل بیت رسالت اور عزت پاک
سے وابستہ رہنے کے وجہ میں نقل کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ پیغمبر نے فرمایا انا و اہل بیتی شجرة فی الجنة
واعصنا ہا فی الدنیا فتمن شاعر ان یتخذ الی رتبہ سیلا فلیتمسک بہا (یعنی میں اور میرے
اہل بیت جنت کے ایک درخت ہیں جس کی شاخیں دنیا میں ہیں۔ پس جو شخص خدا کی طرف راستہ چاہتا ہو اس کو اس سے
تمسک ضروری ہے۔)

دوسری حدیث یہ کہ فرمایا فی کل خلف من امتی عدو من اہلبیتی ینفون عن هذا الدین تحذیر
الضالین و انتعال المبطلین و تاویل (لجہا علیہ) لا دان ائمتکم و قد اکرم الی اللہ فانظر ہا
من توفد و (یعنی میری امت کے لئے ہر دور میں میرے اہل بیت میں سے کچھ عادل افراد ہیں جو اس دین سے گمراہوں
کی تحریف باطل پرستوں کے دعوے اور غلطیوں کی تاویل کو دور کرتے رہتے ہیں۔) لگا ہوا کہ یقیناً تمہارے ائمہ اللہ کی
طرف تمہارے سفیر ہیں پس یہ دیکھ لو کہ سفارت کس کے سپرد کر کے ہو۔

غرضیکہ تمام وہ اشخاص جن کی موجودگی اجماع و بیعت اور تعیین حلیقہ میں اثر انداز نہ ہوتی بیعت کے مخالف
تھے پس یہ کیسا اجماع تھا کہ صحابہ کبار، دانشمندان قوم اور عزت و اہل بیت رسالت دیتے میں ہوتے ہوئے اس
میں شریک نہ تھے؟ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اجماع کیسا اکثریت بھی نہیں پیدا ہوئی۔ چنانچہ ابن عبدالبر قرطبی جو آپ کے
بڑے عالم ہیں، استیعاب میں ابن حجر ص ۱۰۱ میں اردو دوسرے علماء کہتے ہیں کہ سعد بن عبادہ نے جو خلافت کے دعویدار

تھے قطعاً ابوبکر اور عمر کی بیعت نہیں کی اور وہ بھی اس لئے ان سے متعرض نہیں ہوئے کہ ان کا قبیلہ اچھا ناما ہے کہیں کوئی فساد نہ اٹھ کھڑا ہو۔ بعد اسی اختلاف کی وجہ سے شام چلے گئے اور روایت روئے السقا ایک بزرگ شخصیت کی تحریک سے (جن سے باخبر ہستیاں واقف ہیں کہ کون شخص تھا جس کا حکم نافذ تھا) رات کے وقت تیر مار کر ہلاک کر دئے گئے اور کہا گیا کہ جنات نے مار ڈالا لیکن مورخین روایت کرتے ہیں کہ تیر مارنے والے خالد ابن ولید تھے جو مالک ابن نویرہ کو قتل کرنے اور ان کی زوجہ پر تصرف کرنے کے بعد شروع خلافت ابوبکر سے خلیفہ ثانی عمر کے غیظ و غضب کا زد میں تھے چنانچہ عمر کے زمانہ خلافت میں انہوں نے چاہا کہ خلیفہ کی نظر میں اپنا وقار قائم کریں اور یہی کیا کہ رات کو انہیں تیر سے مار ڈالا اور مشہور یہ ہوا کہ جنات نے مارا، اب آپ حقرات خدا کے لئے اپنی عادت اور تعصب کو الگ رکھ کر تھوڑا غور کیجئے کہ یہ کیا اجماع تھا جس میں علی ابن ابی طالب، عیسیٰ السلام، عباس عم رسول، ابن عباس تمام نبی ہاشم، عسرت و اہل بیت پیغمبر، بنی امیہ اور انصار داخل نہیں تھے۔

حافظ، چونکہ فساد کا احتمال تھا اور ساری اُمت تک پہنچ نہیں تھی لہذا مجبوراً جلد بازی میں انہیں چند حاضرین سقیفہ پر انکفار کے بیعت سے لی، بعد کو اُمت نے بھی مان لیا۔

خیر طلب: مدینے سے باہر گناہاں شخصیتوں، بزرگانِ مہابہ اور دانشمندان قوم تک رسائی نہیں تھی لیکن خدا کے لئے انصاف کیجئے کہ اگر کوئی چال نہیں چلی جا رہی تھی تو بزمِ شوریٰ میں حاضرین مدینہ کو کیوں نہیں بلایا؟ آیا رسول خدا کے عم محترم رشید القبیلہ عباس، آلِ حضرت کے داماد علی ابن ابی طالب، بنی ہاشم اور مدینے کے اندر موجود کبار و مہابہ کی رائے لینا ضروری نہیں تھا؟ فقط عمر اور ابوعبیدہ جراح کی رائے ساری دنیا نے اسلام کے لئے کافی تھی؟ خالقِ عوالم اولی الا بصار!!!

پس آپ کی دلیل اجماع عمومی حیثیت سے نیز خصوصی طور پر کیوں کہ مہاجرین و انصار میں سے عقلاً و کبار صحابہ نے اس میں شرکت نہیں کی۔ بلکہ مخالفت بھی کی بالکل مہمل و باطل اور صاحبانِ عقل کے نزدیک درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔ چونکہ جیسا عرض کر چکا ہوں اجماع اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص اس سے اختلاف نہ کرے اور آپ کے اس خود ساختہ اجماع میں عام طور پر آپ کے علماء و مورخین کے اقرار اور آپ کی تصدیق کے مطابق اربابِ علم و عقل نے رائے دینے میں عمومی شرکت نہیں کی۔ چنانچہ امام محمد ابن رازی نہایت الاصول میں صاف صاف کہتے ہیں کہ خلافت ابوبکر و عمر میں ہرگز اجماع واقع نہیں ہوا یہاں تک کہ سعد بن عبادہ کے قتل ہو جانے کے بعد اجماع منعقد ہوا لہذا سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے معدوم اور فرضی اجماع کو آپ نے حقانیت کی دلیل کیونکر بنالیا۔

وقت کا لحاظ کرتے ہوئے اس مختصر بیان کے ساتھ آپ کی پہلی دلیل کا جواب دیا گیا۔

اس کی تردید کہ ابوبکرؓ سن رسیدہ ہونے کی وجہ سے خلیفہ ہوئے

رہی آپ کی دوسری دلیل کہ ابوبکرؓ چونکہ امیر المؤمنین عبد اللہ السلام سے عمر بہ زیادہ تھے لہذا ان کا حق مقدم تھا تو یہ خلافت کے معاملے میں انتہائی مردود اور پہلی دلیل سے بھی زیادہ بھل، بے معنی اور سمجھ کنیز ہے۔

اس لئے کہ اگر خلافت میں سن کی شرط تھی تو ابوبکرؓ دوسرے زیادہ بوڑھے بہت لوگ تھے اور یہ تو کٹھن ہوئے بات ہے کہ ابوبکرؓ کے باپ ابوتحافہ اپنے بیٹے سے بڑے تھے اور اس وقت زندہ بھی تھے، اُن کو کس لئے طبقہ نہیں بنایا؟

حافظ: ابوبکرؓ کا بڑھاپا یا قتل کے ساتھ نفا۔ جب کسی قوم کے اندر ایک جہاں دیدہ اور محبوب رسول اللہ بزرگ ہوں کسی نا تجربہ کار جوان کو سردار نہیں بنایا کرتے۔

بوڑھے اصحاب کی موجودگی میں پیغمبرؐ جو ان علیؓ کو ترجیح دیتے تھے

خیر طلب: اگر جیسا آپ کہہ رہے ہیں صحیح ایسا ہی ہو کہ آزمودہ کار بوڑھے کا موجودگی میں کسی جوان کو کام پر اور وہ بھی خدا کے کام پر مقرر نہ کرنا چاہیئے تو یہ اعتراض سب سے پہلے رسول خدا پر وارد ہوتا ہے کیوں کہ جس وقت آنحضرتؐ غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہو رہے تھے تو منافقین نے خفیہ طور پر یہ طے کیا کہ آں حضرتؐ کی عمر موجودگی میں مدینے کے اندر ایک انقلاب برپا کر دیں گے۔ لہذا مدینے کا انتظام سنبھالنے کے لئے ایک تجربہ کار انسان کی ضرورت تھی جو آں حضرتؐ کی جگہ پر بیاں ٹھہرے، ہمت اور حسن تدبیر کے ساتھ حالات کو قابو میں رکھے اور منافقین کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے کر دے آپ حضرات سے میری درخواست ہے کہ فرمائیے پیغمبرؐ نے مدینے میں کس شخص کو اپنی خلافت اور جانشینی سپرد فرمائی؟

حافظ: مسلم سے کہ علیؓ کو کم اللہ وہ پہلے کو اپنا خلیفہ اور قائم مقام بنایا تھا۔

خیر طلب: تو کیا ابوبکرؓ دوسرے بوڑھے اصحاب مدینے میں نہیں تھے کہ رسول اللہؐ نے امیر المؤمنین علیؓ کو قائم مقام اپنا خلیفہ اور جانشین بنایا اور صاف صاف فرمایا انت خلیفتی فی اہلبیتہ و دارہجرتہ (یعنی تم میرے خلیفہ ہو میرے اہل بیت میں اور میرے مقام ہجرت یعنی مدینے میں)۔

بہتر ہو گا کہ آپ حضرات ذرا سوچ سمجھ کے دلیلیں قائم کیا کریں تاکہ جواب کے موقع پر لا جواب نہ رہ جائیں

پس ابوبکر و عمر وغیرہ کے ایسے بوڑھے صحابہ کے سامنے علی علیہ السلام کو عین شباب میں خلیفہ مقرر کرنے سے آنحضرتؐ کا ایک خاص مقصد یہ بھی تھا کہ آج آپ کے لئے ایک علی جواب مہیا ہو جائے اور آپ یہ نہ کہیں کہ جہاں زندیدہ بوڑھے کے سامنے جوان کو ذمہ دار نہ بنانا چاہیئے۔ رسول خدا کا عمل اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ تعیین خلافت اور تبلیغ رسالت میں پیری اور جوانی کو کوئی دخل نہیں ہے۔

اگر سال خوردہ بوڑھوں کے ہوتے ہوئے تو عمر جوان کا تقرر نہ ہونا چاہیئے تو اہل مکہ پر سورہ برات کی ابتدائی آیتیں پڑھنے کے لئے جب کہ ایسے موقع پر قطعاً ایک پیر کہن سال اور ہوشیار و جہاں زندیدہ بزرگ کی ضرورت تھی جو خوش اسلوبی اور سیاست کے ساتھ اس فریضے کو ادا کرے۔ رسول اکرمؐ نے کس لئے بوڑھے ابوبکرؓ کو راستے سے داپس بلا لیا اور جوان علیؓ کو اس عہد کے ساتھ اس اہم کام پر مامور کر دیا کہ خدا فرماتا ہے میری رسالت کو یا تم پہنچا سکتے ہو یا نہیں جیسا کوئی مرد؟

اسی طرح اہل مین کی ہدایت کرنے کے لئے ابوبکر و عمر وغیرہ کے ایسے من رسیدہ بزرگوں کے وجود سے کیوں فائدہ نہیں اٹھایا اور امیر المؤمنین علیہ السلام کو مین والوں کی ہدایت پر مامور فرما دیا۔ اس قسم کے موافق بہت ہیں جب کہ ابوبکر و عمر جیسے شیوخ قوم کی موجودگی میں اہل حضرتؐ نے علیؓ جیسے جوان کو عقرب فرمایا اور بڑے بڑے کام اُن کے سپرد فرمائے۔ پس معلوم ہوا کہ آپ کی یہ بڑھاپے والی شرط انتہائی پھیس پھسی اور فضول و مہمل ہے۔ نبوت و ولایت اور خلافت کے شرائط میں بوڑھا ہونا ہرگز نہیں ہے بلکہ خلافت کی اصلی شرط نبوت کے مانند مکمل جامعیت ہے جو خداوند عالم کے نزدیک محبوب و پسندیدہ ہوا اور جو فرد بھی جلد صفت عالمیہ کی جامع ہو چاہے وہ کوئی بوڑھا شخص ہو یا جوان، خدائے تعالیٰ اُسکی کو منصب خلافت کے لئے چنا ہے اور نبی و رسولی کے ذریعے لوگوں میں اعلان فرماتا ہے اور لوگوں پر واجب ہے کہ خدا و رسول کی طرح اسکی بھی اطاعت کریں۔ ایک اور بڑی دلیل جمع کو یاد آگئی جس کو ان لوگوں کی خلافت کے رد میں بہت بڑا ثبوت سمجھنا چاہیئے اور وہ یہ کہ حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی طرف سے اس مصنوعی اجماع کی مخالفت ہوئی ہے۔

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

علیؓ حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے ہیں

اس لئے کہ ارشاد رسولؐ کے مطابق علی علیہ السلام کی ذات حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی تھی، چنانچہ آپ کے بڑے بڑے علمائے اس بارے میں بہت سی روایتیں نقل کی ہیں۔

من جلد ان کے شیخ سیمان بلخی حنفی نے ینابیع المودة بابا میں کتاب السبعین فی فضائل امیر المؤمنین سے،
 امام الحرم ابو جعفر احمد بن عبد اللہ ثقفی نے ستر حدیثوں میں سے بارہویں حدیث کو فردوس دیلمی سے، امیر سید علی ہمدانی
 ثقفی نے مودة القربا مودت ششم میں، حافظ نے امالی میں، محمد بن یوسف گنجی ثقفی نے کفایت الطالب باب
 میں بسند ابن عباس و ابی ہبیل غفاری و ابو غفاری الفاظ و عبارات کے مختصر فرقہ اور کئی و بیٹی کے ساتھ حضرت رسول
 سے یہ حدیث نقل کی ہے جس کا آخری جلد ہر جگہ ایک ہے کہ فرمایا ستكون من بعدی فتنۃ فاذا کان ذالک
 فالزموا علی بن ابی طالب استہ اول من یرانی و اول من یصا فتنی یوم القیمة و هو معی فی السما و
 العلما و هو الفارس و فی مدین الحق و الباطل یعنی عنقریب میرے بعد ایک فتنہ برپا ہوگا پس جب ایسا
 ہو تو تم لوگ لازمی طور پر علی ابن ابی طالب کے ساتھ رہنا کیونکہ وہ پہلے شخص ہیں جو قیامت کے روز مجھ کو دیکھیں گے
 اور سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کریں گے وہ بلند منزلوں میں میرے ساتھ اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔
 پس اصولاً وفات رسول کے بعد ایسی صورت حال اور فتنہ مرغیتم حبیب مہاجرین و انصار آپس میں دست و گریبان
 تھے اور ہر فریق یہ چاہتا تھا کہ خلیفہ ہم میں سے ہو (گو یا ہر ایک بہتے دریا سے ہاتھ دھونا چاہتا تھا) آنحضرت کے حکم و ہدایت
 کے مطابق اُمت والوں کا فرض تھا کہ علی علیہ السلام کو لائے اور ان کا دامن پکڑتے کہ حق کو باطل سے جدا کریں۔ اور
 یقیناً ارشاد پیغمبر کے مطابق جس طرف علی علیہ السلام ہوتے اُدھر حق ہوتا اور دوسری طرف باطل۔

حافظ: یہ حدیث جو آپ نے نقل کی ہے خبر واحد ہے اور خبر واحد قابل اعتماد نہیں تھی کہ اس پر علما و محدثین
 خبر طلب بہت تعجب ہے کہ آپ اتنی جلدی مقبول جاتے ہیں یا عمداً بھٹکا دیتے ہیں۔ خبر واحد کا جواب شروع
 میں عرض کر چکا ہوں کہ علمائے اہل سنت خبر واحد کو حجت مانتے ہیں لہذا اس بنا پر آپ اس روایت کو خبر واحد کہہ
 رہے نہیں کر سکتے۔ علاوہ اس کے یہ ایک روایت نہیں ہے بلکہ آپ کے موثق علماء کے طرق سے مختلف عبارتوں کے
 ساتھ بہت سی روایتیں اس مطلب کو ثابت کر رہی ہیں جن میں سے بعض کو ہم پچھلی باتوں میں بیان بھی کر چکے ہیں۔
 اس وقت جہاں تک دقت اجازت دیتا ہے اپنی یادداشت کے موافق مختصر صرف راویوں اور کتابوں کے
 ذکر پر اکتفا کرتے ہوئے مزید تائید کے لئے بجائے ان تمام مستند روایت کو پیش کرنے کے چند کی طرف اشارہ
 کرتا ہوں۔ من جلد ان کے ایک حدیث ہے جو محمد بن طلحہ ثقفی نے مطالب السؤل میں طبرانی نے کبیر میں، بیہقی
 نے سنن میں، نور الدین مالکی نے مفصول المہمہ میں، حاکم نے مستدرک میں، حافظ ابو نعیم نے حلیہ میں، ابن عساکر نے
 تاریخ میں، ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں، طبرانی نے اوسط میں، محب الدین نے ریاض نہرہ میں، حموی
 نے فرائد میں، ابوسعید سیوطی نے در المنثور میں، ابن العباس و سیمان و ابو ذر حذیفہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے دست مبارک
 سے علی ابن ابی طالب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ان هذا اول من امن بی و اول من یصا فتنی یوم القیمة

وهذا الصديق الاكبر وهذا فاروق هذا الامة يعقوب بين الحق والباطل۔
(یعنی درحقیقت یہ (علیؑ) پہلے شخص ہیں جو مجھ پر ایمان لائے اور پہلے شخص ہیں جو روز قیامت مجھ سے
مصافحہ کریں گے۔ یہ علیؑ صديق اکبر (یعنی سب سے بڑے بیچ بولنے والے) اور اس اُمت کے فاروق
ہیں جو حق و باطل کے درمیان جدائی ڈالیں گے۔

محمد بن یوسف گنجی شافعی نے کفایت الطالب باب ۱۱ میں اس حدیث کو ان الفاظ کے اضافے کے
ساتھ نقل کیا ہے۔ دھو یعسوب المؤمنین وهو بائی الذی اوتی منہ وهو خلیفتی
من بعدی۔ (یعنی وہ مؤمنین کے بادشاہ ہیں، یہ میرے دروازہ ہیں جس سے لوگ آتے ہیں اور
وہ میرے بعد خلیفہ ہیں)۔

(اس کے بعد گنجی شافعی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو محدث شام نے اپنی کتاب کے انچاسویں جزیں
فضائل علیؑ میں تین سو حدیثوں کے بعد لکھا ہے) محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل میں، خطیب خوارزمی
نے مناقب میں، ابن صباغ مالکی نے فضول المہمہ میں، خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد جلد چہارم ص ۱۷۰
میں، حافظ مردویہ نے مناقب میں۔ سمعانی نے فضائل الصحابہ میں، دیلمی نے فردوس میں، ابن قتیبہ
نے الامامة والسياسة جلد اول ص ۱۷۰ میں زحمتی نے ربیع الا برار میں، حموی نے فرائد باغ میں،
طبرانی نے اوسط میں، فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد اول ص ۱۷۰ میں، گنجی شافعی نے کفایت الطالب
میں، امام احمد نے مسند میں اور آپ کے دوسرے علماء نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا علی
مع الحق والحق مع علی حیث داس (یعنی علیؑ حق کے ساتھ اور حق علیؑ کے ساتھ پورا پورا پھر حق الیکبر و سرے سے
جدا نہیں ہوتے)۔

انہیں کتابوں میں ہے نیز شیخ سلیمان قندوزی حنفی نے نیایع المودت باب ۱۱ میں حموی سے
نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا علی مع الحق والحق مع علی یہی مع الحق کیف مال (یعنی
علیؑ حق کے ساتھ اور حق علیؑ کے ساتھ ہے جس طرف حق مائل ہوتا ہے اسی طرف علیؑ بھی مائل ہوتے ہیں)
اور حافظ البرنیم احمد بن عبد اللہ صفحہ ۱۱۱ میں نے حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۱۷۰ میں اپنے
اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا یا معشر الانصار الا اذ لکم علی من ان تمسکتم
بہ لن تصلوا بعدہ ابدًا قالوا بلی یا رسول اللہ قال هذا علی فاحبوا بیحی واکرموا بکرمی
فان جبرئیل امرنی بالذی قلت لکم من اللہ عز وجل (یعنی اے جماعت انصار! آیا تمہاری
رہنمائی نہ کروں میں اس شخص کی طرف کہ اگر اس سے تمسک کرو گے تو اس کے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے) یہ

عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ! حضرت نے فرمایا کہ وہ شخص یہ علیؑ ہیں لہذا ان کو دوست رکھو میری محبت کے ساتھ اور ان کا اکرام کرو میری کرامت کے ساتھ کیونکہ جو کچھ میں نے تمہارے جبرئیل نے خدا کی طرف سے مجھ کو اس کا حکم دیا ہے۔

ان میں سے ہر حدیث رسولؐ اپنے الفاظ اور راوی و حافظ کے اختلاف کی وجہ سے اگرچہ پہلی نظر میں خبر واحد معلوم ہوتی ہے جس میں ایک خاص مفہوم ادا کیا گیا ہے لیکن اہل علم کی نگاہوں میں اس سے تواتر معنوی ثابت ہوتا ہے کیونکہ ان سب کے مضامین سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ کچھ خاص دلائل ہیں جو ایک عام مقصود کے لئے وارد ہوئے ہیں اور ان کی باہمی شرکت سے وہی مقصود عام ثابت ہوتا ہے۔

اس مقصود عام سے مراد ولایت و امامت کی منزل میں رسول اللہ کی عنایت ہے جو بلا شرکت غیرے صرف علی علیہ السلام کی طرف ان حضرت کا میلان ظاہر کرتی ہے نیز اس کا ثبوت دیتی ہے کہ پیغمبر کی یہ شفقت و مہربانی تنہا علی علیہ السلام کے لئے مخصوص تھی اور ان حضرت ہمیشہ انہیں سے امداد طلب فرماتے تھے کیوں کہ آپ نصرت کرنے میں یکتا تھے اور اسی وجہ سے امت کو بھی حکم فرماتے ہیں کہ میرے بعد علیؑ کی طرف رجوع کرو اور ان سے تمسک اختیار کرو اس لئے کہ یہ ہمیشہ حق کے ساتھی اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔

اس قسم کی حدیثوں کا مطالعہ کرنے کے بعد انصاف کیجئے کہ آیا ابوبکر سے علی علیہ السلام کی مخالفت و آپ کے خیالی اجماع سے علیحدگی اور بیعت نہ کرنا ابوبکر کی حقانیت ثابت کرتا ہے یا ان کی خلافت باطل ہونے کی دلیل ہے؟ اگر ابوبکر کی خلافت درست تھی تو علی علیہ السلام نے جو حق و صداقت کے پیکر تھے اور رسول اکرمؐ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ ہمیشہ حق کے ساتھ اور حق ان کے ساتھ گردش کرتا ہے ان کی بیعت کیوں نہیں کی بلکہ مخالفت بھی کی؟ واقعی سیفہ کے روز جتنی پھرتی سے کام لیا گیا وہ بہت افسوس اور حیرت کا مقام ہے اور اس روز کا طریقہ کار ہر حکمہ رس پر شمشاد انسان کو قطعی طور پر شے میں ڈالتا ہے کہ اگر کوئی سازش کار فرما نہیں تھی تو چند گھنٹے ہی سہی آخر انتظار کیوں نہ کیا کہ علیؑ ابن ابی طالب جو بقول رسول حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے تھے، کیا صحابہ، بنی ہاشم اور بالخصوص ان حضرت کے چچا عباس سب کے سب جمع ہو جائیں اور امر خلافت میں جو ایک عمومی فریضہ تھا اپنے خیالات ظاہر کریں؟

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

حافظ :- یہ بات تو یقینی ہے کہ کوئی سازش نہیں چل رہی تھی بلکہ حالات چونکہ خطرناک دیکھے لہذا حفاظت اسلام کے لئے تعین میں جلدی کی۔

خیر طلب :- یعنی آپ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ابوعبیدہ جراح دیکھے کے سابق گورکن) وغیرہ کو رسول اللہ بزرگ چچا عباس اور علیؑ ابن ابی طالب سے جنہوں نے اس دین کے راستے میں اپنی زندگی وقف کر دی تھی یا دیگر

کیا صحابہ اور بنی ہاشم سے زیادہ اسلام کا درد تھا! اور جتنی دیر وہاں باقیں بنا بیٹھیں اگر اتنی دیر بٹھ جاتے یا ابوبکر و عمر جمع کو باتوں میں مشغول رکھتے اور فوراً ابو عبیدہ یا کسی اور کو بھیج کر عباسؓ دلی کو اس خطرناک صورت حال سے آگاہ کر دیتے۔ تاکہ جلد وہاں پہنچ جائیں اور پھر بقدر ضرورت دیر صبر کر لیتے کہ وہ بزرگوارؓ جائیں تو کیا اسلام ہاتھ سے نکل جاتا؟ اور ایسا فتنہ اٹھ کھڑا ہوتا کہ اُس کی روک تھام ہو ہی نہ سکتی؟۔

انصاف سے کام لیجئے تو قطعاً اگر مقتدر اصبر کر کے کم از کم بنی ہاشم اور بزرگان صحابہ کو مع عباس و علی کے سقیفہ میں بلا لیتے تو وہ تینوں اشخاص (ابوبکر و عمر اور ابو عبیدہ) اگر حق بات کہتے تھے تو اُن کی طاقت اور بڑھ جاتی، اسلام کے اندر اتنا اختلاف رونما نہ ہوتا اور آج ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد ہم اور آپ برادران اسلامی اس جلسے میں ایک دوسرے کے مقابلے پر نہ آتے بلکہ تمام قوتوں کو متحد کر کے دشمنوں سے ٹکرتے لیتے۔

پس تقدیر کیجئے کہ اسلام کے سر پر جو آفت آئی اُسی روز سے آئی اور وہ فقط اُسی تعبیل کا نتیجہ تھی جس پر تینوں افراد (ابوبکر و عمر و ابو عبیدہ) نے عمل کر کے اپنے خفیہ دلی مقاصد پورے کئے۔

نواب: قند صاحب! خدایہ سبب کیا تھا کہ ان لوگوں نے اس قدر جلدی کی اور بقول آپ کے حاضرین مسجد و خانہ رسولؐ کو بھی خبر نہیں دی؟

خیر مطلب: اتنی جلدی کرنے کا سبب قطعاً یہی تھا کہ وہ جانتے تھے کہ اگر تمام مسلمانوں کے آنے کا انتظار کریں گے یا کم سے کم لشکرِ سامہ بن زید کی سربراہ آوردہ ہستیاں، مدینے کے اندر موجود بزرگ اصحاب اور بنی ہاشم وغیرہ سب جمع ہو کر مشورے میں شرکت کریں گے تو ناگزیر وہی دقت علی علیہ السلام کا نام ضرور لیا جائے گا اور اگر علیؓ یا عباسؓ کا نام آگیا تو اس مجمع میں حق اور حقیقت کے طرفدار لوگ اپنی مضبوط اور واضح دلیلوں سے میدان سیاست میں ہماری پیکڑی اچھال دیں گے لہذا عجلت کی تاکہ جب تک بنی ہاشم اور بزرگ اصحاب پیغمبرؐ کے غسل و کفن اور دفن میں مشغول ہیں ہم اپنا کام بنالیں اور ابوبکر کو اُسی دونفری تدبیر سے مسند خلافت پر بٹھا دیں چنانچہ وہی کیا اور آپ حضرات بھی آج تک اُس کو مسلمانوں کا اجماع کہے چلے آ رہے ہیں۔

آپ کے اکابر بلا جیسے طبری اور ابن المحدث وغیرہ نے بھی لکھا ہے کہ عمرؓ کہتے تھے ابوبکر کی خلافت جلدی میں اچانک قائم ہو گئی ہے خدا خیر کرے۔

عمرؓ کے اس قول کی تردید کہ نبوت و سلطنت ایک جگہ جمع نہ ہوگی

اب رہی آپ کی دوسری دلیل خلیفہ عمرؓ کی سند سے کہ نبوت و سلطنت ایک خاندان میں جمع نہیں ہوتی ہے تو یہ بھی آیت ۵۵ سورہ مائدہ (نساء) کی نص صریح سے باطل ہے ارشاد ہے۔ اور یحسدون الناس علی ما ایتھم اطلہ من فضلہ فقد ایتنا الابرارہیجہ الکتاب والحقمہ ملکا عیظا (یعنی آیا خدا نے جو کچھ ان کو اپنے فضل و کرم سے عطا کیا ہے اس پر لوگ حسد کرتے ہیں؟ پس یقیناً ہم نے آل ابراہیم کو کتاب و حکمت دی اور ان کو زبردست ملک و سلطنت عطا کیا)۔

پس اس امیر شریفہ کے حکم سے آپ کی یہ دلیل مردود ہے اور یہ حدیث قطعاً ضعیف بلکہ مضعفات میں سے ہے جو خلیفہ عمرؓ کی طرف منسوب کی گئی ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی نص صریح کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں فرماتے اور یہ آیت خود اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ نبوت و سلطنت کا ایک جگہ جمع ہونا جگہ ہے (جیسا کہ آل ابراہیم وغیرہ میں جمع ہوئی) اس کے علاوہ منصب خلافت مجدد نبوت کا ایک جزو ہے بلکہ اس کا تتمہ ہے، سلطنت اور بادشاہی نہیں ہے جس کے لئے آپ کہہ سکیں کہ ایک خاندان میں جمع نہیں ہوتی۔

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی جناب ہارون علیہ السلام خلافت موسیٰ سے برطرف ہیں تو علی علیہ السلام بھی خلافت خاتم الانبیاء سے محروم ہو سکتے ہیں۔ اور اگر حکم قرآن موسیٰ ہارون علیہما السلام میں نبوت و خلافت جمع ہوئی تو قطعاً محمد صلی علیہما الصلوٰۃ والسلام میں بھی جمع ہوگی۔ چنانچہ جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں حدیث منزلت اس کی گواہ ہے پس آپ کی یہ حدیث قطعاً بنی امیہ کے موضوعات میں سے ہے اور مجہول اور ہر پہلو سے ناقابل قبول ہے۔

اگر نبوت اور خلافت (یا بقول خلیفہ عمرؓ کے سلطنت) ایک جگہ جمع نہیں ہوتی ہے تو پھر مجلس شوریٰ میں خلیفہ عمرؓ نے علی علیہ السلام کو خلافت کے لئے کیوں نامزد کیا تھا؟ اور اسی کے بعد چوتھے منبر پر آپ لوگ بھی حضرت کو خلیفہ کیوں مانتے ہیں؟ عجیب بات ہے کہ خلافت بلا فصل تو حدیث گھر کے نبوت کے ساتھ جمع نہ ہو لیکن خلافت مع الفصل جمع ہو جائے۔

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

چشم باز و گوش باز داں عی حی رتم از چشم بندہ خدا

اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاف فرماتے ہیں کہ جس راستے پر علیؓ چلیں اور ہر تم بھی چلو، دوسروں کی پیروی نہ کرو؛ آپ کہتے ہیں کہ نبوت و سلطنت ایک خاندان میں اکٹھا نہیں ہوتیں، حالانکہ ان حضرت نے اپنی عزت کی پیروی امت پر واجب قرار دی ہے اور ان کی مخالفت کو محض خلافت و گمراہی جانا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ راتوں

میں نے یہ معتبر اور منفق علیہ فریقین صریح حدیث مع اُس کے اسناد کے عرض کی ہے کہ آنحضرت نے بار بار فرمایا اِنی تارک فیکہ الثقلین کتاب اللہ و عنقرنی اهل بیتی ان تمسکتہم بہا من تزلوا ابدا یعنی میں تمہارے درمیان دو بزرگ ہمت گرائی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، ایک قرآن مجید اور دوسری میری عزت اور اہل بیت، اگر ان دونوں سے تمسک رکھو گے تو ہرگز کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

جس طرح سے طوفان نوح کی آمد میں حضرت نوح کے حکم سے جو شخص آپ کی بنائی ہوئی کشتی میں بیٹھ گیا اُس نے نجات پائی اور جس نے منہ موڑا ہلاک ہو گیا چاہے وہ اُن کا بیٹا ہی کیوں نہ رہا ہو۔ اسی طرح اس اُمت مرحومہ میں بھی حضرت خاتم الانبیاء نے اپنی عزت اور اہل بیت کو بمنزلہ کشتی نوح بیان فرمایا ہے کہ آئندہ مشکلات و اختلافات میں اس گمراہی کے علم و عقل اور ظاہر و باطن کے دامن سے وابستہ رہیں گے نجات حاصل کریں گے اور کشتی نوح سے روگردانی کرنیوالوں کے مانند تلفت کریں گے تو ہلاک ہو جائیں گے (جیسا کہ اسی کتاب کے مد میں تفصیل سے گزر چکا) پس اس قسم کے تفصیل صریحہ اور قواعد و اصول کے رد سے اُمت کا فرض ہے کہ اختلاف اور دشواریوں میں عزت و اہل بیت رسالت کی رائے سے فائدہ اٹھائیں اور ائمہ المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام چونکہ سید علمی و عملی فضائل اور پیغمبر کے تاکید احکام کی روشنی میں اُن حضرت کی عزت و اہل بیت کی ایک فردا کمل تھے پس کیوں مقوی و یر تامل کر کے آپ کو اطلاع نہیں دی تاکہ آپ کے غور و فکر اور صائب رائے سے مدد ملتی؟

اس میں قطعاً ایسا راز پوشیدہ تھا جس پر عقل و علم اور انصاف والے حیران اور مبہوت ہیں جس وقت یارگ اپنے اسلاف کی اندھی تقلید چھوڑ کر عادلانہ جائزہ لیتے ہیں تو حقیقت کی نہ تک پہنچ جاتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ سیاسی بازیچوں نے علی کو اُن کے مستقل حق سے محروم کرتے کے لئے جلدی کر کے آپ کی اور دوسرے اصحاب و اہل تقویٰ کی غیر موجودگی میں ابو بکر کو مسند خلافت پر بٹھا دیا۔

شیخ: آپ کس دلیل سے فرماتے ہیں کہ مرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی پیروی کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائیوں اور اجماع کو بالائے طاق رکھ دینا چاہیئے تھا؟

تیسرے اختلافات میں پھر اظہار حقیقت

خیر طلب: اول تو ہم نے یہ کہا ہی نہیں ہے کہ صحابہ کی رائیوں اور ان کا اجماع قابل احترام نہیں ہے۔ البتہ ہمارے اور آپ کے درمیان فرق یہ ہے کہ آپ نے جو بہی کسی صحابی کا نام سننا پس چاہیے وہ کوئی منافق ہی ہو یا ابو ہریرہ ہی ہوں جن کو خلیفہ عمر کوڑے سے مارتے تھے اور کذاب (بہت بڑا جھوٹا کہتے تھے) فوراً زانوئے ادب

تہ کر دیتے ہیں، لیکن ہمارا یہ طریقہ نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک وہی صحابی محترم ہے اور اُسی کے قدم آنکھوں سے لگانے کے قابل ہیں جس نے رسول اللہ کی مصاحبت کے شرائط پورے کئے ہوں، ہواؤ ہوس کا بندہ نہ رہا ہو اور احکام خدا و رسول کا آخر عمر تک دیا ننداری سے پابند رہا ہے۔

دوسرے ہم واضح دلائل سے آپ کے سامنے ثابت کر چکے کہ سقیفہ من خلیفہ ابوبکر کی بیعت پر کوئی اجماع نہیں ہوا تا کہ حضرت کی اجماعی رائے سے اُن کی خلافت منسوخ ہو جائے۔ اب اس کے خلاف اگر آپ کے پاس کوئی قاعدے کا جواب ہو تو بیان فرمائیے تاکہ حضرات حاضرین جلسہ بے لاگ فیصلہ کر سکیں اور میں بھی اس اجماعی تجویز کے سامنے سر تسلیم خم کروں، اگر آپ اپنی کتابوں سے اس کا ثبوت دے دیجئے کہ سقیفہ میں ساری امت یا کم از کم بقول آپ کے تمام عقلائے قوم جمع ہوئے اور سب نے مل کر رائے دی کہ ابوبکر کو خلیفہ ہونا چاہیے تو میں مان لوں گا اور اگر سواد و نفر (عمر و ابوعبیدہ) اور قبیلہ اوس کے چند افراد کے جن کو قبیلہ خزرج کے ساتھ اپنی دیرینہ عداوت و مخالفت کا لحاظ تھا دوسرے اشخاص نے بیعت نہیں کی تھی تو آپ تعین کیجئے کہ ہم (شیعہ) غلط راستے پر نہیں ہیں۔ تیسرے اس سب پر ہماری تنقید یہ ہے اور ہم دنیا کے سارے عقلمندوں پر اس کا فیصلہ چھوڑتے ہیں کہ آیا صرف تین عدد صحابی ایسا کرنے کے مجاہد ہیں کہ پوری امت کا باگ دُور باقہ میں ملے یں اور باقی گفت و شنید اور جنگ نہ لڑ کر کے دو نفر ایک نفر کی بیعت کر لیں اس کے بعد لوگوں کو دھونس دے کے تنواری آگ اور امانت سے مرعوب کر کے اپنا بنایا ہوا خاکہ ماننے پر مجبور کریں؟ یقیناً جواب نفی میں ہوگا۔

میں مطلب کو دہراتے ہوئے پھر عرض کرتا ہوں کہ ہمارا اعتراض اس بات پر ہے کہ اُس روز جب وہ تین نفر (ابوبکر و عمر اور ابوعبیدہ جراح) سقیفہ پہنچے اور دیکھا کہ خلافت کی بحث درپیش ہے تو بزرگان قوم اور عقلا و کبار صحابہ کا تعاون کیوں نہیں حاصل کیا جن میں سے کچھ لوگ خانہ رسول میں تھے اور ایک جماعت لشکر اس امر میں تھی؟

بیشک: ہم کہتے ہیں کہ کوئی غفلت ہوئی یا ہمیں ہوئی ہم اس روز موجود نہیں تھے کہ دیکھتے وہ لوگ کس دشواری میں پھنسے ہوئے تھے، لیکن آج جب کہ ہمارے سامنے ایک طے شدہ عمل ہے چاہے وہ اجماع رفتہ رفتہ واقع ہو۔ ہم کو اس کے مقابلے میں اختلاف کی آواز نہ اُٹھانا چاہیئے بلکہ سر تسلیم خم کر کے جس راستے وہ گئے ہیں اُسی راستے پر گامزن ہو جانا چاہیئے۔

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

خیر طلب: خوب خوب۔ مرحبا آپ کے استدلال پر اور آفرین آپ کے خیال اور عقیدے پر کہ آپ خواہ مخواہ ہم سے یہ منہ انا چاہتے ہیں کہ مقدس دین اسلام ایک بھڑیا دھان مذہب ہے جس میں اگر دو تین آدمیوں نے ایک جگہ جمع ہو کر کوئی منصوبہ بنایا اور چند اشخاص نے ان کی حمایت میں ملوث ہوا دیا تو اب سارے مسلمانوں کا فرض ہو گیا کہ آنکھیں بند کر کے اس پر غور نہ کرنا کہ کوئی قبول کریں۔ کیا خاتم النبیین کے پاک دین کا یہی مطلب ہے جب کہ صریحاً آیت

۱۹ سورہ ۲۹ (زمر) ارشاد ہے فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ (یعنی اسے رسول) ان بندوں کو میرے لطف و رحمت کی بشارت دے دیکھتے جو بات سنتے ہیں پس اُس میں سے بہتر کی پیروی کرتے ہیں (یعنی تحقیق کر لیتے ہیں) انا بھی تقلید نہیں کرتے۔)؟

حالانکہ اسلام ایک تحقیقی دین ہے تقلیدی نہیں اور وہ بھی ابو عبیدہ (گورکن) معروف بہ جراح کی تقلید رسول اکرمؐ نے خود ہمارے لئے راستہ کھول دیا ہے اور ہم کو پتہ دے دیا ہے کہ جس وقت اُمت دو گروہوں میں بٹ جائے تو ہم اُن دونوں میں سے کسی کی طرف جائیں تاکہ نجات پالیں۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ ہم کو کس دلیل سے امیر المؤمنین علیہ السلام کی پیروی واجب ہے؟ اُس کا جواب کھلا ہوا ہے کہ آیات قرآنی اور آپؐ کی معتبر کتابوں میں درج ماثق حدیثوں کی دلیل ہے۔ من جملہ اُن روایات و نصوص کے جن کے ماتحت اُمت مجبور ہے کہ حوادث و انقلابات میں علی علیہ السلام کی پیروی کرے عمار یا سر کی مشہور حدیث ہے جس کو آپؐ کے بڑے بڑے علماء جیسے حافظ ابو نعیم اصفہانی نے حلیہ میں، محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب الرسول میں، ملا ذری نے اپنی تاریخ میں، شیخ سیمان بلخی حنفی نے نیا بیع المودت باب میں، حموی سے، امیر سید علی مہدائی شافعی نے مودۃ القریٰ مودت پنجم میں، ویلمی نے فردوس میں اور آپؐ کے دوسرے موثق علماء نے ابواب النضاری سے ایک مفصّل حدیث نقل کی ہے جس کو مکمل بیان کرنے کا وقت نہیں لیکن اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت لوگوں نے ابوالربیع سے سوال کیا: (بلکہ اُن پر اعتراض کیا) کہ تم علی بن ابی طالبؑ کے طرفدار کیوں بن گئے اور ابوبکرؓ کی بیعت کیوں نہیں کی؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک روز میں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر تھا کہ عمار یا سر وارد ہوئے اور انحضرتؐ سے سوال کیا حضرت نے گفتگو کے ضمن میں فرمایا یا عمار ان سلك الناس کلهم وادیا و سلك علی وادیا فاسئلك وادی علی وخلق عن الناس۔ یا عمار علی لا یدرك عن هدی ولا یدرك علی وادی یا عمار طاعة علی طاعة و طاعة علی طاعة الله (یعنی اے عمار اگر تمام لوگ ایک راستے پر جائیں اور تم علیؑ ایک راستے پر تو تم علیؑ ہی کے راستے پر جیتا اور دوسروں سے بے نیاز ہو جانا اے عمار علیؑ تم کو ہدایت سے برگشتہ نہ کریں گے اور ہلاکت کی طرف نہ لے جائیں گے اے عمار علیؑ کی اطاعت میری اطاعت ہے میری اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔)

آیا جائز تھا کہ ان واضح نصوں اور صاف صاف احکام کے ہوتے ہوئے جو آپؐ کی معتبر کتابوں میں موجود ہیں، باوجودیکہ علی علیہ السلام نے خلافت ابوبکرؓ کی کھلی مخالفت کی، جاہل ساری اُمت میں سے بنی ہاشم، بنی امیہ، بنی عباس، بنی عباس، بنی عباس اور مجاہدین و انصار اُن کے ہم آواز نہ بھی رہے ہوں حالانکہ ہم آواز تھے، لوگ تملک کی راہ کو چھوڑ دیں اور ایک غیر پیشوا کی پیروی کریں؟ کم سے کم یہی خواہش کرتے کہ اس قدر تامل کیا جائے کہ علیؑ آجائیں اور اُن کی تجویز معامہ کر لی جائے۔

راستے میں غار غدار کے بیٹے موزن کی آواز آئی اور مروی صاحبان فریضہ ادا کرنے کے لئے اُٹھ گئے غار اور چائے کے بعد حافظ صاحب نے بات شروع کی۔

حافظ - جناب آپ نے اپنے بیانات کے ضمن میں دو باتیں عجیب فرمائی ساقول تو آپ بار بار فرماتے ہیں -
 ”ابو عبیدہ گورکن مغیرہ کہاں سے معلوم ہوا کہ یہ محترم بزرگ قبر کھودنے کا پیشہ کرتے تھے، دوسرے آپ نے فرمایا کہ علیؑ و بنی ہاشم
 اور اصحاب بیعت میں شامل نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے مخالفت بھی کی در انکا ایک جملہ باب حدیث و تاریخ نے لکھا ہے کہ علیؑ
 بنی ہاشم اور اصحاب سب نے بیعت کی۔

خیر طلب - معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرات اپنے علماء کی تحریریں بھی غور سے نہیں پڑھتے۔ پہلی بات کہ ابو عبیدہ
 گورکن تھے میں نے نہیں کہا ہے بلکہ آپ ہی کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کتاب الہدایۃ والنبیۃ مؤلف ابن کثیر شامی جلد
 پنجم ص ۲۶۶ دیکھ لیں ملاحظہ فرمائیے دفن رسولؐ کے باب میں لکھا ہے کہ ابو عبیدہ جراح چونکہ اہل مکہ کی قبریں کھودا کرتے
 تھے لہذا جناب عباس نے ایک شخص کو دیتے کہ گورکن ابو طلحہ کی تلاش میں اور ایک کو ابو عبیدہ کے تجسس میں روانہ کیا تاکہ دونوں اگر رسولؐ
 کی قبر تباہ کریں۔

دوسرے آپ نے فرمایا کہ علیؑ و بنی ہاشم اور اصحاب سبھی نے بیعت کی۔ ہاں آپ بیعت کا لفظ تو ضرور پڑھ لیتے ہیں لیکن
 حقیقت پر غور نہیں کرتے کہ کس نے کس وقت بیعت کی اور کیوں کہ بیعت کی آپ کے سارے علمائے حدیث اور بڑے بڑے
 مؤرخین نے لکھا ہے کہ علیؑ علیہ السلام اور بنی ہاشم نے بیعت تو کر لی لیکن چھ مہینے کے بعد اور دو بھی جبر و تشدد، قتل و خون کی
 دھمکیوں اور انتہائی اہانتوں کے بعد جو ان بزرگوار کے لئے عمل میں لائی گئیں اور ان حضرات کا ہر طرح سے بائیکاٹ کر دینے کے بعد۔
 حافظ، آپ جیسے شریف انسان کے لئے مناسب نہیں کہ شیعہ عوام کے الفاظ اور عقاید کو زبان پر جاری کیجئے جو یہ کہتے
 ہیں کہ علیؑ کو جبراً کہتے ہوئے لے گئے اور ان کو قتل کر دینے کی دھمکی دی۔ حالانکہ ان جناب نے انہیں ابتدائی دنوں میں انتہائی خواہش
 و رغبت کے ساتھ ابو بکر کی خلافت قبول کر لی تھی۔

چھ ماہ کے بعد زبردستی علیؑ اور بنی ہاشم کی بیعت

خیر طلب، آپ جو یہ فرما رہے ہیں کہ علیؑ علیہ السلام اور بنی ہاشم نے فوراً بیعت کی تو میرا خیال ہے کہ آپ جان بوجھ کر
 اپنے کو دھوکا دے رہے ہیں اس لئے کہ عام طور پر آپ کے مؤرخین تو یہ لکھتے ہیں کہ علیؑ علیہ السلام کی بیعت جناب فاطمہ
 سلام اللہ علیہا کی وفات کے بعد ہوئی ہے۔ چنانچہ بخاری نے صحیح جلد سوم صفحہ ۱۵۱ میں اور مسلم بن حجاج نے اپنی صحیح جلد
 پنجم ص ۱۵۱ باب قول البنی لانورث میں نقل کیا ہے کہ علیؑ علیہ السلام کی بیعت وفات فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بعد ہوئی۔ اسی طرح
 عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری متوفی ۳۷۰ھ الامامت والسیاست آخر ص ۱۱۱ میں کہتے ہیں فلسفہ سیاسیہ علیؑ کو م اللہ جہم
 حقی مانت فاطمہ رضی اللہ عنہا (یعنی علیؑ علیہ السلام نے) ابو بکر کی بیعت نہیں کی یہاں تک کہ جناب فاطمہؑ نے

انتقال فرمایا۔

آپ کے بعض علماء وفات فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا وفات رسول اللہ صلعم کے پچھتر روز بعد جانتے ہیں جیسے فخر ابن قیبر لیکن بالعموم آپ کے مورخین اس حضرت کی وفات کے چھ مہینے بعد سمجھتے ہیں جس سے قیصر یہ نکلا کہ علی علیہ السلام اور بنی ہاشم کی بیعت خلافت کے چھ ماہ بعد ہوئی۔ چنانچہ مسعودی مروج الذهب جلد اول ص ۱۸۱ میں کہتے ہیں ولحمہ یبا یعلہ احد من بنی ہاشم حتی ماتت فاطمہ (یعنی بنی ہاشم میں سے کسی ایک فرد نے بھی (ابوبکر کی) بیعت نہیں کی یہاں تک کہ حضرت فاطمہ نے وفات پائی۔

ابراہیم بن سعد ثقفی نے جو ثقات علماء میں سے ہیں زہری سے روایت کی ہے کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے بیعت نہیں کی لیکن چھ مہینے کے بعد اور ان کے اوپر لوگوں کی عزت نہیں بڑھی لیکن وفات فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بعد جیسا کہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں نقل کیا ہے۔

غرضیکہ آپ ہی کے اکابر علماء نے اپنی معتبر کتابوں میں نقل کیا ہے کہ علی علیہ السلام کی بیعت فوراً نہیں ہوئی بلکہ بہت مدت کے بعد واقع ہوئی سب اس کے وسائل و اسباب اکٹھا ہو گئے اور حالات نے مجبور کر دیا۔

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ جلد دوم آخر ص ۱۸۱ میں زہری سے اور انہوں نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ فلحمہ یبا یعلہ علی مستتہ اشہر ولا احد من بنی ہاشم حتی یبا یعلہ علی (یعنی علی نے چھ ماہ تک ابوبکر کی بیعت نہیں کی اور بنی ہاشم میں سے کسی نے بھی بیعت نہیں کی جب تک علی نے نہیں کی) نیز احمد بن ائیم کو فی شافعی نے فتوح میں اور ابوالضرعیہ نے مجمع بین الصمیمین میں نافع سے اور انہوں نے زہری سے روایت کی ہے کہ ان علیا لحد یبا یعلہ الا بعد مستتہ اشہر (یعنی علی علیہ السلام نے بیعت نہیں کی مگر چھ مہینے کے بعد) رہا آپ کا یہ فرمان کہ تم عوام کے عقاید کی پیروی کیوں کرتے ہو؟ تو معاف فرمائیے گا اگر میں یہ کہوں کہ آپ غلط نہیں ہیں غلط ہیں یہ عامیہ عقاید ہیں بلکہ عالمانہ اعتقاد ہے آپ بے خودی میں ہم پر حملہ کرتے ہیں حالانکہ اپنی کتابوں کے مضامین سے واقف ہیں قسم خدا کی ہر قوم کے علماء ہی فسادات کے ذمہ دار ہیں جو عوام کو دھوکا دیتے ہیں تاکہ وہ یہ سمجھنے لگیں کہ ان روایتوں کو ہم نے گھڑا ہے۔ حالانکہ خود آپ کے بڑے بڑے علماء نے ان باتوں کا اقرار کیا ہے۔

حافظ: ہمارے علماء یہ کہتے ہیں کہ علی کو جب ان کے گھوڑے لگا لگائی جیسا کہ شیعوں کے یہاں مشہور ہے اور اپنے مجالس میں جوش و خروش سے بیان کرتے ہیں۔ نیز یہ کہہ کر لوگوں کے جذبات ابھارتے ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف پہنچائی اور ان کا حل ساقط کیا؟

خیر طلب: محترم حضرات! یا تو واقعی آپ کا مطالعہ ہی بہت کم ہے یا عادات اور عقائد اپنے اسلاف کی پیروی میں مجھ سے مظلوم شیعوں کو عوام کی نگاہوں میں منہم کر کے ایسے جلوں سے اپنے بزرگوں کو پاکدامن دکھانا چاہتے ہیں۔ ہندکتے بھی

ہیں اور کہتے بھی ہیں کہ یہ روایتیں شیعوں نے بنا ڈالی ہیں (خصوصاً مسند صوفیہ کے زمانے سے) کہ ابو بکر کے حکم سے عمر ایک مجمع کے ساتھ علیؑ کے دروازے پر آگئے اور علیؑ کو قتل کی دھمکی دے کر شور و سرک کے ساتھ کھینچتے ہوئے بیعت کے لئے مسجد میں لے گئے۔

حالانکہ ایسا ہے نہیں میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ان تاریخی قیثوں کو صرف شیعوں نے وضع نہیں کیا ہے بلکہ آپ کے اصناف پسند اکابر علماء و مورخین نے بھی لکھا ہے۔ البتہ بعض نے تعصب کی وجہ سے احتراز کیا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو دقت کا لحاظ کرتے ہوئے آپ کے معتقد علماء سے چند روایتیں جو اس وقت پیش نظر ہیں ثبوت کے لئے نقل کروں تاکہ صاحبان اصناف کو معلوم ہو جا۔ نئے کہ ہم بے قصور ہیں اور جو کچھ آپ نے کہا ہے وہی ہم بھی کہتے ہیں۔ حافظہ: فرمایا ہم علماء نے بے جا ذکر نہیں۔

بارہ دلیل اس پر کہ علیؑ کو بزور شمشیر مسجد میں لے گئے

خیر طلب: (۱) ابو جعفر بلاذری احمد بن یحییٰ بن جابر بغدادی متوفی ۲۵۹ھ نے جو آپ کے ایک موثق محدث اور مشہور مورخ ہیں اپنی تاریخ میں روایت کی ہے کہ حبيب ابو بکر نے علیؑ علیہ السلام کو بیعت کے لئے طلب کیا اور آپ نے قبول نہ کیا تو انہوں نے عمرؓ کو بھیجا، وہ آگ لے کر آئے کہ گھر کو جلا دیں گے۔ حضرت فاطمہؑ نے دروازے کے قریب آکر فرمایا اے پسر خطاب کیا تم میرے گھر کو جلا دو گے؟ انہوں نے کہا ہاں جو کچھ تمہارے پاس ہے کر آئے ہیں اس میں یہ عمل بہت موثر ہے۔

(۲) عزالدین ابن ابی الحدید معتزلی اور محمد بن جریر طبری جو آپ کے معتقد ترین مؤرخ ہیں روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ اسید بن خنیسہ سلمہ بن اسلم اور ایک جماعت کے ہمراہ علیؑ کے دروازے پر گئے اور کہا باہر نکلو ورنہ ہم گھر کو تمہارے اوپر جلا دیں گے۔

(۳) ابن خزاہ نے کتاب عزہ میں زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں ان لوگوں میں سے تھا جو عمرؓ کے ہاں لکڑیاں اٹھا کر فاطمہؑ کے دروازے پر لے گئے۔ جب علیؑ اور ان کے اصحاب نے بیعت سے انکار کیا تو عمرؓ نے فاطمہؑ سے کہا کہ جو شخص اس گھر کے اندر ہو اس کو باہر نکالو ورنہ اور گھر والوں کو جلا دے دیتا ہوں اس وقت علیؑ و حسینؑ اور فاطمہؑ علیہم السلام اور صحابہ و بنو ہاشم کی ایک جماعت گھر کے اندر موجود تھی۔ فاطمہؑ نے فرمایا کیا تم مجھ پر اور میرے بچوں پر گھر جلا دو گے؟ کہا ہاں خدا کی قسم، یہاں تک کہ سب باہر آکر خلیفہ رسولؐ کی بیعت کریں۔

(۴) ابن عبد ربہ نے جو آپ کے مشاہیر علماء میں سے ہیں عقیدہ الفریہ جلد سیم ص ۱۱۱ میں لکھا ہے کہ علیؑ علیہ السلام اور عباسؑ فاطمہؑ کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ابو بکر نے عمرؓ سے کہا جاؤ ان لوگوں کو لاؤ اور اگر آنے سے انکار کریں تو ان سے جنگ کرو۔ پس عمرؓ آگ لے کر آئے تاکہ گھر جلا دیں، فاطمہؑ دروازے پر آئیں اور فرمایا اے پسر خطاب کیا تم میرے گھر جلا دے آئے ہو؟

انہوں نے کہا ہاں - اچ

(۵) ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح النج البلاغہ جلد اول ص ۱۱۱ مطبوعہ مصر میں جوہری کی کتاب تنقیض سے تنقیض بنی ساعدہ کا قضیہ تفصیل سے نقل کیا ہے یہاں تک کہ کہتے ہیں: بنی ہاشم علی علیہ السلام کے گھر میں جمع ہوئے اور نہیر بھی ان کے ساتھ تھے اس لئے کہ وہ اپنے کو بنی ہاشم میں شمار کرتے تھے (حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے تھے کہ زبیر ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے یہاں تک کہ ان کے لڑکے بڑے ہوئے اور ان کو ہم سے برگشتہ کر دیا) پس عمر ایک گروہ لے کر اسید اور سلمہ کے ہمراہ حضرت فاطمہ کے گھر گئے اور کہا باہر نکل کے بیعت کرو! ان لوگوں نے انکار کیا اور نہیر تلوار کی صفحہ کو باہر نکل آئے۔ عمر نے کہا اس کتے کو پکڑو! سلمہ بن اسلم نے ان کی تلوار پکڑ کر دیوار پر دے ماری اس کے بعد تلوار کو جبر و تشدد کے ساتھ کھینچتے ہوئے ابوبکر کی طرف لے چلے بنی ہاشم بھی ان کے ساتھ ساتھ آرہے تھے اور دیکھ رہے تھے کہ آپ کیا طرز عمل اختیار کرتے ہیں بلی کہتے تھے کہ میں خدا کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں لیکن کوئی ان کی بات پر کان نہیں دھرتا تھا یہاں تک کہ ان کو ابوبکر کے پاس لے گئے انہوں نے کہا بیعت کرو آپ نے فرمایا کہ میں اس منصب کا سب سے زیادہ محتار ہوں اور تمہاری بیعت نہیں کروں گا البتہ تمہارا فرض ہے کہ میری بیعت کرو۔ تم نے قرامت رسول کی دیں سے یہ عہدہ افسد سے یاسے اور میں بھی اسی دلیل سے تمہارے مقابلے میں احتجاج کرتا ہوں۔ پس اگر تم خدا سے ڈرتے ہو تو انصاف سے کام لو اور میرے حق کا اعتراف کرو جس طرح انصاف نے تمہارے حق میں انصاف کیا، ورنہ اس کا اقرار کرو کہ جان بوجھ کر مجھ پر ظلم کر رہے ہو۔

عمر نے کہا جب تک بیعت نہ کرو گے میں تم کو نہیں چھوڑوں گا۔ حضرت نے فرمایا خوب تم لوگوں نے آپس میں سانباؤ کر رکھا ہے، آج تم ان کے لئے کام کر رہے ہو تا کہ کل وہ تمہاری طرف پلٹیں (اس عہدے کو) خدا کی قسم میں تمہاری بات نہیں مانوں گا اور ان کی بیعت نہیں کروں گا اس لئے کہ ان کو میری بیعت کرنا چاہیئے پھر لوگوں کی طرف رخ کر کے فرمایا، اے گروہ ہاجرین خدا سے ڈرو۔ محمدی سلطنت اور اقتدار کو ان کے گھرانے سے جہاں اس کو خدا نے قرار دیا ہے باہر نہ لے جاؤ اور اس کے اہل کو اس کے منصب اور حق سے الگ نہ کرو۔ خدا کی قسم ہم اہل بیت اس امر میں تم سے کہیں زیادہ معتد ہیں جب تک ہمارے درمیان کوئی کتاب خدا و سنت رسول کا عالم اور دین کا فقیہ موجود رہے۔ خدا کی قسم یتیم صغیر ہمارے اندر ہیں لہذا اپنے نفس کی پیروی نہ کرو جس سے حق سے دور ہو جاؤ۔ اس کے بعد علی علیہ السلام بغیر بیعت کئے ہوئے گھر واپس گئے اور خاندانین ہو گئے یہاں تک کہ حضرت فاطمہ کے رعلت فرمائی اور آپ کے بے یس ہو کر بیعت کی۔

(۶) ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ بن عمرو الباہلی الدینوری متوفی ۳۵۰ھ جو آپ کے اکابر علما میں سے ہیں اور مدقون شہر مدینہ میں باقاعدہ قاضی رہے ہیں اپنی مشہور کتاب تاریخ خلفاء الراشدین و دولت بنی امیہ معروف بہ الامامۃ والسیاستہ (مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۱۱) میں تنقیض تفصیل سے بیان کرتے ہیں اور اس عبارت سے مضمون شروع کرتے ہیں ان ابابکر رضی اللہ عنہ تعقد قوماً تخلقوا عن بیعتہ عند علی کوم اللہ وجمہ فبعث الیہم

عمر فجار فناداھم وھم فی دار علی قابوا ان یخرجوا متدھابا لھطب وقال الذی نفس
عمر سیدہ لتخرجن اولا حرقنھا علی من فیھا فقیل لہ یا ابا حفص ان فیھا فاطمۃ فقال
وان فخرجوا فبا یسوا الال علیا الخ۔

خلاصہ یہ کہ جب ابوبکر کو معلوم ہوا کہ اُمت کی ایک جماعت اُن کی بیعت سے انحراف کر کے علی علیہ السلام کے گھر
میں جمع ہوئی ہے تو عمر کو اُن کی طرف بھیجا، عمر نے اُن کو آواز دی لیکن اُن لوگوں نے گھر سے باہر نکلنا گوارا نہیں کیا، عمر نے
لکڑی منگوائی اور کہا اُس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں عمر کی جان ہے یا تم باہر اُڑ گے یا میں گھر کو گھر دلوں سمیت جلاٹے
دیتا ہوں۔ لوگوں نے کہا: اے ابو حفص (کنیت عمر) اس گھر میں فاطمہ بھی ہیں۔ اُنہوں نے کہا کچھ پرواہ نہیں، وہ ہیں تب
بھی جلا دوں گا۔ پس سب لوگ باہر آگئے اور بیعت کی سوا علی علیہ السلام کے کہ اُنہوں نے فرمایا میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک
قرآن جمع نہ کروں گا نہ باہر نکلوں گا نہ عجاپہنوں کا، عمر نے قبول نہیں کیا لیکن فاطمہ سلام اللہ علیہا کی نالہ و زاری اور لوگوں کی ملامت
سے مجبور ہو کر ابوبکر کے پاس واپس گئے اور اُن کو حضرت سے بیعت لینے پر اُٹھا اور ابوبکر نے حضرت کو بلانے کے لئے کئی مرتبہ نفقہ
کو بھیجا لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ بالآخر ایک جمع کے ساتھ فاطمہ کے دروازے پر گئے اور دُعا اباب کیا، فاطمہ نے ان لوگوں
کی صدا سنی تو بآواز بلند فریاد کی یا ایت یا رسول اللہ ما ذا یقینا یعدک من ابن الخطاب وابن ابی تحافہ
(یعنی اے بابا رسول اللہ آپ کے بعد ہم کو عمر ابن خطاب اور ابوبکر ابن ابی تحافہ کی طرف سے کیا کیا مصیبتیں پہنچ رہی ہیں؟)

جب لوگوں نے فاطمہ کی گریہ و زاری کی آواز سنی تو اس حالت سے پلٹے کہ آتو یہ رہے تھے اور یکلیجے بٹھن رہے
تھے۔ لیکن چند اشخاص کے ساتھ عمر بڑھ گئے یہاں تک کہ علی کو جبراً گھر سے نکال کے ابوبکر کے پاس لے گئے اور اُن سے
کہا کہ ابوبکر کی بیعت کرو ورنہ حضرت نے فرمایا کہ اگر بیعت نہ کروں تو کیا کرو گے؟ قالوا اذا دانا لله الذی لا الہ الاھد
ننصب عنقک کہا خدا کی قسم ہم تمہاری گردن مار دیں گے۔ علی علیہ السلام نے فرمایا تو کیا بندہ خدا اور برادر رسول کو قتل
کر دے؟ عمر نے کہا تم رسول خدا کے بھائی نہیں ہو۔ ابوبکر یہ سارے واقعات اور گفتگو خاموشی سے دیکھ رہے تھے اور کچھ نہیں
کہتے تھے عمر نے ابوبکر سے کہا کہ آیا یہ سب کام میں تمہارے حکم سے نہیں کر رہا ہوں؟ ابوبکر نے کہا جب تک فاطمہ میں میں اُن کو
مجبور نہیں کروں گا۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے کو قبر رسول تک پہنچایا اور تالہ و فرباد کے ساتھ آں حضرت سے وہی
بات عرض کی جو ہارون نے اپنے بھائی موسیٰ سے کہی تھی اور خدا نے قرآن میں اُس کی خبر دی ہے کہ یا بن امیہ ان
القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی (یعنی اے میری ماں کے فرزند قوم نے مجھ کو ضعیف بنا دیا اور قریب تھا
کہ مجھ کو قتل کر دیں)۔

اس فیضیہ کی مفصل شرح نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ علی علیہ السلام نے بیعت نہیں کی اور گھر واپس چلے آئے۔ بعد
کو ایک مرتبہ ابوبکر و عمر فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر پر آئے تاکہ اُن کی خوشنودی حاصل کریں۔ آپ نے فرمایا میں خدا کو گواہ کرتی ہوں

تم دونوں نے مجھ کو اذیت پہنچائی ہے، میں ہرنماز میں تم پر نفرین کرتی ہوں یہاں تک کہ اپنے باپ کے پاس پہنچوں اور تمہاری شکایت کروں۔ انتہی

بے لاگ فیصلہ کرنا چاہیے

حضرات آپ کو خدا کا واسطہ دے کے انصاف چاہتا ہوں، کیا اجماع کے یہی معنی ہیں کہ اصحاب پیغمبرؐ کو امانت، زد و کوب اور زبردستی کے ساتھ قتل اور گھر بیکھنے کی دھمکیاں دے کر بیعت کے لئے لے جائیں۔ اُس کا نام اجماع رکھیں، ارباب انصاف اگر آپ حضرات تعصب سے ہٹ کے ذرا سمجیدگی کے ساتھ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اُس روز کی شہیدہ بازی بھی آج ہی کے مانند تھی جس کی مثالیں اکثر ملتی ہیں کہ چند اشخاص ایک آدمی کا ساتھ پکڑ کے شور و شغب اور ہنگامہ برپا کر کے اس کو ریاست یا سلطنت کی کرسی تک پہنچا دیتے ہیں اور بعد کو کہتے ہیں کہ قوم تم سے اس کو منتخب کیا ہے۔ اُس روز بھی چند بازیگریوں نے پارٹی بنا کر ایک نفر کا انتخاب کر لیا اور بعد کو شور و غوغا، امانت، آتش زنی اور قتل و خون کی دھمکی سے دباؤ ڈال کر یقینہ لوگوں کو بیعت کے لئے تیار کیا جس کا آج کی شب آپ حضرات نام رکھتے ہیں، اجماع، اور اس کندھ بے کو اپنی حقانیت کی دلیل بناتے ہیں۔

پھر تعجب یہ کہ ہم سے بھی فرائض ہے کہ اندھے ہرے اور نادان بن جاؤ، پھیلی تاریخ پر قطعی دھیان نہ دو دین میں کوئی تحقیق نہ کرو، چاہے جو کچھ بھی کیا ہو لیکن سب کو نیک سمجھو اور اندھا دھند نقدیق نہ کرو کہ اجماع واقع ہوا اور یہ خلافت برحق ہے اس لئے کہ اجماع کے ذریعے قائم ہوئی ہے۔

خدا کی قسم اگر آپ حضرات غیر جانبداری اور عدل و بار یک بینی کی نظر سے دیکھیں تو خود تصدیق کریں گے کہ ان لوگوں کی جھجھندی اور پارٹی بازی اُس روز سیاسی مقلی برخلاف جماعت شیعہ کے جنہوں نے ارشاد پیغمبرؐ کے مطابق اُس حضرت کی عزت طاہرہ کا ساتھ اختیار کیا اور کہا کہ جب خود پیغمبرؐ کی ہدایت ہے کہ قرآن اور میرے اہل بیت سے متسلک رہو تو ہم بھی تعمیل کرتے ہوئے اُن سے جدا نہیں ہوتے ہیں اور کسی غیر کی ہنسی بلکہ صرف انہیں کی پیروی کرتے ہیں۔

(۴) احمد بن عبد العزیز جو ہر جواب کے ثقات علماء میں سے ہیں جیسا کہ ابن ابی الحدید نے اس عبارت کے ساتھ اُن کی توثیق کی ہے کہ هو عالم محدث، بہت بڑے ادیب، ثقہ اور صاحب درع تھے، محدثین نے اُن کی مرعہ مصنفاتہم (یعنی وہ عالم، محدث، بہت بڑے ادیب، ثقہ اور صاحب درع تھے، محدثین نے اُن کی مرعہ شفاء کی ہے اور اپنے تصنیفات میں اُن سے روایت کی ہے، انہوں نے کتاب تنقیہ میں روایت کی ہے اور ابن ابی الحدید مقزلی نے بھی شرح نیح البلاغہ جلد دوم ص ۱۱۱ مطبوعہ مصر میں بسند ابوالاسود اُس سے نقل کیا ہے کہ اصحاب کی ایک

جماعت اور سرگودہ جاجرن نے ابوبکر کی بیعت میں غیظ و غضب کا اظہار کیا کہ ان سے مشورہ کیوں نہیں لیا گیا نیز علی اور زبیر بھی غضبناک ہو کر بیعت سے کنارہ کش ہوئے اور خانہ ثجناب فاطمہ میں آگئے۔ عمر نے انس بن عقیق اور سلمہ بن سلمہ بن قریظ (جو دونوں بنی عبداللہ بن ہاشم سے تھے) اور لوگوں کا ایک گروہ کے کہ خانہ فاطمہ پر چڑھائی کر دی فاطمہ نے ہر چند فریاد کی اور ان لوگوں کو قسم دی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ علی وزیر کی تلواریں لے کر دیوار پر مار مار کے توڑ ڈالیں اور ان کو جبر و تشدد کے ساتھ کھینچ کے بیعت کے لئے مسجد میں لے گئے۔

(۸) نیز جوہری نے سلمہ بن عبدالرحمن سے روایت کی ہے کہ جب ابوبکر منبر پر بیٹھے اور مسنا کہ علی وزیر اور بنی ہاشم ایک جماعت خانہ فاطمہ میں جمع ہوئے ہیں مگر کوجھیا کہ ان کو لے آؤ، عمر فاطمہ کے گھر پر آکر چہینے کہ باہر آؤ ورنہ خدا کی قسم میں تم کو اور تمہارے گھر کو جلائے دیتا ہوں۔

(۹) نیز جوہری نے جیسا کہ ابن ابی الحدید نے شرح النسخ السلاطین جلد دوم ص ۱۷۱ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے، اسناد کے ساتھ منشی سے روایت کی ہے کہ جس وقت ابوبکر کو خانہ علی علیہ السلام میں بنی ہاشم کے اجتماع کی خبر ملی تو عمر سے کہا کہ خالد کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا موجود ہیں۔ ابوبکر نے کہا تم دونوں جا کر علی اور زبیر کو نکال کے لاؤ تاکہ بیعت کریں، پس عمر فاطمہ کے گھر میں داخل ہوئے اور خالد دروازے پر کھڑے ہوئے عمر نے زبیر سے کہا یہ تلوار لے لے، انہوں نے کہا میں نے اس کو بیعت علی کے لئے بیٹا کیا ہے۔ عمر نے وہ تلوار کھینچ کر گھر کے اندر ہی ایک ہتھکڑی پر مار کر توڑ ڈالی، اس کے بعد زبیر کا ہاتھ پکڑ کے اٹھایا اور باہر لا کر خالد کے قبضے میں دیا۔ پھر مکان کے اندر واپس گئے وہاں کافی لوگ جمع تھے، جیسے مقدار اور جلد بنی ہاشم عمر نے علی علیہ السلام سے کہا اٹھو اور چل کر ابوبکر کی بیعت کرو! حضرت نے انکار کیا تو حضرت کا ہاتھ پکڑ کے کھینچا، اور خالد کے ہاتھ میں دیا۔ خالد کے ساتھ کثیر جمع تھا جو ابوبکر نے مدد کے لئے بھیجا تھا۔ خالد اور عمر مل کے حضرت کو جبراً در سختی کے ساتھ کھینچ رہے تھے۔ تمام گلیوں میں لوگ بھرے ہوئے تھے اور یہ منظر دیکھ رہے تھے، حضرت فاطمہ نے جس وقت عمر کی یہ بدسلوکیاں دیکھیں تو بنی ہاشم وغیرہ کی بہت سی عورتوں کے ساتھ (جو جناب فاطمہ کو تسلی دینے کے لئے جمع ہوئی تھیں) باہر لگیں اور ان کے نالہ و شیون اور فریاد و فغان کی آوازیں بلند تھیں، یہاں تک کہ حضرت فاطمہ نے مسجد کے اندر ابوبکر کو آواز دے کر فرمایا کہ کتنی جلدی تم لوگوں نے اہل بیت رسول اللہ کے گھر پر ڈال ڈال دیا۔ قسم ہے خدا کی کہ میں عمر سے بات بھی نہیں کروں گی یہاں تک کہ اپنے خدا سے ملاقات کروں (مقصود یہ تھا کہ عمر اور محمد کی پابندی میں اور زندگی بھر ان لوگوں سے بات نہیں کی) چنانچہ بخاری اور مسلم نے اپنی صحیحین میں لکھا ہے غضبناک فاطمہ علی ابی بکر و سلمہ تشکھ بہ حق تو نیست (یعنی فاطمہ سلام اللہ علیہ) ابوبکر پر غضبناک ہوئیں اور وفات کے وقت تک ان سے بات نہیں کی) (جیسا کہ صحیح بخاری کے جلد پنجم و ہفتم میں نقل ہوا ہے)۔

(۱۰) ابو ولید محبت الدین محمد بن الشحہ الحنفی متوفی ۱۵۸ھ جو آپ کے اکابر علما میں سے اور طلب میں برسوں حنفی

جلانے کے لئے کوڑی جمع کی گئی جب وہ بیعت پر تیار نہیں ہو رہے تھے (تاکہ کسی طرح اجماع کا نام ہو جائے اور آج آپ کے لئے دلیل محکم بنے)۔ یہ روایتیں اور مؤرخین کا بیان اُن کی کثیر اخبار و بیانات میں سے صرف ایک نمونہ ہے جو آپ کے موثق راویوں نے اپنی معتبر کتابوں میں نقل کئے ہیں۔ انصاف پسند علماء کے نزدیک یہ واقعہ اس قدر مشہور تھا کہ شعراء اس کو اپنے اشعار میں نظم کرتے تھے۔

ہاں آپ کے بعض علماء احتیاطاً اس خیال سے کہ اگر ہم ان معاملات کو بیان کریں گے تو عقیدہ اجماع کے باطل ہونے پر ایک سند ہو جائے گی اس واقعہ کو نقل کرنے سے پرہیز کرتے تھے ورنہ اصلیت سب کے سامنے ظاہر تھی۔ آپ کے مشہور و معروف شعراء میں سے ایک بزرگ عالم حافظ ابراہیم مصری قصیدہ عمریہ میں خلیفہ کی مدح و تمجید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

دکلمۃ لعلیٰ قالہا عمر اکرم بیا معہا اعظم بملقیہا
حرفت بیتک لا البقی علیک بہا ان لہم نبایع و بنت المصطفیٰ قہما
ما کان غیر ابی حمض یبتا کما یوما لفارس عدنان و حامیہا

مطلب یہ کہ سوا ابو حمض (کنیت عمر) کے شہسوار قبیلہ عدنان علی اور اُن کے حامیوں سے کوئی اور یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اگر بیعت نہ کرو گے تو تمہارا گھر چٹوٹک دوں گا اور اس میں کسی کو زندہ نہ چھوڑوں گا چاہے یہاں رسول کی بیٹی ہی ہو۔

حافظ : یہ روایتیں بتاتی ہیں کہ ڈرانے دھمکانے اور غیظین خلافت کا جمع منشد کرنے کے لئے آگ لائے تھے حالانکہ شیعوں نے یہ گھڑا ہے کہ گھر میں آگ لگا دی اور دروازے اور دیوار کے درمیان عمن کا ششماہہ حل سا قہ پڑا۔

جناب فاطمہ کے استقاط محل کی روایتیں

غیر طلب : میں نے عرض کیا تھا کہ تنگی وقت کی وجہ سے اختصار کی کوشش کر رہا ہوں اور اسی وجہ سے میں نے بعض روایتیں نقل کرنے سے گریز کیا ورنہ اس بارے میں بھی روایات بہت ہیں فونے کے طور پر اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ہم موجود اور روز جزا پر ایمان رکھنے والے شیعہ دروغ بافی اور جعل سازی سے کام نہیں لیتے اور نہ کسی سے ذاتی پر خاش رکھتے ہیں۔ بہتر ہوگا کہ آپ مقبول فریقین رشیدہ (سنی) مشہور عالم فاضل مبرز ابوالحسن علی ابن حسین سعودی صاحب مروج الذہب متوفی ۱۱۰۶ھ کی تالیف کتاب اثبات الوصیۃ کی طرف رجوع فرمائیے، جس میں اُس روز کے بعض واقعات درج کئے ہیں یہاں تک کہ کہتے ہیں فہجموا علیہ و احرقوا باباہ و استخرجوا

حلال کر دیتے جس نے فاطمہ کو غوث زدہ کیا یہاں تک کہ ان کا حمل (عمن) ساقط ہو گیا۔

نیز صلاح الدین خلیل بن ابیک العسفی نے وافی بالوفیات ضمن حرف الفت میں ابراہیم بن سیار بن ہانی بصری معروف بہ نظام مغزلی کے کلمات و عقاید نقل کئے ہیں، یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ نظام نے کہا ہے۔ ان عمر صوب بطن فاطمہ یوم البیعه حتی القت المحسن من بطنها (یعنی عمر نے بیعت کے روز حضرت فاطمہ کے بطن پر ایسی ضرب لگائی کہ عن ان کے شکم سے ساقط ہو گئے وافی بالوفیات کی یہ نقلی جلد حاجی حسین آقا ملک کے کتب خانہ ملی تہران میں موجود ہے۔ لہذا آپ حضرات اپنے بزرگوں کی پیروی میں بلاد و بیہ شیعہ قوم کو بدنام نہ کیجئے اور نا واقف عوام کے سامنے ہم کو تصور و اثر مشہور نہ کیجئے جس سے ان کو دھوکا ہو کہ واقعی یہ روایتیں شیعوں نے وضع کی ہیں۔ اور میر آپ ان میں غلط فہمی پھیلائی اور کہیں کہ ہمارے خلع کرنے والی فاطمہ کو کوئی ایذا نہیں پہنچائی بلکہ یہ خود ان کی خلافت پر راضی تھے۔ آتش زنی، جبر و تشدد، بیعت کے لئے عطا و جہن ہاشم کی توہین و تذلیل اور اسقاط کے واقعات نیز دوسرے مظالم آپ کے منصف مزاج علماء کی مغفرتوں میں مندرج ہیں۔ اگر آپ کو کوئی اعتراض کرتا ہے تو بلا ذری، طبری، ابن خضابہ ابن عبد رب، جوہری، مسعودی، نظام۔ ابن ابی الحدید، ابن قتیبہ، ابن شبنہ اور حافظ ابراہیم وغیرہ پر کیجئے کہ انہوں نے کیوں اپنی کتابوں میں لکھا اور کیوں اپنے اشعار میں نظم کیا۔ ہم نوجو کہہ کہتے ہیں مضبوط اور مستحکم سند کے ساتھ کہتے ہیں۔ جذبات اور جالانہ تعصب سے روایتیں نہیں گھڑتے۔

حافظ: آخر اس قسم کی روایتیں نقل کرنے سے نتیجہ کیا ہے؟ سو اب بھی تفاق و عداوت اور اختلاف پیدا ہونے کے قطعاً ان سے کوئی فائدہ نہیں نکلتا۔

نصرت حق اور اثبات منطومیّت ضروری ہے

خیر طلب: اولاً بہتر تو یہ ہے کہ اپنے علماء و مورخین پر یہ اعتراض کیجئے کہ انہوں نے لکھا کیوں؟ ورنہ حق چھپا نہیں رہتا۔ قلّٰہ الحجة البالغة اور تاریخ محو نہیں ہوتی۔ آخر کار ہر قوم و ملت میں کچھ پاک نفس، انصاف پسند اور بے لوث افراد پیدا ہوتے ہیں جو حقائق پیش کرتے ہیں۔ جیسے آپ کے منصف مزاج علماء کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں درج کر کے حقیقتوں کو ظاہر کر دیا۔

دوسرے آپ کا یہ فرمانا کہ تم کیوں کہتے ہو اور کیوں لکھتے ہو؟ تو یہی چیز ہے کہ ہمارا یہ کہتا اور لکھتا آپ کے اُن کچھ فہم، مطلب پرست اور افترا پرداز مقررین و معصنین کے حملوں اور ہتھکنڈوں کے جواب میں دفاعی حیثیت رکھتا ہے جو مسلمانوں کے اندر تفرقہ ڈالنے کے لئے ہمارے ناواقف بھائیوں کو بھگاتے ہیں، مومن و مومنین

جماعت کو کافر و مشرک اور محمد شہد کر تے ہیں اور اس قسم کے حالات اور تاریخی واقعات کو شیعوں کی من گھڑت
جما کے سادہ طبیعتوں کو غلط الزامات کے ذریعہ مکر رہناتے ہیں۔

ہم مجبور ہیں کہ اپنے مظلومانہ حق سے دفاع کریں اور اطراف عالم میں پھیلے ہوئے اپنے روشن دماغ مسلمان
بھائیوں پر واضح کریں کہ شیعہ ایمان اہلبیت رسالت یعنی علیؑ اور اولاد علیؑ کے پیرو لا الہ الا اللہ محمد رسول
اللہ کے کہنے والے ہیں اور علیؑ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے
اُس کے علاوہ کچھ اور نہیں کہتے چنانچہ ہم نے گزشتہ شبوں میں عقلی و نقلی دلائل و براہین کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ ہم
علیؑ کو خدا کا بندہ صالح رسول اللہ کا وصی و خلیفہ منصوص اور بھائی سمجھتے ہیں، اور ہر اُس عمل کے مخالفت ہیں جو غیر خدا
کے لئے ہو۔

آپ فرماتے ہیں کہ تم کیوں کہتے ہو؟ حقائق بیان کرنے سے کیا نتیجہ ہے؟ تو ہم بھی آپ سے کہتے ہیں کہ آپ
نہ کہتے تاکہ ہم بھی نہ کہیں، آپ نہ لکھتے تاکہ ہم بھی نہ لکھیں، حق اور واجبی حقوق کی حمایت فرض ہے۔ ہم خود نہیں
کہتے ہیں آپ ہم کو کہنے پر مجبور کرتے ہیں، اب اسی رات میں اگر آپ یہ نہ فرماتے کہ یہ شیعہ عوام کے عقائد ہیں ان کی
کوئی حقیقت نہیں، تو میں پردہ اٹھانے پر مجبور نہ ہوتا اور حضرات حاضرین جلسہ کو یہ نہ بتاتا کہ جیسا آپ نے سنا
ہے، یہ شیعہ عوام کے عقائد نہیں ہیں بلکہ حق گو علمائے اہلسنت والجماعت کے اعتقادات ہیں۔ چنانچہ ان میں
سے نمونے کے طور پر کچھ عرض بھی کرنا پڑا۔ ہم شیعہ لوگ خالص موحد ہیں۔ اور کتاب و سنت اور عقل و جماعہ کی
روشنی میں صرف صحیح عقاید کے حامل ہیں۔

حافظ: آپ کی ان باتوں پر حیرت اور تعجب ہے، اس لئے کہ علمائے شیعہ کی خاص کتابوں میں ایسی روایتیں
موجود ہیں جو کتاب و سنت کے خلاف ہیں اور پورے پورے شیعوں کی جہارت اور گناہوں میں اُن کی بیسے پروائی
کا باعث ہوتی ہیں۔ اس قسم کے روایات قطعاً موضوع ہیں! اور ان سے امت کے اخلاق بگڑنے کے علاوہ اور
کوئی نتیجہ نہیں۔ آپ لوگ بھی ان سے منع نہیں کرتے۔

خیر مطلب: سخت تعجب ہے کہ جناب عالی مطالب کو بے ربط بیان فرماتے ہیں۔

بہتر ہے، جو روایتیں آپ کی نظر میں غلط و موضوع اور موجب فساد ہیں اُن کو بیان فرمائیے تاکہ مطلب

واضح ہو۔

حدیث حب علی حسنة ومن بکی علی الحسین میں اشکال اور اس کا جواب

حافظ: آؤند ملا محمد باقر مجلسی اصفہانی جو آپ کے بزرگ علماء میں سے ہیں بجا رالانوار کی اکثر جلدوں میں ایسی روایتیں درج کرتے ہیں جن میں سے فی الحال ایک تعجب خیز حدیث میرے پیش نظر ہے جس کو رسول خدا سے نقل کیا ہے کہ فرمایا حب علی حسنة لا یضرب معھا سیئة یعنی علی (علیہ السلام) کی محبت ایسی نیکی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی گناہ (صغیرہ) نقصان نہیں پہنچاتا، نیز نقل کرتے ہیں کہ اس حضرت نے فرمایا من بکی علی الحسین وجبت له الجنة (یعنی جو شخص حسین علیہ السلام پر روتے بہشت اس کے لئے واجب ہے) اور اس طرح کے بہت سے روایات میں نے دیکھے ہیں جن سے اُمت میں فساد پیدا ہوتا ہے اور انہی کی وجہ سے شیعوں میں جلدت اور گناہوں کی طرف سے بے پروائی پیدا ہوتی ہے کہ چاہے جیسا گناہ کریں ان کو یہ امید ہے کہ چونکہ علی کو دوست رکھتے ہیں ان معاصی سے ہرگز کوئی نقصان نہ پہنچے گا یا اس خیال سے ہر گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے لئے ایک قطرہ آنسو ہمارے گناہوں کو دھو دے گا اور ہم جنت میں چلے جائیں گے جب لوگوں میں یہ بے قاعدہ امید کافی بڑھ جاتی ہے تو رفتہ رفتہ بدکاری اور بد اخلاقی پھیل جاتی ہے۔ چنانچہ ہم شیعوں کے اکثر ایسے لوگوں کو جانتے ہیں جو سال بھر گناہوں میں غرق رہنے کے بعد ایام عاشورہ میں عزاداری میں مشغول ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دس دن ختم ہونے کے بعد عزاداری کے اثر سے ہم اس طرح گناہوں سے باہر آ جاتے ہیں جیسے پیدائش کے روز تھے۔

بلا د اہل تسنن میں گناہوں کی گرم بازاری

خیر طلب: اول تو آپ حضرات نے بہت بڑا دھوکا کھایا ہے کہ بعض شیعوں میں بدکاری یا لالہ بانی بن کارواج پایا تو اس قسم کی روایتوں پر عقیدہ رکھنے کا نتیجہ سمجھ لیا۔ اگر بعض شیعہ عوام کا ارتکاب گناہ اس طرح کی حدیثوں سے وابستہ ہے تو فرمائیے برادران اہل سنت جن کے اعتقادات آپ جیسے حضرات کی بدہمنائی کے باعث ان احادیث کے برخلاف ہیں کس لئے گناہوں اور بدکاریوں میں غرق بلکہ علی الاعلان معاصی میں مبتلا رہتے ہیں؟ بلا د اہل تسنن اور ان کے خاص خاص شہروں جیسے مصر، اسکندریہ، شام، بیت المقدس، بیروت، عمان، حلب، بغداد، بصرہ، عسراء اور بہت سے چھوٹے چھوٹے

قبیوں میں جن کو میں نے دیکھا ہے اور جہاں اکثریت بلکہ بعض بعض شہروں اور قصبوں میں پوری پوری آبادی، اہل سنت کا ہے۔ تمام چھوٹے بڑے عوامی قہوہ خانوں میں مختلف اقسام کا جوارا رائج ہے جو ان کی عادت اور طبیعت ثانیہ بن چکا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے گناہ اور بد اعمالیاں جس قدر بعض شیعہ عوام میں پائی جاتی ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ ان لوگوں کے اندر رائج ہیں۔ تمام پارکوں اور راستوں میں قمار بازی، شراب نوشی رقص و سرود، باقاعدہ حرام کاری کے اڈے اور دوسرے فحش حرکات جن کے ذکر سے بھی شرم آتی ہے ہر جگہ موجود ہیں گئے۔ اگر ہم بھی آپ کی طرح نکتہ چینی اور جیلہ سازی کرتے اور کہہ دیتے کہ بردار اہل تسنن میں بدکاری، زنا، لواط، شراب اور جوئے وغیرہ کا اس قدر رواج اور احکام دین میں ان کی اس قدر جہارت اور اُلمالی پن اُن کے اماموں اور فقیہوں کے بے جا فتویٰ کی وجہ سے ہے۔ مثلاً گتے کی طہارت کا حکم اس کا گوشت حلال جاننا، منی و مسکرات اور حرام سے حجب، ہونے والے کُہ پُہینہ پاک سمجھنا، سفر میں اطفال کے ساتھ مقاربت اور ریشم یا کوئی اور چیز اکثر تناسل پر لپیٹ کے محرم عورتوں سے مباشرت کا جواز اور اسی قسم کے دیگر مسائل نے عوام کو گناہوں میں جری اور بے پروا بنا دیا ہے۔

لیکن شیعہ فقہاء ان تمام باتوں کو حرام سمجھتے ہیں اور ان کے مرتکب سے بیزاری اختیار کرتے ہیں۔ حافظ: یہ جھوٹے الزامات محض افسانہ ہیں۔ آپ کے پاس اپنی گفتگو پر دلیل کیا ہے؟

اہل تسنن میں سے زنجیری کا اعتراف اور تنقید

خبر طلب: آپ خود ہی جانتے ہیں لیکن بیچارگی میں عداوتی سُست گواہ چست کا مصداق بنتے ہیں۔ ورنہ آپ کی فقہی کتابوں میں آپ کے فقہاء کے یہ فتاویٰ موجود ہیں۔ وقت میں اتنی گنجائش نہیں کہ سب کو نفل کر سکیں لیکن یہ اتنی واضح اور بدیہی چیز ہے کہ خود آپ کے اکابر علماء نے بھی اس کی تنقید کی ہے۔ نمونے کے لئے آخر تفسیر کثافت جلد سیم ص ۱۳۳ میں جابر اللہ زنجیری کا یہ قول آپ کے ملاحظہ کے قابل ہے۔

انا سئلوا عن مذہبی لما جہلہ	و اکتہ کتمانہ لی اسلم
فان حَقَّقْتُ قلت قالوا بانی	ایم السلا و هو شراب المحرم
وان کَلِّیْتُ قلت قالوا بانی	ایم لہم اکل الکلاب و ہم ہم
وان شافِعْتُ قلت قالوا بانی	ایم نکاح البنت و البنت تہرم
وان حَبَلِیْتُ قلت قالوا بانی	ثقیل حلو لی بغیض محیستم
وان قلت من اهل الحديث و حریہ	یقوون تیس تیس یلدی ولہم

تعجبت من هذا الزمان واهله
واخرا في دهرى وقد مر معشراً
وما اقل الجهال اليقنت اننى
وما احد من السن الناس ليسلم
على انهم لا يعلمون واعلم
انا الميع والايام اقل اعلم

(یعنی اگر مجھ سے میرا مذہب دریافت کریں تو میں اس کو ظاہر نہیں کروں گا۔ کیوں کہ اس کے پوشیدہ رکھنے میں سلامتی ہے۔ اس لئے کہ اگر میں کہوں حنفی ہوں تو کہتے ہیں کہ تم حرام شراب کو حلال جانتے ہو۔ اگر کہوں مالکی ہوں تو کہتے ہیں کہ تم کتے کا گوشت حلال سمجھتے ہو۔ اگر کہوں شافعی ہوں تو کہتے ہیں کہ تمہارے یہاں اپنی لڑکی سے نکاح جائز ہے حالانکہ لڑکی حرام ہے۔ اگر کہوں حنبلی ہوں تو کہتے ہیں کہ تم حلوی اور حسیہ مذہب کے ہو۔ اگر کہوں اہل حدیث ہوں تو کہتے ہیں کہ یہ بکرا ہے کچھ جاتا تو جتنا نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ یہ فقہائے مذاہب اربعہ کے فتاویٰ ہیں بلکہ مشتبہ نمونہ از خردارے ہیں) اس زمانے اور زمانے والوں سے مجھ کو تعجب ہے کہ کوئی شخص لوگوں کی زبان سے محفوظ نہیں ہے۔ میں کیا کروں کہ زمانے مجھ کو پیچھے ڈال دیا ہے کیونکہ میں جانتا ہوں اور اس گروہ کو آگے بڑھا دیا ہے جو ناہم ہے حب میں نے دیکھا کہ جاہلوں نے ترقی کی ہے تو میں نے یقین کر لیا کہ مجھ کو شمع کی طرح جلتا ہے اور زمانے کے لئے کامیابی ہے۔)

ایک ایسا عالم جلیل اور مفسر تفسیل کہہ رہا ہے کہ مجھ کو مذاہب اربعہ کے فاسد فتاویٰ اور غلط عقائد کی بنا پر شرم آتی ہے کہ اپنے کو انہیں میں سے ظاہر کروں۔ اس کے بعد بھی آپ حضرات امید کرتے ہیں کہ ہم ایسے عجیب و غریب مذاہب کی پیروی اختیار کریں گے۔

اچھا اب اس کو چھوڑ کر اصل مطلب پر آتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جیسا آپ کہہ رہے ہیں۔ اس کے برخلاف اس قسم کے روایات دو وجہوں سے شیعوں کے گڑھے ہوئے نہیں ہو سکتے۔ اول یہ کہ میں بار بار عرض کر چکا ہوں کہ شیعوں کو حدیثیں وضع کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ دوم یہ کہ خود آپ کے بڑے بڑے علماء کی اکثر معتبر کتابوں میں اس طرح کی روایتیں کثرت سے مردی ہیں۔ صرف علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ ہی کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ شیعوں نے بالعموم نقل کیا ہے مگر حکم میں وعدے کے خلاف نہیں کرتا جانتا۔ لہذا علامہ شیعہ کے اقوال چھوڑنا ہوں اور علامہ اہل سنت کے اقوال پیش کرتا ہوں۔

Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

کتب اہل تسنن سے حدیث حب علی حسنة کے اسناد اور اسکے معنی

یہی روایت جو آپ نے علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کی بحار الانوار سے نقل کی ہے۔ امام احمد بن حنبل نے مسند میں خطیب

خوارزمی نے مناقب کے آخر فصل ششم میں، سلیمان قندوزی حنفی نے بیابیع المودۃ باب ۵ ص ۸۵ میں کنز الدقائق شیخ عبدالرؤف المادی المصری ص ۲۳۵ سے اور وہ مناقب السبعین سے حدیث ۱۴۱ اور وہ فردوس دیلمی سے بروایت معاذ بن جبل، میر سید علی ہمدانی فقیہ شافعی نے مودۃ القربا مودت ششم میں، امام الحرم، شافعی محب الدین ابو جعفر احمد بن عبداللہ طبری نے ان مشر حدیثوں میں سے جو اہل بیتؑ طہارت کے فضائل میں نقل کی ہیں حدیث ۵۹ و خائراً لعقی میں محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل میں محمد بن یوسف گنئی شافعی نے کفایت الطالب میں اور آپؐ کے دوسرے علماء نے السنن مالک اور معاذ بن جبل سے اور انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا حب علی حسنہ لا یضرہ عیالہ و یغنی علی سیلہ لا ینفع معیالہ حسنہ (یعنی علی علیہ السلام کی محبت وہ نیکی اور کار ثواب ہے کہ اس کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچاتا اور علیؑ کی دشمنی وہ گناہ ہے جس کی موجودگی میں کوئی عمل خیر فائدہ نہیں پہنچاتا۔)

نیز امام الحرم احمد بن عبداللہ طبری شافعی نے ذخائر العقبیٰ میں، ابن حجر نے ص ۲۱۵ میں ملّا سے نقل کرتے ہوئے سلیمان بنی حنفی نے بیابیع المودۃ ص ۲۱۴ ضمن باب ۱۲ میں حدیث ۲۴ مناقب السبعین سے اور اس میں فردوس دیلمی سے اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ جلد چہارم ص ۱۵۱ میں سنائی سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا حب علی ابن ابی طالب یا کل الذنوب کما تأکل النار الحطب (یعنی علیؑ کی محبت گناہوں کو اس طرح کھا لیتی ہے جس طرح آگ ایندھن کو کھا جاتی ہے۔)

تیسرے جو لوگ روایات میں سمجھ بوجھ رکھتے ہیں وہ پوری طرح غور و فکر کرتے ہیں تاکہ انکشاف حقیقت ہو جائے اور گنتی سلجھ جائے، نہ یہ کہ جہاں کوئی حدیث سمجھ میں نہ آئی یا اس کی تک نہ پہنچ سکے پس فوراً طعن و تشنیع شروع کر دی اور اسے اس کو موضوع کہتے۔ مخالفتہ پر دیکھ کر نا آسان ہے لیکن خدا کی اطاعت بھی تو ضروری ہے جو قرآن مجید سورہ ۲۱ (انبیاء) آیت ۵۱ میں ہم کو ہدایت دے رہا ہے کہ فاسئلوا اهل الذکر ان ینصروکم فیما فی الذکر لا تعلمون (یعنی سوال کرو اہل ذکر سے کہ قرآن قرآن ہے یا رسول اللہؐ) اگر تم کو معلوم نہیں ہے، چنانچہ اس متفق علیہ فریقین حدیث کے معنی جو آپؐ کی اور اکثر سطحی نظر رکھنے والے اشخاص کی نگاہوں میں معلوم ہوتے ہیں۔ اتفاق سے بہت سہل الحصول ہیں، اس کے بجائے قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے ہیں تو گناہوں کی تقسیم و حصوں میں نظر آتی ہے۔ کبیرہ اور سفیرہ اور بعض آیات میں کبیرہ کے مقابل سفیرہ کو سیئہ سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ سورہ عم (نساء) آیت ۳۵ میں صریحی ارشاد ہے ان تجتنبوا کما مر ما تنہون عنہ نکھڑ عنکھ سیتا نکھڑ و متدخلکھہ متدخلکھو (یعنی اگر تم لوگ منہیات میں سے برے گناہوں سے پرہیز کرو تو ہم تمہارے دوسرے گناہوں سے (جو چھوٹے ہیں) درگزر کریں گے اور تم کو بند منزل تک پہنچائیں گے) پس اس آیت کے حکم سے اگر بندہ گناہان کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے تو اس

سُیَات اور گناہانِ صغیرہ سے چشم پوشی کی جاتی ہے اور وہ بخش دیا جاتا ہے۔
اور اس حدیث میں بھی یہی ارشاد ہے کہ علیؑ کی محبت ایسا نیک عمل ہے کہ کوئی سئیہ اور گناہ صغیرہ اس کے سامنے ضرر نہیں پہنچاتا۔

حافظ :- مگر کیا خداوندِ عالم ضرر کا ارشاد نہیں فرماتا ہے کہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً یعنی حقیقتاً خدا تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے؟ کوئی بھی گنہگار بندہ چاہے اس کا گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ جس وقت نادم ہو کہ خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو قطعاً بخش دیا جاتا ہے۔ لہذا کبیرہ اور صغیرہ کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

انکشافِ حقیقت

بیر طلب : گویا آپ نے آیہ مبارکہ پر کوئی دھیان ہی نہیں دیا ورنہ اس ایراد کی محنت نہ کرتے اور تو کبیرہ اور صغیرہ کے درمیان میں نے فرق نہیں قائم کیا ہے بلکہ پروردگارِ عالم نے فرمایا ہے۔ دوسرے آپ کی طرح مجھ کو بھی اعتراف ہے کہ جو گنہگار مومن بندہ خداوندِ کریم کی غفارت کا معتقد ہوتا ہے وہ جس وقت نادم ہو کہ اس کی طرف لوٹ گئے تو خدا نے غفارش کو بخش دیتا ہے لیکن اگر دنیا سے بیر توبہ کے چلا جائے تو موت کے بعد کی دشوار منزلوں میں حساب کے موقت تک اس پر مسلسل عذاب کیا جاتا ہے۔ اگر اس کا گناہ زیادہ سخت نہیں تھا تو گریبا وہ اپنی سزا کو پہنچ گیا اور حساب کے موقع پر اس کو بخش دیا جاتا ہے اور اگر اس کے اعمال بد اور گناہانِ کبیرہ زیادہ ثابت ہوئے تو اس کو جہنم میں سے جائیں گے اور اس کی نافرمانی کے مطابق عذاب کرنے کے بعد نجات دیں گے۔

لیکن سُیَات اور گناہانِ صغیرہ میں اگر بغیر توبہ کے بھی دنیا سے چلا جائے اور علی علیہ السلام کا چاہنے والا ہو تو خدا اس کو معاف فرما دیتا ہے اور موت کے بعد کی منزلوں میں اس پر سختیاں نہیں کی جاتی۔ وہ جہنم میں نہیں بھیجا جاتا بلکہ بہشت میں داخل کیا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَنَدْخُلُکُمْ مَدْخَلَکُمْ کَوْنًا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ نے اس حدیث کو کس رخ سے جارت اور بے پروائی کا سبب سمجھ لیا۔ آیا حدیث شریف میں سُیَات یا گناہانِ کبیرہ و صغیرہ کا حکم دیا گیا ہے جس سے آپ نے اس کو شیعوں کی جڑ ت اور لائالی پن کا باعث قرار دیا اظہار ہے کہ جواب نفی میں ہو گا۔ اب اس کو صواب گمانی اور عصبيت کے اور کیا کیا جائے۔ حالانکہ یہ حدیث انسان کو صرف مالوسی سے روکتی ہے۔ حد سے زیادہ امیدوار نہیں بناتی۔ اس لئے کہ لوگوں کو یقین ہے کہ ہم ہوائے نفس میں گرفتار ہیں اور جب وہ گناہانِ صغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں تو شیطانی جن دانس ان کے دلوں میں دوسرے ڈالتے ہیں کہ اب وہ رحمتِ الہی کے مستحق نہیں رہے۔ چونکہ اکثر جوان و جاہل اور نادان ہوتے ہیں لہذا اس فریب میں اگر ناامید ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ہم بخشنے ہی نہیں

جائیں گے تو پھر اپنی نفسانی خواہشوں کا خون کیوں کریں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ ان میں بغاوت اور سرکشی پیدا ہوتی ہے اور صفائے سے اُگے بڑھ کے کباڑ میں غرق ہو جاتے ہیں لیکن اس طرح کی حدیثیں دلوں میں امید کا دروازہ کھولتی ہیں اور سمجھاتی ہیں کہ انسان چونکہ جائز الحفظ ہے لہذا اگر اس سے کچھ گناہ سرزد ہو گئے ہیں اور حقیقتاً وہ علی علیہ السلام کا سچا دوست ہے تو اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔

چونکہ خدائے تعالیٰ نے ایزد شریفہ میں بخشش کا وعدہ فرمایا ہے اور مغفرت کے لئے کچھ وسائل قرار دیئے ہیں لہذا علی علیہ السلام کی محبت بھی ان میں سے ایک وسیلہ ہے جو گناہوں سے معافی دلاتا ہے۔ درنہ شیعہ جب تشیع کے معنی سمجھ لے گا تو ہرگز لاابالی نہ ہوگا۔ وہ دیکھے گا کہ شیعہ علیؑ یعنی علیؑ کا پیرو وہ شخص ہے جو رفتار و گفتار میں حضرت کے قدم بہ قدم چلے پھر اسی کی نجات بھی یقینی ہے کیوں کہ آپ کے علاوہ تمام تفسیروں اور تفسیر کتابوں میں مختلف الفاظ و عبارات کے ساتھ وارد ہے جس کے ایک جزو کو ہم گزشتہ راتوں میں پیش کر چکے ہیں کہ پیغمبر نے فرمایا ہے یا علی انت و شیعتک ہمہ النّٰس تذوّت فی الجنّۃ (یعنی اے علیؑ تم اور تمہارے شیعہ جنت میں رنگارنگ رہیں۔ ملاحظہ ہوں اسی کتاب کے صفحات) پس اگر آپ اعتراض کرنا چاہیں تو اس طرح کے اکثر احادیث پر بھی اعتراض کر سکتے ہیں کہ جب شیعہ یہ سمجھ لے گا کہ رسول اللہ نے اس کو رنگارنگ اور جنتی فرمایا ہے تو اس میں جرات اور جرات پیدا ہو جائے گی اور ہر طرح کا گناہ کرنے لگے گا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

معرفتِ خدا اور رسولؐ کے بعد ایک مکلف شیعہ کا پہلا فرض یہ ہے کہ تشیع کے معنی سمجھے جیسے یہ سمجھ لے گا کہ شیعہ سے مراد علیؑ اور آل علیؑ کا پیرو ہے تو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ علیؑ کا پیرو وہ شخص ہے جو علم و عمل قول و فعل اور کردار و گفتار میں حضرت کا نمونہ ہو اور حضرت کے نقش قدم پر چلے۔ یعنی جو کچھ علیؑ نے کیا ہے یہ بھی کرے اور جو کچھ علیؑ علیہ السلام نے نہیں کیا یہ بھی نہ کرے۔ پس شیعہ علیؑ جس وقت یہ جانے لگا کہ علی علیہ السلام کسی کبیرہ یا صغیرہ گناہ کے مرتکب نہیں ہوئے بلکہ کوئی مکروہ عمل بھی ان سے صادر نہیں ہوا تو وہ پوری کوشش کرے گا کہ اپنے مولا کے مانند صفاتِ حمیدہ سے منصف ہو اور اخلاق و عباداتِ رفیعہ سے علیحدگی اختیار کرے۔ چونکہ یہ عصمت کی قوت سے جو نبوت و امامت کی ایک مخصوص منزل ہے عا محروم ہے اور ہر پہلو سے علی بن جانا مشکل بلکہ محال ہے لہذا سعی کرے گا کہ کم از کم کباڑ کا مرتکب قطعاً نہ ہو اور صفائے پر اصرار نہ کرے تاکہ علی علیہ السلام کا محبوب رہے اور اس کا نام شیعوں کے زمرے میں شمار ہو۔ غیر معصوم اور جائز الحفظ ہونے کی وجہ سے اگر کوئی سبیۃ یا گناہ صغیرہ اس سے صادر بھی ہو جائے تو ائمہ المؤمنین علیہم السلام کی عمت و دوستی کے وسیع سے معافی اور چشم پوشی کا مستحق قرار پائے گا۔ اگر خدا نخواستہ اس دنیا سے بغیر توبہ کئے اٹھا ہے تو اس محبت کے طویل صفائے و سلیمات کی بازیچہ اس سے نہ ہوگی۔

یہ حدیث من بکئی علیٰ الحسین و جبت لہ الجنّۃ کے معنی تو یہ بھی بہت سادہ اور ہر عالم و جاہل کی سمجھ میں آنے والے ہیں۔ اور انہیں کے ساتھ ایک جواب بھی ہے جو فی الحال اکثر حضرات حاضرین جب کے حسبِ دلخواہ

ہوگا کیونکہ ان کی طرف سے مکر جواب میں سادگی کی فرمائش کی جاتی ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اس حدیث شریف کے صاف صاف اور تحت اللفظ معنی یہ ہیں کہ جو شخص دس اگر یہ کرے حین پر واجب ہوتی ہے اس کے لئے بہشت جس کا اٹی مفہوم یہ ہوا کہ اگر ناکس گریہ کرے تو بہشت اس پر واجب نہیں ہوتی بلکہ اس کو اس گریہ سے کوئی فائدہ ہی نہیں۔

حافظ: کس اور ناکس میں کیا فرق ہے کہ گریہ کس کے لئے تو تہیہ بخش ہو لیکن ناکس کے لئے بے سود ہو۔

کس اور ناکس میں فرق

خیر طلب : اگرچہ کلمہ موصولہ میں کس اور ناکس کا سوال نہیں ہے لیکن فارسی معنی میں کس اور ناکس آتا ہے (ملاحظہ رہے کہ گفتگو فارسی ہی زبان میں ہوئی ہے) ۱۲ مترجم غفری جنت لہذا عرض کرتا ہوں کہ کس اُس مومن کو کہتے ہیں جو موصدا اور خدا پرست ہو، اصول عقائد کو استدلال یا یقین کے ساتھ مانتا ہو۔ از آدم تا خاتم انبیائے کرام کی نبوت کا معتقد ہو اور اپنے کو نبی آخر حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت پر پابند سمجھتا ہو، معاد جسمانی وجود بہشت و دوزخ اور ولایت اہل محمد و عترت رسول پر عقیدہ رکھتے ہوئے حضرت علی اور ان کے گیارہ فرزند بزرگوار کو بندگان صالح، امام برحق اور رسول خدا کے منقرہ کئے ہوئے نائب جانتا ہو، حضرت کے گیارہویں فرزند یعنی پیغمبر کے بارہویں خلیفہ کو زندہ و قائم اور عالم کا امام مانتا ہو، کتب سماویہ پر اعتقاد رکھتے ہوئے قرآن مجید کو برحق اور منجانب خدا سمجھتا ہو، اس کے مضامین کا معتقد اور اس کے ہدایات اور اوامر و نواہی پر عمل پیرا ہو۔

اور ناکس اُس مسلمان کو کہتے ہیں جو صورت اور نام سے مسلمان اور تمام احکام دین کا قائل ہو لیکن مقام عمل میں صالح نہ ہو یا بالکل تارک ہو یا بعض پر عمل پیرا ہو اور بعض سے منحرف ہو یا بعض کبار کا مرتکب ہو جیسے قتل۔ شراب نوشی۔ زنا اور اہل سود خوری یا کم فروش دیوہ ایسا آدمی چاہے جس قدر گریہ کرے اس کے لئے بے سود ہے اور ترک واجبات جیسے نماز روزہ حج خمس زکوٰۃ وغیرہ بدل نہیں ہو سکتا۔ البتہ اگر اعمال نرشت سے توبہ کرے، تلافی مانگے کا عہد کرے، انسانی حقوق کو ادا کرے اور حقداروں کو رضا منہ کرے یا وہ اگر مچکے میں تو ان کے وارثوں کو ہتھے تو اس وقت گریہ اور خاندان رسالت کی محبت اس کے لئے بخشش اور خامیوں کو پورا کرنے کا وسیلہ ہوگی۔

لیکن اگر مثلاً غار نہیں پڑھی ہے یا روزہ نہیں رکھا ہے یا مستطیع ہونے کے بعد حج بیت اللہ نہیں بجا لایا ہے یا خمس و زکوٰۃ عائد ہونے کے بعد اس کو ادا نہیں کیا ہے یا حرامکاریوں کی ہیں یا سود کھا یا ہے یا لوگوں کا مال ناجائز طور سے ہضم کیا ہے اور حرام طریقوں سے روزی حاصل کی ہے یا سود اکم دیا ہے یا ظلم و تعدی اور قتل و خونریزی کی ہے اور پھر

اس خیال سے گریہ کرے کہ اس کے گناہ رونے سے معاف ہو جائیں گے تو یہ اس کی غلط فہمی ہے۔ آل محمد علیہ السلام ایسے لوگوں سے بیزار ہیں اور ان کے لئے گریہ سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ جیسا کہ ہم نے اکثر محافل و مجالس اور مذہبی جلسوں میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

ورنہ اگر یہ غلط عقیدہ صحیح ہو کہ آدمی چاہے جو زشت عمل کرے، گناہان کبیرہ اس سے صادر ہوں اور واجبات کو ترک کرے اس کے بعد خیال کرے کہ گریہ یا زیارت آل محمد علیہم السلام سے تلافی و مافات ہو کر نجات حاصل ہوگی تو دشمنان آل محمد کو بھی جنتی ہونا چاہیے کیوں کہ ان میں سے اکثر لوگوں نے اہلبیت کی مظلومی پر گریہ کیا ہے۔ چنانچہ اربابِ مقام نے واقعہ کربلا میں لکھا ہے واللہ بکت و ابکت کل عدد و صدیق۔ دوست دشمن بھی اس مصیبت عظمیٰ میں روئے۔ فرزندِ رسولؐ اور ان کے اعزہ و اصحاب یہاں تک کہ کفن اور بنیرِ رخسار بچوں کو بھی قتل کیا لیکن مصائبِ اہلبیت دیکھ کر گریہ بھی کرتے تھے۔ پس آپ قطعاً یہ سمجھ لیجئے کہ ایسے ناکس مسلمانوں کو جن کے پاس صورت تو ہے لیکن سیرت نہیں کوئی نفع اور نتیجہ نہیں۔ جب تک مومن نہ ہوں یہ رونا بیکار ہے۔

حافظ: اگر کوئی مسلمان شخص اصول عقائد کا معتقد اور احکام شرعیہ پر عامل ہو تو خود ہی نجات یافتہ ہے گریہ سے اس کو کیا فائدہ ہوگا۔ اور مجالس عزاء کی تشکیں سے کیا نتیجہ نظر ہے کہ ہر سال ایسی مجلسوں پر نہ کہ صرف کیا جائے تاکہ مومنین گریہ کریں؟۔

گریہ اور مجالس عزاء کا اثر اور نتیجہ

خبر طلب: بدیہی چیز ہے کہ مسلمان چاہے جتنا نیک عمل اور معیاری ہو معصوم نہ ہوگا۔ آخر انسان ہے اور جائزہ خطا لہنا اگر اس سے کچھ لغزشیں اور خطائیں سرزد ہوتی ہیں اور وہ غافل رہا ہے تو خدائے تعالیٰ جو اپنے بندوں پر انتہائی لطف و مہربانی رکھتا ہے اپنے فضل و کرم سے چند وسائل و اسباب کے ذریعے اس کو بخش دیتا ہے۔ کبھی علی ابن ابی طالبؑ کی محبت کو وسیلہ قرار دیتا ہے، کبھی حضرت سید الشہداءؑ اور خاندان رسالت کی مظلومیت پر رونے اور آنحضرتؐ و اہلبیت طاہرین کی زیارت کے ذریعے سے رحم و کرم فرماتا ہے اور اس کے اسلوکوں کو ابیہ و توبہ قرار دے کر گناہوں کو دھو دیتا ہے۔ اگر مومن و عادل ہے اور کوئی صغیرہ و کبیرہ گناہ اس سے سرزد نہیں ہوا ہے تو علیؑ و اہلبیت رسالت کی محبت و وحدت اور ان حضرات کے مصائب پر رونا جو اس جلیل القدر خاندان سے ہر محبت کی علامت ہے۔ اس کی رفعت منزلت کا وسیلہ بنتا ہے۔

اور آپ نے جو یہ فرمایا کہ آل محمد کی عزاداری میں مجالس کے انعقاد اور کثیر اخراجات سے کیا فائدہ ہے تو محترم حضرات!

چونکہ آپ اس سے علیحدہ ہیں لہذا ان مجالس کے جو اثرات دنیا میں مرتب ہوتے ہیں ان سے بھی بے خبر رہتے ہیں
 اول تو اپنی عادت اور اس مسلسل غلط پروپیگنڈے کے تحت کہ یہ مجلسیں بدعت ہیں آپ حضرات ان میں شریک ہی نہیں
 ہوتے یا اگر کبھی کسی وجہ سے شرکت بھی ہوگئی تو بڑی نظر سے دیکھنے کے باعث پوری توجہ سے غور نہیں کرتے تاکہ
 ان کے اثرات نظر آئیں۔ اگر آپ حضرات اس طرح کی مجلسوں میں تشریف لے جائیں اور انصاف و محبت کی نگاہ سے مطالعہ
 کریں تو یقیناً کریں گے کہ یہ مجالس آل محمد علیہم السلام کی بہت بڑی درسگاہیں ہیں کیونکہ انہیں حضرات کے نام پر ان کی
 تشکیل کی جاتی ہے اور ان بزرگ خانوادے کی کشش میں ہر طبقہ کے مسلمان افراد یہاں تک کہ غیر مذاہب کے لوگ
 بھی حاضر ہوتے ہیں جن کے سامنے ذاکرین و واعظین، متکلمین و محدثین اور ذی علم مقررین توحید، نبوت، معاد اور
 فروع دین کے متعلق مذہبی حقائق اور انفرادی و اجتماعی زندگی کے اصول بیان کرتے ہیں۔ ان کو اخلاقی ردیہ اور
 بد اعمالیوں کے مفاسد اور نقصانات سے آگاہ کرتے ہیں اور دیگر مذاہب کے مقابلے میں مقدس دین اسلام
 کی حقانیت پر دلیل پیش کرتے ہیں جس سے کافی بہتر نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

کوئی سال ایسا نہیں گزرتا جب انہیں مجالس اور دینی تبلیغات کی وجہ سے کچھ غیر افراد اسلام قبول نہ کرتے
 ہوں۔ اور بکثرت گمراہ اشخاص ان تبلیغی بیانات سے متاثر ہو کر اور اپنے گزشتہ اعمال سے توبہ کر کے صحیح راستے پر
 نہ آجاتے ہوں ہر سال ان اجتماعات اور مجالس عزائم شرکت کے سبب سے اور آیات و احادیث کے ذریعہ وعظ و
 تبلیغ کے اثر سے بہترے لائبالی اور بدکردار لوگ توبہ کر کے پرہیزگار اور نیک بخت بن جاتے ہیں۔

یہ ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا ایک رُخ جس کو علمائے فریقین نے نقل کیا ہے کہ حُصَيْنٌ مَعْنٰی وَاَنَا مِنْ
 الْحُصَيْنِ حُصَيْنٌ مَعْنٰی مَحْسُوسٌ ہیں اور میں حسینؑ سے ہوں یعنی میرا دین حسینؑ کے ذریعہ زندہ ہوگا۔ جنہوں نے اپنے زمانہ حیات
 میں ایسی جانبازی دکھائی کہ مظلومیت کی طاقت سے بنی امیہ کے ظلم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ اس لئے کہ وہ دین کی جڑ کو کھودنا
 چاہتے تھے اور اب ہزار سال سے زیادہ ہو گئے۔ ان بزرگوار کے نام سے خفیہ اور ظاہری طور پر شاہکار مجلس منعقد ہوتی
 ہیں جن میں لوگ حاضر ہو کر مبلغین و ذاکرین کے ذریعہ دینی حقائق سے واقفیت حاصل کرتے ہیں اور صراطِ مستقیم پر
 گامزن ہوتے ہیں یہ ہے مجالس عزائم کے اثرات و نتائج کا مختصر نمونہ جو آل محمد علیہم السلام کی درسگاہیں کہی جاسکتی ہیں۔

مزید وضاحت کے لئے یہ بھی عرض کر دوں کہ عقیقتاً علی علیہ السلام کے دامت اور شیعوہ حسین ابن علی علیہ السلام
 کے زائر اور عزادار اور حضرت کے پتھے غلام اور چاہنے والے نہ واجبات کو ترک کرتے ہیں نہ گناہانِ کبیرہ کے مرتکب
 ہوتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں اور ان کو بتایا جاتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام شہید راہِ خدا ہیں اور آپ نے شعائر
 دین کی تردید کے لئے شہرتِ شہادت نوش فرمایا ہے، جیسا کہ زیارت وارثہ اور دیگر زیارات میں وارد ہے اور ہم سچے
 ہیں کہ اَشْهَدُ اَنْكَ قَدْ اَقَمْتَ الصَّلٰوةَ وَآتَيْتَ الزَّكٰوةَ وَامَرْتَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاطَعْتَ اَمْلٰہُ

و رسولہ حتیٰ اثلث الیقین (یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اسے ابو عبد اللہ) و تحقیقت نماز کو قائم کیا۔
 نزولۃ ادا کی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرمایا اور زندگی کی آخری سانسوں تک خدا و رسول کی اطاعت کی۔

فریقین کی معتبر رایتوں میں ام المؤمنین عائشہ، جابر بن عبد اللہ اور انس وغیرہ سے منقول ہے کہ پیغمبر نے فرمایا من
 زاد الحسین بکربلا عارفاً بحقہ وجبت لہ الجنۃ (یعنی جو شخص کربلا میں حسین علیہ السلام کی زیارت کرے اور اُن
 اُن کے حق کو پہچانتا ہو تو اس پر بہشت واجب ہو جاتی ہے)۔

نیز ارشاد فرمایا ہے کہ من بکی علی الحسین عارفاً بحقہ وجبت لہ الجنۃ (یعنی جو شخص حسین علیہ السلام
 پر ان کا حق پہچانتے ہوئے روئے اس پر حجت واجب ہے، جن طرح سے واجب اور مستحب عبادتیں معرفت خدا کی فرع
 ہیں کہ اگر کا حق خدا کی معرفت نہیں ہے تو تقید قربت پیدا نہیں ہوتا ہے لہذا اس کے عبادات چاہے جس قدر کامل ہوں بیکار
 اور باطل ہیں۔

گریہ اور زیارت بھی پیغمبر اور امام کی معرفت کی فرع ہے یعنی چاہیے کہ اُن بزرگوار کو فرزند رسول، امام برحق اور رسول اللہ
 کا قیصر جانشین سمجھے جو حق پر قائم رہے اور حق ہی کے لئے قتل ہوئے اور یزید سے آپ کی مخالفت اس بناء پر تھی کہ وہ
 احکام دین کو پامال کر کے واجبات کا تارک اور محرمات پر عامل تھا اور بد اخلاقیوں کو رواج دے رہا تھا۔ ایسا زائر اور غدار
 اپنے مولا کے طور طریقے کے خلاف ہرگز عمل نہیں کرتا۔

نواب: قبلہ صاحب اگرچہ ہمارا اعتقاد ہے کہ حسینؑ شہید حق پر تھے اور حق کے لئے عمال نبی امیر کے ہاتھوں ناحق
 قتل کئے گئے لیکن ہم لوگوں میں ایک گروہ اور ہے بالخصوص وہ نوجوان افراد جو جدید مدرسوں اور اسکولوں میں تعلیم حاصل کرتے
 ہیں، کہتے ہیں کہ بلا کی جنگ دنیاوی جنگ تھی۔ یعنی حسینؑ ابن علیؑ کو حکومت و خلافت کی خواہش کرنے کی طرف لے گئی اور
 ہر صاحب اقتدار سلطنت کا فرض ہے کہ خطرات کا سد باب کرے لہذا یزید اور اس کے عمال نے مجبوراً اس نکتے کا مقابلہ کیا
 اور اُن جناب کے سامنے (بلا شرط) بیعت اور خلیفہ یزید کی اطاعت کی پیشکش کی اس لئے کہ اس کی فرمانبرداری واجب
 تھی اور خواہش کی کہ آپ شام پلے جائیں تاکہ خلیفہ کے پاس عزت سے رہیں یا اپنے وطن پلٹ جائیں لیکن ان جناب نے نہ مانا
 یہاں تک کہ قتل ہو گئے پس ایسے دنیا طلب انسان کے لئے جو جہاد و سلطنت کی محبت میں قتل ہوا جو عوامی فتنوں بلکہ
 بدعت ہے۔ آیا آپ کے پاس کوئی ایسا بیعت جو اب ہے کہ ان کو خاموش کر دیتے تاکہ وہ اس عقیدے سے دستبردار
 ہو جائیں اور جان لیں کہ جنگ کربلا دنیاوی جنگ نہیں تھی بلکہ وہ جناب فقط خدا کے لئے اور دین خدا کی حفاظت
 کے لئے اُٹھے اور مقابلہ کر کے شہید ہوئے؟

غیر طلب: چونکہ وقت کافی گزر چکا ہے لہذا سوچتا ہوں کہ اگر اس مسئلے کو جھپٹوں گا تو ذیہ لگے گی جس سے تکان
 اور بڑھے گا۔

نواب: نہیں نہیں ہم کو بالکل نکان نہیں ہے بلکہ ہم انتہائی اشتیاق کے ساتھ اس موضوع کو سننے اور حقیقت معلوم کرنے کے لئے تیار ہیں تاکہ مخالفین کے مقابلے میں جواب دہی پر قادر ہو سکیں۔ یقین کیجئے کہ اس قوم کو جواب دینا چاہیئے وہ مختصر ہی کیوں نہ ہو بہت بڑی دینی خدمت ہے۔ جہرانی کر کے ارشاد فرمائیے۔

امام حسینؑ جاہ و منصب کے خواہاں نہیں تھے

خطبہ: میں نے پہلے ہی عرض کیا کہ ہر نیک و بد عمل معرفت کا بنیاد پر ہے۔ معترضین کو چاہیئے کہ پہلے اپنے خدا کو پہچانیں اور اس کے بعد آسمانی کتاب (قرآن) کی تصدیق کریں جو خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے خاتم الانبیاءؐ پر نازل ہوئی ہے اور تصدیق کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جو کچھ اس کتاب میں ہے اس کو بہتر اور قابل قبول سمجھا جائے۔ اگر معترضین اہل مادہ اور محسوسات کے قائل ہیں اور دلائل محسوسہ چاہتے ہیں تو ان کا جواب بہت سہل ہے۔ اب میں ذلت کا لہجہ نکالتے ہوئے مختصر دو نوں پہلوؤں کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔

خمسہ نجباء ہر گندے عمل سے متبراء تھے

اولاً جو مسلمان قرآن کا تابع اس کا ریحانہ رسولؐ حیدر ابن علیؑ علیہما السلام کی طرف دنیا طلبی اور حجب جاہ و ریاست کی نسبت دنیا حق و حقیقت کے خلاف اور دراصل قرآن و رسولؐ کا انکار کرنا ہے اس لئے کہ خدائے تعالیٰ نے سورہٴ ۳۳ (احزاب) آیت ۳۳ میں ان جناب کی طہارت پر گواہی دی ہے اور ان کو ناماں باب اور بھائی کی طرح ہر رجز و پلیدی سے معر و متبرا قرار دیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے: **اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَيُّهَا اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كِتَابَهُمْ**۔ یعنی سو اس کے نہیں ہے کہ خدا کا ارادہ ہے کہ تم سے اے اہل بیت رسولؐ ہر رجز و ناپاکی کو دور رکھے اور تم کو ہر عیب سے پاک و منزہ قرار دے۔

آپ کے جہور اکابر علامہ جیسے سلم، زبیدی، نقشبندی، ابوالفہیم، ابوالحسن، ابوجعفر شیرازی، سیوطی، جعفی، احمد بن حنبل، زعمشری میفادہ، ابن اثیر، بیہقی، طبرانی، ابن حجر، فخر الدین رازی، نیشاپوری، عسقلانی اور ابن عساکر وغیرہ بالاتفاق معتقد ہیں اور تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت پنجتن آلِ عبا محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ یہ آیہ شریفہ ان پنجتن پاک کی عظمت اور ہر رجز و پلیدی سے طہارت پر سب سے بڑی دلیل ہے۔ ظاہر ہے کہ سب سے بڑی پلیدی جاہ و منصب کی محبت اور دنیا سے وٹنی کی طرف رغبت ہے کیوں کہ اس دنیا یعنی امرا و سلاطین کے مانند

نفسانی خواہش کی بنا پر دنیاوی ریاست و حکومت حاصل کرنے کی مذمت میں رسول خداؐ اور ائمہ طاہرین علیہم السلام سے کافی حد تک مروی ہیں یہاں تک کہ پیغمبر کا ارشاد ہے حب الدنیا داس کل خطیئة رلیعی دنیا کی محبت و رغبت ہر بدی کی سردار ہے پس قطعاً ابو عبد اللہ الحسین علیہ السلام دنیاوی جاہ و ریاست کے طالب نہیں تھے اور نہ ایسی فانی حکومت کے لئے جان بازی کی تھی اور اپنے اہلبیت کی اسیری کو ارا کی تھی۔ اگر کوئی شخص اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے ان حضرات کو دنیا طلب کہے تو وہ یقیناً قرآن مجید کا منکر ہے۔

امام حسینؑ کا قیام ریاست اور خلافت ظاہری کے لئے نہیں تھا

رہا دوسرا فرقہ جس میں وہ لوگ ہیں جو حسی دلائل چاہتے ہیں۔ ان کے لئے محسوس دلائل بہت ہیں جن کو اس تنگ وقت میں مکمل طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ نمونہ چند چیزوں کی طرف اشارہ کر رہا ہوں۔
اول۔ یزید بلید کے مقابلے میں حضرت ابو عبد اللہ الحسین علیہ السلام کا قیام اگر جاہ طلبی اور حکومت کے شوق میں ہوتا تو رسول اللہ صلم ان حضرت کی نفرت کا حکم دیتے چنانچہ آپ کے سسوں سے اس بارے میں بکثرت روایتیں مروی ہیں جن میں سے صرف ایک پر اکتفا کرتا ہوں۔

شیخ سلیمان بلخی حنفی یا بیع المودة باب میں تاریخ بخاری وبتوی وابن السکین و ذخائر العقبیٰ امام الحرم شافعی سے سیرۃ ملا وغیرہ سے بروایت انس بن عارث بن بعبیہ نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں تے رسول اللہ سے سنا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ان ابی ہذا یعنی الحسین یقتل با رمن یقال لها کوبلا فتمن شہد ذالک منکم فلینصرح وخرج المن بن الحارث الی کوبلا فقتل بها مع الحسین رضی اللہ عنہ و عن معہ (یعنی تحقیق میرا یہ فرزند حسینؑ نہیں کر بلا پر قتل کیا جائے گا۔ پس تم میں سے جو شخص اس وقت موجود ہو وہ حسینؑ کی مدد کرے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ انس ابن حارث کہ بلا پہنچے اور حکم رسولؐ پر عمل کرتے ہوئے امام حسینؑ علیہ السلام کے ساتھ قتل ہوئے پس معلوم ہوا کہ حضرتؑ کو بلا میں حق کے لئے کھڑے ہوئے تھے نہ کہ دنیاوی ریاست کی تمبت میں۔

ان چیزوں سے قطع نظر اگر معززین و عظامینؑ خود حضرتؑ کا مدد انجکی سے کر شہادت اور اسیری اہلبیتؑ تک حق اور حقیقت برابر نمایاں ہے، اس لئے اگر کسی ملک میں کوئی شخص ریاست کی خواہش رکھتا ہے اور حکومت و قوت کے خلاف خود کو کرنا چاہتا ہے تو اپنے خیال و اطفال کو لے کر نہیں نکلتا ہے، چھوٹے چھوٹے اور شیرخوار بچوں اور حاملہ عورتوں کو ہمراہ نہیں لے جاتا بلکہ بذات خود ایک ٹھنی ہوئی فوج لے کر بڑھتا ہے اور جب دشمن پر غالب آجاتا ہے۔ حالات قابو میں آجاتے ہیں اور انتظامات درست ہو جاتے ہیں۔ اسی وقت اپنے بالی بچوں کو بلواتا ہے۔

حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کا اپنی عورتوں اور خورد سالی بچوں کے ساتھ ایک چھوٹا قافلہ لے کر سفر کرنا خود اس کی مکمل دلیل ہے کہ حضرت ریاست و خلافت ظاہری اور دشمن کو شکست دینے کے خیال سے تشریف نہیں لائے تھے اگر ایسا ارادہ ہوتا تو آپ یقیناً مین کی طرف جاتے جہاں سپاہی آپ کے پیرو بزرگوار کے دوست اور بچہ عقیدت رکھنے والے تھے، اور اس کو اپنا مرکزی مقام قرار دے کر پورے ساز دسامان کے ساتھ بنفس نفیس حملے شروع کرتے چنانچہ حضرت کے بنی عام دوستوں اور بھائیوں نے بار بار یہی مشورہ دیا اور ان کو مایوس ہونا پڑا کیوں کہ وہ لوگ حضرت کے اصلی نقطہ نظر اور مقصد سے واقف نہیں تھے۔

امام حسینؑ کا قیام شجرہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی حفاظت کے لئے تھا

لیکن خود حضرت جانتے تھے کہ ظاہری غلبے کے اسباب فراہم نہ ہوں گے لہذا مع عورتوں بچوں کے چوراہی افراد کے ہمراہ حضرت کا سفر ایک آخری اور نیا دی نتیجے کے لئے تھا کیوں کہ امام دیکھ رہے تھے کہ شجرہ طیبہ لا الہ الا اللہ کو ان کے جد بزرگوار خاتم الانبیاء نے اپنے خون جگر اور شہداء بدر و احد و حنین کے لہو سے سینچا تھا اور علی ابن ابی طالب علیہ السلام جیسے باغبان کے سپرد کیا تھا تاکہ یہ اس کی نگہداشت کریں لیکن اس ماہر فن اور واقفکار باغبان کو ظلم و تعدی ہٹلور اور قتل و آتش زنی کا دباؤ ڈال کر الگ کر دیا گیا تھا۔ اور شجرہ طیبہ کی آبیاری سے روک دیا گیا جس سے توحید و نبوت کی بہار خزاں کی صورت اختیار کر رہی تھی۔ پھر بھی باغبان اصلی کی توجہ سے کبھی کبھی حقیقی اور کامل طاقت نہ رہی لیکن تقویٰ بہت تقویت پہنچ جاتی تھی یہاں تک باغ کے کلی اختیارات جاہل ہٹ دھرم اور کینہ پرور باغبانوں (یعنی بنی امیہ) کے ہاتھوں میں پہنچ گئے۔

خلیفہ مسوم عثمان ابن عفان کے زمانہ خلافت سے جب بنی امیہ کے ہاتھ پاؤں کھلے اور یہی حکومت کے کرتا دھرتا بنے، ابوسفیان کو جو اس وقت اندھا ہو چکا تھا۔ ہاتھ پکڑ کے دربار میں لائے اور اس نے باواز بلند کہا۔ یا بنی امیہ تذادوا لوالخلافت فانه لاجنہ ولا نثار (یعنی اے بنی امیہ اب دولت خلافت کو گھبراہٹ کر اپنے ہی خاندان میں رکھو کیوں کہ جنت اور دوزخ کچھ بھی نہیں ہے، یعنی سب ڈھنگ ہے)۔

نیز کہا۔ یا بنی امیہ تنقظوها تلقت الکرة فوالذي يحلف به ابوسفیان ما زلت ارجوها لکم ولن تنصروا الخاصیاء نکہ وراثہ (اے بنی امیہ کوشش کر کے خلافت کو گیند کی طرح دبوچ لو قسم اس چیز کی جس کی میں قسم کھاتا ہوں اس سے مراد یہ ہیں جن کی یہ لوگ قسم کھاتے تھے) کہ میں ہمیشہ تمہارے لئے ایسی حکومت کا متمنی تھا اور تم بھی اس کی حفاظت کرو تاکہ تمہاری اولاد اس کی وارث ہو اس رسول نے زمانہ بدعقیدہ قوم نے تمام راستے

مسدود کر دیئے، حقیقی اور معنوی باغبانوں کو باغ سے بالکل بے دخل کر دیا اور آپ حیات پر پہرے بٹھا دیئے۔ شجرہ طیبہ دھیرے دھیرے پژمرده ہونے لگا یہاں تک کہ یزید پلیدی کے دورِ خلافت میں درخت شریعت کو کاٹ دیا گیا اور قریب تھا کہ شجرہ طیبہ لا الہ الا اللہ بالکل خشک ہو جائے۔ خدا کا نام فراموش ہو جائے اور دین کی حقیقت مٹ جائے۔

بدیہی چہرے کہ کوئی ہوشیار باغبان حیب دیکھے کہ اس کے باغ پر ہر طرف سے آفتیں نازل ہو رہی ہیں تو اس کو فوراً حفاظتی تدابیر اور علاج کا فکر کرنا چاہیئے ورنہ اس کے منافع اور پھلوں سے بالکل ہی ہاتھ دھونا پڑے گا۔ اس موقع پر پیغمبر بعدِ گلستان توحید و رسالت کا باغبانی حضرت ابو عبد اللہ الحسین علیہ السلام جیسے عالم دین باغبان کے سپرد تھی حیب آپ نے دیکھا کہ بنی امیہ کی ہٹ دھرمی اور الحاد و عناد نے بات کو اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ عنقریب توحید کا درخت خشک ہونے والا ہے بلکہ وہ شجرہ طیبہ لا الہ الا اللہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتے ہیں تو آپ مردانہ وار اٹھ کھڑے ہوئے اور محض اور صرف محض باغ رسالت کی جڑوں کی آبیاری اور تقویت شجرہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے لئے کربلا کی طرف سفر اختیار کیا۔ کیونکہ آپ بخوبی جانتے تھے کہ درخت کی جڑوں میں خشکی دوڑ چکی ہے اور معمولی آب پاشی سے کوئی نتیجہ نہ ہوگا جب تک اس کو پوری طاقت نہ پہنچائی جائے۔

حیب کہ فلاحیت کے علم عملی میں طریقہ ہے کہ جس وقت ہوشیار باغبان اور فلاح دیکھتے ہیں کہ کوئی درخت بالکل کمزور ہو گیا ہے اور اس کو زیادہ طاقت پہنچانے کی ضرورت ہے تو اس کا علاج قربانی سے کرتے ہیں یعنی کوئی گوسفند یا دوسرا جانور اس کے پاس ذبح کر کے اس کا خون اور گوشت دپوست درخت کی جڑ میں دفن کر دیتے ہیں تاکہ اس میں از سر نو قوت اور نشو و نما پیدا ہو جائے۔ ریحانہ رسول حضرت سید الشہداءؑ کیسے چونکہ ایک مہر و عالم باغبان تھے۔ آپ نے دیکھا کہ شجرہ طیبہ کو سیرابی سے اس قدر محروم رکھا ہے (بالخصوص اخیر برسر اور بنی امیہ کے اقتدار میں) کہ معمولی آبیاری اور علمی خدمت سے شادابی نہ آئے گی جب تک غذاکاری سے کام نہ لیا جائے۔ شجرہ طیبہ اور درخت شریعت کی سرسبزی قطعاً قومی خونابی کے محتاج ہے لہذا اپنے بہترین جوانوں و خرد سال بچوں اور اصحاب کو لے کر قربانی اور شجرہ طیبہ لا الہ الا اللہ کو سیراب کرنے کے لئے کربلا کی طرف روانہ ہو گئے۔ بعض کوتاہ نظر لوگ کہتے ہیں کہ مدینے سے نکلے ہی کیوں؟ وہیں رہ کر علم غفلت ملتے کرتے اور قربانیاں دیتے لیکن وہ نہیں جانتے کہ اگر آپ مدینے میں رہتے تو آپ کا مقصد و اہتمام ان عالم سے پوشیدہ رہتا اور ان کو پتا نہ لگتا کہ حضرت کی غفلت کس بنیاد پر تھی جس طرح اور ہزاروں حامیان دین کسی شہر میں حمایت حق کے لئے کھڑے ہوئے اور قتل ہو گئے لیکن کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ ان کا مقصد اور نقطہ نظر کیا تھا اور کیوں قتل ہوئے

نیز دشمنوں نے بھی معاملے کو دبا دینے کی کوشش کی۔ اس کے برعکس امام حسین علیہ السلام جیسے بیکتا دراز نیش
مرد میدان حق و صداقت کو ظاہر کرنے کے لئے ماہِ رجب میں جس موقع پر لوگ عرس کے لئے مکہ معظمہ میں جمع
ہوئے ہیں یہ تشریف لے گئے اور روزِ عرفہ تک خانہِ خدا میں اکٹھا ہونے والے لاکھوں انسانوں کے سامنے اپنے
خصلوں اور تقریریں کے ذریعے حق اور سچائی کو بے نقاب کیا اور سب کو بتایا کہ یزید پلید شجرہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی
جڑ میں کاٹ رہا ہے اور یہ حقیقت عام مسلمانوں کے گوش گزار کر دی کہ جو یزید اسلامی خلافت کا دعوے کرتا ہے
وہ اپنے عمل سے دین کو ملیا میٹ کر رہا ہے۔ شراب پیتا ہے، جو اکیٹا ہے، کتے اور بندر سے دل بہلاتا ہے
احکامِ دین کو پامال کرتا ہے اور میرے نانا رسولِ خدا کی محنتوں کو برباد کر رہا ہے۔ میں اپنے جدِ بزرگوار کا دین لٹے
نہ دوں گا۔ مجھ پر واجب ہے کہ قربانی دے کر اور جان نثار کر کے اس کی حفاظت کر دو پس حضرت کا قیام اور
مدینے سے مکے اور مکے سے کونے اور عراق کی طرف خروج شعار دین کی حفاظت اور بنی نوع انسان کو دین
یزید پلید کے اطوار و کردار، مناسداً اخلاقاً، بیہودہ عقائد اور نفرت انگیز جاہلانہ حرکات سے روشناس کرانے
کے لئے تھا۔ آپ کے بنی عام بھائی اور دوست جو منع کرنے کے لئے آتے تھے وہ عرض کرتے تھے کہ جن
کو فتنے والوں نے آپ کا خیر مقدم کرنا چاہا ہے اور دعوت نامے بھیجے ہیں۔ وہ بے وفائی میں مشہور ہیں۔ اس کے
علاوہ یزید کی سلطنت اور بنی امیہ کے اقتدار سے جنہوں نے سب لہا سال سے اس ملک کے اندر اپنی جڑیں مضبوط
کر رکھی ہیں۔ آپ مقابلہ نہیں کر سکتے، چونکہ اہل حق کم ہیں، لوگ دنیا کے بندے ہیں اور بنی امیہ کے پاس ان کو دنیا کا
خوشحالی ملتی ہے۔ لہذا ان کے گرد جمع ہیں اور آپ کو کوئی نفع یا غلہ نہیں ہو سکتا۔ پس اس سفر کو ملتوی کیجئے اور اگر
حجاز میں ٹھہرنا مناسب نہیں سمجھتے تو میں چلے جایئے کیونکہ وہاں آپ کے ماننے والے بہت ہیں، وہ لوگ غیرت مند
ہیں آپ کو تنہا چھوڑیں گے اور آپ اُن اطراف میں آرام سے زندگی بسر کر سکیں گے لیکن حضرت سب کے سامنے
پوری وضاحت نہیں کر سکتے تھے لہذا ہر ایک کو مختصر جوابات سے خاموش فرماتے تھے البتہ بعض ہمراز اور خاص اعزہ
جیسے ابوسفیانؓ، حنیفہ اور ابن عباس سے فرماتے تھے کہ تم بیچ کہتے ہو میں یہی جانتا ہوں کہ مجھ کو ظاہری غلہ نہ ہو گا
اور زمین فتح اور علیہ ظاہری کے لئے جائز ہوں بلکہ نقل ہوتے جاتا ہوں یعنی مظلومیت کی طاقت سے ظلم و فساد

کا بنیاد پلانا چاہتا ہوں - Presented by: <https://jafrilibrary.com/>

بعض کی تسکین قلب کے لئے اصلیت کو ظاہر کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ میں نے اپنے نانا رسولِ خدا کو
خواب میں دیکھا کہ میرے فرما رہے ہیں اخرج الی العراق فان الله شاء ان یؤیک قتیلاً یعنی عراق
کی طرف سفر کرو کیوں کہ دراصل خدا تم کو شہید دیکھنا چاہتا ہے۔ (-

محمد ابن حنفیہ اور ابن عباس نے عرض کیا کہ اگر یہ بات ہے تو آپ عزتوں کو کیوں لئے جا رہے ہیں؟ فرمایا

میرے جبکہ ارشاد ہے کہ ان اللہ قد شاء ان یسأحن سبا یا (یعنی درحقیقت اللہ نے ان کو اسیر دیکھنا چاہا ہے) بحکم رسولی میں ان کو اسیری کے واسطے لئے جارہا ہوں یعنی میری شہادت اور اہل نبیت کی اسیری میں یہ رموز و اسرار پوشیدہ ہیں کہ عورتوں کی اسیری میری شہادت کا تتمہ ہو جو مظلومیت کا علم اپنے کاندھوں پر سے کر یزید کے مرکز خلافت و اقتدار شام کی طرف جایش گی وہاں اس کی بنیادیں پلائیں گی اور اس کے ظلم و کفر کا پرچم سرنگوں کریں گی۔

چنانچہ عقیدہ ربی ما شتم صدیقہ صغریٰ جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا نے یزید کے بصرے ہوئے دربار اور جشن فتح میں انشرف قوم، بزرگان بنی امیہ، غیر مالک کے سفراء اور رؤسا یہود و نصاریٰ کے سامنے جو تقریر کی اور سیدہ الساجدین امام چہارم زین العابدین علیہ السلام نے شام کی مسجد اموی میں بالائے منبر یزید کے مقابل جو مشہور و معروف خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس نے اس کے اقتدار کی طاقت کو زیر کر دیا، غفلت بنی امیہ کا پرچم سرنگوں کر دیا۔ اور خواب غفلت سے لوگوں کی آنکھیں کھول دیں۔

حضرت نے حمد و ثنائے الہی کے بعد فرمایا ایتھا الناس اعطینا سناً وفضلنا لیسع۔ اعطینا العلم والحلم والمساحة والفضاحة والاستجاعة والمحبته فی قلوب المومنین وفضلنا بآة منّا البنی المختار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منّا الصدیق۔ ومنّا الطیار۔ ومنّا اسد و اسد رسولہ و منّا سبطا ہذہ الامتہ و منّا مہدی ہذہ الامتہ۔ (یعنی اسے لوگوں کو دینی اہل محمد کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے) چھ خصائص عطا کی گئی ہیں اور سات فضیلتوں کے ذریعے ہم کو ساری مخلوق پر ترجیح دی گئی ہے۔ ہم کو علم، ابرو داری، جوانمردی و خوشروئی، فصاحت، شجاعت اور مومنین کے دلوں میں محبت عطا ہوئی ہے کہ رسول مختار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے ہیں، اسد اللہ اور اسد رسول ہم میں سے ہیں۔ اس امت کے دو سبط (حسن و حسین) ہم میں سے ہیں اور اس امت کے مہدی (حضرت حجتہ ابن امام حسن عسکری علیہ السلام) ہم میں سے ہیں، اس کے بعد اپنے کو پہنچواتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص مجھ کو پہچانتا ہے۔ وہ پہچانتا ہے درجہ نبی و امیرا حسب نسب جان لے کہ میں صاحب صفات و فضائل محصورہ دیہاں ان صفات کا طوق بیان ہے جس کو مکمل طور سے بیان کرنے کا وقت نہیں، خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند ہوں۔ اس کے بعد اس منبر پر جہاں معاویہ کے زمانے سے شب و روز حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام پر حکم کھلا لعنت اور سب و شتم کا سلسلہ قائم تھا اور حضرت پر جمعہ ٹے الزامات عائد کئے جاتے تھے خود بیدار اور رسائے بنی امیہ کے سے دشمن جمع کے سامنے اپنے جد بزرگوار امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل و مناقب (جن کو سننے کا اب تک شام والوں کو موقع ہی نہیں دیا گیا تھا) بیان کئے اور فرمایا۔

انا ابن من ضرب خواطیمہ المذوق حتی قالوا لا اله الا الله انا ابن من ضرب بین یدی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بقیقین و طعن برمحین و ہاجرا الہجرتین و بایع التبعین و قاتل بیدروختین - و لم یکفر یا اللہ طرفۃ عین - انا ابن صالح المؤمنین و امرئ - النبی قوام الملحدین و لیوب المسلمین و نور المجاہدین و زین العابدین - و تاج البکین و صید الصابون و افضل القامین من الی لیلین رسول رب العالمین انا ابن المویذ بجبرئیل المصور بیکائیل - انا ابن المعامی عن حرم المسلمین و قاتل المارقین و الناکثین - و القاسطین و المجاہد اعدائہ الناصبین و افخر من قریش اجمعین و اول من اجاب و استجاب اللہ و لرسولہ من المؤمنین و اول السابقین و قاصم المعتدین و مہید المشرکین و سہم من صلائی اللہ علی المنافقین و لسان حکمتہ رب العالمین و نا صویدین اللہ و لہ امر اللہ و بتان حکمتہ اللہ و عینہ علیہ - سنح سنح - بھلول زکی بطحی رضی مقدام - ہمام - صابر - مہذب - قوام قاطع الاصلاب و مفرق الاحزاب - ارباعہ عنان و اثبتہم و امنہم عزیمہ و امشہم شکیمہ اسد یطحنہم فی الحروب اذا اردہم الا سنت و قربت الاعداء طعن الریح و یذروہم فیہا ذر و الریح الہشیم لیث الحجاز و کیش العراق - مکی - مدنی خنی عقیقی بدری احدی شجرئی مہاجوی من العرب سیدھا و من السخی یثہا و امرث المشریین و ابو السبطین الحسن و الحسین ذالہ جدی علی بن ابیطالب (علیہ السلام)

(یعنی اس کا فرزند ہوں جس نے لوگوں کی ناکوں پر صر میں لگائیں یہاں تک کہ انہوں نے لالہ ال اللہ کہا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس نے رسول اللہ کے سامنے دو تلواروں سے جنگ کی یعنی ایک زمانے تک معوی تلوار سے اور ایک مدت تک ذو الفقار سے) دونیزے چلائے، دو بھرتیں لیں اور دو ہری بیعتیں لیں، بدر و خنین میں کافروں سے جہاد کیا اور حشم زون کے لئے بھی خدا سے کفر اختیار نہیں کیا۔ میں صالح المؤمنین انبیاء کے وارث، محمدین کے سرکاروں نے وائے مسلمانوں کے بادشاہ جہاد کرتے وائے کے نور اور عبادت کرنے والوں کی رونق و نور خدا میں رونے والوں کے سر تاج، صیر کرنے والوں کے سر دار اور اہلبیت رسول اللہ کے ناز گزاروں میں سب سے بہتر کا فرزند ہوں جس کی جبرئیل نے تائید کی اور میکائیل نے حضرت کی میں فرزند ہوں مسلمانوں کی عزت بچانے والے، دین سے پھر جانے والوں (یعنی اہل ہر دان) بیعت توڑنے والوں (یعنی اصحاب جمل) اور ظالموں اور باغیوں (یعنی صفین والوں) کے قاتل) اپنے ناصی دشمنوں سے جہاد کرنے والے بظائف قریش کے سارے چلنے پھرنے والوں میں سب سے زیادہ صاحب فخر، سب سے پہلے اللہ اور اس کے رسول کی دعوت قبول کرنے والے، ایمان کی طرف سبقت کرنے والوں کے پیش رو ظالمین کو توڑنے والے، مشرکین کو ہلاک کرنے والے

منا فقین پر خدا کے تیروں میں سے ایک تیر پر دروکار عالم کی زبان حکمتہ دین خدا کے مددگار، امر الہی کے کفیل، حکمت خدا کے باغ۔ اس کے علم کے خزانے، جو اندر صاحب سموات، کشادہ روء، نیک و پاکیزہ بیٹھ کے ساکن، پسندیدہ صفات، میدان جنگ میں پیش قدمی کرنے والے بزرگ سردار، صبر کرنے والے، بلند اخلاق، کثیر القیام، پشتوں کے قطع کرنے والے اور گمراہ گروہوں کے براگندہ کرنے والے کا جس نے مستقل طور پر اپنے نفس کو ان سب سے زیادہ قابو میں رکھا جبکہ دل سب سے زیادہ مضبوط اور حیا و عفت پر زیادہ محکم تھا (یعنی مظلوموں کا حق ثابت کرنے میں جملہ افراد بشر سے زیادہ ثابت قدم تھا) میدان جنگ میں بے شمار قربانیوں اور پیادوں کے اپنے فیروں کے ساتھ قریب ہونے کے وقت مخالفین کو پیش کر کے دیتا تھا اور انکو اس طرح ریزہ ریزہ اور متفرق کر دیتا تھا جیسے طوفانی آندھی جس و خاشاک کو منتشر کر دیتی ہے، عجاز والوں کا شیراز عراق والوں کا قائد، کئی آمدنی، دین میں پاکیزہ ترین مسلم، عقیدہ میں بیعت کرنے والا، بدرواح کا شہسوار، بیعت شجرہ کا جو اندر ہجرت کا کھیتا خدا کا رعب کا تید و سردار، بیشمار بیٹھے، مشعرین کا دارث اور وسیط پیغمبر حسن و حسین کا باپ، یہ ہیں میرے دادا علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل) اس کے بعد فرمایا۔

انا ابن خدیجۃ الکبریٰ۔ انا ابن فاطمۃ الزہراء۔ انا ابن المذوح من القناتنا ابنا ابنا العطشان حتیٰ قضی انا ابن من منعہ صا العاد و احلہ علی سائر المومنین۔ انا ابن من لا یغسل لہ ولا کفن یولی۔ انا ابن من وقع راسہ علی القناتنا ابنا ابنا من ہتک حریمہ بامر من کوہلا۔ انا ابن من جمہ بامر من و راسہ با حوی انا ابن من سبیت حریمہ الی الشام تہدی۔ ثم انہ صلوٰۃ اللہ علیہ انتخب و بکی قلہ یزل یقول انا انا حتیٰ ضیم الناس بالیک و النحیب۔ (یعنی میں ہوں فرزند غدیر گمراہ کا، میں ہوں فرزند فاطمہ زہرا کا میں ہوں فرزند اس کا جو پشت گردن سے تلوے ہوا۔ میں ہوں فرزند اس کا جو پیاسا دنیا سے اٹھا۔ میں ہوں فرزند اس کا جس پر پانی نہ بکریا گیا اور ساری مخلوق پر مباح رکھا گیا۔ میں ہوں فرزند اس کا جس کو نہ غلی دیا گیا نہ کفن ملا۔ میں ہوں فرزند اس کا جس کا سر مطہر نیرے پر بلند کیا گیا۔ میں ہوں فرزند اس کا جس کے حرم کو اسیر کر کے شام کی طرف لایا گیا۔ اس کے بعد امام علیہ السلام تسبیح آواز بلند کر فرمایا اور برابر انا فرماتے رہے یعنی یونہی مسلسل اپنے آبا و اجداد کے فضائل و مناقب اور پدر بزرگوار و اہلبیت کے مصائب بیان فرماتے رہے یہاں تک کہ لوگ چیخیں مار مار کے روئے اور فریاد کرنے لگے حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد بیان مصائب کی جو پہلی مجلس منعقد ہوئی وہ یہیں شام کی سید جامعہ موی کے اندر تھی جس میں سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے بزرگوار امیر المؤمنین علیہ السلام کے فضائل و مناقب نقل کرنے کے بعد دشمنوں کے مجمع میں اپنے پدر عالی قدر کے اس قدر مصائب بیان فرمائے کہ بیزید پلید کی موجودگی میں شام و انوار کی صلت نہ تھی و بکا اس طرح بلند ہوئی جس سے بیزید ٹوٹ گیا اور وہاں بیٹھ نہیں سکا بلکہ گمراہ کفر سے چلا گیا۔ اسی سبب در حضرت کی تقریر سے بنی امیہ کے خلاف لوگوں میں جوش و خروش پیدا ہونے لگا جس سے مجبور ہو کر بیزید نے یہی رنگ میں ندامت کا اظہار کیا اور عبید اللہ ابن مرہ بن عوف بن لعلت کی کڑاس نے ایسی آفتوں کی حرکت کی کہ آخر کار بنی امیہ کے کفر و ظلم اور الحاد کے

علی کی اینٹ سے اینٹ بیچ گئی۔ یہاں تک کہ آج اس نابکار قوم کے پایہ تخت شام کے اندر بنی امیہ کی ایک قبر بھی موجود نہیں ہے البتہ بنی ہاشم کا قبرستان شامیوں کا مرکز توجہ ہے اور عزت و اہلیت رسول کی کافی قبریں شیعہ و سنی عوام و خواص کے زیارت گاہ بنی ہوئی ہیں۔

غرض کہ تمام ارباب مقاصد و تواریح نے لکھا ہے کہ حضرت دینے سے کئے اور کہ بلا تک برابر کنایہ اور صراحتاً اپنی شہادت کی خبر دیتے رہے اور لوگوں کو سمجھاتے رہے کہ میں قتل ہونے کے لئے جا رہا ہوں۔

مبغلاً و خطبوں کے ایک تفصیلی غلبہ ہے جو حضرت نے روز ترویج مکہ معظمہ میں تمام مسلمانوں کے سامنے ارشاد فرمایا اور جس میں صاف صاف اپنی شہادت کی خبر دی۔ چنانچہ حمد الہی اور غاتم الانبیاء پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا خط الموت علی دلو اور مخط الفلاد علی جید الفتاۃ وما اولہتی الی اسلافی اشتیاق لیغصب الی یوسف و خیر بنی مضر ان لا ینقض کاتی باوصالی ینقطعہا اصلان النخلات بین السوادین و کوب لہ العین اولاد آدم کے موت اس طرح گلو گلو ہے جیسے جو ان عورت کی گردن میں گلو بندہ میں اپنے اسلاف سے جا ملنے کا کس قدر مشتاق ہو جیسے کہ یعقوب یوسف کے لئے بچپن ہی سے اور میرے گرنے کے لئے وہ زمین منتخب کی گئی ہے جہاں مجھ کو پہنچنا ہے، گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ محرائی بیڑی مجھے نوادیس و کہ بلا کے درمیان میرے جسم کا بند بندہ جدا کر رہے ہیں، حضرت اس قسم کے جملوں سے لوگوں کو سمجھانے لگے کہ میں کرنے اور مقام خلافت تک نہیں پہنچوں گا بلکہ نوادیس اور کہ بلا کے درمیان خونخوار بیڑیوں کے ہاتھوں قتل ہو جاؤں گا۔ بیڑیوں سے مراد آپ کے قاتل اور بنی امیہ وغیرہ ہیں اور وہ خونخوار بیڑیوں کے مانند مجھ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے قتل کریں گے۔

اس قسم کی باتوں اور ردائوں سے آخری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے شہادت کے قصد سے سفر فرمایا تھا نہ کہ ریاست و خلافت کے خیال سے۔ آپ راستے بھر مختلف طریقوں سے اپنی موت کی خبر دیتے تھے اور برابر ہر منزل پر اپنے صحاب و اعراب کو جمع کر کے فرماتے تھے کہ دنیا کی پستی اور بے وقعتی کے لئے یہی دافعہ کافی ہے کہ حضرت یحییٰ کا سر قلم کر کے ایک زنا کار عورت کے سامنے ہدیہ لگئے تھے اور عنقریب مجھ کو مظلوم کا سر بھی بدن سے جدا کر کے یزید شراب خوار کے پاس لے جائیں گے۔

۱۔ جلیل القدر محدث ثقہ الاسلام حاجی شیخ عباس قمی طاب ثراہ نقص المہموم میں کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ محدث نوری رحمۃ اللہ نے کتاب نقص الرحمن میں کہا ہے کہ نوادیس عیسائیوں کا قبرستان۔ چنانچہ حواشی کفعمی میں لکھا ہے اور ہم نے سنا ہے کہ یہ قبرستان اس مقام پر واقع تھا جہاں اب حرا بن یزید رباحی کا مزار ہے یعنی شہر کہ بلا کے شمال مغرب میں اور کہ بلا جو لوگوں میں معروف ہے اور اس ہنر کے کنارے ایک منظم زمین ہے جو جنوب سے شہر کی طرف جا رہی ہے اور مزار معروف بہ ابن حمزہ سے گزرتی ہے اس کے ایک حصے پر کھیت ہیں اور شہر کہ بلا ان دونوں کے درمیان ہے۔

حضرت ذرا غور کیجئے کہ جس وقت کوفے سے دس فرسخ پر حارث بن یزید ریاحی نے ایک ہزار سواروں کے ساتھ حضرت کی راہ روکی اور عرض کیا کہ عید اللہ ابن زیاد کے حکم سے میں آپ کا نگران مقرر ہوا ہوں، نہ آپ کو کوفے جاتے دوں گا اور نہ ناختم ثانی ساتھ چھوڑوں گا تو حضرت کہنا مان کر کیوں اتر پڑے اور اپنے کو حرکت کے قابل میں دے دیا۔

اگر حضرت امارت و خلافت کے خیال میں ہوتے تو لشکرِ حُر کی خواہش ہرگز قبول نہ کرتے دراصل ایک حُر کے ساتھ ایک ہزار سے زیادہ سپاہی نہیں تھے اور حضرت کے ہمراہ تیرہ سو سوار اور پیدل دس تھے جن میں قمر بنی ہاشم جناب عباس اور علی اکبرؑ بھی تھے جو ان بھی تھے جن میں سے ایک ایک فرد ایک ہزار سپاہیوں کو زیر کرنے کے لئے لگا تھا اور کوفے تک بھی دس فرسخ کچھ زیادہ نہیں تھے۔ قاعدے کے مطابق چاہیے تو یہ تھا کہ ان کو شکست دے کر اپنے کو مرکزِ حکومت رکھ دیتے جہاں لوگ آپ کے منظر بھی تھے۔ وہاں ساز و سامان سے مضبوط ہو کر مقابلہ کرتے۔ نہ تا کہ غلبہ حاصل ہوتا، نہ یہ کہ حُر کی باتیں مان کے فوراً مقرر جاتیں اور اپنے کو ایک بیابان میں دشمنوں کے اندر محصور کر لیں، کہ چار روزہ کے بعد جب دشمن کی کمک پہنچ جائے تو فرزندِ رسولؐ کو سخت دشواری کا سامنا کرنا پڑے حضرت اگر اس واقعے کے قرائن پر گہری نظر ڈالیے تو آپ کو خود ہی جواب مل جائے گا وہ سمجھ میں آجائے گا کہ حضرت نے کسی اور ہی نیت سے یہ مسافت طے کی تھی۔ اس لئے کہ اگر ریاست کی خواہش ہوتی تو جس وقت دشمنوں کا معاملہ انتہائی شدت پر تھا اور چاروں طرف کوسوں تک دشمن کی فوجیں پھیلی ہوئی تھیں۔ آپ ایسے طریقے اختیار نہ فرماتے کہ اپنی چھوٹی سی جماعت اور موجودہ طاقت کو بھی منتشر کر دیں۔

عاشور کی شب میں حضرت کا خطبہ ہمارے دعوے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس لئے کہ شبِ عاشور تک حضرت کی خدمت میں تیرہ سو سپاہی موجود تھے جو انہیں مرنے پر آمادہ تھے لیکن اسی رات کو نازِ نغمہ میں کے بعد حضرت کو کسی پرتشرفینے لے گئے اور ایک مفصل خطبہ ارشاد فرمایا جس میں صاف صاف ایسے کلمات بیان فرمائے کہ اس لشکر اور جاہ طلب اشخاص میں پر خون طاری ہوگی، تمام اربابِ مقاتل نے لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا جو لوگ دنیاوی ریاست و حکومت کے خیال میں آئے ہیں وہ جان لیں کہ کھلی جو شخص اس سرزمین پر رہے گا وہ قتل ہو جائے گا۔ یہ لوگ سوامیرے کسی اور کو نہیں چاہتے۔ میں تمہاری گردنوں سے اپنی بیعت اٹھائے لیتا ہوں، رات کا وقت ہے اٹھو اور چلے جاؤ۔ ابھی حضرت کی تقریر ختم نہیں ہوئی تھی کہ وہ ساری جماعت روانہ ہو گئی اور صرف بیالیس نفر باقی رہ گئے، جن میں اٹھارہ بنی ہاشم اور جوہیں اصحاب تھے۔ اسی رات کے بعد دشمن کے لشکر سے نہیں بہادر سپاہی شبنجون کے ارادے سے نکل کے آئے لیکن جب حضرت کا تلاوتِ قرآن کی آواز سنی تو وہ جس کے عالم میں آگِ بام کی خداداد است فوج سے مل گئے۔ چنانچہ بنابر مشہور یہی کل بہتر افراد روزِ عاشور حق پو قرآن ہوئے جن میں سے اکثر زبا و عبادِ دارِ قاریانِ قرآن تھے۔

یہ سب ایسے واضح دلائل اور زرائع ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ حضرت نے دنیاوی انقلاب کے قصد سے اور جاہ و سطنت کی محبت میں مسندِ خلافت تک پہنچنے کے لئے سفر نہیں فرمایا تھا بلکہ آپ کا واحد مقصد ترویجِ دینِ حایت حق اور حرمِ اسلام سے دفاع کرنا تھا۔ اور وہ بھی اس طریقے سے کہ جانِ نثار کر کے لا الہ الا اللہ کا پرچم بلند کریں اور کفر و فساد کا سرنگوں کر دیں کیونکہ دین

کی نصرت و حمایت کبھی تو قتل کرنے سے ہوتی ہے اور کبھی قتل ہونے سے۔ چنانچہ حضرت کرباؑ نے مردانہ وار اٹھ کھڑے ہوئے اور مظلومیت کی قوت سے نیز احباب و اعزاء و بالخصوص چھوٹے چھوٹے بچوں کی قربانیوں کی طاقت سے بنامیہ کے ظلم و فساد کی جڑ اس طرح اکھاڑی کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کو بلند کرتے اور شرعہ مقدسہ اصلہا ثابت کو سرباب کرنے میں اپنی جلیل القدر خدا کا آج ہر دوست و دشمن کو اعتراف ہے کہ میان تک کہ دیں سے بیگانہ افراد بھی دلیل و برہان کے رُوسے اس حقیقت کا اقرار کرتے ہیں۔

امام حسینؑ کی مظلومیت پر انگلینڈ کی خاتون کا مقالہ

فرانس کے انیسویں صدی کے دائرۃ المعارف میں "تین شہید" کے عنوان سے انگلینڈ کی ایک ذہنی علم خاتون کا مقالہ ہے جو بہت تفصیلی ہے لیکن اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ملکہ ہنری تین تاریخ انسانیت میں اعلیٰ کلمہ حق کے لئے تین شخصیتوں نے ایسی جانبازی اور فداکاری دکھائی کہ مائے جانباڑوں اور فداکاروں سے گونے سبقت لے گئیں۔

اول یونان کے حکیم سقراط نے ایفینس میں دوسرے حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام نے فلسطین میں ریعقیدہ موصوفہ کا ہے جو عیسائی ہیں۔ درہم مسلمانوں کا اعتقاد تو یہ ہے کہ حضرت مسیح مصلوب و مقتول نہیں ہوئے جیسا کہ سورہ النسا آیت ۱۵۶ میں سرکاری ارشاد ہے وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقيناً بل دفعه الله اليه۔ (یعنی علیٰ ابن مریم کو نہ قتل کیا نہ سولی دیا بلکہ حقیقت ان پر شبہ ہو گئی اور جن لوگوں نے ان کے بارے میں اختلاف کیا وہ درحقیقت شک و شبہ میں مبتلا ہو گئے۔ ان کو سوا اپنے گمان کی پیروی کے کوئی علم حاصل نہیں تھا اور یقینی طور پر مسیح کو انہوں نے قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے ان کو اپنی طرف اٹھایا) تیسرے مسلمانوں کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند حضرت حسین علیہ السلام، نے اس کے بعد لکھا ہے کہ جب ان تینوں بزرگ شہیدوں میں سے ہر ایک کی شہادت و جانبازی کی کیفیت اور تاریخی حالات کا جائزہ لیا جاتا ہے تو ماننا پڑتا ہے کہ حضرت حسینؑ کی جانبازی اور فداکاری ان دو شہیدوں (یعنی سقراط و عیسیٰ) سے کہیں ورنہ اور اہم تھی اور اسی وجہ سے آپ کو سید الشہداء کا لقب حاصل ہوا کیونکہ سقراط اور حضرت مسیح نے خدا کی راہ میں صرف اپنی اپنی جائیں قربان کیں، لیکن حضرت حسینؑ نے سفر غربت اختیار کر کے اپنی جماعت سے دور ایک بیابان میں دشمنوں کے محاصرے کے اندر اپنے ایسے عزیز ترین اعوان کو حق قربان کیا اور ان کو اپنے ہاتھوں دشمن کے سامنے بیچ کے دین خدا پر نثار کیا جن میں سے ایک ایک کو بائیس دینا خود اپنا سر دینے سے زیادہ محنت تھی۔

مظلومیت حسینؑ کی سب سے بڑی دلیل مسلمانوں کے سامنے آپ کا اپنے شیرخوار بچے کی قربانی دینا ہے۔ اس لئے کہ کسی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی کہ ایک شیرخوار بچے کو بے قدر و قیمت پانی طلب کرنے کے لئے لایا جائے اور مکھڑو دغا باز قورم پانی دینے کے عوض اس کو تیر جفا کا نشانہ بنا دے۔

دشمن کے اس عمل نے حسینؑ کی مظلومیت کو ثابت کر دیا اور اسی مظلومیت کی طاقت نے بنی امیہ کے مقتدر خاندان کی بساط عزت پلٹ کے اس کو رسوائے زمانہ بنا دیا۔ آپ کی اور آپ کے معزز اہلبیتؑ ہی کی جانبازیوں کا نتیجہ تھا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کو از سر نو زندگی حاصل ہوئی۔ (انتہی)

ڈاکٹر مارین جرمنی، ڈاکٹر جوزف فرانسیسی اور دوسرے یورپین مورخین سب کے سب اپنی تاریخوں میں لکھتے ہیں کہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا کردار اور ان بزرگوار کی فداکاری یا نہی مقدس دین اسلام کے لئے سبب جہاد بنیں۔ یعنی آپ نے بنی امیہ کے ظلم و کفر کی لگس کاٹ دیں، ورنہ اگر حضرت کے یہ خدمات اور نصرت حتیٰ میں ایسا ثابت قدم نہ ہوتا تو بنی امیہ دین توحید کی جڑیں بالکل ہی کاٹ دیتے اور خدا و رسول اور دین و شریعت کا نام ہی دنیا سے مٹا دیتے۔

نتیجہ مطلوب اور انکشاف حقیقت

پس میرے معروضات کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت سید الشہداء اور ارحمہم الراحمین کی مقابست اور جنگ صرف دین کے لئے تھی جس کے انصاف پسند دوست و دشمن بھی معزز ہیں۔

لہذا حضرت کے زوار و عزادار اور دوستدار شیعوں جس وقت سنتے ہیں کہ آپ نے یزید سے اس لئے مقابلہ کیا کہ وہ حرام اور ناجائز افعال کا مرتکب تھا تو ان کو توجہ ہو جاتی ہے کہ بد اعمالیاں حضرت کی ناراضگی کا باعث ہیں اور پھر وہ عورت و منکرات سے الگ رہنے کی کوشش کرتے ہیں جو امام کو ناگوار ہیں، اور واجبات پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ جب وہ سنتے ہیں اور کتب مقابلہ تواریخ میں پڑھتے ہیں کہ حضرت نے روز عاشورا بلاؤں کے اس هجوم اور مصائب کی اس شدت میں جس کی مثال پیش کرنے سے تاریخ عالم قاصر ہے اپنی نائز تک نہیں کی بلکہ غارِ ظہر یا جماعت ادا فرمائی تو اس لئے واجبات بلکہ نوافل و مستحبات میں بھی سعی ملینے سے کام لیتے ہیں تاکہ حضرت کے نزدیک محبوب اور لائق توجہ قرار پائیں۔ اس لئے کہ حضرت کا محبوب یقیناً خدا ہے تو اسے قائلے کا محبوب ہے لہذا جو تصور آپ یا دوسرے لوگوں نے قائم کیا ہے وہ خلاف حقیقت اور مغالطہ بازی ہے۔ آپ دھوکے میں ہیں اور مطلب غلط نکالا ہے بلکہ آپ حضرات کے قول کے برخلاف اس طرح کی حدیثیں شیعوں کی روحانی قوت کو بیدار کر کے ال کو اور زیادہ عمل پر آمادہ کرتی ہیں۔ خصوصاً جب علماء و ذاکرین مطالب کی تشریح کرتے ہیں اور حضرت کے فلسفہ و مشاہدات کو لکھا کرتے ہیں تو بہت ہی اچھے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے خود برابر ان حقائق کا مشاہدہ کیا ہے کہ ہر سال محرم میں حضرت کے طفیل اور ان محبوسوں کی برکت سے جو آپ کے نام پر منعقد ہوتی ہیں اور لوگ ان میں اکٹھا ہوتے ہیں۔ اکثر کہتے ہوئے نوجوان داعظین کرام اور مبلغین عظام کے تبلیغی بیانات سے متاثر ہو کر راہ راست اور صراطِ مستقیم پر آگئے اور جہادِ انجالی بد سے توبہ کر کے سچے شیعوں کی صف میں شامل ہو گئے۔

(حبیب گفتگو بیان تک پہنچی تو اکثر حضرات اشکبار آنکھوں کے ساتھ سکوت کے عالم میں نظر آئے اور ہم نے ارادہ کیا کہ جیسے برخاست کریں)

نواب: قبلہ صاحب! باوجودیکہ وقت کافی گزرا لیکن آپ نے ہم لوگوں کو حد سے زیادہ متاثر فرمایا اور اس بزرگ و فداکار شخصیت کو جو رحمانہ رسول مٹھی اپنے اس مختصر بیان سے بخوبی پہنچا کہ ہم سب کو ممنون کیا۔ آپ کے جد رسول خدا آپ کو اس کا صلہ عنایت فرمائیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ آج کی شب اس جلسے میں کوئی ایسا شخص ہو جس پر جناب کا اثر نہ پڑا ہو۔ خدا آپ سے راضی رہے اور اپنا لطف و کرم آپ کے مثال حال رکھے ہم کو اس طرح مستفیض فرمایا۔ درحقیقت پڑے افسوس کا مقام ہے کہ ہم اب تک لوگوں کی باتوں میں اگر ان کی اندھی تقلید کرتے رہے اور ان مظلوم آقا کی زیارت اور مجالس عزاء کی حرکت کے فیوض و برکات سے محروم رہے یہ محض اس غلط پروہنگینہ سے کا اثر تھا جو وہ تعصب کی بنیاد پر ہمارے درمیان کرتے رہے اور کہتے رہے کہ زیارت حسین اور مجالس عزاء میں جانا بدعت ہے۔ واقعی کیا اچھی بدعت ہے جو انسان کی یاد اور صاحب معرفت بناتی ہے اور اہلبیت رسول و خدمت گزارانِ دین و شریعت کی حقیقت سے روشناس کرتی ہے۔

زیارت کا ثواب اور اس کے فوائد

خیر طلب! یہ جو آپ نے اہلبیت و عسرت رسول کی عزاداری اور ان کی زیارت قبور کے متعلق بدعت کا جملہ فرمایا تو اس کا سرچشمہ قطعی طور پر نواصب و خوارج کے عقائد ہیں اور علمائے اہلسنت نے بھی بغیر اس پر غور رکھے ہوئے کہ بدعت وہ چیز ہے جس کے بارے میں خدا و رسول یا اہلبیت رسول کی جانب سے جو عدیل قرآن ہیں کوئی ہدایت نہ ملی ہو۔ برہنہ عادت ملنے کی پروا کی ہے حالانکہ امام حسین علیہ السلام کے لئے رونے اور ان کی زیارت کے بارے میں علاوہ اس کے کہ شیعوں کی معتبر کتابوں میں تو اس کے ساتھ وارد ہوا ہے۔ خود آپ کا معتبر کتب اور مقاتل میں بھی تمام بڑے بڑے علمائے کافی روایتیں نقل کی ہیں جن میں سے بعض کی طرف میں اس سے قیلاً اشارہ کر چکا ہوں۔ اس وقت تنگی وقت کے لحاظ سے زیارت کے متعلق ایک مشہور روایت پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں جو تمام مقاتل اور حدیث کی کتابوں میں درج ہے۔ ایک روز رسول خدا ام المومنین عائشہ کے حجرے میں تشریف رکھتے تھے کہ حسین علیہ السلام حاضر ہوئے پیغمبر نے ان کو آغوش محبت میں لے کر کثرت سے بوسے دیئے اور سو گھا۔ عائشہ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ حسین کو کس قدر چاہتے ہیں! آنحضرت نے فرمایا کیا تم نہیں جانتی ہو کہ یہ میرا بارہویکا اور میرا بھول ہے! اس کے بعد آنحضرت رونے لگے۔ عائشہ نے گریے کا سبب پوچھا تو فرمایا میں تلواروں اور نیزوں کے مقامات چمتا ہوں جو نبی امیر میرے حسین پر لگائیں گے۔ عائشہ نے عرض کیا ان کو نقل کریں گے؟ فرمایا ہاں ان کو لکھو کہ اللہ یا اس شہید کی قبر گئے۔ ان لوگوں کو ہرگز میری شفاعت نصیب نہ ہوگی خوش حال اس شخص کا جو بعد شہادت ان کی زیارت کرے۔ عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کے زائر کو کیا ثواب ملے گا؟ فرمایا میرے ایک حج کا ثواب۔ عائشہ نے تعجب سے کہا کہ آپ کا ایک حج؛ فرمایا میرے دو حج کا۔ عائشہ نے اور زیادہ تعجب کیا تو فرمایا میرے چار حج کا۔ عائشہ بار تعجب ظاہر کرتی جاتی تھیں اور آنحضرت ثواب میں اضافہ فرماتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ فرمایا عائشہ جو شخص میرے حسین کی زیارت کرے خدا اس کے نامہ اعمال میں میرے تیس حج اور تیس عروں کا ثواب درج فرمائیگا۔ اس کے بعد عائشہ چپ ہو گئیں۔ خدا کے لئے آپ حضرات انصاف

کھجے لکھا ایسی زیارت بدعت ہے جو رسول اللہ کی سفارش اور نوحہ کی مرکز ہوا حضرت کی زیارت اور مجالس عزاء میں شرکت کی مخالفت اور اس کو بدعت سے تعبیر کرنا یقیناً کفر و کفریت اور اہلبیت طاہرین کی دشمنی ہے۔

زیارت قبور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے اثرات

باطنی فوائد اور اخروی اجر کے علاوہ قبور ائمہ طاہرین کی زیارت میں جو ظاہری منافع ملحوظ ہیں۔ وہ ہر عقل مند انسان کو اس بزرگ عبادت کی طرف راغب کرتے ہیں جو اور بہت سی عبادتوں کی باعث ہوتی ہے۔

آپ اگر ان فضیلت عالیات سے مشرف ہوں تو کھلا ہوا مشاہدہ کریں گے کہ رات کے درسیانی چند گھنٹوں کے علاوہ جب کہ خدام کے آرام اور صفائی کے لئے حرم بند رہتا ہے (طلوع صبح کے دو گھنٹے قبل سے تقریباً آدمی رات تک روز و شبہ حرم اور قبروں کے پاس کی مسجدیں نازنین و محاورین اور خواص و عوام سے بصری رہتی ہیں اور یہ سب لوگ مختلف عبادتوں، واجب و مستحب نمازوں، تلاوت قرآن درودوں، وظائف میں سرگرم رہتے ہیں۔ جو لوگ اپنے گھر میں اور وطنوں میں سوا واجبات ادا کرنے کے زیادہ عبادتوں کی توفیق نہیں رکھتے وہ بھی ان مقدس مقامات میں زیارت اور قربت محبوب کے مشوق میں طلوع صبح سے دو گھنٹے پہلے مشرف ہو کر تہجد اور اپنے پروردگار سے مناجات میں مصروف رہتے ہیں اور تلاوت قرآن اور خوف خدا سے گریہ و زاری ان کی طبیعت نشانی بن جاتی ہے۔ چنانچہ وہاں سے واپسی کے بعد بھی عبادات میں مشغول اور لگن ہوں سے الگ رہتے ہیں اور بڑے اشتیاق کے ساتھ نوافل اور رضا نمازیں بجالاتے ہیں۔

آیہ عمل جو دوسرے بہت سے اعمال کا سبب بنتا ہے اور لوگ اس کے ذریعے توفیق حاصل کر کے طرح طرح کی عبادتوں میں ہنمک ہوتے ہیں اور رات دن میں کم از کم صبح پہلے اور رات کو دو تین گھنٹے نماز و دعا و تلاوت قرآن اور درود وظائف میں مشغول ہوا کر اپنے پروردگار کی رحمت و عنایت کا مستحق بناتے ہیں بدعت ہے؟

اگر زیارت مزارات ائمہ اطہار کا اور کوئی تیجہ نہ ہوتا تو صرف یہی عبادتوں کی توفیق اور سرگرمی ہی اس کا مشوق دلاتے کے لئے کافی تھی تاکہ ان وسائل سے اپنے معبود کے ساتھ رابطہ مضبوط کر کے روحانی طہارت حاصل کریں جو عام نیک و نیکویتی کی جڑ ہے۔ رکنیز کہ اپنے شہروں اور گھروں میں رہ کے دنیاوی مشاغل کی وجہ سے پورا میلان پیدا نہیں ہوتا۔

کیا آپ بلا و اہل سنن میں ہم کو کوئی ایسا مقدس مقام بتا سکتے ہیں جہاں عالم و جاہل اور عوام و خواص جو ہیں گھنٹے عبادت میں مشغول رہتے ہوں سوا مسجدوں کے جہاں فقط نماز پڑھ کے فوراً متفرق ہو جاتے ہیں؛ بغداد اور معتم میں جہاں شیخ عبدالحق دہلوی اور امام ابوحنیفہ کی قبریں ہیں۔ ہمیشہ ان کے دروازے بند رہتے ہیں صرف نماز کے وقت ان مزاروں کی مسجدیں کھولی جاتی ہیں اور چند نفوس آدمی اگر نماز پڑھتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ شہر سامرا میں جہاں شیعوں کے دو برحق امام حضرت ہادی علی نقی علیہ السلام (امام دہم)

اور حضرت حسن عسکری (امام یازدہم) مدفون ہیں تمام شہر کے باشندے یہاں تک کہ آستانہ مقدس کے خدام بھی جو برادران اہلسنت میں سے ہیں، طلوع فجر کے قریب بڑی زحمت سے جب شیعہ زائرین و مجاہدین اور اہل علم و سچے پکار مچاتے ہیں۔ تب حرم کا پھاٹک کھولتے ہیں لیکن ہم کو ایک بھی بڑھا جو ان عالم و جاہل متنی ایسا نظر نہیں آتا جو اس مسجد کے کسی گوشے میں مشغول عبادت ہو۔ یہاں تک کہ خدام بھی دروازہ کھولنے کے بعد جا کر سوجاتے ہیں۔ البتہ شیعہ لوگ حرم کے اندر پورے ذوق و شوق کے ساتھ عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ ہیں وہ اثبات اور برکات جو ان مقدس مزارات سے شیعوں کو نصیب ہوتے ہیں۔ خدا آپ کو مشق ہونے کی توفیق عطا فرمائے عراق عرب میں آپ کو دو شہر ایک دوسرے کے پہلو میں صرف دو فرسخ کے فاصلے سے نظر آئیں گے یعنی کاظمین اور بغداد۔ اول الذکر شیعوں کا مرکز ہے جس میں امام مہتمم حضرت ابوالبرکات محمد بن جعفر اور امام نہم ابو جعفر محمد بن علی الجواد علیہم السلام کا مزار مبارک ہے اور دوسرا اہل سنت کا مرکز ہے جس میں شیخ عبدالقادر جیلانی اور آپ کے امام اعظم ابو حنیفہ کی قبریں ہیں۔ اگر آپ غور کیجئے تو شیعوں کے برحق پیشواؤں اور اماموں کے بلند تعلیمات کا اندازہ ہو جائے گا اور بحکم خود دیکھئے گا کہ ان دونوں مقدس قبروں اور ان کی زیارت کے برکات سے کاظمین کے باشندے اور زوار شب میں جلد سوجاتے ہیں اور طلوع فجر سے دو گھنٹے قبل بیدار ہو کر پورے ذوق و شوق سے عبادت و تہجد کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بہت سے شیعہ تاجر بھی جن کی دکانیں اور تجارتیں بغداد میں ہیں لیکن مکانات کاظمین میں ہیں عرصے کے وقت حرم مطہر کے اندر عبادت الہی میں مشغول رہتے ہیں۔

لیکن اہل بغداد کس قدر گناہوں میں غرق، عیاشی اور شہوت پرستی کے دلدادہ اور خواب غفلت میں مدھوش ہیں۔

نواب، دافقی اس وقت اپنے اوپر بدعت کرنے کا موقع ہے کہ ہم لوگ بغیر تحقیق کے کس لئے ان عجیب منکر کے ہیکانے والوں کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ چند سال قبل ایک قافلہ یہاں سے روانہ ہوا جس میں بدتمی سے میں بھی شامل تھا۔ ہم لوگ امام اعظم ابو حنیفہ اور جناب عبدالقادر رضی اللہ عنہما کی زیارت کے لئے بغداد گئے لیکن ایک روز میں گھومنے کے لئے کاظمین چلا گیا جب واپس ہوا تو میرے رفیقوں نے مجھ کو کچھ سخت دسست کہا۔ بڑے تعجب کا مقام ہے کہ معظم میں امام اعظم کی، بغداد میں شیخ عبدالقادر کی، ہندوستان میں خواجہ نظام الدین کی اور مصر میں شیخ ابومعقل الدین کی زیارتیں تو جائز اور موجب ثواب ہوں جن کے لئے ہر سال ہم لوگوں میں سے کافی اشخاص جاتے رہتے ہیں حالانکہ ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت بھی مروی نہیں ہے لیکن ماہِ خدا کے خدا کا رجا ہوا اور درجائے رسول کی زیارت جس کے لئے پیغمبر نے اس قدر ثواب بیان فرمایا ہے اور نقل بھی یہ ایک مستحسن کام ہے بدعت ہو جائے۔ اس وقت میں نے قطعی اور پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ انشاء اللہ اگر زندہ رہا تو اس سال قریباً اللہ اور خوشنودی خدا کے لئے رسول خدا کے فرزند عزیز جناب حسینؑ شہید کی زیارت کے لئے جاؤں گا اور خدا سے دعا کروں گا کہ میری پچھلی غلطیوں کو معاف فرمائے۔

اب آج کی شب میں دلی تاثر کے ساتھ انشاء اللہ کل رات تک کے لئے رخصت ہونا ہوں۔

ختم شد

(باقی حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیے)